مارچ 2020
ماہنامہ آنچل کی جانب سے ایک اور آنچل
ماہنامہ
حجاب
کراچی
www.pklibrary.com

اس شمارے میں

ابتدائیہ

بات چیت — مدیرہ — 08

حمد — وجد چغتائی — 09

نعت — امید فاضلی — 09

آنگن کی چڑیا

انٹرویو — ماہا بشیر حسین — 10

سلسلہ وار ناول

عشق دی بازی — ریحانہ آفتاب — 90

عشق نگر کے مسافر — ندا حسنین — 142

ناولٹ

چشم فسوں گر — نائلہ طارق — 38

میرے بن کر آؤ — سیما بنت عاصم — 174

مکمل ناول

مل گیا سجن — شازیہ مصطفیٰ — 12

دل کو کس کا ملال تھا — نادیہ احمد — 58

زندگی کے تھمارو رنگ گئے — بینا عالیہ — 112

افسانے

جذبہ شوق — اقرأ حفیظ — 80

میں ادھورا چاند — زینب ملک ندیم — 136

ادب الادیب — فرح طاہر — 168

امیدِ سحر — عائشہ تنویر — 194

محبت اب نہیں ہو گی — موناشاہ قریشی — 198

بدگمانی — تزئین نعیم سرھیو — 154

UUNOVELS.COM

مستقل سلسلے

بزم سخن — سمیہ عثمان — 208

کچن کارنر — زہرہ جبین — 210

عالم میں انتخاب — زینب احمد — 213

شوخئ تحریر — ہماذوالفقار — 217

حسن خیال — جوہی احمد — 220

دوست کا پیغام آئے — ملیحہ احمد — 226

editorhijab@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

بات چیت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مارچ ۲۰۲۰ء کا شمارہ آپ کے ذوق مطالعہ کی نذر ہے۔

تئیس مارچ انیسوں چالیس کو قرارداد پاکستان پیش کر کے مسلمانوں کے لیے ایک الگ ملک کی منظوری دی گئی تھی۔ اس وقت کے کئی مسلم رہنماؤں نے اس قرارداد کی پُرزور مخالفت و مذمت کی تھی اور اس کی روک تھام کے لیے ہندوستان کے کئی شہروں میں جلسہ و جلوس بھی منعقد ہوئے تھے پر اس مملکت خداداد پاکستان کو اللہ سبحان وتعالیٰ کے حکم سے معرض وجود میں آنا تھا تو تمام تر مخالفت کے بعد بھی دنیا کے نقشے پر پہلے اسلامی ملک کی حیثیت سے نمودار ہوا اور تمام دشمنوں کی منظم سازشوں کے باوجود الحمدللہ آج تک قائم و دائم ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت اس کا وجود برقرار رہے گا۔ دنیا کی تمام مسلم مخالف حکومتیں کتنی ہی سازشوں کے جال بن لیں پھر بھی ان سب کو اپنی منہ کی ہی کھانی پڑے گی اور یہ تمام طاقت ور ترین ممالک ہمارے ملک کا بال بھی بانکا نہیں کر پائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اگر ہم ماضی کی کئی دہائیوں کی طرف نظر دوڑائیں اور ہندوستان میں مقیم مسلمانوں کی حالت زار دیکھیں اور ان پر ہونے والے مظالم کی داستان جاننا چاہیں تو دل وجگر سے خون رستا نظر آئے گا۔ بالکل اس ہی طرح آج کل یا چند ماہ سے جن حالات کا شکار ہندوستان کے مسلمان نظر آرہے ہیں وہ دنیا کے کسی بھی فرد واحد سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کئی ممالک نے دبے الفاظ میں احتجاج بھی کیا ہے پر ہندوستان کی موجودہ حکومت اپنے کان لپیٹے اپنے کام سے کام رکھ رہی ہے اور وہاں کے مسلمانوں کی عزت وآبرو، جان و مال اور عبادت گاہیں تک کو مٹانے پر تلی نظر آرہی ہے۔ ہندوں کے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی متعدد تصویریں اور وڈیو دیکھنے کو مل رہی ہیں ان سب کو دیکھ کر ہمارا دل اپنے رب کے آگے سر وسجود ہو جاتا اور شکرانہ ادا کرتا نہیں تھکتا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہمیں پاکستان کی صورت میں اپنی خاص نعمت سے نوازا اور ہمیں تمام تر آزادی کے ساتھ پُرسکون زندگی گزارنے کا موقع عنایت فرمایا اس پر ہم جس قدر بھی اپنے رب کا شکر ادا کریں اتنا ہی کم نظر آتا ہے۔ ہمیں اپنی آزادی اور اس مملکت خداداد کی قدر کرنی چاہیے اور اس کی ترقی کے لیے اپنی جان و مال سے خدمت کر کے اس کا نام ہمیشہ روشن رکھنا چاہیے۔

ہم ہندوستان میں مقیم اپنے تمام مسلمان بھائی بہنوں کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ان سب پر اپنا خاص فضل وکرم فرمائے اور ان سب کی جان و مال، عزت وآبرو اور عبادت گاہوں کی حفاظت فرمائے اور ان تمام مسلمانوں کو ہمت وطاقت عطا فرمائے کہ وہ سو ہندوں کے مقابلہ ایک مسلم ہی کافی ہو جائے اور ہندوں کے ڈھائے جانے والے مظالم کا منہ توڑ جواب دے سکیں آمین۔

اس ماہ کے ستارے:۔

شازیہ مصطفیٰ، نائلہ طارق، اقرا حفیظ، بینا عالیہ، زینب ملک ندیم، فرح طاہر، عائشہ تنویر، مونا شاہ قریشی، نزمین نعیم سرھیو۔

دعا گو

قیصر آرا

حمد

ذرہ ہوں آفتاب کی توصیف کیا لکھوں
کرنیں ملیں کرم کی تو حمد و ثنا لکھوں
تیری صفات وذات میں تفریق ہے عبث
جلوہ لکھوں تجھے کہ میں جلوہ نما لکھوں
واحد کہوں، وحید کہوں، حامد و حمید
تجھ کو حکیم و حاکمِ روزِ جزا لکھوں
قیوم بھی، قدیم بھی ہے تو عظیم بھی
عالم نیا ہو روز مرے وجد و حال کا
مضمون تیری حمد کا ہر دم نیا لکھوں

وجد چغتائی

نعت

کبھی یسٰین و مبشر کبھی طٰہٰ لکھوں
زندہ جب تک رہوں نعت شہِ والا لکھوں
نعت لکھنے کی تمنا لیے اس سوچ میں ہوں
خود جو ممدوح خدا ہو اسے میں کیا لکھوں
وصف آئینہ ہے خود آئینہ گر کی توصیف
حمد لکھنی ہو تو احمد ﷺ کا سراپا لکھوں
قاب قوسین نے حد کھینچ رکھی ہے ورنہ
عشق سرور نے وہ حق گوئی عطا کی کہ امید
مر بھی جاؤں تو نہ میں دشت کو دریا لکھوں

امید فاضلی

UUNOVELS.COM

آنگن کی چڑیا

ماہا بشیر حسین

س: کیا آپ کے گھر میں صنفی امتیاز برتا جاتا ہے؟ اگر ہاں تو کیا آپ اس پر احتجاج کرتی ہیں؟

ج: جی ہاں ہمارے گھر میں سو فیصد بیٹا بیٹی میں فرق برتا جاتا ہے بلکہ میں تو کہتی ہوں کہ ہر گھر میں فرق برتا جاتا ہے کوئی لاکھ انکار کرے۔

س: آپ کے نزدیک علم حاصل کرنے کا مقصد کیا ہے؟

ج: علم حاصل کرنے کا مقصد محض اگر نوکری حاصل کرنا ہے تو اس ملک میں نوکر ہی پیدا ہوں گے اور اچھے گھرانے میں شادی تو صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ علم صرف سیکھنے کے لیے حاصل کرنا چاہیے۔ اچھے برے کی تمیز ہونی چاہیے۔ اگر آپ کا علم آپ کے دل کو منور نہیں کرتا تو وہ بے کار ہے۔

س: کیا آپ خواتین کے ملازمت کرنے کے حق میں ہیں؟

ج: میں عورتوں کے ضرورتاً جاب کرنے کے حق میں ہوں، شوقیہ جاب نہیں کرنی چاہیے کیونکہ جس کو واقعی اس جاب کی ضرورت ہوگی وہ محروم رہے گا۔

س: آپ کے خیال میں روشن خیال اور لبرل ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ج: اس سوال پر مجھے وہ دن یاد آ گیا جب میں اور میری امی کھانا لینے ہوٹل گئے تھے۔ وہاں پر ایک فقیر بھی تھا جو بہت بری حالت میں تھا وہ ہوٹل والے سے کھانے کے لیے کچھ مانگ رہا تھا حالانکہ وہ کھانے کے پیسے بھی دے رہا تھا پر پتا نہیں کیوں وہ اس کی بے عزتی کرتا رہا اور پھر ہوٹل سے نکال دیا۔ مجھے بہت برا لگا تو میرے نزدیک روشن اور لبرل خیال ہونے کا یہی مطلب ہے کہ ہم کسی کا لباس دیکھ کر اس کی اوقات دیکھ کر اس میں فرق نہ کریں۔ ہم سب اللہ کی مخلوق ہیں جب اتنی عظیم ہستی خود خدا تعالیٰ کے نزدیک ہم سب کی ایک ہی اوقات ہے تو پھر ہم کون ہوتے ہیں فرق کرنے والے۔

س: آپ اپنی مذہبی اور ثقافتی اقدار سے آگاہ ہیں تو کیا ان کی پیروی کرتی ہیں؟

ج: ثقافتی تو نہیں ہاں مجھے اپنے مذہب سے بے حد لگاؤ ہے۔ پر ابھی میری معلومات اتنی وسیع نہیں ہے میں تبسم سے پوچھ لیتی ہوں اگر کہیں غلط ہو تو تبسم بتا دیتی ہے۔ میں نے عبایا اور نقاب لینا دس سال کی عمر سے شروع کیا۔ اس لیے نہیں کہ ہم پٹھان ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ اللہ کو پسند ہے۔

س: کیا لڑکیوں کو خواب پورے کرنے کا موقع

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

ملنا چاہیے؟

ج: یہ عمر ہے خواب
دیکھنے کی
جو اجازت مل
جائے ان کو
پورا کرنے کی
میں کروں گی
پر وہ خواب پورا
جو جاگتی آنکھوں
سے بھی دیکھا ہے
پورا کرنے کا حق ہے
مجھے وہ خواب
جو میری
ڈائری میں لکھے ہیں

س: زندگی گزارنے کے لیے کیا اہداف مقرر کیے ہیں؟

ج: میں نے کوئی اہداف مقرر نہیں کیے اور ویسے انسان کچھ بھی سوچ لے وہ اس کے لیے ہے کہ نہیں اسے کیا پتا؟ بس میں چاہتی ہوں کہ ہر دن خوشی، غم کے بن گزرے۔

س: گھر کے کاموں میں کس حد تک دلچسپی لیتی ہیں؟

ج: دلچسپی ہو یا نہ ہو کرنے میں نے اور تبسم نے ہی ہیں سو کام چوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

س: کس رشتے سے سب سے زیادہ محبت ہے؟

ج: آ گیا میرا پسند کا سوال۔ تبسم کے علاوہ اور کس سے ہوگی۔ مجھے پوری دنیا میں سب سے زیادہ تبسم سے محبت ہے اور اپنی اماجان سے۔

س: سسرال سے کیا توقعات اور خدشات ہیں؟

ج: سسرال کا تو نام سن کر ہی میرے پسینے چھوٹ جاتے ہیں۔ جس طرح کے ساس سسر ڈراموں اور ناولوں میں ہوتے ہیں تو یہ توقعات میں انسانوں سے نہیں رکھتی۔

س: کس شخصیت یا واقعے نے اثر ڈالا؟

ج: ایک ہی شخصیت ہے جس نے بچپن سے مجھ پر اپنا گہرا اثر ڈالا ہے۔ وہ تبسم ہے وہ میرے لیے میری ماں بھی ہے، دوست بھی ہے، بہن بھی ہے، میں بالکل تبسم جیسی بننا چاہتی ہوں اور میری امی میری پسندیدہ شخصیت ہیں۔

اچھا جی اجازت دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور کیسے لگے جوابات ضرور بتایئے گا۔

UUNOVELS.COM

مانگ کا ٹیکا

شازیہ مصطفی

"کسی دن بھی آکر اس نے ہاتھ اٹھالیا تو اچھا نہیں ہوگا۔" سویرا بھابی نے اسے سمجھایا مگر اس پر تو جیسے کسی بھی بات کا مطلق اثر نہیں ہو رہا تھا۔

"اتنی زور سے چیختے ہیں کیا بھابی۔ بچپن میں بھی ایسی ہی ڈراونی آواز میں ڈراتے تھے۔" بہت فرصت سے وہ تفصیلی تبصرہ کرگئی۔

"مجھے کیا پتا' میں کوئی اس گھر میں بچپن سے تھوڑی ہوں۔ میری شادی کو ہی آٹھ سال ہوئے ہیں۔" سویرا بھابی کبابوں میں ہرا دھنیہ' پیاز وغیرہ ڈال کر اسے ہاتھوں سے دبا دبا کے ملانے میں مصروف تھیں اور وہ سدا کی کام چور' کرسی پر بیٹھی باتوں میں مشغول رہی۔

"علیزہ...... بری بات ہے۔ تم فضول میں بابا سے اس کی شکایت کر دیتی ہو۔ بے چارے کو اتنا بھی زچ نہیں کرو۔" انہیں وہاج پر اکثر ترس بھی آتا جو بابا کی عدالت میں سر جھکائے مجرموں کی طرح اپنی صفائی میں ایک لفظ بولے بغیر خاموش کھڑا رہتا تھا۔

"مجھے ان پر اس لیے بھی غصہ آتا ہے کہ کبھی ہنسنے تک نہیں دیا اور نہ کبھی پیار سے بات کرتے ہیں۔" علیزہ میں یہ بھی احساس محرومی تھا' جب بھی وہ اصغر کو اور علینہ کو ایک ساتھ رومینٹک گفتگو کرتے دیکھتی' وہ بھی چوری چوری' ویسے بھی بے چارے اصغر بھائی کو تو چھوٹی تائی کے سامنے علینہ سے مخاطب تو دور کی بات دیکھنے تک کی اجازت نہیں تھی اور بے چاری علینہ اپنی حرماں نصیبی پر کہیں بھی کونے میں بیٹھی آنسو بہاتی رہتی۔ ایسے میں سویرا بھابی اور وہ اس کا غم اور دکھ بٹانے کی بہت کوشش کرتی تھیں۔

"رخصتی ہونے دو' کیلئے کمرے میں دیکھنا پیار ہی پیار برسائے گا۔" سویرا بھابی نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے علیزہ کے بازو پر چٹکی لی۔ علیزہ کے رخسار حیا سے سرخ ہوگئے مگر پھر وہاج کی سرد طبیعت کا سوچ کے اسے بہت غصہ آتا اور وہ اداس ہو جاتی تھی۔ وہاج اس پر بھولے سے بھی نگاہ غلط نہ ڈالتا۔

جب میٹرک میں تھی تو امی اور پاپا کا روڈ ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا۔ ایسے میں بڑے تایا نے ہی اسے سینے سے لگایا تھا۔ انہوں نے اسے اتنا پیار اور لاڈ دیا تھا کہ کسی کو بھی علیزہ کو ڈانٹنے کی اجازت نہیں تھی اور پھر وہ بھی انہیں بابا کہنے لگی۔ وہاج شروع سے ہی غصیلی طبیعت کا مالک تھا کیونکہ غلط بات وہ برداشت نہیں کرتا تھا۔ ہاں اگر اس کی بنتی تو صرف اصغر سے' باقی سب سے نارمل انداز میں ہی بات کرتا تھا۔ وہاج کی سرد طبیعت بھی اس کی ماں کی وفات کے بعد سے ہوئی تھی۔ بارہ سال کا تھا کہ ماں ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہو کر اس دنیا سے ہی چلی گئی تھیں۔ وہاج کی طبیعت میں کچھ غصہ بھر گیا' بلاوجہ کی ضدیں کرتا۔ بابا اسے اگر ڈانٹتے نہ تھے تو اہمیت بھی نہیں دیتے تھے۔ ایسے میں اسے بڑے بھائی احمر نے اسے کافی سنبھالا تھا۔ تعلیم کے میدان سے لے کر زندگی کے ہر شعبے میں اس کا ساتھ دیا تھا۔

"تم کب سے گم صم بیٹھی ہو۔ اٹھو جا کر ذرا دیکھو یہ یوشع اور مناہل کہاں ہیں کیونکہ مجھے یوشع کی فکر رہتی ہے کہیں شرارتوں میں نہ لگا ہو۔" کباب وہ بنا چکی تھیں' ماربل کا کاؤنٹر کپڑے سے صاف کرنے لگیں۔ ابھی انہیں رات کے کھانے کی بھی تیاری کرنی تھی کیونکہ احمر اور وہاج آفس سے آگے پیچھے ہی آتے تھے۔ وہاج وقت پر ہر کام کرنے کا عادی تھا اور کھانا بھی وہ جلدی کھاتا تھا۔

علیزہ چھوٹے تایا کے پورشن میں چلی گئی تھی' جہاں سے یوشع کے بہت ہنسنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

"یہ کیا کر رہی ہو تم؟" گرجدار اور گمبھیر آواز پر وہ بری طرح اچھلی۔ وہ الماری میں سر دیے جانے کیا تلاش کر رہی

UUNOVELS.COM

تھی کہ اچانک وہاج کی آواز سنائی دی۔

"وہ...... وہ میں آپ کے کپڑے نکال رہی تھی' کپڑے پریس کرنے کے لیے......" حواس باختہ سی اپنا گلابی آنچل دوسرے شانے پر منتقل کرتے الماری کو بند کیا۔

"تمہیں کرنے کو کہا کس نے ہے؟" غصیلی فہمائشی نگاہوں سے گھورتا ہوا اس کے ہاتھ سے اپنی شرٹ لی۔

"میرا بھی کچھ فرض بنتا ہے۔" اس نے گویا اپنے اور اس کے رشتے کا احساس دلایا۔ وہاج نے دانت پیسے۔ وہ کچھ مزید سہم سی گئی کیونکہ جب سے نکاح ہوا تھا' دونوں کا وہاج کے انداز میں ناگواری اور نخوت آ گئی تھی۔

"اپنے فرض اپنے پاس رکھو آؤٹ۔" پوری شدت سے دھاڑا اور ہاتھ کے اشارے سے جانے کا کہا۔ وہ ڈرتی کانپتی اس کے وہاں سے نکل گئی۔

"سنو......" اس نے نجانے کیوں پکارا تھا وہ پھر رکی۔ دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا' جیسے پسلیاں توڑ کے باہر ہی آ جائے گا۔

"آئندہ اگر میری غیر موجودگی میں میرے کمرے میں نظر آئیں یا کسی چیز کو بھی ہاتھ لگایا تو یاد رکھنا' کیا کر سکتا ہوں میں۔" اس نے دھمکی دی تو علیزہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی۔

"میں بھی دیکھنا بابا کو آپ کے یہ کرتوت دکھاؤں گی۔ پتا نہیں کس لڑکی کی اپنی الماری میں تصویر رکھی ہوئی ہے۔" کمرے میں آ کر تصویر کو بغور دیکھا۔ ایک لڑکی شولڈر کٹ بالوں کے ساتھ پنک سوٹ میں ملبوس' مسکراتی ہوئی علیزہ کو جلا رہی تھی۔

"میری تصویر ایک بھی اپنے پاس نہیں رکھی اور اس چڑیل کی رکھی ہے۔ لگتی کون ہے؟ میں آپ کی بیوی ہو وہاج احمد۔" غصے سے وہ بڑبڑائی۔

"آنٹی...... آنٹی...... وہ علینہ آنٹی بہت رو رہی ہیں۔" یوشع نے اسے اطلاع دی۔ علیزہ بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ سارا غصہ بھی بھول گئی کیونکہ اسے پتا تھا آج پھر چھوٹی تائی نے علینہ کو خوب سنایا ہوگا۔ علیزہ ایک واحد ہستی تھی جس سے وہ رو کے اپنے دل کا حال کہہ لیتی تھی۔

اب اگر علینہ کی شادی اسفر بھائی سے ہو ہی گئی تھی تو چھوٹی تائی کو اسے بہو کے روپ میں تسلیم کر لینا چاہیے تھا۔ ہر طرح سے تو خیال رکھتی تھی جبکہ اسے اسفر کے ساتھ بیٹھنے تک نہیں دیتی تھیں۔ علینہ یہ بھی صبر کے ساتھ برداشت کر رہی تھی۔

"آج کس بات پر سنایا چھوٹی تائی نے؟" اس نے سوں سوں کرتی علینہ کو دکھ سے دیکھا۔ بیڈ پر بیٹھی اس کا حلیہ تک اتنا خراب تھا کہ علیزہ کو غصہ ہی آ گیا۔

"کہتی ہیں کہ سال ہو گیا ہے شادی کو ابھی تک بچہ پیدا نہیں کیا۔"

"اف توبہ...... یہ چھوٹی تائی بھی عجیب ہیں۔ تم اور اسفر بھائی جب ملتے ہی نہیں ہو تو یہ سب کیسے ممکن ہے۔" وہ لب بھینچ کر گہری سوچ میں پڑ گئی کیونکہ ایسا کچھ تو کرنا ہی تھا کہ چھوٹی تائی کا منہ بند ہو۔

"اسفر بھائی کو پتا ہے؟"

"ان کے سامنے ہی تو کہتی ہیں۔" اس نے آنچل سے آنسو صاف کیے۔

"اسفر بھائی کی بھی کلاس لینی پڑے گی۔ تم فکر نہ کرو' کچھ تو کرنا ہے ناں۔" وہ اسے تسلی دینے لگی۔ علینہ' نواز احمد کے دوست کی بیٹی تھی۔ دوست کا انتقال ہوا تو وہ اکیلی رہ گئی۔ نواز احمد نے اپنے بھائی سے بات کی اور اسفر کی شادی علینہ سے کروا دی کیونکہ وہاج کا تو پہلے ہی نکاح انہوں نے علیزہ سے کر دیا تھا۔ ایسے میں انہیں اسفر ہی مناسب لگا۔ اسفر کو بھی نرم و نازک' شرمائی لجائی علینہ پہلی ہی نظر میں اچھی لگی مگر چھوٹی تائی کو اختلاف رہا تھا وہ اپنی بھانجی کو اسفر کے لیے پسند کرتی تھیں۔ جب ان کی نہ چلی تو علینہ کو تنگ کرنے اور طعنے دینے سے باز نہیں آتی تھیں۔ علینہ بن ماں باپ بچی تھی اس کا کوئی تھا بھی نہیں' اس لیے اسے یہیں رہ کر سب برداشت کرنا تھا۔

"تم آج سے فکر چھوڑ دو میں ہوں۔"

UUNOVELS.COM

"علیزہ امی مجھے رات تک اپنے پاس کاموں میں لگا کر رکھتی ہیں اور اس وقت تک کمرے میں نہیں جانے دیتی ہیں جب تک وہ نہ سو جائیں۔" لب کچل کے اس نے بتایا۔ وہ تو ایک سال سے سب جھیل رہی تھی۔ اسفر اور اسے بھی تنہائی کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ اسفر بہانے تلاشتا کہ کسی طرح تو بات کرے چھوٹے بہن بھائی علینہ کا بہت ساتھ دیتے تھے جب ہی تو علینہ کا دل لگا ہوا تھا پھر علیزہ وہاج سب ہی اس کی دلجوئی بھی کرتے تھے۔ علینہ نے اس دن رو رو کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کیا۔ علیزہ کافی دیر تک اس کے پاس رہی وہ تو جب بابا نے بلایا اسے جانا پڑا۔

"کب تک تم آنکھوں پر پٹی باندھے رہو گے؟" وہاج اسے سخت سست بنا رہا تھا اور وہ سر جھکائے مضطرب سا بیٹھا تھا۔

"اسفر یار ہمت کر کیوں اپنی زندگی کو تماشا بنا رہا ہے۔ وہ تیری بیوی ہے اور بیوی سے بات کرنے اور ملنے سے اتنا ڈرتا ہے۔"

"تجھے نہیں پتا میں کیسی سچویشن میں پھنس جاتا ہوں۔" وہ جھنجھلاتا گویا ہوا آج وہ آفس سے پہلے وہاج سے ملنے چلا آیا تھا تاکہ کوئی تو حل ملے۔

"سچویشن بتانا پسند کریں گے آپ؟" وہ کرسی گھسیٹ کے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ دونوں ہال کمرے میں تھے۔ علیزہ کے کان ان دونوں کی گفتگو پر لگے تھے وہ طعام گاہ کی دیوار کے ساتھ چپک کے کھڑی تھی۔

"یار وہ علینہ......" بولتے ہوئے اسفر کو کچھ جھجک اور شرم سی بھی محسوس ہونے لگی۔ ایسی بات وہ وہاج سے کیسے کہے۔

"کیا علینہ...... جب تک تو منہ سے بکے گا نہیں میں حل کیسے بتاؤں گا؟" وہ بھی بے زاری سے تیز لہجے میں گویا ہوا۔

"یار ابھی تیری مکمل شادی نہیں ہوئی ہے۔ میں تجھ سے کیسے کہوں۔" دونوں بے تکلف بھی خاصے تھے مگر ایسی بے تکلفی نہیں تھی کہ زندگی کے اہم معاملے کو اس کے سامنے بیان کر دیتا۔ اسفر کھڑا ہو گیا۔

"ارے بیٹھو پوری بات بتاؤ مجھے بغیر شرم جھجک اور عار کے۔" وہ اسے مطمئن کرنے کو نرمی سے گویا ہوا۔

اسفر نے بغور اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ سارے مسئلے وہ اس سے مشورہ کرتا رہا تھا اب جانے کیوں زبان سے الفاظ ہی ادا نہیں ہو رہے تھے۔

"اسفر...... جب تک تم مجھے کچھ نہیں بتاؤ گے سچویشن ٹھیک نہیں ہوگی۔"

"یار...... علینہ کے قریب میں جب بھی جاتا ہوں وہ رونے لگتی ہے ڈرتی ہے۔" تیزی سے اس نے کہا اور نظریں جھکا دیں۔ علیزہ کی چیخ نکلنے والی تھی مگر اس نے ہاتھ منہ پر رکھ لیا۔

"ہوں......" وہاج نے سمجھنے کے بعد ہوں کو لمبا کھینچا۔

"وہ چچی جان سے ڈر رہی ہے۔ تمہیں اسے پہلے کچھ ریلیکس کرنا چاہیے۔"

"یار امی اپنے کاموں میں سارا وقت لگا کے رکھتی ہیں۔ میں کب آفس سے آیا کب گیا علینہ کو کچھ خبر نہیں ہوتی حتیٰ کہ پانی بھی مجھے خود جا کر پینا پڑتا ہے وہ سامنے ہی نہیں آتی۔"

"تو بزدل ہے۔ ارے وہ تیری بیوی ہے۔ ڈرتا کیوں ہے اپنا حق استعمال کر۔"

"اتنا آسان نہیں ہے۔ علینہ مجھے ناراض کر دے گی مگر امی کو نہیں کرے گی۔ مجھے اس کا پتا ہے۔" وہ افسردگی سے گویا ہوا۔

"کچھ کاموں کو زبردستی بھی کرنا پڑتا ہے۔ اگر تو اسی طرح ڈرتا رہا ناں تو سب کچھ ایسے ہی رہے گا اور پھر مجھ سے نہیں کہنا کہ میں نے مدد نہیں کی۔"

"مجھے تو تجھ پر رشک آتا ہے۔ تیری بیوی تیرے سامنے ہے کوئی روک ٹوک بھی نہیں۔ جب دل چاہے بات کر لے۔" اسفر نے رشک سے اس کی طرف دیکھا۔

"بیوی...... اونہہ پچپنا تو اس کا جاتا ہی نہیں ہے۔ بات

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

خاک کروں گا۔ زہر لگتی ہے مجھے وہ، صرف بابا کی وجہ سے برداشت کر رہا ہوں ورنہ میرے لیے کیا لڑکیوں کی کمی تھی۔" وہاج کی نگاہ پردے کے نیچے سے جھانکتے گلابی دودھیا پاؤں پر پڑی جو علیزہ کے تھے۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ باتیں سن رہی ہے، وہ چاہتا تو جا کر اسے پکڑ سکتا تھا مگر اس وقت وہ اپنے دل کی بھڑاس نکالنے لگا۔ علیزہ دانت پیستی، تلملاتی ہوئی پیر پٹختی چلی گئی۔ وہاج کے لب مسکرا دیئے تھے۔

❁....❁....❁....❁

صبح رو رو کے اس نے گھر میں ہلچل ہی مچادی۔ بابا کا غصہ آسمان کی حدیں چھو رہا تھا۔ سویرا بھابی سر پکڑے بیٹھے ہوئے تھیں۔ احمر بھائی کو وہاج پر ترس آ رہا تھا جو آج پھر ان کے سامنے تھا۔

"کس کی تصویر ہے، بولتے کیوں نہیں؟" بابا نے تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرائی۔ وہاج تو گنگ سا رہ گیا۔ یہ تصویر بابا کے پاس کہاں سے آئی مگر جب علیزہ کا اپنے کمرے میں آنا، وارڈ روب میں کچھ تلاش کرنا یاد آیا تو سب کچھ سمجھ میں آ گیا۔

"میری کلاس فیلو ہے۔" وہ پُراعتماد انداز میں بولا۔

"یہ تو گیا یہ اب۔" احمر بھائی نے سویرا بھابی کے کان میں سرگوشی کی۔ دونوں ہی صوفے پر بیٹھے تھے اور علیزہ بابا کے بیڈ پر بیٹھی مگرمچھ کے آنسو بہا رہی تھی۔

"تمہارے پاس کیوں ہے اور رکھنے کا مقصد کیا ہے؟" انہوں نے درشت لہجے میں استفسار کیا۔

"اچھی لگتی ہے۔" اس نے خاصی لگاوٹ سے کہا۔

"کیا...... دماغ تو درست ہے تمہارا؟" وہ غصے سے چیخے۔

"پلیز بابا، میں نے آپ کے کہنے پر آپ کی بھتیجی سے نکاح کر تو لیا ہے مگر مجھے مجبور نہ کریں کہ میں پھر یہاں سے چلا جاؤں۔"

"دھمکی دیتے ہو باپ کو۔" وہ جھٹکے سے بیڈ سے اٹھے۔

"میں دھمکی نہیں دے رہا ہوں۔" نگاہ اور آواز اس کی نیچی تھی۔

"اس لڑکی میں کیا کمی ہے، جو تمہیں غیر لڑکیوں کی تصویر رکھنی پڑی؟" علیزہ چھپ سی گئی۔ وہاج کی خونخوار قہر برساتی نگاہیں بھی اس پر جمی تھیں۔

"آپ چاہتے کیا ہیں، اس فضول اور بے وقوف لڑکی کو آپ کی طرح میں بھی سر پر چڑھا لوں۔" آج وہ گستاخی پر اتر آیا تھا۔

"وہاج......" ان کا ہاتھ اٹھتے اٹھتے رہ گیا۔ احمر تو کھڑے ہو گئے۔

"احمر اسے سمجھا دو اگر کسی بھی فضول چکر میں یہ پڑا تو میں اس کی شکل نہیں دیکھوں گا۔" انہوں نے غصے سے کہا۔

"کول بابا...... وہاج کی ہم بات تو سن لیں۔ تصویر ہے کس کی ہو سکتا ہے جو ہم سب سمجھ رہے ہیں وہ بات ہی نہ ہو۔" انہوں نے بات کو سنبھالا۔

"تمہیں تو میں دیکھنا کیسے پوچھتا ہوں۔ ہر بار میرا مذاق بناتی ہو۔" وہاج کے دل میں اتنی نفرت علیزہ کے لیے بھر گئی تھی کہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا گلا دبا دے۔ جو باپ بیٹے کے درمیان میں دُوری کی دیوار کھڑی کر رہی تھی۔

"وہاج بتاؤ تصویر کس کی ہے؟" سویرا بھابی نے رسان سے پوچھا۔

"مجھے نہیں بتانا کس کی ہے۔" اسے بھی ضد سوار ہوگئی۔ تصویر اٹھا کر وہ کمرے سے ہی نکل گیا۔ صفائیاں دینا اسے ویسے بھی پسند نہیں تھا۔ علیزہ نے زور زور سے رونا شروع کر دیا۔ بابا نے اسے اپنے شانے سے لگا لیا۔

"نہیں روتے بیٹا، اس کی تو لگام میں کھینچتا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہاں بھاگتا ہے، فکر نہیں کرو۔" وہ علیزہ کو سمجھانے کے ساتھ تسلی دینے لگے۔ احمر بھائی نے سویرا بھابی سے اشاروں میں کہا کہ ضرور پھر کوئی ہنگامہ ہونے والا ہے۔

❁....❁....❁....❁

وہاج کا موڈ خراب تھا۔ نہ وہ ٹھیک سے کھانا کھا رہا تھا اور نہ ہی بابا سے بات کر رہا تھا۔ علیزہ کو دیکھ کر تو اس کا خون کھولنے لگتا تھا کیونکہ اس کے کمرے کی تلاشی لے کر تصویر اس نے ہی نکالی تھی ورنہ تو اس نے اتنی سنبھال کر رکھی تھی کہ کسی کو خبر نہیں ہوئی تھی۔ اسے ہمیشہ اپنے مزاج کی طرح سنجیدہ، سوبر لڑکی پسند تھی مگر بابا نے اپنی یتیم بھتیجی کو زبردستی اس کے سر منڈھ دیا تھا۔ وہ احتجاج کرتا رہا مگر بابا نے اہمیت نہیں دی تھی اسی لیے اس کی سرشت میں غصہ شامل ہو گیا تھا۔ علیزہ سے رشتے میں بندھنے کے بعد وہ اور بھی چڑچڑا ہو گیا تھا۔ وہ جتنا اس سے بچتا وہ اتنا اسے زچ کرتی تھی۔

کبھی کبھی اس کا دل کرتا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر یہاں سے کہیں دور چلا جائے مگر کچھ سوچ کر وہ رک جاتا تھا۔ چچا جان کی طرف جا کر کچھ ہنسی مذاق میں اس کی طبیعت بہل جاتی تھی۔ اس وقت بھی اس پر بے زاری طاری ہوئی تو چلا آیا تھا۔ لاؤنج میں سمیرا ٹی وی دیکھ رہا تھا، کچن میں علینہ تھی جو شاید کچن کو سمیٹ رہی تھی۔ سمیرہ اپنی کسی دوست سے فون پر بات کر رہی تھی۔ وہ چچی جان کے پاس ہی جا کر بیٹھ گیا۔

"اور چچی جان، سنائیے طبیعت کیسی ہے؟" اس نے ان کی طبیعت پوچھی۔ آمنہ بیگم بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی جبکہ توقیر احمد اخبار میں منہمک تھے۔

"بس بیٹا یہ شوگر کبھی کبھی بہت تنگ کرتی ہے۔" انہوں نے دکھ سے کہا۔

"بیٹا، تمہاری چچی کو شوگر منع ہے پھر بھی دن میں تین چار بار چائے میں شوگر لیتی ہیں۔" توقیر احمد نے اخبار لپیٹ کر میز پر رکھا اور اپنی آرام دہ کرسی پر بیٹھ گئے۔

"اس گھر میں ایک تم اور دوسری تمہاری بہو میری دشمن ہے۔" علینہ چائے بنا کر لے آئی تھی۔ اس نے سر وکی۔ وہاج نے ڈری، سہمی، کم گو سی علینہ کو ترحم بھری نگاہوں سے دیکھا۔

"اس میں چینی نہیں ڈالی؟" آمنہ بیگم نے چائے کا سپ بھرنے کے بعد کپ ٹرے میں پٹخ دیا۔ وہاج کی فہمائشی نگاہوں نے انہیں ذرا بھی جز بز نہیں کیا۔

"وہ آپ کی شوگر ہائی ہے ناں۔" اس نے ڈرتے ہوئے لب کشائی کی۔

"تیرے باپ کے گھر کا کھاتی ہوں......؟" ان کا لب و لہجہ ایک دم بدلا تو وہاج نے انہیں تاسف سے دیکھا۔

"السلام علیکم۔" اسی وقت اسفر سلام کرتا اندر داخل ہوا۔ علینہ فوراً دروازے سے ہٹ کر ایک طرف ہو گئی۔ اسفر نے اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھا، جو لب پچل رہی تھی۔ حرفِ شکایت تک وہ کبھی لبوں پر نہیں لائی تھی۔

"چینی ڈال کے لاؤ" وہ پھر حکمیہ انداز میں دھاڑیں۔

"آمنہ بیگم کیوں اپنی دشمن بنتی ہو۔ میں نے ہی بہو کو منع کیا ہے کہ تمہیں چائے میں بالکل چینی نہیں دے۔" توقیر احمد نے علینہ کے دفاع میں کہا۔ اسفر سمجھ گیا کہ دوبارہ وہی جھگڑا ہے جو روز ہوتا ہے، وہ خاموش بیٹھا رہا کیونکہ حمایت میں ایک لفظ بھی بولنے کی ہمت نہیں تھی۔ علینہ آنکھوں میں آنسو لیے اسی وقت نکل گئی۔

"چچی جان کنٹرول کریں شوگر آپ یہ صحیح نہیں ہے۔" وہاج نے اپنی چائے ختم کرنے کے بعد انہیں نرم اور پیار بھرے انداز میں سمجھایا۔

"ارے صحیح تو یہ لڑکی نہیں ہے۔ اسے دیکھتی ہوں تو مجھے غصہ آ جاتا ہے۔ ڈیڑھ سال ہو گیا ہے مگر ابھی تک دادی نہ بن سکی۔" وہ دکھ میں مبتلا ہو کر دہائی دینے لگیں۔

اسفر نے پہلو بدلا۔ وہاج مسکرا دیا۔ توقیر احمد نے بغور انہیں دیکھا کیونکہ بہو بیٹے کو ساتھ تو وہ دیکھ نہیں سکتی تھیں اور اپنی خواہش کا کیسے برملا اظہار کر رہی تھی۔ وہاج سے مزید بیٹھنا مشکل ہو گیا وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا اس کے پیچھے اسفر بھی آ گیا۔ وہاج کوریڈور میں کھڑا تھا۔

"تم ایسے ہی چغد بنے رہنا۔ آج ڈیڑھ سال ہو گیا ہے، کل دس سال ہو جائیں گے۔" وہاج نے اسے سخت سست سنانے کے ساتھ طنز کیا۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

"کیا کروں پھر...... امی کو بھی خوش رکھنا ہے۔"

"بیوی کو ناخوش رکھو' عجیب پاگل آدمی ہو تم۔" وہ اس پر برہم ہوا کیونکہ اسفر صرف اپنی ماں کی وجہ سے خود پر پہرے بٹھائے ہوئے تھا ورنہ اس کا دل اور جذبات تو رسیاں تڑوانے کو تیار رہتے تھے۔ علینہ اس کی بیوی تھی۔

"ابھی چچی جان کی خواہش سنی تم نے۔" وہ پھر گویا ہوا۔

"ہوں...... یار کیا کروں؟" وہ کافی پریشان' مضطرب' رنجور ہوا۔

"میں نے جو کہا ہے وہ کرو' کیوں بزدلوں کی طرح زندگی گزار رہے ہو۔ مرد بنو۔ لعنت ہے تجھ پر۔" وہ اسے سنا کے آگے بڑھ گیا۔ اپنے دل کا بوجھ کم کرنے آیا تھا مگر یہاں آ کر جو صورت حال سامنے آئی اس سے بوجھ مزید بڑھ گیا تھا۔

❁......❁......❁......❁......❁

"کیا بات ہے تم اتنے چپ کیوں بیٹھے ہو؟" سویرا بھابی نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں' بس تھکن سی ہو رہی ہے۔ آپ بتائیے یہ بچے کہاں ہیں؟" اس نے ان کے ہاتھ سے چائے کا مگ لیا اور سپ بھرا۔

"علیزہ دونوں کو پڑھا رہی ہے اسی کے کمرے میں ہیں۔" انہوں نے بتایا۔

"آپ کی دیورانی کو سوائے بچوں کی طرح حرکتیں کرنے کے کچھ نہیں آتا۔ آپ اس سے کچھ کام کروائی کیوں نہیں ہیں۔ سارا دن ادھر سے ادھر گھومتی پھرتی ہے۔" وہاج کو اس کی کام چوری کی عادت پر بہت غصہ تھا۔ سویرا سارا دن کچن میں اور گھر کی صفائی میں جتی رہتی تھی۔ علیزہ کو سوائے اچھل کود کے کچھ نہیں آتا تھا۔

"آہستہ بولو اگر بابا نے سن لیا تو ایک بار پھر تمہاری شامت آ جائے گی۔" انہوں نے آہستگی سے اسے منع کیا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا رخصتی کے بعد۔" انہوں نے گویا اطمینان سے تسلی دی۔

"ہاں رخصتی' یاد آیا کب تک ارادہ ہے؟" وہ چائے کے سپ بھر رہا تھا کہ اچانک یاد آنے پر اس نے پوچھ لیا۔ کچھ جھجک سی بھی محسوس ہوئی۔ بھابی سے یوں اچانک ہی کہہ دیا۔

"کیا......! رخصتی؟" وہ حیرانگی سے اچھل پڑیں۔

"پوچھیے آپ بابا سے کب تک ارادہ ہے کیونکہ اگر وہ اسی طرح کھلی گھومتی رہی ناں آئندہ کے لیے میری زندگی ہی مشکل کر دے گی۔" وہاج بڑے سوچنے کے بعد ہی اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ جلد سے جلد رخصتی کروا لے کیونکہ علیزہ کی حرکت دن بہ دن بڑھتی جا رہی تھیں۔

"لیکن وہاج' بابا ابھی منع کر رہے تھے۔ تمہارے بھائی جان نے ان سے کہا تھا۔"

"منع کر رہے ہیں......! نکاح تو بڑی دھمکیاں دے کر کروایا تھا' اب کیا سوچ رہے ہیں؟" وہاج تو سن کر تنک گیا۔ وہ اپنے بابا کو بھی جانتا تھا' پہلے ناک سے لکیریں نکلوائیں گے' اس سے وعدہ لیں گے' ان کی لاڈلی کو کوئی تکلیف نہیں دو گے اور یہ ہی وہاج نہیں چاہتا تھا۔

"کہتے ہیں کہ جلدی کیا ہے' تھوڑی آزادی کی زندگی گزار لے گی تو اچھا ہے' بعد میں میاں اور بچے کے جھنجھٹ میں پڑ جائے گی' اس لیے ابھی عیش کرنے دو' کون سا وہاج کہیں بھاگا جا رہا ہے۔"

"کیا......! عیش کرنے کے لیے رخصتی روکی جا رہی ہے۔ یعنی سارا کچھ اس بے وقوف کے لیے کیا جا رہا ہے۔ میری کوئی حیثیت ہی نہیں؟" وہ تو بھڑک اٹھا کیونکہ علیزہ نے آتے ہی بابا پر قبضہ جما لیا تھا۔ ہر وقت اپنی بھتیجی کے لاڈ میں لگے رہتے۔ کبھی بھی اس کا خیال ہی نہیں کیا۔ وہ اور کبیدگی کا شکار ہو گیا۔ علیزہ سے اسے ہمیشہ اسی بات پر جلن اور حسد ہوتا تھا کہ بابا اسے زیادہ چاہتے تھے۔

"میرے خیال میں ایک دو سال انتظار کر لیتے ہیں کوئی بات نہیں۔" سویرا بھابی اس کے چہرے کے بگڑتے تاثرات کو بغور دیکھ رہی تھیں جو کپ میز پر رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

UUNOVELS.COM

"میرا کبھی بابا نے خیال نہیں کیا ہے۔" وہ رنجور سا بولتا ہوا چلا گیا مگر اسے ضد ہو گئی تھی کہ رخصتی کرا کے ہی دم لے گا۔

"علیزہ...... تمہیں تو میں ایسا کردوں گا کہ عقل ٹھکانے آجائے گی۔ میرے ہی باپ کو مجھ سے چھین لیا ہے۔ میں دیکھنا تم پر زندگی تنگ کردوں گا۔" وہ کمرے میں ادھر سے ادھر تنے ہوئے اعصاب کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔

"میں تمہیں اور برداشت نہیں کروں گا۔ سنا تم نے۔"

وہ خود سے ہمکلام تھا کہ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور یوشع اندر چلا آیا۔ وہاج نے چونک کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"چاچو! آپ کو اسفر انکل بلا رہے ہیں۔ آپ کا شاید سیل بزی ہے۔"

"سیل......" وہ زیرلب بولا۔ فوراً ہی اپنا سیل فون ڈھونڈنے لگا۔ نیچے تو نہیں چھوڑ آیا اس خیال کے آتے ہی وہ نیچے آیا' پر موبائل وہاں بھی نہیں تھا۔ علیزہ اسے دیکھ کر اپنے کمرے میں گھس گئی۔ وہاج کی نگاہ اسی وقت اس کے تعاقب میں اٹھی۔ یک دم اس کے غصہ میں اضافہ ہوا تھا۔

❁ ❁ ❁ ❁

وہ فون بک سے سارے نمبر اپنی ڈائری پر اتار رہی تھی۔ کافی دیر سے وہاج کا سیل اس کے پاس تھا' اسے تو اس لڑکی سے جلن ہو رہی تھی' جس کی تصویر وہاج کی وارڈ روب سے برآمد ہوئی تھی اور اس لڑکی تک پہنچنے کے لیے وہ اب یہ کام جلدی جلدی کر رہی تھی کہ دروازے کو ٹھوکر مار کر وہ اندر داخل ہوا۔ علیزہ اسے دیکھ کر حواس باختہ ہو گئی۔ سیل فون اس کے ہاتھ میں ہی تھا۔ وہاج نے تیزی سے اس کے ہاتھ سے فون چھینا۔

"مجھے پتا تھا کہ میرا موبائل تمہارے پاس ہی ہوگا۔" علیزہ بیڈ پہ ہی کھڑی ہو گئی۔ کاسنی کاٹن کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس اپنے شولڈر کٹ بالوں کی پونی بنائے بالکل چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی۔

"آئندہ میرے پرسنلز میں تم گھسی تو یاد رکھنا جان سے مار دوں گا۔" اس نے علیزہ کو اپنے حصار میں لے کر غصہ کیا پر دل بے ایمان ہو گیا تھا۔ اتنا قریب سے وہ اسے پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ گھنیری پلکیں لرز رہی تھیں' ہونٹ کانپ رہے تھے' چہرے کا رنگ سرخ و سپید ہو گیا تھا۔ وہاج کئی لمحے کھویا سا رہا۔ بے اختیاری میں ہی احمقانہ حرکت کردی تھی۔ علیزہ تو بے ہوش ہونے کے قریب تھی پر خود پہ قابو کرتے وہ اسے بیڈ پر دھکا دے کر چلا گیا۔

❁ ❁ ❁ ❁

"تم نے کہا تھا اسے جان سے مار دو گے۔" بابا نے کڑے تیوروں سے گھورنے کے ساتھ درشت لہجے میں اس سے دریافت کیا۔

"یہ جھوٹ بولتی ہے۔" اس نے لہجے کو پراعتماد اور نڈر بنا کر ہٹ دھرمی سے کہا۔

"بابا یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ مجھے مارا بھی تھا۔" یہ بات اپنے پاس سے لگا کے بولی تا کہ وہاج کی اچھی طرح خبر لیں۔

"یہ میری بیوی ہے' میں اس کے ساتھ کیسا بھی سلوک رکھ سکتا ہوں۔" اس نے اپنا رشتہ بھی جتایا۔ بابا دو قدم چل کے اس تک آئے۔

"ابھی تمہیں ایسے کوئی اختیارات نہیں سونپے کہ تم اپنی ملکیت جتاؤ۔"

"کیوں نکاح ہوا ہے ہمارا' میں کچھ بھی کہہ سکتا ہوں۔" وہ ہاتھ اٹھا کے طنزیہ اور کٹیلے لہجے میں بول کے انہیں سلگا گیا۔

"ساری زندگی میں رخصتی نہیں کرواؤں گا یاد رکھنا۔" بابا نے اسے دھمکی دی۔ علیزہ کی وحشت سے آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ وہاج کا ایسا انداز اس نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اپنے چہرے' جسم پر ابھی تک وہاج کا لمس محسوس ہو رہا تھا۔

"ٹھیک ہے' نہ کریں۔ میں تو ویسے بھی کسی اور لڑکی کو پسند کرتا ہوں۔" وہ بابا سے دوبدو بحث کر رہا تھا۔

"عاق کردوں گا میں سب چیزوں سے تمہیں۔" وہ بھنا

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

ہی تو گئے۔

''کچھ بھی کریں، مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔'' وہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا۔ بابا دل پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے۔ وہاج نے پہلی بار ان کے فیصلوں کو رد کیا تھا' ان سے بحث کی تھی' وہ شدت غم میں تھے۔ علیزہ کے تو پسینے چھوٹ گئے' دل کے اندر بہت شور مچ رہا تھا۔

دوسرے دن احمر بھائی نے اسے خوب ہی ڈانٹا مگر وہ ہنوز اطمینان سے بیٹھا مسکراتا رہا۔

''بھائی جان' اب دیکھیے گا بابا رخصتی کیسے کرتے ہیں۔'' وہ بہت مطمئن بیٹھا تھا۔

''بابا کو تم جانتے ہو اگر وہ ضد پر اڑ گئے تو پھر کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔''

''آپ کو ہی بابا کی ضد توڑنی ہے' جو میں کہوں آپ نے وہ کرنا ہے کیونکہ بابا آپ کی بات سنتے ہیں اور مان بھی لیتے ہیں۔'' وہاج کا ذہن تو بہت کچھ سوچ رہا تھا' وہ احمر بھائی کو بتانے لگا۔

''اگر علیزہ نے واویلا مچایا؟'' وہ سننے کے بعد رک کے گویا ہوئے۔

''واویلا ویسے تو مچائے گی نہیں' اگر مچایا بھی تو ہینڈل کرنا مجھے آتا ہے۔'' اس نے مسکرا کے کہا۔ جبکہ احمر بھائی تو گہرا سانس بھر کر رہ گئے کیونکہ بابا سے بات کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

وہی ہوا جس کا انہیں خدشا تھا۔ انہوں نے بابا سے بات کی اور وہ بھڑک اٹھے۔ اس لیے کہ وہاج کی بدتمیزی اور گستاخی پر کل سے غصے میں تھا۔

''بابا مجھے ڈر ہے کہیں اس نے تصویر والی لڑکی سے شادی کر لی تو یہ بھی تو اچھا نہیں رہے گا ناں۔'' احمر بھائی ڈرتے ڈرتے بولے۔

''اس نامعقول کی عقل ٹھکانے لگانے کے لیے تو مجھے یہ کرنا چاہیے کہ اس کی شادی ہی نہیں ہونے دی جائے۔''

''بابا اس طرح بات بڑھے گی' سب کہیں گے کہ اتنے عرصے نکاح رکھا اور آخر رخصتی کیوں نہیں کر رہے۔'' سویرا بھابی نے احمر بھائی کے ٹہوکا مارنے پر فوراً کہا۔

''یہی بات تو میں سوچ رہا ہوں' وہ کچھ پریشان اور فکر مند دکھائی دیئے۔''

''پھر دیکھیے علیزہ کی عمر ہے کہ اب اسے ذمہ داریوں میں ڈالنا چاہیے۔ آخر کب تک ایسے پھرے گی؟'' احمر بھائی کی پوری کوشش تھی کہ انہیں راضی کر کے ہی رہیں۔

''ہوں......'' انہوں نے پُرسوچ انداز میں سر ہلایا۔

''مجھے ڈر ہے بابا اگر وہاج نے غصے میں کچھ ایسا قدم اٹھا لیا تو شرمندگی تو ہمیں ہی ہو گی ناں۔ اس لیے فوراً ہی آپ ان دونوں کی رخصتی کی تیاری کریں۔''

''بات تو تمہاری ٹھیک ہے بیٹا۔'' وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔ انہیں یہ بھی وہم ستا رہے تھے کہ اگر وہاج بعد میں علیزہ کو خوش نہیں رکھے گا تو ان کے بھائی بھاوج کی روح کو کتنا دکھ ہو گا اور پھر انہوں نے علیزہ کو ہتھیلی کا چھالہ بنا کر رکھا تھا۔

''آپ کچھ بھی ایسا نہیں سوچیے' ہمارا وہاج سمجھ دار بہت ہے۔ وہ سنبھال لے گا علیزہ کو۔'' احمر بھائی بابا کے پُرسوچ اور خاموش چہرے کو دیکھ کر گویا ہوئے۔

''ٹھیک ہے' مجھے بھی یہی مناسب لگ رہا ہے وہ انتہا درجہ کا بدتمیز ہو گیا ہے۔''

''لاحول ولاقوۃ...... بابا' ہمارا وہاج کم از کم ایسا بالکل نہیں ہے۔'' احمر بھائی تو برا ہی مان گئے۔

''مجھے پتا ہے کیسا ہے' میرے منہ کو آ رہا تھا۔ دماغ نہ ٹھیک کر دوں گا اس کا۔'' وہ پھر غصے میں آ کر تیز لہجے میں بولے۔ باہر کھڑی علیزہ نے سب سن لیا تھا۔ اس کا دل تو لرزنے لگا۔ وہاج کے جارحانہ ردعمل کو بھی جانتی تھی' وہ کیا کرے گا۔ سارا رومینس اور رومینٹک موڈ اڑن چھو ہو گیا۔ دل دھک دھک کرنے لگا۔ وہاج کا ساتھ سوچ کے جھرجھری آ گئی۔

''کیا کروں کہ یہ رخصتی رک جائے۔ ہائے کیا کروں...... کیوں میں نے ان سے ٹکر لی۔'' وہ سر ہاتھوں

میں تھامے پریشان سی بیٹھی تھی۔ دل کہہ رہا تھا بھاگ جائے، کسی ایسی جگہ پر چھپ جائے جہاں سے کسی کو نہ ملے۔

"یہ انسان محبت تو کر ہی نہیں سکتا، صرف اذیتیں دے گا۔" وہ سوچ رہی تھی۔ دل کی دنیا میں ایک دم ہی ویرانگی چھا گئی تھی، جہاں پہلے وہاج کو دیکھ کر خوش کن پھول کھلتے تھے اب وہاں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ کیا خاک خوش ہوتی، ایسے تو اس نے کبھی نہ چاہا کہ وہ وہاج کی زندگی میں ناپسندیدہ بن کے جائے۔ وہ تو علینہ کی طرح اپنی قسمت چاہتی تھی، جسے دیکھ کر اسے رشک آتا۔ اسفر کتنی محبت کرتا تھا اور پیار بھرے جملے بولتا ہے۔ جب علینہ اسے بتاتی تو اندر کی محرومی بڑھ جاتی کہ وہاج کیوں ایسا ہے، وہ کیوں محبت بھری باتیں نہیں کرتا۔

۞......۞......۞......۞

اس نے ایک ایک چیز ضرورت کی ان کے پاس رکھ دی تھی۔ آج تو ویسے بھی اسفر کے رات کے اوقات کار تھے۔ آمنہ بیگم نے اسے جلدی خلاصی دے دی تھی، ورنہ تو اس وقت تک اپنے کاموں میں لگائے رکھتیں جب تک اسفر نہ سو جائے۔ وہ تھکی ہوئی سی اپنے کمرے میں جا رہی تھی۔

"بھابی، آج امی کو آپ پر رحم آ گیا۔" سمیر کو اپنی کم گو، سادہ سی بھابی پر بہت ترس آتا جو مشین کی طرح سارا دن گھر کے کاموں میں مصروف رہتی تھی۔

"بری بات ہے، وہ امی ہیں۔ ایسے نہیں کہتے۔" وہ الٹا اسے سرزنش کرنے لگی۔

"اتنا آپ کو وہ جھڑکتی ہیں، کچھ تو بولا کریں۔"

"بڑوں سے بحث اور زبان درازی کرنا مجھے میرے بڑوں نے نہیں سکھایا۔" وہ مسکرا کے بولی۔

"اپنے دفاع میں تو بول سکتی ہیں۔ بھائی جان بھی چپ چاپ سنتے رہتے ہیں۔"

"لگتا ہے آج تمہارا سونے کا ارادہ نہیں ہے۔ مجھے بہت نیند آ رہی ہے، صبح جلدی اٹھنا ہوتا ہے۔" وہ اس کی بات کاٹ کر اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئی۔ جیسے ہی دروازہ کھولا اسفر کو دیکھ کر وہ حیرانگی کے سمندر میں جا اتری، جو مسکراتی اور جذبے لٹاتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی تو نائٹ شفٹ تھی پھر یہ کمرے میں کیسے اور کیوں اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔

"آپ گئے نہیں؟" کتنے عرصے بعد اس نے اپنے ہمسفر کو منتظر پایا ورنہ جب بھی کمرے میں آتی وہ گہری نیند سو چکا ہوتا تھا۔

"ہوں...... آج مجھے یہاں آنا تھا اپنی زندگی کے پاس۔" وہ اس کے قریب ہوا تو علینہ کی نگاہ حیا کے باعث جھک گئی۔

"آج کی نائٹ شفٹ آپ کے لیے۔" اس نے معنی خیزی اور محبت سے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔ علینہ نے آنکھیں بند کر لیں جیسے یقین نہ آ رہا ہو۔ سماعتیں بھی گنگ تھیں۔

"اگر امی کو پتا چل گیا؟" وہ ڈری سہمی سی گویا ہوئی۔

"آج میں بالکل نہیں ڈروں گا کیونکہ مجھے پتا ہے امی تمہارے ساتھ غلط کر رہی ہیں لیکن میں تمہارے ساتھ غلط نہیں کر سکتا۔" جذبوں سے مغلوب ہو کر وہ اسے اپنے اندر سمو رہا تھا۔ علینہ کو لگ رہا تھا محبت بارش کی پھوار برس رہی ہو اور اندر کی جلتی آگ کو جیسے بجھا رہی ہو۔ وہ پوری رات اسے محسوس کرتا رہا اور وہ اس کے لمس سے پگھلتی رہی تھی۔ صبح اس کی آنکھ دیر سے کھلی۔ اسفر اس کو ابھی تک اپنے حصار میں لیے ہوئے تھا۔ مسکرا کے اسفر کے ماتھے پر لب رکھے۔

"تھینکس اتنی اچھی اور پیاری صبح کا استقبال پر۔" پٹ سے آنکھیں کھول کے اس کے رخسار پر اپنے لب رکھ دیے۔

"سنیے دیر ہو گئی ہے اگر امی نے آپ کو دیکھ لیا تو......" اندر کا ڈر اور خوف اس کے ساتھ ہنوز موجود تھا۔

"آج سے تمہارا اسفر وہ اسفر نہیں ہے۔ میں لڑوں گا آج تمہارے لیے۔"

"پلیز نہیں، ایسا بالکل نہیں کیجیے گا۔ امی آپ کی ماں ہیں۔ مجھے ذرا اچھا نہیں لگے گا کہ بیٹا اپنی بیوی کے لیے ماں سے لڑے۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"تم اتنی پیاری کیوں ہو؟" اسفر نے پھر اس کی پیشانی چوم لی تو وہ جھینپ گئی اور پھر اس کے حصار سے نکلنے لگی۔ آج تو سب کچھ ہی وصل کے نکھر گیا تھا۔ اسے اس شخص نے اپنی پناہ میں لے لیا تھا۔ کتنے ماہ بعد وہ سیراب ہوئی تھی ورنہ تو خشک سالی لیے اپنی زندگی گزار رہی تھی۔

اسفر نے تو وہاج کو وفور مسرت سے گلے لگا لیا۔ بہت ساری دعائیں دیں کہ وہ حیرانگی سے اسفر کے خوشی سے پھولتے چہرے کو دیکھنے لگا۔

"تم اگر میرے مشورے پر پہلے ہی عمل کر لیتے تو اتنا وقت نہ گزرتا۔ خوشی خوشی چیاؤں پیاؤں گھر میں قلقاریاں مار رہا ہوتا۔" وہاج نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے شوخ انداز میں کہا۔

"ہوں....." اس نے کچھ جھینپ کے سر ہلایا۔

"اب تیری باری آ رہی ہے ناں، دیکھتا ہوں تیرے گھر میں کب چیاؤں پیاؤں آتے ہیں۔" وہ بھی چھیڑنے سے باز نہ آیا۔ وہاج جھینپ کے اسے گھورنے لگا۔ اسفر کو وہاج اور علیزہ کی رخصتی کا پتا چل گیا تھا۔

"فضول بکواس مت کرو۔"

"ارے لیڈر تو تم ہی ہو مشورے تو تم نے ہی دیے تھے اب تمہاری باری آ رہی ہے۔ دیکھتے ہیں تم کیا کرتے ہو۔" وہ وہاج کے بیڈ پر آرام سے لیٹا ہوا تھا۔

"مجھے یہ بتاؤ چچی جان کا موڈ کیسا ہے؟"

"ویسا ہی ہے لیکن ابو بڑے بدلے ہوئے نظر آئے ہیں مجھے۔" اسے حیرانگی کا جھٹکا لگا، ورنہ امی کے آگے ابو کی چلتی ہی کب تھی۔ دونوں کی ہر وقت تکرار اور بحث چلتی رہتی تھی۔ اسفر تو سخت بےزار رہتا تھا۔

"چچا جان کو بھی میں نے ہی چارج کیا ہے کیونکہ وہ چچی جان سے ساری زندگی یونہی ڈرتے رہے تو چچی جان ایک دن علینہ بھابی کو چلتا بھی کر دیتیں۔" وہاج نے اسے بتایا۔

"مجھے اپنی امی پر کبھی کبھی بہت افسوس ہوتا ہے کہ وہ علینہ کے ساتھ اتنا برا سلوک کیوں کرتی ہیں جبکہ وہ مشین کی طرح سارا دن گھر میں لگی رہتی ہے اور حتیٰ کہ سمیرہ کو بھی کوئی کام کرنے نہیں دیتی ہے۔"

"یہاں پر علیزہ کام چور ہے، ادھر سمیرہ ہے۔" وہاج جھٹ ناگواری سے بولا کیونکہ اسے لڑکیوں کا خالی بیٹھنا سخت برا لگتا تھا۔ یہاں بھی سویرا بھابی لگی رہتی تھیں اور وہ مزے سے پڑی ٹی وی، رسالے اور گپیں ہی لگاتی رہتی تھی یا پھر بچوں کے ساتھ لان میں گھنٹوں ریکٹ کھیلتی رہتی تھی۔ وہ جلتا بھنتا تھا صرف بابا کی وجہ سے اسے کچھ نہیں کہتا تھا۔

"سن میری بات، سمیرہ کے سسرال والوں سے شادی کی تاریخ مانگو، کب تک کرنی ہے۔ ورنہ یہ سمیرہ بھی علیزہ کی طرح نکمی ہو جائے گی۔" اسے اب سمیرہ کی فکر ستائی۔ وقت سے پہلے اس میں سنجیدگی آ گئی تھی۔ ہر بات کو گہرائی میں جا کر سوچتا اور سمجھتا تھا۔

"یار وہ لوگ شادی کی بات ہی نہیں کرتے اور امی کو دیکھو کہتی ہیں ابھی بچی ہے۔ ہو جائے گی شادی بھی۔" اسفر کو کبھی کبھی اپنی ماں کی سوچ پر غصہ بھی آتا تھا۔

"یار چار سال سے رشتہ طے ہے یہ کیا اٹکا کے رکھا ہوا ہے۔" وہ تیز لہجے میں بول کے اسے فکر دلانے لگا۔

"ہوں..... ابو سے بات کروں گا کیونکہ امی سے کروں گا تو بولیں گی کہ علینہ نے چڑھایا ہوگا۔"

"علینہ بھابی کیوں چڑھائیں گی اور انہیں کیا پرابلم ہے جو وہ ایسا کریں گی؟" وہاج کو یہ بات کچھ اچھی نہیں لگی تو جراح کی۔

"تمہیں نہیں پتا، وہ ہر بات اتنی آسانی سے کہہ دیتی ہیں کہ میں تو اچھل ہی پڑتا ہوں۔ بے چاری علینہ نہ ہوتے ہوئے بھی چور بن جاتی ہے۔"

"ہوں..... سمجھ گیا، وہی ساس بہو والا مسئلہ ہے۔"

UUNOVELS.COM

وہاج کی سمجھ میں جیسے سب کچھ آ گیا تھا۔

اس دن سمیرہ کے سسرال والے آئے ہوئے تھے۔ ان سے توقیر احمد کی کسی بات پر بحث ہوگئی کیونکہ وہ شادی تین سال کے لیے ٹال رہے تھے' جس سے صاف پتا چلتا تھا کہ وہ رشتہ ختم کرنا چاہتے ہیں۔ فضول کی شرطیں بھی باندھ رہے تھے۔ توقیر احمد نے اسی وقت بات ختم کردی۔ آمنہ کو تو غصہ ہی آ گیا۔ وہ توقیر احمد سے لڑپڑیں۔

"تم چپ کرو' جو میں بہتر سمجھتا ہوں وہ کررہا ہوں۔" توقیر احمد نے خاصے درشت اور برہم انداز میں انہیں ڈانٹ دیا۔

"کبھی آپ نے بہتر کیا بھی ہے' بیٹے کی شادی دوسروں کے کہنے میں آ کر کردی اور اب بیٹی کا رشتہ توڑ دیا۔"

"بند کرو اپنی بکواس۔ شروع سے میں اگر تمہارے آگے نہیں بولا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں تم سے ڈرتا ہوں۔ میں شوہر ہوں تمہارا' سمجھی تم۔" وہ غصے سے بولے اس لیے کہ وہ ہر وقت گھر میں شور' ہنگامہ نہیں چاہتے تھے جس کی وجہ سے آمنہ نے ان کی نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھایا تھا۔ اسفر' علینہ بھی سہم گئے اور دونوں ہی اٹھ کر چلے گئے تھے۔

"یہ جو تم علینہ کو طعنے دیتی ہو' بند کرو جاہل عورتوں کی طرح بولنا۔ اب اگر میں نے سنا تو سوچ لینا کہ وہ دن تمہارا اس گھر میں آخری ہوگا۔" غضب ناک انداز میں وہ انہیں وارننگ دے رہے تھے۔ آمنہ ہکابکا سی انہیں دیکھتی رہ گئیں۔

"ہاں...... یہ کسر رہ گئی۔ خاک ڈلوانا ہمارے سروں میں۔"

"بند کرو اپنا بولنا۔ ایک لفظ نہیں نکلے منہ سے۔" انہوں نے شہادت کی انگلی اٹھائی اور انہیں تنبیہ کی۔ آمنہ لب بھینچ کے ہی رہ گئیں۔ منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگیں۔ توقیر احمد کرسی پر تنتے ہوئے چہرے کے ساتھ بیٹھ گئے۔ انہوں

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

ماہنامہ آنچل کراچی ماہنامہ حجاب کراچی

ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کرینگے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرسالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 850 روپے

امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

8000 روپے

میڈل ایسٹ' ایشیائی' افریقہ' یورپ کے لیے

6000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ' منی آرڈر' منی گرام' ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔ مقامی افراد

ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر
0316-0128216

موبی کیش اکاؤنٹ نمبر
0300-8264242

رابطہ: طاہر احمد قریشی...... 0300-8264242

نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز

81 نیئر بیرکس' ہاکی کلب آف پاکستان
اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

فون نمبرز: +922-35620771/2

naeyufaq.com
Info@naeyufaq.com

نے اپنی بیٹی کا رشتہ تو ختم کر دیا تھا مگر اس کی فکر بھی سوار ہو گئی تھی۔ اتنی جلدی رشتے ملتے بھی کب ہیں اور پھر ان کی بیٹی جس طرح کے گنوں کی تھی وہی جانتے تھے۔ آمنہ نے سر چڑھایا ہوا تھا۔ سارے انداز نوابوں والے تھے۔ گھر داری سے اسے کوئی لگاؤ نہیں تھا' سوائے ٹی وی اور رسالوں کے علاوہ کوئی مشغلہ نہیں تھا۔

گھر میں ایک دم ہی اتنی خاموشی ہو گئی تھی کہ علینہ کی طبیعت گھبرانے لگی سمیرہ الگ اپنا کمرہ بند کیے ہوئے رو رہی تھی آمنہ الگ منہ پھلائے ہوئے تھیں۔

"اتنا پریشان کیوں ہوتے ہیں؟ اللہ بہتر کرنے والا ہے۔" علینہ نے کھانا بھی برائے نام ہی کھایا تھا کیونکہ ابو اور امی غصے میں تھے۔

"میری یہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ ابو کو ایک دم ہی اتنا غصہ کیوں آگیا ہے۔ جبکہ یہ اسٹیپ انہیں پہلے اٹھانا چاہیے تھا۔" وہ گویا ہوا۔

"مجھے ابو کا امی پر اس طرح سے غصہ ہونا بالکل اچھا نہیں لگا۔" وہ اب ایسی بھی نہیں تھی کہ اپنی ساس کو یوں ڈانٹ پڑتے دیکھ کر خوش ہوتی۔ اس نے تو ان کی باتوں کا کبھی برا بھی نہیں مانا تھا مگر اسے دکھ بہت ہوتا تھا لیکن دل سے ان کا برا کبھی نہیں چاہتی تھی۔

"امی ابو سے بحث بھی تو اتنا کرتی ہیں کبھی ان کی بات کو اہمیت نہیں دی اگر انہوں نے سمیرہ کا رشتہ ختم کیا ہے تو ٹھیک کیا ہے۔ فضول کی شرطیں باندھ رہے تھے اور شادی بھی تین سال کے عرصے کے لیے ٹال رہے تھے۔ یہ ٹھیک نہیں تھا۔ انہیں خود ہی یہ رشتہ ختم کرنا ہوگا' جب ہی ایسی باتیں کرنے آئے تھے۔" اسفر نے افسردگی سے کہا۔

"ہوں۔" علینہ نے سر ہلا دیا۔

"یار اس کا دروازہ کھلواؤ' وہ کھانا بھی نہیں کھا رہی ہے۔"

"میں علیزہ کو بلاتی ہوں۔" وہ بیڈ سے اٹھی۔

"ادھر علیزہ کا اور وہاج کا بھی مسئلہ پڑا ہوا ہے۔" اسفر کو نئی فکر سوار ہوئی کیونکہ دونوں کی شادی کا سلسلہ چل رہا تھا اور اسے سب خبر تھی کہ علیزہ رخصتی سے انکار کر رہی ہے۔

"میں وہاج کے پاس جا رہا ہوں اور ہاں امی اور ابو کو کوشش کر کے کھانا کھلاؤ۔" اس نے علینہ سے کہا۔

"ہوں' کوشش کرتی ہوں شاید مان جائیں۔" وہ کہہ کر اس سے پہلے ہی کمرے سے نکل گئی تھی۔

❁ .... ❁ .... ❁ .... ❁

"تھینکس احمر بھائی جان۔ آپ نے اتنا بڑا کام کیا ہے کہ کیا بتاؤں۔" وہاج اپنی پہلی فتح پر بہت خوش تھا۔

"وہاج اگر تم نے کوئی گڑبڑ کی تو سوچ لینا بابا کیا کر سکتے ہیں۔" احمر کو یہ بھی ڈر تھا کہ اگر بابا کو وہاج کے ارادوں کا پتا چل گیا تو وہ رخصتی روک دیں گے۔

"کب کی تاریخ رکھ رہے ہیں بابا؟" اس نے پوچھا۔

"کہہ رہے ہیں کہ ابھی کچھ دن رک جاؤ کیونکہ چچا جان کے گھر میں تم جانتے ہو کتنی ٹینشن چل رہی ہے۔" وہ گویا ہوئے۔

"جی ہاں' مجھے اس کا اندازہ ہے مگر پلیز آپ جلدی سب ٹھیک کروا دیں۔ آپ جانتے ہی ہیں بابا اگر اپنے ارادے سے پھر گئے تو......"

"ایسا کچھ نہیں ہوگا کیونکہ بابا کو میں نے جذباتی طور پر بہت فکر میں مبتلا کر دیا ہے۔" وہ مبہم سا مسکرائے۔

وہاج کو تو اس دن کا انتظار تھا جب وہ علیزہ کو مکمل طور پر بابا کی نظروں سے دور کر دیتا' جس نے آکر اس کی اہمیت کو ختم کر دیا تھا۔

"علیزہ میں تمہیں ایسا ستاؤں گا کہ تم یاد رکھو گی۔ میری تم شروع سے دشمن ہو۔ بابا کے دل میں تو جگہ بنالی ہے مگر میرے دل میں تمہارے لیے اتنی سی بھی جگہ نہیں ہے۔" وہ سوچتے ہوئے استہزائیہ ہنسا۔ جب بھی علیزہ پر نگاہ پڑتی' دل کرتا اس کی سانس روک دے۔ اس کے گھر میں اتنے دھڑلے سے پھرتی کہ جیسے سب کچھ اس کا ہی ہو۔ وہ کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔

حسب معمول وہ لاؤنج میں بیٹھی چپس کھا رہی تھی۔ یوشع بھی ساتھ تھا۔ ٹی وی بھی کافی اونچی آواز میں چل رہا

UUNOVELS.COM

Jasoosi Digest March 2020

ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آف کردیا۔ وہ بھی گھبرا کے حواس باختہ سی کھڑی ہوگئی۔ یوشع تو اپنے چاچو کے غصے سے ڈر کے بھاگ گیا۔ لیمن پرنٹڈ لان کے کپڑوں میں ملبوس ایک طرف پڑا دوپٹا تھا۔ وہاج نے نگاہ ہی پھیرلی۔

"وہ...... آواز میں نے نہیں یوشع نے تیز کی تھی۔"

کانپتی، لرزتی آواز اس پر سراسیمگی سے دیکھتی وہاج کو وہ متاثر کرنے لگی۔ وہ دو قدم آگے بڑھا اور وہ پیچھے ہوئی۔

"شروع سے دوسروں پر الزام لگاتی رہی ہو تم۔" وہ دبی دبی آواز میں چیخا کیونکہ بابا کے کانوں تک اس کی چیختی، دھاڑتی آواز پہنچ گئی تو وہ اسی وقت اس کا علیزہ سے بات کرنا تو دور کی بات دیکھنا تک بند کردیں گے۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔" آنکھوں میں خوف سے آنسو آگئے۔ چپس کا پیکٹ زمین پر گر گیا تھا۔ بھابی نے سارا منظر دیکھا۔ انہیں علیزہ کی حالت پر رحم آنے لگا، وہاج نے تو اسے ڈرا کے رکھ دیا تھا۔

"ارے وہاج، ہوش کرو۔ بابا آگئے تو خیر نہیں تمہاری۔" وہ دونوں کے درمیان میں ہی آگئیں۔

بھابی کی اس وقت کی امداد پر علیزہ لمبے سانس لیتی تیزی سے بھاگ گئی تھی۔ وہاج، بھابی کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔ وہ اس کی ساری شرارت کو جیسے سمجھ ہی گئی تھیں۔

وہاج کی شادی کی تاریخ طے کردی گئی تھی۔ تیزی سے شادی کی تیاریاں ہورہی تھیں۔ سمیرہ بھی کچھ حد تک نارمل ہوگئی تھی۔ بھابی نے اسے اپنے ساتھ ہی تیاریوں میں لگا لیا تھا۔ بازاروں کے چکر روز لگتے، زیادہ کوئی لمبا بکھیڑا تو نہیں تھا، صرف رخصتی ہونا تھی اور دوسرے دن ولیمہ کی تقریب رکھی گئی تھی۔ علیزہ کا ڈر و خوف کے مارے برا حال تھا۔ اب تو ٹی وی تو کیا، کسی بھی فضول کام کرتی نظر نہیں آتی تھی۔ بھابی اس کی گھبراہٹ سمجھ بھی رہی تھیں اور اسے سمجھا بھی رہی تھیں۔ علیزہ کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح بھی وہ اپنی رخصتی روک سکے۔

"ارے تم وہاج کو اب ایسا بھی نہیں سمجھو۔ دیکھنا کتنا خیال رکھے گا اور ہاں رومینٹک بھی بہت ہوگا۔ یہ بات تم لکھ کے رکھ لو۔" بھابی اسے اطمینان دلانے کے ساتھ معنی خیزی سے چھیڑ بھی رہی تھیں۔ علیزہ جھنجلا کے رہ گئی۔ علینہ اس کی کیفیت سمجھ رہی تھی۔ اس نے بھی بہت سمجھایا تھا کہ وہاج سے اتنا ڈرو نہیں۔

"تم سب کو پتا نہیں کیا ہوگیا ہے، کوئی میری کیفیت سمجھ ہی نہیں رہا۔" وہ رونے لگی تھی۔ علینہ مسکرائے جارہی تھی۔

مایوں بھی وہ بٹھادی گئی۔ سب ہی کتنا خوش تھے اور وہ کتنا خوش تھا۔ علیزہ تو حیران تھی۔ بابا بھی کتنے خوش تھے۔ وہ سر جھکائے دھڑکتے دل کو سنبھالے ہوئے سب برداشت کررہی تھی۔ اس کا خوف کسی طور کم ہونے میں نہیں آرہا تھا وہ تو بخار میں ہی مبتلا ہوگئی۔ بابا پریشان ہوگئے تھے۔

"بابا، آپ اتنا پریشان کیوں ہورہے ہیں؟" وہاج نے ان کے نحیف اور سرد سے ہاتھ تھام لیے۔ سب ہی پریشان سے ہال کمرے میں جمع تھے۔ کل کا دن رخصتی کا تھا۔ وہ فیصلہ نہیں کرپارہے تھے کہ اسے روکیں یا ہونے دیں۔

"ہاں، وہ علیزہ کا بخار جو نہیں اتر رہا ہے۔"

"دوائی دی ہے اتر جائے گا۔ آپ فکر نہیں کریں۔"

وہاج کو آج بھی بابا کے چہرے پر صرف علیزہ کے لیے پریشانی اور فکر نظر آئی۔ انہیں اپنے بیٹے کی اب بھی کوئی پروا نہیں تھی۔

"کیسے اترے گا۔ آنکھ کھولے تو وہ دیکھ نہیں رہی۔" وہ تیز لہجے میں بولے۔ احمر بھائی اور بھابی بھی ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر رہ گئے۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

"آپ کو شروع سے صرف وہ لڑکی نظر آئی ہے۔" وہاج کے صبر کا پیمانہ آج تنگی اور ناگواری لیے چھلک پڑا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو......" بابا نے حیرانگی سے اسے دیکھا اور برہم ہوئے۔ وہاج کے چہرے پر ایک دم ہی سختی آ گئی۔ وہ دانت پیسنے لگا۔

"بابا' آپ نے کبھی میرا خیال کیا ہی نہیں۔ جس دن سے یہ لڑکی اس گھر میں آئی ہے آپ نے مجھے تو یکسر فراموش کر دیا ہے۔ میں کیا چاہتا ہوں' کیا سوچتا ہوں کبھی آپ نے مجھ سے اس طرح پوچھا ہی نہیں' جس طرح اس لڑکی سے پوچھتے ہیں۔" وہ بچوں کی طرح روہانسا لہجے میں ان سے شکوہ کرنے لگا۔ بابا کا حیرانگی سے منہ کھلا تھا۔ ان کا بیٹا اتنا علیزہ سے بدظن ہے۔

"شروع سے مجھ پر آپ نے فیصلے مسلط کیے۔ علیزہ سے نکاح اور اب اس کی اتنی فکر' میرا احساس کیوں نہیں ہوا؟ میں بھی تو ایسے ہی کبھی رویا ہوں بابا' ماں کا سایہ نہیں رہا اور اسے آپ نے ماں' باپ دونوں کا سایہ دیا۔" وہ بول رہا تھا۔ لہجے میں حسرت' دکھ اور تکلیف پنہاں تھی۔

"آپ کو اس لڑکی کا دکھ نظر آتا ہے کہ اس کے ماں باپ نہیں ہیں اور میرا تو باپ بھی میرے پاس ہوتے ہوئے نہیں ہے۔"

"وہاج کیسی باتیں کر رہے ہو؟" احمر بھائی سے اس کی محرومی' بکھرتا اور یوں بچوں کی طرح بلکنا نہیں دیکھا گیا۔

"نہیں کرنی مجھے اس لڑکی سے شادی۔ سنبھال کے رکھیں۔" وہ جانے لگا۔

"وہاج......وہاج......" بھابی نے بھی آوازیں دیں۔

بابا تو لب بھینچ کے صوفے پر گر سے گئے۔ کیا کچھ وہ بول گیا تھا انہیں یقین نہیں آ رہا تھا جبکہ وہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے ٹھیک کیا ہے پر وہ انہیں غلط کہہ گیا تھا اور یہ ہی انہیں دکھ میں جتلا کر رہا تھا۔ بچوں کی خوشی سے زیادہ ماں باپ کے لیے کیا اہم ہوتا ہے اور یہ ہی سوچ کر انہوں نے احمر بھائی کی سمت دیکھا تھا جو نظریں چرا گئے تھے۔

"وہاج' کیا بے وقوفی والی حرکت ہے۔ خاندان میں باتیں بنواؤ گے۔" بھابی اسے سمجھا رہی تھیں' جو اپنے فیصلے پر ڈٹا ہوا تھا کہ رخصتی اب وہ ساری زندگی نہیں کروائے گا۔ رات میں رخصتی کا فنکشن لان میں رکھا تھا' چند خاص خاص مہمانوں کو مدعو کیا تھا۔ ولیمہ شاندار پیمانے پر احمر بھائی نے ہوٹل میں رکھا تھا۔

"بھابی' جب میں نے کہہ دیا تو کہہ دیا۔ بابا سے بولیے اپنی بھتیجی کو سنبھال کے رکھیں کیونکہ وہی ان کی سب کچھ لگتی ہے۔" وہ اپنے کمرے میں صوفے پر لیٹا تھا۔ پورا کمرہ پھولوں سے سجا ہوا تھا۔ ان نے اسفر کے ساتھ مل کر کمرہ سجایا تھا اور اب اسے ہر ایک چیز بری لگ رہی تھی۔

"وہاج' یہ میرا حکم ہے کہ تمہیں تیار ہو کے نیچے آنا ہے۔" وہ سخت لہجے میں حکمیہ انداز میں بولیں۔

"سوری بھابی' میں نہیں آؤں گا۔" وہ سپاٹ اور اکڑے ہوئے انداز میں قطعی لہجے میں بولا۔ وہ افسردہ سی چلی گئیں۔ احمر بھائی نے سمجھایا۔ اسفر نے سمجھایا مگر وہ اسی ضد پر ہی تھا اور پھر بابا کو ہی اس کے پاس آنا پڑا۔ وہ متحیر زدہ رہ گیا۔

"وہاج میرے بیٹے اپنے بابا کو معاف کر دو میں نے تمہیں کبھی نہیں فراموش کیا' میرے تو تم دونوں بھائی آنکھوں کی روشنی ہو' میری طاقت' میرا مان ہو' میرے بیٹے تمہارے بابا سے غلطی ہو گئی جو میں نے تم سے پوچھا بھی نہیں اور نکاح کے بندھن میں باندھ دیا۔" وہ اتنے شرمندہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بول رہے تھے کہ وہاج لب بھینچ کے ان کے پاس آ گیا۔

"میرے بیٹے اپنے بابا کو معاف کر دو۔" وہ ہاتھ جوڑنے لگے۔

"نہیں بابا مجھے گناہ گار مت کریں۔" وہ ان کے گلے سے لگ کر رونے لگا' وہ انہیں شرمندہ نہیں کرنا چاہتا تھا وہ تو بس یہ چاہتا تھا کہ وہ بھی علیزہ کی طرح اس سے محبت کریں' کیا سارے حق علیزے کے پاس ہیں اس کا اپنے بابا پر

UUNOVELS.COM

کوئی حق نہیں اس کے اندر کا بچہ تو آج بھی ان کی محبت و توجہ چاہتا تھا۔
"بابا ایم سوری میں نے آپ کو کتنا دکھ دیا۔" وہ بولا تو بابا نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔
"نہیں بیٹا میں شاید بہت زیادہ ہی تم سے غافل ہو گیا تھا۔" وہ بھی اپنی غلطی کی ماننے لگے، نحیف آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جو وہاج اپنے ہاتھ سے پونچھ رہا تھا۔
"نہیں بالکل بھی نہیں بابا آپ غافل نہیں تھے میں ہی کچھ زیادہ محسوس کر گیا تھا۔" وہ بالکل معصوم بچہ ہی لگ رہا تھا احمر بھائی اندر آئے تو وہ حیران رہ گئے وہاج بابا کے گلے سے لگا ہوا تھا۔
"وہاج بیٹا آج میں تم سے پوچھتا ہوں اگر تمہیں علیزہ نہیں پسند تو میں رخصتی روک دیتا ہوں۔" وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کے پوچھنے لگے۔
"بابا یہ کیا کہہ رہے ہیں۔" احمر بھائی جھٹ بولے اور پریشان بھی ہوئے۔ وہاج بھی چونکا بابا کتنے ندامت میں مبتلا تھے وہ اپنے بابا کی بے عزتی پوری محفل میں نہیں کروا سکتا تھا۔
"ہاں احمر اب فیصلہ میرا بیٹا کرے گا۔" وہ مبہم سی مسکراہٹ لیے خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہے تھے۔
"میں آپ کا بیٹا ہوں آپ کے فیصلے پر میں آج بھی راضی ہوں۔"
"نہیں میرے بچے یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے اگر تمہیں علیزہ پسند نہیں تو وہ تمہارے نام پر اس گھر میں تو رہ سکتی ہے کیونکہ میرا اتنا بڑا حوصلہ نہیں ہے کہ میں اسے دوسری جگہ رخصت کر دوں۔" وہ پست آواز میں گویا ہوئے۔
"مجھے اسے دوسری جگہ رخصت کروانا بھی نہیں ہے اس کی جگہ اس گھر میں ہے۔" وہ جھینپ کر بولا۔
بابا اور احمر بھائی کو جیسے یقین ہی نہیں آیا جو کل تک اس سے نفرت کرتا تھا آج ڈھکے چھپے انداز میں رضامندی دے رہا تھا۔ بابا نے اسے اپنے سینے سے لگا کے اس کی پیشانی چوم لی۔ ایک دم ہی گھر میں برقی رو دوڑ گئی۔ علیزہ نے سنا تو نئے سرے سے اس کی گھبراہٹ ہوا س باختگی میں بدل گئی۔ وہ تو شکر ادا کر رہی تھی کہ کسی بھی طرح اس کی رخصتی ٹلی مگر یہ کیا وہ شعلہ اور آگ بنا ہوا شخص اتنی جلدی اپنے مؤقف سے کیسے ہٹ گیا۔ علیزہ، سمیرہ بھابی وہ اس کے کمرے میں آ گئی تھیں، بخار تو اس کا اتر ہی گیا تھا۔ اب اسے دلہن بھی تو بننا تھا۔

❁....❁....❁....❁

جیسے ہی علیزہ اور بھابی اسے کمرے میں بیٹھا کے گئیں وہ برف کی طرح ہو گئی اور گھبراہٹ بھی ہو رہی تھی۔ سرخ لہنگے جیولری اور میک اپ میں اپسرا لگ رہی تھی۔ کافی دیر گزر گئی مگر وہاج اندر نہیں آیا علیزہ حیران تھی وقت تھا کہ سرکتا جا رہا تھا۔ اسے تھکاوٹ کی وجہ سے نیند آنے لگی اور وہ کمر سیدھی کرنے کی غرض سے لیٹ گئی اور فوراً ہی اسے نیند بھی آ گئی۔ صبح اس کی آنکھ کھلی تو وہ بیڈ روم میں نہیں تھا علیزہ کو تشویش ہوئی وہ اپنا بھاری زرتار آنچل دونوں ہاتھوں سے سنبھالتی بیڈ سے اتر گئی۔ لگتا تھا ساری رات وہ بیڈ روم میں آیا ہی نہیں۔ دروازے پر ناک ہوئی تو وہ چونکی خود پر نگاہ ڈالی اور فکر مند ہو گئی کہ اگر بھابی یا علینہ ہوئیں تو کیا جواب دے گی۔ متواتر دستک پر اس نے دروازہ کھول دیا اور ایک طرف ہو گئی۔
"اٹھ گئیں تم......" بھابی نے معنی خیز اور شرارتی نگاہوں سے اسے دیکھا طواف کیا بیڈ روم بھینی بھینی خوشبو سے مہک رہا تھا۔
"ابھی آنکھ کھلی ہے۔" قدرے توقف کے وہ گویا ہوئی۔
"وہاج کو بھی میں اٹھا کے آئی ہوں ڈرائنگ روم میں سو رہا تھا۔" وہ واڈروب کھول کے علیزہ کے کپڑے منتخب کر کے نکالنے لگیں۔
"بھابی وہ پوری رات کمرے میں ہی نہیں آئے۔" مارے حیا کے اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا مگر بتانا تو تھا ناں کہ وہ غصہ میں کل تک آگ برسا رہا تھا اب کہاں چھپ گیا۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

"تمہاری طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں تھی اس لیے میں نے اور تمہارے احمر بھائی نے کہا کہ علیزہ کو آج آرام کرنے دو بعد میں چاہے کتنا تنگ کر لینا۔" شوکنگ پنک سوٹ بیڈ پر رکھ کر وہ معنی خیز مسکراہٹ لیے اسے چھیڑ رہی تھیں۔

علیزہ لب بھینچ کے رہ گئی ساری اس کی خود اعتمادی چند دنوں میں ہی نکل گئی تھی۔ وہاج کی ہمراہی کا سوچ کے تو اس کی سانس رک رہی تھی۔ جانے کیسا سلوک کرے گا' کبھی بھی مسکرا کر بات نہیں کی تھی۔ شروع سے ڈانٹ ڈپٹ' تنقید ہی کرتا آ رہا تھا۔

"بھابی مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ روہانسی ہوئی۔

اسی وقت وہاج اندر داخل ہوا علیزہ نے تھوک نگلا' بھابی دونوں کو دیکھنے لگیں' وہاج نے بھولے سے بھی اس پر نگاہ نہیں ڈالی تھی۔

"بھابی آپ کو احمر بھائی بلا رہے ہیں۔" وہ وارڈ روب کھول کے کھڑا ہو گیا۔

"علیزہ تم تیار ہو کر آ جاؤ' چچا جان کے گھر سے بھی سب کو بلایا ہے سب ساتھ ناشتہ کریں گے۔" وہ اس کی میچنگ جیولری چوڑیاں نکال کے رکھ رہی تھیں۔

علیزہ کے عارض شرم و گھبراہٹ سے دہک رہے تھے۔ دونوں نفوس کمرے میں تھے مگر ایک دوسرے سے لاتعلق وارڈ روب دھڑ سے بند کی اور نگاہ اس پر گئی' دلہن بنی ہوئی وہ اسی طرح تھی میک اپ البتہ کچھ پھیل گیا تھا۔ حنائی ہاتھوں میں چوڑیاں' انگوٹھیوں سے بھری مخروطی انگلیاں خاصی دلکش لگ رہی تھیں۔

"ایسے تو تمہیں میں نہیں چھوڑوں گا۔" وہ اس کے قریب آ کر گمبھیر آواز میں بولا۔ وہ سہم سی گئی' آواز لگتا تھا اندر ہی دب گئی ہو۔ پلکوں کی جھالر اتنی وزن دار ہوئی کہ اٹھائی نہیں گئیں۔

"میرا قصور کیا ہے؟" وہ منمنائی۔

"سارے قصور تمہارے نکلتے ہیں۔" اس کا ہاتھ پکڑا اور خود سے قریب کیا۔ وہ اس کے سینہ سے آ لگی' شرم و حیا سے وہ خود کو بے بس ہی سمجھ رہی تھی۔

"ادھر دیکھو میری آنکھوں میں۔" رعب سے اس نے حکم دیا۔

"نہیں دیکھوں گی میں آپ کی آنکھوں میں آپ بہت برے ہیں۔" آنکھیں زور سے بند کی ہوئی تھیں وہاج کے وجود میں اسی وقت حرکت ہوئی اور بند توڑ کے جسارت پر اتر آیا۔

"سیدھی سیدھی چلنا میرے ساتھ ذرا بھی ٹیڑھا پن دکھایا تو اس کا انجام بھی میں نے سوچا ہوا ہے۔" اسے پرے دھکیل کے وہ واش روم میں گھس گیا۔

اپنے سارے استحقاق رعب دھونس سے وہ وصول کر رہا تھا اور اف کرنے تک کی بھی اسے اجازت نہیں تھی۔ وہ اتنی چپ ہو گئی تھی کہ سب ہی حیران تھے۔ بابا سے بھی وہ فاصلے پر رہ کے بات کرتی تھی یہ بھی وہاج کا حکم تھا۔ وہاج جیسے اپنی فتح پر مطمئن تھا کہ اس نے علیزہ کو بابا کی نظروں سے دور کر دیا ہے۔

❁......❁......❁......❁

علینہ کا خالہ زاد بھائی آ گیا تھا وہ امریکا میں مقیم تھا اور اسے ویزا نہیں مل رہا تھا۔ یہ علینہ کا رضائی بھائی بھی تھا علینہ کو خوشی ہو رہی تھی۔ اسفر کو شمیل بھی سلجھا ہوا لگا تھا۔ علینہ سے وہ بڑا تھا اس لیے بھی اسفر بھی اس کا علینہ کی ہی طرح ادب و لحاظ کرتا تھا۔ آمنہ تو حیرت سے دیکھتی رہ گئی تھیں کیونکہ شمیل یوں اچانک سے جو آ گیا تھا ورنہ علینہ کو وہ طعنے مارتی رہتی تھیں اور اب تو علینہ نے سمرہ کو اپنے بھائی کے لیے مانگ لیا تھا آمنہ شرمندہ رہ گئی تھیں۔

"امی آپ ایسا کچھ نہیں سوچیں میں آپ کو اپنی ماں سمجھتی ہوں اور بیٹیاں ماں کا ہر طرح سے خیال رکھتی ہیں۔" علینہ نے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں تھام کے ان کی شرمندگی کو کم کرنا چاہا۔

"مگر میں نے تمہیں کبھی اچھے الفاظ سے نہیں پکارا' میں اس قابل کہاں مجھے معاف کر دو۔" وہ رونے لگیں۔

اسفر' توقیر احمد اور سمیرہ بھی وہاں تھے' وہ بھی ان کے

شرمسار لہجے پر حیران تھے ورنہ تو وہ ہمیشہ اکڑی ہی رہی تھیں، کبھی اپنی غلطی مانی ہی نہیں اور آج اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے شرمندگی اور ندامت کی اتھاہ گہرائیوں میں تھیں علینہ نے آگے بڑھ کے انہیں اپنے گلے سے لگالیا تھا۔ سب کچھ اتنا اچھا لگ رہا تھا کہ سب کے ہی لب مسکرا اٹھے تھے۔ شمیل کو چھ ماہ بعد واپس جانا تھا اسی دوران شادی کی بھی تاریخ رکھ دی گئی تھی کیونکہ پھر وہاں جا کر سمیرہ کے کاغذات بھیجنے تھے۔ نواز احمد کی پوری فیملی مبارک باد دینے آئی تھی علیزہ نے تو علینہ کو خوشی سے گھما دیا تھا۔

''تم بتاؤ تمہاری شادی کے بعد کی لائف کیسی چل رہی ہے؟'' دونوں کچن میں مصروف باتیں کر رہی تھیں اور ساتھ ہی سب کے لیے لوازمات بھی پلیٹوں میں سیٹ کر رہی تھیں۔

''بہت خوب صورت اور پیاری۔'' علیزہ نے مسکرا کے لہجے کو پُراعتماد بنا کے جھوٹ بولا۔

''کتنے رومینٹک ہیں وہاج بھائی ذرا مجھے بھی تو بتاؤ؟'' اس نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے علیزہ کے گلابی کپڑوں میں ملبوس گلابی چہرہ دیکھا۔

''کچھ باتیں بتانے کی نہیں ہوتیں۔'' لوازمات ٹرے میں رکھ دیے تھے۔ ایک ٹرے اس نے تو دوسری علینہ نے اٹھائی اور ڈرائنگ روم میں لے آئیں۔ وہاج نے حیرت سے علیزہ کو دیکھا جو وہاں بھی اسے فالتو بیٹھی ہوئی نظر نہیں آئی بلکہ کچن میں اس وقت سے علینہ کے ساتھ تھی اب وہ اور علینہ سب کو چائے سرو کر رہی تھیں۔

''کیا بات ہے آج علیزہ زیادہ پیاری لگ رہی ہے جو مسلسل گھورے جا رہے ہو؟'' اسفر نے معنی خیزی سے اس کے کان میں سرگوشی کی تو اس نے جھینپ کے پہلو بدلا۔

''بیوی ہے میری۔''

''اچھا......! مجھے نہیں پتا تھا۔'' یہ کہہ کر اسفر نے قہقہہ روکا۔

شمیل سے نواز احمد اور احمر بھائی باتیں کر رہے تھے۔ اسی وقت علینہ تیزی سے اٹھ کر باہر بھاگی۔ علیزہ بھی تقلید میں اٹھی اسفر اور وہاج کی نگاہ بھی دونوں پر تھی۔ اسفر سے رکا نہیں گیا تو وہ بھی باہر آ گیا۔

''کیا ہوا علینہ؟'' وہ گھبرا کے اس کے پاس بیٹھا جو سر پکڑے ہوئے تھی چہرہ اس کا کچھ پھیکا سا لگ رہا تھا۔ عجیب بے زاری تھی۔

''پتا نہیں کل سے ہو رہا ہے ایسا۔'' لاؤنج میں وہ بیٹھی تھی علیزہ اس کے پاس ہی کھڑی تھی۔

''اسفر بھائی کل سے اس کی طبیعت خراب ہے آپ کو ذرا فکر نہیں؟'' اس نے اسفر کو آڑے ہاتھوں لیا وہ بے چارہ خود گڑبڑا گیا علینہ نے تو کل سے اسے کچھ بتایا بھی نہیں تھا۔

''یہ مجھے بتاتی تو۔'' وہ شرمندہ اور فکر مند سا ہوا۔

''آج ہی اسے لے کر جائیں ڈاکٹر کے پاس آپ اس کے شوہر ہیں خیال تو رکھا کریں۔'' وہ اس پر برہم ہوئی۔ وہاج بھی وہیں آ گیا تھا وہ بھی سن رہا تھا۔ اسفر بے چارہ کچھ پریشان بھی ہو گیا علینہ لب کچل رہی تھی۔

''ارے علیزہ انہیں میں نے بتایا ہی نہیں تھا۔'' اسے اسفر پر ترس آیا۔

''کیا ہوا ہے؟'' وہاج نے پوچھا۔ علیزہ تو بوکھلا ہی گئی نہ جانے وہ کب سے وہاں کھڑا سن رہا تھا۔ وہ ایک طرف ہو گئی۔ وہاج نے تنقیدی اور فہمائشی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''یار کچھ نہیں علینہ کی طبیعت خراب ہے۔''

''پھر علیزہ کیوں تم پر اتنا برس رہی ہے؟'' وہ ناگواری سے گویا ہوا۔

''مم......میں تو اسفر بھائی کو کہہ رہی تھی کہ علینہ کو ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔'' وہ گھبرائی۔ وہاج کے چہرے کے تاثرات بگڑنے لگے۔ وہ فوراً وہاں سے چلی گئی مگر دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔

❁......❁......❁......❁

وہی ہوا ایک خوشی نے اور قدم رکھ لیا علینہ نے تو شرما کے چہرہ اپنے ہاتھوں میں چھپا لیا تھا۔ آمنہ نے اس کا ماتھا چوم لیا تھا۔ اس کے کتنے مبارک قدم تھے کہ گھر میں خوشیاں اتر سی آئی تھیں۔ علیزہ افسردہ سی اس کے پاس بیٹھی تھی۔ علینہ کو جانے کیوں ایسا لگ رہا تھا کہ اس کے اور وہاج کے درمیان کوئی غلط فہمی ہے۔

"علیزہ تم مجھے بھی نہیں بتاؤ گی۔" علینہ نے اس کا اداس چہرہ اوپر کیا۔

"کیا بتاؤں تم سب کچھ جانتی تو ہو علینہ مجھے جانے کیوں بھرم رکھنے نہیں آتے، مجھے وہاج کی طرح چہرے پر دوسرا چہرہ سجانا نہیں آتا۔" رنجور اور مغموم سے بھیگے لہجے میں گویا ہوئی۔

"مجھے ساری بات کھل کر بتاؤ پلیز علیزہ۔" وہ بھی اس کے لیے پریشان ہوئی۔ علیزہ نے اسے سب بتا دیا جو اذیت وہ گزار رہی تھی۔ اس کے آنسو بھی بھل بھل بہہ رہے تھے۔

"اف میرے اللہ تم نے اتنے دن کیوں چھپایا؟ مجھے بتاتی تو۔" علینہ اپنا دل تھام کے رہ گئی۔ علیزہ اتنی سادہ معصوم سب سے پیار کرنے والی کے ساتھ وہاج ذرا سی غلط فہمی کی وجہ سے کر رہا تھا۔

"علینہ میں نے تو اب بابا کے پاس تک بیٹھنا چھوڑ دیا ہے کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ وہ کچھ بھی اور میرے متعلق ایسا غلط سوچیں۔"

"مجھے تو وہاج بھائی کی بچوں والی سوچ پر حیرت ہو رہی ہے۔" علینہ کو جیسے یقین نہیں آیا تھا۔

"علینہ اگر وہ مجھے ایسے ہی کہہ دیتے کہ تم میرے بابا سے بات مت کیا کرو۔ میں خود ہی پیچھے ہٹ جاتی یہ کیا کیا انہوں نے مجھے ہی ہٹا دیا۔" وہ سوں سوں کر کے رو رہی تھی۔

"اچھا تم رومت میں وہاج بھائی کو سمجھانے کی کوشش کروں گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ محض تم سے خفا ہوں۔" علینہ کو کسی طرح بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔

"نہیں اب کوئی بات مت کرنا میں سمجھ گئی ہوں، وہ شروع سے ہی مجھ سے نفرت کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ میں نے ان کے بابا پر قبضہ کر لیا ہے۔" وہ اتنی دکھی اور بے زار ہو رہی تھی کہ علینہ کو اس پر ترس آنے لگا۔

"تم نے کبھی کوشش نہیں کی کہ تم دونوں کی جو غلط فہمیاں ہیں وہ دور ہو جائے گی۔"

"کیسے کوشش کروں ان کے ہر انداز میں لاتعلقی، سرد مہری ہی ہوتی ہے کسی انداز میں بھی تو اپنائیت نہیں ہے۔" وہ سر جھکائے گہری سوچ میں بولی۔

"تم کوشش تو کرو ہو سکتا ہے کہ وہاج بھائی بھی یہی چاہتے ہوں کہ تم انہیں کہو۔" اس نے علیزہ کے ہاتھوں کو دبایا۔

"مجھے پتا ہے وہ دل کے برے نہیں ہیں، ہاں تھوڑے غصے والے ہیں اس کا مجھے بھی اندازہ ہے مگر خیال بھی وہ بہت کرتے ہیں، تم میری اور اسفر کی زندگی کو ہی دیکھ لو کتنی مشکل تھی زندگی لیکن اب آسانیاں ہی آسانیاں ہیں۔" وہ اسے دھیمے انداز میں بڑے فکرمند لہجے میں سمجھا رہی تھی۔

"تم اگر ان سے دور ہوتی جاؤ گی تو علیزہ بہت مشکل ہو جائے گی کیونکہ زندگی ایسے نہیں گزرتی۔"

"میں پھر کیا کروں...... تم دیکھو میں نے ان کی وجہ سے سب شوخیاں، شرارتیں چھوڑ دی ہیں، سارے گھر کے کام میں بھابی کے ساتھ لگی رہتی ہوں۔" وہ بولی۔

"یہ تو اچھی بات ہے مگر تم تھوڑا خود کو بھی چینج کرو وہاج بھائی پر توجہ دو۔ اپنا حق مانگو ان سے۔"

"نہیں علینہ میں ان سے کبھی نہیں کہوں گی پھر تو وہ یہ بھی کہنے لگیں گے کہ میں بے شرم بھی ہوں۔" اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"تم بیوی ہو علیزہ اس میں بے شرمی کی کیا بات ہے...... تم بولو گی تو انہیں احساس ہوگا ناں۔" علینہ اسے جوش دلانے کے ساتھ سمجھانے لگی وہ چپ سن رہی تھی، اسے ایسا کرنا تھا کہ وہاج کی غلط فہمی دور ہو جائے اور اسے احساس ہو کہ وہ کتنا غلط کر رہا ہے۔ اگر اس نے ماں باپ کی

UUNOVELS.COM

محبت بابا میں پائی تھی تو اس کا حق نہیں تھا؟ کیا وہ اس کے تایا تھے ابو کے بڑے بھائی اور باپ ہی کی طرح تھے۔ انہوں نے ہی تو امی ابو کے بعد اس کو سنبھالا اور پھر اس کا نکاح انٹر کے بعد وہاج سے کر دیا تھا۔ اسے وہاج کم گو سا اچھا لگا تھا چپکے چپکے اسے چاہ رہی تھی مگر وہ اس سے نفرت کرتا تھا اور یہ حقیقت جان کر اس کا دل کتنا رویا اور اداس ہوا تھا۔ وہ ظلم کر رہا تھا اور وہ اف تک نہیں کر رہی تھی۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

اسفر نے اس کی اچھی طرح خبر لی تھی۔ کافی دیر بحث بھی ہوئی تھی۔ اسے احساس دلایا کہ وہ علیزہ کے ساتھ کتنا برا کر رہا ہے۔

"وہ تو خود پہلے ہی دکھوں اور غموں کی ستائی ہوئی ہے۔ اس پر تو پہلے ہی اتنے ظلم ہوئے ہیں۔ اس پر سے تم ظلم کر رہے ہو علیزہ کتنی معصوم اور صاف گو لڑکی ہے کیوں وہ تم اسے سزا دے رہے ہو۔" بیڈ پر وہ نیم دراز تھا۔ ذہن اس کا منتشر تھا اور اس کے دل کی بے چینی اور بے کلی بڑھ رہی تھی۔ وہ اس سے جانے کیوں اتنی نفرت کرتا تھا اور اب جب کہ اس نے اپنے سارے شغل چھوڑ دیئے تھے۔ اس کے سامنے اف تک نہیں کرتی تھی۔

اسی وقت وہ کمرے میں داخل ہوئی۔ فیروزی کپڑوں میں خاموش الجھی الجھی اس کے سامنے تھی۔ دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا۔ نگاہ بچا کے وہ واڈروب کھول کر اس کے کپڑے نکالنے لگی۔ صبح اس نے آفس جانا تھا پہلے ہی سے سارے کپڑے اس کے تیار کر دیتی تھی۔

"ادھر آجاؤ۔" خاصے بارعب انداز میں اسے حکم دیا۔ وہ کپڑے لے کے کمرے سے باہر جا رہی تھی۔ اس کے قدم وہاج کی گمبھیر آواز پر رکے اور دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔

"کتنے دنوں سے کپڑے نہیں بدلے۔" اچانک ہی غیر متوقع بات اور وہ بھی اتنے نرم اور دھیمے لہجے میں کہ وہ حیرت زدہ رہ گئی اور غیر یقینی سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"کیا پوچھ رہا ہوں کب سے محترمہ نے کپڑے نہیں بدلے؟" وہاج تنقیدی نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے لگا۔

"جی..... تین دن سے۔" سر جھکا کے شرمندہ سے لہجے میں گویا ہوئی۔

"نہا کر دوسرے کپڑے پہنو ہری اپ۔" چٹکی بجا کے اسے جانے کا اشارہ دیا مگر اس بار انداز میں اپنائیت تھی؛ بے رخی کی جھلک ذرا بھی نہیں تھی۔ اس پر سکتہ ہی طاری ہو گیا۔ وہاج کے لب مسکرانے لگے۔

"وہاج میں تو آپ کے اس انداز پر کہیں خوشی سے بے ہوش ہی نہ ہو جاؤں۔" وہ دل میں اس سے مخاطب ہوئی اور الماری سے اپنے کپڑے نکال کر واش روم میں بند ہو گئی۔ وہاج بیڈ پر لیٹا موبائل پر کسی سے مسکرا کے باتیں کرنے میں منہمک تھا۔ علیزہ نہا کر کمرے میں آئی۔

"کم آن تم ایسا سمجھتی ہو مجھے بارے میں بہت رومینٹک بندہ ہوں۔" وہاج کی شوخ اور معنی خیز گفتگو اس کے کانوں میں پڑی تو علیزہ کا دل ایک دم ہی بدگمان اور بے زار ہوا کچھ دیر پہلے کی ساری خوشی کافور ہو گئی تھی۔

"تم نے مجھے شروع سے ہی غلط سمجھا ہے۔ یہ بات تم بھی جانتی ہو۔ مجھے فضول کی بچوں والی حرکتیں تمہاری ہمیشہ پسند رہی ہیں۔" وہاج کی نگاہ علیزہ پر پڑی جو لب کچل رہی تھی۔

"ہاں مجھے پتا ہے میری وجہ سے بدلا ہے مگر یار اب ممکن نہیں ہے کہ میں کہیں اور کسی کے بارے میں سوچوں۔" علیزہ سے مزید نہیں سنا گیا۔ وہ تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔ وہاج نے اسی وقت موبائل مسکرا کے میز پر رکھا وہ صرف علیزہ کو سنانے کے لیے ایسے ڈائیلاگ بول رہا تھا جب کہ دوسری طرف کوئی بھی نہیں تھا۔

"اتنا تو تمہیں کرنا ہی ہوگا علیزہ مجھے تم مناؤ میں نہیں مناؤں گا تمہیں۔" ازلی ضد اور اکڑ تو اس میں موجود تھی۔ وہ کافی دیر کمرے سے باہر رہی پھر کچھ سوچ کر کمرے میں آئی تھی۔ وہاج کی نگاہیں اس پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

"روزانہ خود سے نہا لیا کرو اچھی خاصی شکل ہے خراب کر کے رکھی ہوئی ہے۔" جلانے کے لیے پھر ایک تیر

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

پھنکار وہ ڈریسنگ ٹیبل کے پاس کھڑی ہاتھوں پر لوشن لگا رہی تھی اس کی بات پر خاموش نہیں رہ سکی۔

"تم اگر اتنی بری لگتی ہوں تو چلی جاتی ہوں۔" تنگ کے غصہ میں بولی کیونکہ اس وقت سے دماغ میں کھولن مچی ہوئی تھی کہ موبائل پر ضرور اسی تصویر والی لڑکی سے ہی بات کررہا ہوگا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ مسکراہٹ روک کے گویا ہوا۔

"آپ کے لیے میں نے اپنی ساری عادتیں بدل دیں اس کا احساس ہے۔" اس کی آواز بھرا گئی دل جو رو رہا تھا۔

"ہے احساس مجھے اور خوشی بھی ہے بولو انعام چاہیے۔" وہ ذو معنی لہجے میں بولتے ہوئے طنز کر گیا۔

"جی نہیں۔" وہ جھینپ سی گئی۔

"جا کر بابا کو لگا دینا کہ میں کسی لڑکی سے موبائل پر بات کر رہا تھا۔" وہ اسے مکمل سلگا رہا تھا تاکہ وہ اس سے لڑے اور اپنے دل کی ساری باتیں کہہ دے اور وہ روبرو ہو کر ہی سننا چاہ رہا تھا علیزہ نے غصہ سے بیڈ سے تکیہ اٹھایا اور کارپٹ پر لیٹ گئی۔

"یہ میں نے کیا کردیا میں کیوں انہیں غصہ دکھانے لگی مجھے تو انہیں محبت سے جیتنا ہے پھر کل رات مجھے کیوں غصہ آگیا۔"

"کیا بات ہے میری بیٹی ناشتہ کیوں نہیں کر رہی؟" بابا اسے کافی دیر سے سوچوں میں غلطاں دیکھ رہے تھے۔ علیزہ نے چونک کے انہیں دیکھا۔

"جی...... بابا کرتی ہوں۔" بھابی کی استفہامیہ نگاہیں اس کی جانب اٹھیں۔ احمر بھائی نے بھی شاکی ہو کر دیکھا کیونکہ جب سے دونوں کی رخصتی ہوئی تھی۔ علیزہ اور وہاج کے مزاجوں میں خاصی تبدیلی آگئی تھی۔ علیزہ سوبر ہوگئی تھی اور وہاج کچھ شوخ ہوگیا تھا۔

"وہاج ابھی تک اٹھا نہیں؟" احمد بھائی نے یوں ہی پوچھا کیونکہ پھر بابا کو علیزہ کی فکر ہوجاتی اور ضرور پھر وہاج کی خیر نہیں تھی۔

"آپ کو تو پتا ہے چھٹی والے دن کتنی دیر سے اٹھتے ہیں۔" علیزہ نے جھٹ اپنے آپ کو فریش اور خوش ظاہر کیا کیونکہ بابا کی جانچتی اور تشویش بھری نگاہیں علیزہ پر تھیں۔

"اس کی یہ عادت بھی شروع سے ہے۔" بابا تائیدی انداز میں گویا ہوئے۔ بھابی بچوں کو ناشتہ کرا کے خود کچن میں چلی گئی تھیں۔

علیزہ بھی وہاج کو دیکھنے کمرے میں آئی تو وہ ابھی تک سو رہا تھا۔ وہ اپنے مزاج میں رات کی ذرا بھی تلخی نہیں رکھنا چاہتی تھی وہ بیڈ تک آئی۔ وہاج کروٹ لیے سو رہا تھا اور اس کا موبائل میز پر دھرا تھا۔ دل میں کل سے یہ خیال آرہا تھا کہ آخر وہ لڑکی کون ہے ڈرتے ہوئے موبائل اٹھایا اسی وقت وہاج نے اسے اپنی حصار میں لے کر قریب کرالیا۔

"تمہاری یہ عادت ابھی تک گئی نہیں؟ میرا موبائل کیوں چیک کرتی رہتی ہو۔" علیزہ اس کے بہت قریب ہوئی۔ دونوں کی نگاہیں ملیں علیزہ نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ اس کے حصار سے نکلنا چاہا مگر وہاج نے اس کا ارادہ بھانپ لیا۔

"مجھے پہلے یہ بتاؤ کیوں موبائل اٹھایا تھا؟" اس نے درشت لہجے میں پوچھا۔

"جی سوری اب نہیں اٹھاؤں گی۔" وہ ڈری سہمی اس کے بے حد قریب تھی۔ وہاج بے خود ہو کر اس پر جھک گیا اور وہ اچانک افتاد پر حواس باختہ سی ہوگئی۔ وہاج ایک دم سیدھا ہوا۔ چہرے سے ذرا بھی یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ اس کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتا ہے۔ وہ تیزی سے اٹھی اور باہر چلی گئی۔ اس دن تو اس نے وہاج کا سامنا ہی نہیں کیا کیونکہ وہاج کا وہ انداز اسے ڈرا رہا تھا۔

اس دن رات کو بابا کی اور اس کی بحث ہوگئی وجہ وہی علیزہ تھی انہیں اندازہ تھا اور انہوں نے دونوں کو ایک دوسرے سے بچتے دیکھا تھا اور علیزہ کے سارے مشغلے ختم ہوگئے تھے۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

"یہ بھی مجھ پر الزام ہے کہ میں نے کیا ہے۔" وہاج کو بابا پر آج بھی بہت افسوس ہوا کیونکہ علیزہ ہی ان کے لیے اہم تھی۔

"وہاج میرے لیے تم غلط کیوں سوچتے ہو علیزہ بھی میری بچی ہے میری یہی خواہش ہے کہ تم دونوں خوش رہو اگر تم دونوں میں کوئی بھی غلط فہمی ہے تو ابھی دور کرلو۔" انہوں نے وہاج کو شانوں سے تھام کر نرم اور دھیمے لہجے میں سمجھایا۔

"بیٹا لڑکیاں بہت نازک احساسات رکھتی ہیں لیکن تم یہ نہ سمجھو کہ میں آج بھی صرف اس کا خیال کر رہا ہوں بیٹا مجھے تم بھی عزیز ہو جب ہی تو کہہ رہا ہوں غلط فہمی دور کرلو۔" وہ نرم لہجے میں بولے تو وہاج چپ ہو گیا۔

"وہ اگر کچھ غلط کرتی ہے تو بیٹا تم اسے پیار سے سمجھاؤ اچھی لڑکی ہے مان جائے گی مگر اس طرح نہیں جیسے تم سب کے سامنے اسے جھڑپ دیتے ہو۔" وہاج سر جھکا کے شرمندہ سا ہوا۔

"اس کے ماں باپ نہیں تھے اسی لیے میں نے توجہ زیادہ دی، مگر اگنور تو میں نے بھی تمہیں کبھی نہیں کیا تھا۔"

"سوری بابا۔" وہ بس اتنا بولا۔

"بیٹا میری بات کو سمجھو تم دونوں میاں بیوی ہو دوستی کرو اس سے اپنی ایسی لائف بناؤ کہ لوگ تم دونوں کی مثالیں دیں۔" وہ اسے سمجھا رہے تھے سب کچھ علیزہ باہر کھڑی سن رہی تھی مگر ڈر بھی رہی تھی کہ اگلا قدم جانے وہاج کا کیا ہوگا۔

❁ ❁ ❁ ❁

وہ وہاج کی طرف دیکھنے تک سے ڈرنے لگی تھی اسے یہ بات کھائے جا رہی تھی کہ وہاج اس سے نفرت کرتا ہے اور اسے ذہنی اذیت میں مبتلا رکھتا ہے تو صرف اس لیے کہ بابا اس سے محبت اور توجہ دیتے ہیں اس کے ماں وباپ نہیں ہیں یعنی وہ صرف رحم اور ترس کھائے جانے کے قابل ہے۔ اس کا ایسا کوئی بھی ننھیالی رشتے دار، خالہ ماموں بھی نہیں تھے۔ وہ ان کے پاس ہی چلی جاتی کم از کم وہاج اس سے اتنی نفرت تو نہیں کرتا۔

"وہاج اگر آپ کو میرا وجود اتنا ناگوار گزرتا ہے تو میں آج کے بعد بابا کے سامنے تک نہیں جاؤں گی۔ وہ میرا خیال کریں اور آپ کو غصہ آئے۔" اس نے کافی دیر سوچنے کے بعد یہی حل نکالا آنکھوں کے گوشے گیلے ہو گئے تھے۔ دل دکھی تھا اور بے تحاشا رونے کا دل کر رہا تھا مگر اس وقت ضبط کرتے وہ کچن میں چلی آئی۔ رات کی روٹیاں وہ پکاتی اور بھابی سالن پکاتی تھیں۔ اس نے جلدی جلدی روٹیاں پکائیں اور کھانا بھی لگا دیا۔ بچے آ کے بیٹھ گئے تھے۔ علیزہ کے چہرے کی اداسی کسی سے بھی مخفی نہیں تھی۔ وہاج نے کی جانچتی اور تشویش بھری نگاہوں سے جائزہ لیا جو کھانا برائے نام کھا کر اٹھ گئی تھی بابا نے اسے جاتے دیکھا۔

"علیزہ میرے بچے ایک کپ چائے بنا کے میرے کمرے میں لے آؤ۔"

"میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ آپ بھابی سے بنوا لیں۔" وہ انہیں ایسا غیر متوقع جواب دے گی سب حیرت میں مبتلا ہو گئے مگر وہاج کو تو غصہ آ گیا۔

"یہ تم کیا بول رہی ہو بابا سے؟"

"وہی جو آپ چاہتے ہیں۔" اس کے انداز میں خفگی اور افسردگی تھی۔ بھابی اور احمر بھائی ایک دوسرے کو دیکھ کے رہ گئے۔ بابا خوب سمجھ گئے تھے کہ وہ وہاج کے رویے اور باتوں کے جواب میں ہی ایسا رویہ اپنا رہی تھی۔

"کیا فضول بک رہی ہو۔" وہ آگ بگولہ ہی ہو گیا۔ بابا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کے روکا۔

"جو آپ چاہتے ہیں وہی تو کر رہی ہوں، بابا کے آس پاس تک نہیں منڈلاؤں گی، آج سے بابا کے میں کام بھی نہیں کروں گی کیونکہ میں نہیں چاہتی بابا مجھ پر ترس کھا کے پیار کریں، میرے ماں باپ جو نہیں ہیں۔" بھرائی ہوئی آواز میں بولتی ہوئی وہ رو دی۔

"وہاج تم نے اسے ایسا کہا کیوں؟" بابا کے دل کو لگی تھی۔ علیزہ اتنی رنجور اور افسردہ تھی کہ وہ بھی غضب ناک انداز میں دھاڑے۔ وہاج اور احمر بھائی تو گھبرا گئے جب

UUNOVELS.COM

کہ بھابی علیزہ کے پیچھے دوڑیں۔

"بابا میں تو....."

"احمر اس ناخلف سے کہہ دو میرے سامنے سے دفع ہو جائے اس عمر میں مجھے یہ سب بھی دیکھنا تھا۔ میں نے اسے ہمیشہ اپنی اولاد سمجھا اور اس نے باپ اور بھتیجی کے رشتے پر انگلی اٹھائی۔"

"بابا میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔" وہ گھبرایا۔

"دفع ہو جاؤ۔" وہ چیخے۔

احمر بھائی نے انہیں سنبھالا۔ وہاج لب کچلتا ہوا چلا گیا۔ یہ تو کہانی ہی الٹی ہو گئی تھی۔ علیزہ بھی چچی جان کی طرف چلی گئی تھی۔ بابا کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر انہیں چیک کر کے گیا تھا۔ وہاج کی ان کے کمرے میں جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

علیزہ نے علینہ کو سب کچھ بتا دیا تھا اور پھر اسفر کو بھی پتا چلنا لازمی تھا۔ اس نے وہاج کو آڑے ہاتھوں لیا۔

"مجھے تم سے ایسی فضول حرکت کی توقع نہیں تھی۔" وہ وہاج کو سخت سست سنا رہا تھا اور وہ سر جھکائے خود کو ندامت کی گہرائیوں میں گرتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

"مجھے عقل مندی کا سبق پڑھاتے رہے اور خود بے وقوفوں والی حرکتیں کرتے رہے۔ یار علیزہ ہمارے چچا کی بیٹی ہے اس کے ماں و باپ اس وقت سر سے اٹھ گئے۔ جب اسے ضرورت تھی اگر تایا ابو اس سے محبت و شفقت سے پیش آتے ہیں تو تمہیں کیا تکلیف تھی؟"

"یار بس مجھے جیلسی ہوتی تھی۔" وہ سر جھکائے گویا ہوا۔

"اس بے چاری نے رو رو کے اپنا برا حال کیا ہوا ہے۔ اتنی سی بات وہ بھی تمہاری بچوں جیسی حرکت پر مجھے دکھ اور افسوس ہو رہا ہے اور اوپر سے تایا ابو کو بھی صدمہ دیا۔"

"یار بابا نے میری بات کا غلط مطلب لیا۔" وہ لب بھینچ کے رہ گیا۔

"ظاہر ہے تمہاری بکواس ہی ایسی ہے۔" اسفر نے اس کے ستے ہوئے چہرے کو بغور دیکھا۔

"مجھے یہ بتاؤ میں اب کیا کروں علیزہ اگر نہیں آئی تو بابا کا موڈ خراب ہی رہے گا۔"

"سب سے پہلے علیزہ کا موڈ ٹھیک کرو اگر تمہارے دل میں اس کے لیے ذرا بھی محبت و پیار ہے تو۔"

"یار پیار و محبت تو بہت ہے مگر وہ یقین کیسے کرے گی۔" وہ ہراساں اور روہانسی ہوا۔

"کیسا پیار و محبت ہے جو اسے دکھ ہی دیے جا رہے ہو۔ یار انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

"اچھا زیادہ مجھے سناؤ نہیں مسئلے کا حل بھی پیش کرو۔" وہ اسفر کی جھاڑ اور ڈانٹ پھٹکار پر بیزار ہوا۔

"چل کرتا ہوں میں کچھ۔" اس کو وہاج پر ترس آیا۔ اسفر تھوڑی دیر بعد چلا گیا اور وہ بابا کے کمرے کے باہر کھڑا تھا۔ بھابی بابا کے لیے چائے لے کے جا رہی تھی۔

"پلیز کوئی تو معافی کی گنجائش نکالیں، میرا یہ تو مطلب نہیں تھا۔" وہ ندامت سے بولا۔

"آ جاؤ اندر بچے بھی ہیں وہاں، بابا کا موڈ کچھ بہتر ہے۔" بھابی کو خود اس کی اجڑی حالت پر فکر ہو رہی تھی۔ علیزہ ادھر ناراض بیٹھی تھی۔ وہاج ڈرتا، جھجکتا، شرمندہ مجرموں کی طرح گردن جھکائے اندر آ گیا، وہاں علیزہ اسفر کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"ارے تم کب آئیں؟" بھابی تو اسے دیکھ کر خوشی سے گویا ہوئیں۔ علیزہ نے کن انکھیوں سے وہاج کو دیکھا جس کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔

"بڑی مشکل سے منا کر لایا ہوں تایا ابو کا واسطہ دیا ہے پھر ہی آئی ہے اور تم اب انسانوں کی طرح اس سے بی ہیو کرنا سمجھے ورنہ پھر دوبارہ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکوں گا۔" اسفر نے جاتے ہوئے سرگوشی میں اس سے کہا، کتنا بڑا اس نے مسئلہ حل کر دیا تھا۔

"تھینک یار۔" وہ فرطِ مسرت سے بولا۔

"اسفر چائے تو پیتے جاؤ میں لے کے آ رہی ہوں۔" بھابی نے اسے روکا۔

UUNOVELS.COM

"بھابی پھر کبھی، ابھی جلدی میں ہوں کیونکہ امی کو معاملے کی نوعیت کا نہیں پتا ورنہ آپ جانتی ہیں ان کی عادت۔" وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوا۔ تایا ابو سے سلام دعا کی اور چلا گیا۔

"بیٹا اسے تم بالکل معاف نہیں کرنا اس نا ہنجار نے میری بچی کو اتنے دن تکلیفیں دی ہیں، میں تو اس کی شکل تک نہیں دیکھنا چاہتا۔" وہ غصے اور ناگواری سے اپنا چہرہ دوسری جانب کر کے بیٹھ گئے۔ علیزہ پنک کپڑوں میں روئی ہوئی وہاج کو اس لمحے بہت پیاری لگی۔ وہ مبہوت زدہ تھا۔ بابا کی آواز پر اس کا سکتہ ٹوٹا۔

"پلیز بابا معاف کر دیں۔" وہ ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ بھابی جانے علیزہ سے اشاروں میں کیا کہہ رہی تھیں جو وہ سمجھنے سے قاصر تھی یا پھر انجان بن رہی تھی۔

"میری بیٹی تمہیں معاف کر بھی دے گی تو بھی میں معاف نہیں کروں گا۔ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔" وہ اتنے سخت گیر کبھی بے تو نہیں تھے۔ علیزہ کو جانے کیوں وہاج پر ترس آیا شاید محبت کے جذبے کے آگے وہ اپنے محبوب کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تھی جب کہ وہ تو اسے تکلیف ہی دے رہا تھا۔

"پلیز بابا۔" وہ رو دیا۔ بابا خود ہی اٹھ کے چلے گئے۔ وہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے تھے۔

❁........❁........❁........❁

دو دن ہو گئے تھے دونوں میں کوئی بات چیت تک نہیں ہوئی تھی۔ علیزہ تو اس کے کمرے میں آنے سے پہلے ہی سو جاتی تھی اور وہاج دل مسوس کے رہ جاتا تھا۔ غلطی اسی کی تھی اور علیزہ کو منانا اس کی ذمہ داری تھی۔ اس دن وہ جلدی کمرے میں آ گیا، دیکھا تو وہ وارڈ روب سے اپنے کپڑے نکال رہی تھی۔ وہ حیرانگی سے اس کی حرکات و سکنات کو دیکھ رہا تھا۔ نگاہوں کے تصادم پر بھی وہ ہنوز اپنے کام میں مصروف رہی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" اس نے دونوں ہاتھ پشت پر جمائے استفہامیہ نگاہوں سے پوچھا۔ چہرے پر ازلی سنجیدگی ہنوز تھی۔

"اپنا سارا سامان دوسرے روم میں لے جا رہی ہوں۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"مگر کیوں؟" وہ اس کے قریب چلا آیا۔ علیزہ کے ہاتھ کپکپانے ہی لگے، تنہائی میں تو اسے اور بھی زیادہ وہاج سے خوف آتا تھا۔ آنکھوں کی رعونیت، غصہ سب ہی کچھ تھا۔

"آپ کو میں اچھی نہیں لگتی اسی لیے چاہتی ہوں آپ کے سامنے بھی نہیں آؤں۔"

"یہ تم سے کس نے کہا؟" یہ سن کے تو اس کو پتنگے ہی لگ گئے مگر خود پر ضبط رکھا اگر زیادہ غصہ دکھایا تو کہیں بات بنتے بنتے مزید بگڑ نہ جائے اور اس نے ان تین چار دنوں میں جان لیا تھا۔ علیزہ کے لیے اپنے دل میں جذبات تو وہ خود بہت پہلے سے رکھتا تھا مگر صرف بابا کی وجہ سے اس سے چڑتا تھا۔ وہ ان سے ڈانٹ جو پڑوائی تھی۔

"آپ کی آنکھوں نے ہر وقت ہی کہا ہے، آپ کی باتوں سے ہمیشہ مجھے یہی لگا کہ میں آپ کو اچھی نہیں لگتی۔" قدرے توقف کے بعد رک رک کے گویا ہوئی۔ وہاج نے دونوں بازوؤں سے پکڑ کے اسے اپنے سامنے کھڑا کیا تو وہ حواس باختہ سی رہ گئی۔

"میری آنکھوں میں اور بھی بہت کچھ نظر آتا ہے۔ ذرا غور سے دیکھو۔" اس نے علیزہ کا چہرہ اپنے مضبوط ہاتھوں میں بڑے پیار سے لیا۔ لہجے کی کھنک اور ترنگ تو حیران کرنے کو کافی تھی۔

"مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا...... پلیز مجھے میرا کام کرنے دیں۔" گھبرا کر وہ نگاہ چرا گئی۔ وہاج کے ایسے روپ کی تو وہ کب سے خواہش مند تھی۔

"کہاں ناں ادھر آؤ میرے پاس۔" علیزہ کا ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا تو وہ توازن برقرار نہ رکھ سکی اور وہاج کے سینے سے آ لگی، دل کی دھک دھک وہاج کو واضح سنائی دے رہی تھی۔ اسے وہاج کی قربت مدہوش ہی کر رہی تھی۔ اگر مزید وہ اس کے حصار میں رہی تو پگھل ہی نہ

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

جائے گی۔
"پلیز چھوڑیے۔" نگاہ حیاء سے جھکی ہوئی تھی۔
"علیزہ پلیز مجھے معاف کردو' جانے کیوں میں اتنا اکھڑ اور روڈ بن گیا تھا۔" اس نے نرم لہجے میں اس سے معافی مانگی اور علیزہ پر تو شادیٔ مرگ طاری ہوگئی وہ جو کل تک اس سے نفرت کرتا تھا آج اسے منا رہا تھا۔
"پلیز......" وہاج کے ہاتھ ہنوز جڑے ہوئے تھے۔
"آپ معافی کیوں مانگتے ہیں میں ہی غلط تھی۔ آپ کی بلاوجہ کی شکایتیں لگاتی تھی بابا سے اس لیے کہ آپ مجھ پر توجہ کیوں نہیں دیتے' جیسے...... جیسے......" بولتے ہوئے اس کی زبان رک گئی۔
"جیسے کیا؟" وہ اسے وارفتگی سے دیکھ رہا تھا۔ علیزہ حیاء سے سمٹ گئی۔
"جیسے اسفر بھائی علینہ پر توجہ دیتے ہیں۔" شرم سے الفاظ بھی نہیں نکل رہے تھے۔ وہاج کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ تو اسے بے وقوف ہی سمجھتا تھا۔
"چلو اب ہمیشہ اسفر سے بھی زیادہ توجہ دوں گا ایسی کہ اسفر نے خود بھی کبھی علینہ پر نہیں دی ہوگی۔" مسکرا کے اسے خود سے قریب کیا۔
"جی......" وہ چہرے پر سرخیاں لیے گڑبڑائی۔
"چلو جلدی سے سارا سامان اس کی جگہ پر رکھو اور میرے پاس آؤ تاکہ میں پیار والی توجہ دوں۔" لب اس کے شرارتی معنی خیز سے مسکرا دیئے۔
"وہ مجھے بابا بھی بلا رہے تھے۔" اس کے پسینے ہی چھوٹ گئے۔
"بابا کی بچی...... پہلے میرے باپ پر قبضہ کیا اور اب مجھ پر پھر بھی معصوم بنتی ہو۔" وہ اسے گدگدانے کو آگے بڑھا۔
"پلیز...... پلیز۔" وہ گھبرائی۔
"چلو معاف کیا مگر ایک شرط پر۔" اس نے علیزہ کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھے تو وہ چونک کے اسے دیکھنے لگی۔
"کیسی شرط؟"
"بابا سے معافی دلادو' سخت ناراض ہیں وہ مجھ سے۔" وہ چہرہ معصوم سا بنا کے گویا ہوا۔
"بابا آپ سے ناراض نہیں ہیں' انہیں صرف غصہ تھا آپ مجھ سے نفرت جو کرتے تھے۔"
"نفرت تو میں نے تم سے کبھی کی ہی نہیں۔" وہ ہنس دیا۔
"سچ کہہ رہے ہیں؟" اس نے جیسے یقین چاہا۔
"بالکل سچ۔" اس نے اپنا سر علیزہ کے سر سے ٹکرایا۔
"چلو جلدی سے یہ سب سمیٹو بابا کے پاس چلتے ہیں پھر اسفر کے پاس بھی' اس نے میرا بہت ساتھ دیا ہے۔"
"اسفر بھائی کے سمجھانے پر آ گئی تھی ورنہ میں آپ سے بات تو کبھی نہیں کرتی۔" اس نے بتایا۔
"شکریہ آپ نے ہم پر رحم کھایا۔" وہ ہنسا۔
"اتنی محبت اور پیار تمہیں دوں گا کہ تم نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔" پیچھے سے آ کر اسے پھر اپنی حصار میں لے لیا۔
علیزہ جو چاہتی تھی اسے مل گیا تھا۔ سب کچھ کتنی جلدی دھل کے نکھر گیا تھا وہاج اگر مزاج کا تیز تھا تو محبت کا پھول بھی تھا' اس نے آسودہ ہو کر اللہ کا شکر ادا کیا' جس نے اسے اس کے بچپن سے ملا دیا تھا۔ محبت اور پیار کرنے والے شخص سے ورنہ تو وہ شاید پیاسی رہتی۔
"شکریہ اللہ میاں۔" اس نے جذب سے کہہ کر وہاج کے سینے میں منہ چھپالیا تھا۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

مجھ سے تو خفا ہوگا

نائلہ طارق

سورج نے گزشتہ کئی دنوں سے گہرے سرمئی بادلوں میں خود کو چھپا رکھا تھا' درجہ حرارت نقطہ انجماد پر پہنچ رہا تھا' برف کو تاحد نظر دیکھا جاسکتا تھا' برف پوش پہاڑوں پر موسم کے تیور خطرناک حد تک بگڑے ہوئے تھے برفانی ہواؤں نے پہاڑوں اور اردگرد کے قصبوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ علی توجہ کے ساتھ اپنے استاد اپنے محسن موسیٰ کی بات سن رہا تھا۔

''نفرت کو ہرگز بھی نفرت سے ختم نہیں کیا جاسکتا' نفرت کو صرف اور صرف محبت سے ختم کیا جاسکتا ہے۔'' اپنے سامنے میز پر پھیلے بھاری موٹے کپڑے پر قینچی چلاتا موسیٰ بول رہا تھا۔

''محبت کے درمیان بکھرے بنیادی رنگ ہیں' یہ رنگ کائنات کا حصہ ہیں جو انسان کو فطرت سے جوڑتے ہیں۔''

''یہ فطرت کیا ہے؟'' بغور سنتا علی بولا۔

''میرے بیٹے' فطرت کائنات کا نظام ہے' دن رات کے خاموش بہاؤ' موسموں اور آسمانوں کے عظیم چکر اور بدلاؤ کا نام ہے۔ جس کی مثال افلاکی ردوبدل میں یہاں تک کہ ایک ستارے میں بھی ملتی ہے' یوں سمجھ لو کہ فطرت کائنات کا راستہ ہے۔''

''آپ کی کچھ باتیں میرے لیے سمجھنا کبھی کبھی بہت مشکل ہوجاتا ہے سوال پر سوال کرنے کے باوجود۔'' اس کے ہچکچانے پر موسیٰ نے ذرا مسکرا کر اس کے شرمندہ تاثرات کو دیکھا۔

''علی...... تم عقل مند لڑکے ہو ابھی یہ سادہ باتیں نہیں سمجھو گے تو کب سمجھو گے؟'' موسیٰ کے پُرشفقت لہجے پر وہ مزید جھینپ کر کھڑکی سے باہر نظریں دوڑانے لگا' طوفانی ہواؤں میں رات کی تاریکی بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

''آپ کہتے ہیں طوفان موسم کا غصہ ہوتا ہے مگر کیا یہ ضروری ہے کہ موسم کو جب غصہ آئے تو ساتھ طوفان بھی لائے؟'' علی کے سوال کو سنتے موسیٰ نے کپڑے کو جھٹک کر واپس میز پر پھیلایا اور قینچی سنبھال لی۔

''طوفان کی تباہ کاریوں کو ایک طرف رکھ کر اگر اس کی افادیت کو تلاش کیا جائے تو یہ عظیم بے وقوفی اور بے حسی والی بات ہوگی مگر پھر بھی یہ سچ ہے کہ طوفان کوڑا کرکٹ صاف کرنے اور بڑھی ہوئی غیر ضروری چیزوں کو کاٹ پھینکنے آتا ہے' یہ اس وقت آتا ہے جب بہت سی چیزیں مرنے کے لیے تیار ہوں۔'' تراشے ہوئے کپڑے کی تہہ لگاتا ہوئے موسیٰ نے نرم لہجے میں بتایا۔

''پھر تو میں کئی مرتبہ مرچکا ہوں اور کئی مرتبہ نیا جنم بھی لے چکا ہوں کیونکہ نور کا غصہ کسی طوفان سے کم تو نہیں ہوتا۔'' وہ سرعت اور روانی سے بولا تو موسیٰ کو چونکا گیا۔

''کیا اس نے پھر تم پر غصہ کیا...... ہاتھ اٹھایا ہے تم پر؟''

''نہیں' بالکل بھی نہیں۔'' اس نے فوراً نفی میں سر بھی ہلایا۔

''لیکن وہ بالکل خاموش ہوگئی ہے' ایسی خاموشی جو طوفان کے آنے سے پہلے ہوتی ہے۔ شاید اس کی شکایت آپ سے کرکے میں نے اسے مزید اپنی نفرت میں مبتلا کردیا ہے۔'' علی کے لہجے میں تشویش تھی۔

''ایسا ہرگز نہیں ہے' تم نے کچھ غلط نہیں کیا' تم نے صرف اس گھر سے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ اپنا فرض نبھایا ہے۔ نور کو اپنی غلطی کا احساس ہے اس لیے وہ خاموش ہے' جب اس کی شرمندگی کم ہوگی تو پھر یقیناً تمہاری شامت آجائے گی۔ تم بے فکر رہو۔'' آخری بات موسیٰ نے مسکراتے ہوئے کہی۔ علی یہ سوچ رہا تھا کہ نور جیسی مغرور' خود پرست اور اکھڑ مزاج لڑکی اپنی غلطی مان کر شرمندہ ہوجائے یہ تو قیامت تک شاید ممکن نہیں۔

UUNOVELS.COM

”میرا کام مکمل ہوگیا ہے اب تہہ خانے میں چلتے ہیں‘ مجھے نیند آ رہی ہے‘ صبح جلدی بیدار بھی ہونا ہے‘ آدھا دن برف صاف کرنے میں ہی گزر جائے گا۔“ موسیٰ کے کہنے پر وہ تابعداری سے بیٹری سے چلنے والی لائٹ اٹھا کر موسیٰ کے پیچھے چل پڑا۔ موسیٰ کی تقلید میں تہہ خانے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے اس نے رک کر تہہ خانے کے چوکور مضبوط دروازے کو اچھی طرح بند کیا تھا‘ تین افراد کے حساب سے جگہ کافی کشادہ تھی‘ آتش دان میں بھڑکتی آگ نے ماحول کو کافی گرم اور پُرسکون کر رکھا تھا‘ ایک جانب چھوٹی سی بوسیدہ میز پر کچھ کھانے پینے کا سامان‘ ایمرجنسی لائٹ اور کچھ ادویات رکھی تھیں جب کہ دوسری جانب لکڑیوں کا ڈھیر رکھا تھا‘ آتش دان کے ایک جانب نور اپنے فرشی بستر پر لیٹی ہوئی تھی جب کہ آتش دان کے دوسری جانب لگا بستر موسیٰ کے لیے مخصوص تھا‘ علی ان دونوں کے پیروں کی سمت سو جاتا تھا۔ موسیٰ ایک درزی تھا جو بھاری‘ گرم کپڑے کے ملبوسات تیار کرنے کا ماہر تھا‘ ایسے خراب موسم میں جب سب اپنے گھروں میں قید ہو جاتے‘ دکان کھولنا ناممکن ہو جاتا تو موسیٰ کپڑوں کی سلائی کا کام گھر میں ہی کرتا تھا‘ حالانکہ نور کو اس کے کام سے چڑ تھی۔ چھوٹے سے گھر میں کھیڑا اچھل جاتا‘ مگر وہ بھی جانتی تھی کہ زندہ رہنے کے لیے کام بھی ضروری ہے۔

اپنے بستر میں گھس کر علی نے سر سے اونی ٹوپی اور ہاتھوں سے دستانے اتار کر سرہانے رکھے اور سر تک کمبل کھینچ لیا۔

”نور...... تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ آج تم وقت سے پہلے ہی یہاں آ گئیں۔“

”میں ٹھیک ہوں ڈیڈی۔“ نور نے چہرے سے کمبل ہٹایا اور باپ کو دیکھا۔ ”بس یونہی جلدی سونے آ گئی‘ آپ کا کام مکمل ہوگیا؟“

UUNOVELS.COM

"ہاں تقریباً۔" علی کی بند آنکھوں میں اس کا چہرہ آ ٹھہرا تھا، اس کا ہر نقش روح کو کھینچ لینے کی حد تک حسین تھا، علی کو لگتا تھا ہر وقت اس کی غلافی آنکھوں میں نکھرے خواب سر کے بل کھنچے چلے آتے ہوں گے، آج بھی اس کی سیاہ آنکھوں میں جگمگاتے ستارے قیام کر کے بھول گئے تھے۔

اس کے دل میں احساس ندامت بھی تھا کہ کہیں نور کے حوالے سے اس کی سوچیں موسیٰ کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کا مرتکب نہ ہو جائے...... جانے یہ کب اور کیسے ہوا کہ دل کو سمجھانا اور آنکھوں پر پہرے لگانا اس کے لیے ناممکن ہو گیا تھا، یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اس پریوں جیسے حسن والی نازک دوشیزہ کے لیے قابل نفرت ہے لیکن پھر بھی دن رات اپنی عزت نفس کو اس کے پیروں تلے کچلتا دیکھ کر بھی وہ اپنے دل کو اس کی پرستش سے روک نہیں پاتا تھا۔ وہ کمبل ہٹا کر نور کے سیاہ ریشمی بالوں کو دیکھنے لگا۔ نور کی ماں دور کسی شہر سے پہاڑوں پر سیاحت کرنے آئی تھی اور پھر موسیٰ کی محبت میں گرفتار ہو کر واپس نہ جا سکی مگر ہمہ وقت برف کے طوفان میں گھرے پہاڑوں پر ایک سخت کٹھن زندگی صرف محبت کے نام پر گزارنا اس کے لیے مشکل سے مشکل تر ہوتا گیا اور پھر ایک دن وہ تین سال کی نور کو مکمل طور پر موسیٰ کے حوالے کرتی ہمیشہ کے لیے اپنی دنیا میں لوٹ گئی تھی۔

"میں نے اس کو بہت سمجھایا تھا کہ وہ اور میں دو مختلف دنیا کے انسان ہیں، وہ ایک امیر باپ کی اکلوتی بیٹی تھی، ریشم کے بستر سے نکل کر پہاڑوں کی سخت، چبھتی ناہموار زمین پر چلنا اس کے لیے مشکل ہوگا۔ میں نے اس سے صاف کہہ دیا تھا کہ اگر میں پہاڑوں سے دور ہوا تو میں ختم ہو جاؤں گا، وہ اگر یہاں رکی تو پہاڑوں کی سختیاں اسے ختم کر دیں گی مگر وہ نہ مانی، مجھے اس کی ضد کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے لیکن پھر وہی ہوا جو فطرت کے خلاف جانے پر ہوتا ہے، وہ بہت روئی تھی، بہت منتیں کی اس نے میری مگر میں جانتا تھا کہ اگر میں اس کے ساتھ چلا جاؤں تو بھی ہمارا تعلق زیادہ عرصے تک قائم نہیں رہ سکے گا، اذیت کا عرصہ طویل کرنے سے بہتر تھا کہ اس اذیت کی وجہ کو ہی ختم کر دیا جاتا۔ میں اس سے محبت کرتا تھا اس لیے اسے جانے سے نہیں روکا، وہ مجھ سے بھی زیادہ مجھ سے محبت کرتی تھی، اس لیے نور کو ساتھ نہیں لے گئی، وہ جانتی تھی کہ اگر نور بھی مجھ سے جدا ہو گئی تو میں ایک دن بھی زندہ نہیں رہ پاؤں گا۔" وہ دن اسے آج بھی یاد تھا جب موسیٰ دلگیر لہجے میں اسے اپنے دل کا حال سنا رہا تھا اور وہ سن بیٹھا اپنے محسن کو اپنی محبوب بیوی کے لیے آنسو بہاتا دیکھ رہا تھا۔

بحیرۂ منجمد شمالی کی ساحلی پٹی پر دور تک پھیلے دنیا کے سرد ترین برفانی جزیروں پر جنم لینے کے بعد جب اس نے ہوش سنبھالا تو اپنے قریب صرف ایک بوڑھے دادا کو ہی دیکھا، اس برفانی جزیرے میں سورج سال میں ایک بار ہی اپنا جلوہ دکھاتا تھا ورنہ تو ہر سمت برف کی سرزمین پر گہری دھند اور نیم تاریکی غالب رہتی، یہاں زندگی بھی برف کے عظیم تودوں کی طرح منجمد، سخت اور سرد ترین تھی، جزیرے پر آباد دیگر لوگوں کی طرح وہ بھی غربت، افلاس اور غذا کی کمی کا عادی تھا، وہ اپنے ماں باپ کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں جانتا تھا، غصیلی فطرت کے دادا کو کسی سے بھی زیادہ بات کرنا پسند نہیں تھا۔

کچھ عقل و فہم سے روشناس ہونے کے بعد علی کا واحد مشغلہ اپنے جزیرے پر وقتاً فوقتاً آنے والے سیاحوں کو تلاش کرنا اور ان کے دل میں جگہ بنا کر باہر کی دنیا کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ برف کے جس دیس میں اس نے جنم لیا ہے، اس سے بہت دور زندگی کی حرارت سے بھرپور دنیا میں خوش حال، خوش لباس انسان رہتے ہیں جو بہت مہذب اور تہذیب یافتہ ہیں، علی کو معلوم نہیں تھا کہ مہذب اور تہذیب یافتہ ہونا کیا ہوتا ہے۔ وہ بس یہ جانتا تھا کہ یہ جو بھی ہے، بہت اچھا ہی ہوگا۔ سیاحوں سے ہی اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ باہر کی دنیا

کے کچھ لوگوں نے ان جزیروں کو دریافت کیا اور یہ کوئی بہت سال پرانی بات بھی نہیں تھی۔

شعور آنے کے بعد کبھی کبھی وہ اللہ سے شکوہ کرتا کہ یہ اسے دنیا کے کس کونے میں پھینک دیا گیا ہے جہاں سے نکلنے کا سامان کرنا بھی اس کے لیے مشکل تھا' اسے اپنے اردگرد رہنے والے لوگوں پر حیرت ہوتی تھی کہ ان میں اسے کوئی اچھی زندگی کا خواہاں ہی نہیں تھا' اسے لگتا تھا کہ یہ سب لوگ ٹھٹھرتی' مشقت انگیز زندگی گزار کر بس مر جانے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ موقع ملتے ہی ان جزیروں سے دور نکل جائے گا۔ اس دنیا کی تلاش میں جہاں پہنچ کر وہ مر بھی جاتا تو اسے کوئی غم نہ ہوتا اور موقع اسے بہت جلد مل گیا تھا۔ وہ سترہ سال کا ہوا تو ایک دن دادا نے چپ چاپ ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کرلیں' علی کے لیے اب یہاں ٹھہرے رہنے کا کوئی جواز نہ تھا' وہ نوجوان تھا' جوش اور جذبہ اس کے پاس تھا' اللہ کی ساری زمین انسانوں کے لیے تھی' وہ بھی ایک انسان تھا اور اپنا حق استعمال کرنا چاہتا تھا سو اس نے خاموشی سے رخت سفر باندھ لیا' برف کے ٹیلوں' پہاڑوں پر راستہ بناتا وہ جانفشانی سے آگے بڑھتا رہا' مسلسل آگے بڑھتے رہنا آسان نہ تھا مگر وہ طوفانوں کو جھیلتا بڑھتا ہی رہا تھا۔

''نور...... نور تم کہاں ہو......؟'' علی کی سماعت سے ایک انجانی آواز ٹکرائی تھی۔ علی کا دل چاہا کہ وہ چیخ کر اسے مدد کے لیے بلائے پر آواز حلق میں ہی پھنس گئی تھی۔

وہ اونچائی سے پھسلتا نیچے برف کی جھیل پر گر کر بے ہوش ہوگیا تھا۔ اس کی حالت بہت تشویش ناک تھی جب موسیٰ اس کو اپنے بازوؤں میں سنبھالے نور کے ہمراہ اپنے چھوٹے سے گھر تک لایا تھا جو جھیل سے بہت قریب تھا موسیٰ نے اس کی دیکھ بھال اور تیمارداری میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی' موسیٰ کی شفقت اور اچھی غذا نے اسے چند دنوں میں ہی صحت یاب کردیا تھا' وہ یہ جان کر بہت خوش ہوا تھا کہ برف پوش پہاڑوں میں بسے اس قصبے میں سورج بھی نکلتا ہے' یہاں برف بھی پگھلتی ہے۔ موسیٰ اس کی ہمت اور حوصلے کا گرویدہ ہوگیا تھا' علی کی جستجو' کوشش اور عزم نے ہی اسے یہاں تک پہنچایا تھا' موسیٰ نے اسے پھر کہیں جانے بھی نہیں دیا' علی زندگی میں پہلی بار اتنے مہربان اور محبت سے معمور سائبان تلے آیا تھا۔

موسیٰ سے اس کی محبت اور عقیدت نے اسے خود بھی کہیں اور نہ جانے دیا' کہیں اور نہ جانے کی ایک اہم وجہ نور کی حسین صورت بھی تھی' موسیٰ کی طرح نور نے ہرگز بھی اپنائیت سے اس کا استقبال نہیں کیا تھا' علی کے سامنے بھی اس نے اپنے باپ سے علی کی اپنے گھر میں رہنے پر بحث و مباحثہ کیا مگر موسیٰ نے بعد میں جانے کس طرح سے اس کو سمجھا کر راضی کرلیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں علی کے لیے نفرت' بیزاریت اور حقارت خود علی سے بھی نہیں چھپی تھی' نور کو یہ لاغر ہڈیوں کا ڈھانچہ نما لڑکا ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا اور پھر اپنے باپ کا جھکاؤ علی کی طرف دیکھ کر وہ جھنجلا جاتی' جو محبت اب تک وہ سمیٹ رہی تھی علی اس میں مخل ہوتا اس میں حصے دار بھی بن گیا تھا۔

نور کی انا کو یہ گوارا نہ تھا' اپنے قیامت خیز حسن سے وہ پوری طرح واقف تھی' سوز عم اور گھمنڈ بھی خوب تھا۔ نور سے ہٹ کر باقی سب اس کے لیے یہاں بہت اچھا تھا' یہاں سورج تھا' زندگی کی رونق تھی' اس کے ہم عمر کئی لڑکے تھے' دھیرے دھیرے وہ سب میں گھلتا ملتا چلا گیا' گھر میں نور اسے اپنے ساتھ مختلف کاموں میں مصروف رکھتی۔ کوئی غلطی ہوجاتی تو علی کو اس کی چنگھاڑیں اور مغلظات برداشت کرنا پڑتیں' غصے میں تو کسی کی بھی نہیں سنتی تھی' موسیٰ کی غیر موجودگی میں تو علی کو نور کی مار بھی برداشت کرنا پڑتی...... علی نے اس کی شکایت پھر بھی موسیٰ سے نہیں کی تھی۔

موسیٰ اپنی بیٹی سے بہت محبت کرتا تھا' وہ اس کے ساتھ سختی برت ہی نہیں سکتا تھا مگر اس نے علی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کبھی نور کے سلوک سے دلبرداشتہ ہوکر گھر چھوڑ کر

UUNOVELS.COM

نہیں جائے گا' علی ہر صورت اپنے وعدے کی پاسداری رکھنا چاہتا تھا' جو محبت اور شفقت موسیٰ نے اس کو دی تھی اس کے بعد وہ سب کچھ برداشت کر جانے کی ہمت رکھتا تھا۔ گھر کے کاموں میں علی اور موسیٰ دونوں ہی نور کی مدد کرتے تھے۔ فراغت کے وقت موسیٰ' علی کو ساتھ لے کر قصبے میں اپنی دکان پر جاتا' علی بغور اس کے کام کو دیکھتا اس کی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے موسیٰ نے اسے اپنا کام سکھانا شروع کر دیا تھا۔ اکثر وہ موسیٰ کی اجازت سے دوستوں کے ساتھ گھومنے یا جنگل میں چھوٹے موٹے شکار کے لیے چلا جاتا تھا۔

❁......❁......❁......❁......❁

وہ ایک چمکتا ہوا دن تھا' پہاڑوں پر برف پگھل رہی تھی۔ ہر سمت سورج کی نرم گرم کرنیں بکھری تھیں' معمول کی طرح اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے وہ اشیائے خورد و نوش کا سامان اٹھائے گھر آ رہا تھا۔ ناہموار پتھریلی چڑھائی کے دوران اس کی نظریں ارد گرد بکھرے سبزے اور جنگلی پھولوں پر تھیں' ان کے رنگ آنکھوں میں جذب کرتا وہ روح تک سرشار ہو رہا تھا مگر یہ سرشاری اس وقت غائب ہوگئی جب دور سے ہی اس کی نگاہ گھر کی کھڑکی کے پاس کھڑے کسی لڑکے تک پہنچی' سامان کی ٹوکری سنبھالے وہ دوڑتا ہوا وہاں تک پہنچا مگر چند قدم کے فاصلے پر ہی زمین نے اس کے قدم جکڑ لیے تھے۔ وہ اس لڑکے کو پہچانتا تھا' یہ خرم تھا قصبے کے آوارہ اور اوباش لڑکوں کا سرغنہ' موسیٰ نے اسے سختی سے تاکید کر رکھی تھی کہ وہ خرم اور اس جیسے دوسرے لڑکوں سے دور رہے اور اب وہ اسی خرم کو دیکھ رہا تھا۔ خرم نے کھڑکی سے لگی بیٹھی نور کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے' دوسری جانب نور استہزائیہ نظروں سے علی کو دیکھتی مسکرائی تھی۔

''پیاری نور...... یہ کاٹھ کا الو تو آج وقت سے پہلے آ دھمکا ہے' اب کیا کروں تم حکم کرو۔'' نور سے مخاطب ہو کر خرم نے مضحکہ خیز نظروں سے علی کے لال بھبھوکا ہوتے چہرے کو دیکھا۔

''نہیں یہ الو نہیں ہے' ہمارے گھر میں کوئی پالتو وفادار جانور نہیں تھا اس لیے ڈیڈی نے اسے ہمارے گھر میں رکھ لیا' یہ ہمارے ٹکڑوں پر یہاں پل رہا ہے' فکر مت کرو' یہ ہم پر نہیں بھونکتا۔'' اس کی بات پر اس کی غصہ سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''مگر اس کے تیور دیکھ کر تو لگتا ہے کہ یہ صرف بھونکے گا نہیں کاٹے گا بھی' مجھے اس کے گلے میں پٹہ ڈالنا ہوگا۔'' خرم نے خونخوار نظروں سے علی کو گھورتے ہوئے کہا۔

''تمہاری مرضی ہے۔'' نور نے کندھے اچکائے۔

خرم آستین چڑھاتا علی کی طرف بڑھا' خرم ایک اونچے قد کاٹھ اور مضبوط جسامت کا لڑکا تھا' اس کے ایک ہی گھونسے میں علی کا چاروں خانے چت ہو جانا کوئی حیرت انگیز بات نہیں تھی مگر یہاں کایا ہی پلٹ گئی تھی علی نے خرم کی وہ حالت کی کہ نور دیکھتی رہ گئی تھی۔

''آئندہ میں تمہیں یہاں نہ دیکھوں۔'' علی غصہ سے بولا اور اس کو زمین پر پھینک کر گھر کے اندر چلا گیا۔

''تم اور ڈیڈی مجھے میرے محبوب سے جدا کرنے کے لیے کتنی ہی باڑھیں لگا لو مگر وہ میرے ایک اشارے پر ساری حدیں توڑ کر مجھ تک پہنچے گا۔'' نور کے نفرت انگیز کچا چبا جانے والے انداز پر وہ چپ چاپ دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا' وہ بس یہ سوچ کر مطمئن تھا کہ اب خرم کے غلیظ ہاتھ نور تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

❁......❁......❁......❁

علی آتش دان میں لکڑیاں ڈال کر اچھی طرح آگ سلگانے میں مگن تھا جب کچن سے موسیٰ نے اسے مخاطب کیا۔

''علی میں کھانا تیار کر چکا ہوں تم ذرا جھیل تک جا کر میری جل پری کو بلا لاؤ پھر ساتھ کھانا کھائیں گے۔'' موسیٰ کے مصروف انداز سے اس کے اچھے موڈ کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا' جب وہ بہت خوش ہوتا تھا تو اپنی بیٹی کو جل پری کہتا تھا' یہ تو علی بھی جانتا تھا کہ جھیل پر جائے بغیر نور رہ

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

نہیں سکتی تھی۔ وہ دروازہ کھولتا باہر نکل گیا۔

وہ جل پری ہی تو تھی، جھیل کی لہروں کا حسن اور چاندنی راتوں کا سحر اس کے ہی جلوۂ ناز کا محتاج تھا..... علی نے چاہا تھا کہ وہ یونہی اسے بے حس وحرکت دیکھتا رہے، وقت ہمیشہ کے لیے ٹھہر جائے مگر نور سے جڑی کچھ اور خواہشوں کی طرح اس کی یہ خواہش بھی پوری نہیں ہو سکی تھی..... یہ اس کی پُر حدت نگاہوں کا ہی اثر تھا کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کے آنے کا مقصد سمجھ کر گرم شال کاندھوں پر ٹھیک کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اتنے بے شمار دن گزرنے کے بعد بھی علی کے لیے اب ناممکن ہوتا جا رہا تھا۔ شاید اسے اپنی سہیلیوں سے پتا چل گیا تھا کہ خرم کے باپ نے اسے دور کسی شہر بھیج دیا ہے، نور کی خاموشیوں کی وجہ نارسائی اور دکھ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے پیچھے سر جھکائے چلتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا۔

''نور..... وہ تمہارے قابل نہیں تھا، تم اس کے لیے رنجیدہ رہنا چھوڑ دو۔'' جانے کیسے وہ جرأت کرتا اسے مخاطب کر گیا جب کہ نور رک کر اس کی طرف پلٹی، اس کے تیور بڑے دن بعد علی کو بگڑتے دکھائی دے رہے تھے۔

''تم مجھے اپنی رائے مت دو کیونکہ تم اس قابل نہیں ہو..... مجھے کیا کرنا ہے کیا نہیں یہ بتانے کی تمہیں ضرورت نہیں..... تم خرم کے پیروں کی خاک بھی نہیں سمجھے۔'' وہ تقریباً غرائی۔ وہ سن کھڑا اس کے سامنے خود کو بہت چھوٹا محسوس کر رہا تھا اور نور وہ تو آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھی۔

❁.....❁.....❁.....❁

اس رات موسیٰ کے ایک دیرینہ دوست کی آمد ہوئی تھی، موسیٰ کھانا ختم کر کے دوست کے ساتھ دوسرے کمرے میں شطرنج کھیلنے بیٹھ گیا تھا، ایسا اکثر ہوتا تھا، علی اور نور دونوں ہی موسیٰ کے اس پسندیدہ مشغلے سے واقف تھے، علی کچن میں موسیٰ اور اس کے دوست کے لیے قہوہ تیار کر رہا تھا جب کہ نور میز سے کھانے کے برتن سمیٹ رہی تھی، ساتھ والے کمرے سے آتی باتوں کی آواز بھی بخوبی سنائی دے رہی تھی۔

''موسیٰ..... تم بہت خوش قسمت ہو، علی کی صورت میں اللہ نے تمہیں ایک فرماں بردار، سعادت مند بیٹا دے دیا ہے، میرا خیال ہے کہ تمہیں نور کی شادی کے لیے کسی اور جانب دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے، نور کا ہاتھ علی کے ہاتھ میں دے دو۔'' موسیٰ کا دوست اور بھی کچھ کہہ رہا تھا مگر نور کو پتنگے لگ گئے تھے۔ غصے سے بل کھاتی علی کی طرف اس نے دیکھا مگر وہ یوں ظاہر کر رہا تھا جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو، گرم قہوے کے پیالے اٹھائے وہ کسی بھی جانب دیکھے بغیر کچن سے نکل کر ساتھ والے کمرے میں چلا گیا، غصے میں کھولتی نور پلیٹیں میز پر واپس پٹخ کر کھڑکی میں آ بیٹھی تھی۔

''یہ پاگل بوڑھا یہاں آ کر جانے کون کون سی پٹیاں ڈیڈی کو پڑھاتا ہے اور اس علی..... اسے تو میں بخشوں گی نہیں، اس کی یہ اوقات تک نہیں کہ میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے مگر ڈیڈی کی وجہ سے.....'' غصے سے اس کی پیشانی کی رگیں تن گئی تھیں۔ موسیٰ اپنے دوست کو الوداع کہہ کر واپس آیا تو نور بالکل تیار کھڑی تھی، اس کے سامنے، آتش دان کے قریب بیٹھے علی نے کچھ خوف زدہ نظروں سے نور کو دیکھ رہا تھا۔

''ڈیڈی..... مجھے میری ماں کا پتا بتائیں، میں اپنی ماں کے پاس جانا چاہتی ہوں۔'' اس کے سخت اور کھردرے لہجے سے زیادہ اس کے مطالبے نے موسیٰ کو سناٹے میں گھیر لیا تھا۔

''مجھے اس طرح مت دیکھیں، میں نے کوئی انہونی بات نہیں کہی، مجھے حق ہے اپنی ماں کے ساتھ رہنے کا۔'' موسیٰ کی گنگ حالت پر وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

''تمہیں کیا ہوا ہے نور..... تم اچانک اس طرح کیوں اپنے باپ کو چھوڑ کر اپنی ماں کے پاس جانے کا مطالبہ کر رہی ہو؟ اس سے پہلے تو کبھی تم نے.....''

''اس سے پہلے تک میں نے کبھی اپنی ماں کا نام تک آپ کے سامنے نہیں لیا کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ پہنچے

UUNOVELS.COM

کہیں آپ کو یہ تشویش نہ ہو کہ آپ کی محبت میں کوئی کمی رہ گئی ہے، میں نے ہمیشہ پہلے آپ کو رکھا، ہر چیز، ہر خواہش پر میں نے آپ کو فوقیت دی کیونکہ یہ صرف آپ سے میری محبت ہی نہیں میرا فرض بھی تھا، میں کبھی آپ کو اپنی وجہ سے مایوس نہیں دیکھنا چاہتی تھی مگر اب سب کچھ بدل گیا ہے یہاں تک کہ آپ بھی۔"

"نہیں میری بیٹی...... ایسا نہیں ہے۔" نور کے آنسو موسیٰ کو تڑپا رہے تھے۔

"نہیں رہی میں آپ کی بیٹی۔" نور کی کرب ناک آواز نے علی کے دل کو مٹھی میں جکڑا، لرزتے قدموں سے اپنی جگہ سے اٹھتا وہ ساکت نظروں سے نور کے حسین چہرے پر پھسلتے موتیوں کو دیکھتا رہا کہ اس نے آج سے پہلے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا، یہ منظر، نور رونا نہیں جانتی تھی وہ تو صرف رلانا جانتی تھی، نور کو صرف غصہ کرنا آتا تھا یا ہنسنا آتا تھا، غصہ کر کے، ہنس ہنس کے دوسروں کو رلانا اسے خوب آتا تھا مگر آج۔

"آپ کو صرف اپنے بیٹے سے محبت ہے، یہ ہے آپ کا بیٹا۔" شدید غم و غصے میں علی کی طرف اشارہ کرتی وہ چیخ اٹھی۔ "اس نے آ کر آپ کی محبتوں اور شفقتوں کے رخ بدل دیئے، اس نے آ کر آپ کو احساس دلایا کہ بیٹی سے زیادہ بیٹے کی اہمیت ہوتی ہے بیٹا تو سہارا ہوتا ہے راز دار ہوتا ہے غم گسار ہوتا ہے بازو ہوتا ہے...... بیٹی تو گھر میں پڑی ایک ناکارہ شے ہوتی ہے، جو میری طرح اپنے باپ کا سر جھکا سکتی ہے اس کا اعتبار، بھروسا خود پر سے ختم کر دیتی ہے۔"

"ایسا مت کہو نور...... تم نے کبھی ایسا کوئی کام نہیں کیا، مجھے دنیا میں سب سے زیادہ بھروسا صرف اپنی بیٹی پر ہے۔" موسیٰ تڑپ کر اس کی سمت بڑھا مگر وہ ہاتھ کے اشارے سے اسے روکتی پیچھے ہٹ گئی۔

"کسی کی باتوں میں آ کر آپ نے اپنی بیٹی کو پنجرے میں قید کر دیا ہے، یہ کیسا بھروسا ہے؟ تین سال بہت ہوتے ہیں اب اور مجھے بے وقوف نہ بنائیے آپ...... آپ یہ قبول کیوں نہیں کرتے کہ آپ کو زیادہ محبت علی سے ہے...... اب آپ میرے بغیر تو رہ سکتے ہیں مگر علی کے بغیر نہیں۔" اپنے آنسوؤں کو ہتھیلی سے بے رحمی سے رگڑتی وہ یک دم سن کھڑے علی کی طرف پلٹی۔

"تم نے میرے باپ کو مجھ سے چھین لیا، ان کے دل میں، اس گھر میں جو میری جگہ تھی وہاں تم قابض ہو گئے ہو، اب اور بچا ہی کیا ہے میرے پاس چھن جانے کے لیے...... ڈیڈی کو اب میری نہیں صرف تمہاری بات سمجھ میں آتی ہے، ان کو بتاؤ، سمجھاؤ کہ میں اب مزید تم جیسے حقیر فقیر کو برداشت نہیں کر سکتی، یہ مجھے میری ماں کے پاس جانے دیں...... اس گھر میں یا تو اب تم رہو گے یا میں، ان سے کہو کہ ابھی اور اسی وقت مجھے اپنا فیصلہ سنا دیں۔" بلند آواز میں اس پر بھڑکتی وہ کمرے سے نکل گئی۔ چہرہ لٹھے کی مانند سفید تھا، جب کہ موسیٰ کے چہرے پر تاریک سائے لہرا رہے تھے، ساتھ والے کمرے سے ابھرتی نور کی سسکیوں نے یقیناً اسے دوہری اذیت میں مبتلا کر دیا تھا، علی بمشکل موسیٰ کی سمت بڑھا۔

"میں اب اور اسے اپنی وجہ سے اذیت میں نہیں دیکھ سکتا نہ ہی اسے آپ سے دور ہوتا دیکھ سکتا ہوں...... میں کل ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"وہ صرف تمہاری ضد میں ہٹ دھرمی پر اتر آئی ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ میری اولاد ہے، اس کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔" موسیٰ کے شکستہ لہجے میں بہت کچھ تھا۔

"آپ اسے اور خود کو مزید مشکل میں نہ ڈالیں...... یہاں رک کر آپ سے دور ہو جانے سے بہت بہتر ہے کہ میں یہاں سے دور جا کر آپ کے قریب رہوں۔" موسیٰ کی جانب دیکھے بغیر وہ بھاری لہجے میں بولا۔ موسیٰ گہری سیاہی مائل نیلگوں روشنی میں اس کے جھکے سر کو دیکھتا رہا اور پھر گہری سانس بھر کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ شاید اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا، علی کی آنکھیں ڈبڈبائیں مگر وہ کمال ضبط کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"علی...... جس دنیا میں تم آ گئے ہو یقیناً یہ تمہارے

UUNOVELS.COM

UUNOVELS.COM

تصورات سے زیادہ حسین ہے مگر تمہاری سوچ سے بھی زیادہ دشوار بھی ہے...... یہاں ہر ہر قدم پر تمہارے حوصلے پست کیے جائیں گے مگر کبھی ہمت نہ ہارنا' آگے بڑھنا کتنا ہی کٹھن کیوں نہ ہو مگر کبھی خود سے مایوس نہ ہونا...... ہر چیز وقت آنے پر اپنی جگہ بدلتی ہے' خیر شر میں تبدیل ہو جاتا ہے' شر خیر میں بدل جاتا ہے۔ زندگی موت اور موت زندگی بن جاتی ہے' نفرت' محبت پر غالب آجاتی ہے' کبھی محبت' نفرت پر تمہیں ان سب کا مقابلہ کرنا ہوگا' تب ہی تم اس دنیا میں اپنے قدم جما سکتے ہو' کامیاب ہو سکتے ہو' طاقتور بن سکتے ہو' تمہیں آگے بڑھنا ہے' محنت سے مقابلے سے تمہیں طاقتور اور کامیاب بننا ہے۔" موسیٰ ایک پل کو خاموش ہوا تو علی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں نے جو فیصلہ کیا ہے وہ نور کی وجہ سے نہیں صرف تمہاری وجہ سے تمہارے لیے کیا ہے...... وہ تو بس بہانہ بن گئی ہے' مجھے یہ فیصلہ کبھی نہ کبھی تو کرنا ہی تھا' نور جانتی ہے کہ میں کبھی اسے اس کی ماں کے پاس جانے سے نہیں روکوں گا' میں مر تو سکتا ہوں مگر اس پر جبر نہیں کر سکتا...... اس نے فیصلہ مجھ پر چھوڑا تھا جو میں کر چکا ہوں' وہ اپنی ماں کے پاس نہیں جائے گی۔ اس کے پاس کے جانا ہے یہ میں نور کو بتانا نہیں چاہتا۔"

❁.....❁.....❁.....❁

دھند میں ڈوبی صبح کے نمودار ہوتے ہی موسیٰ جانے کہاں نکل گیا تھا' بند آنکھوں سے علی کو بس اس کے قدموں کی آہٹ سے اندازہ ہوا تھا کہ وہ گھر سے جا چکا ہے شاید وہ اسے الوداع کہنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا' علی کو پتا تھا کہ اس کی طرح وہ بھی ساری رات جاگتا رہا ہے' پُرسکون نیند صرف نور کے حصے میں آئی تھی' جانے اس نے اس سے کیا کہا تھا کہ وہ مطمئن ہو گئی تھی۔ جلتی آنکھوں کے ساتھ اس نے چمڑے کا تھیلا اٹھایا اور ساتھ والے کمرے میں داخل ہو گیا' پہلی نگاہ اس پر ہی پڑی جسے وہ کبھی اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتا تھا' کرسی کی پشت سے سر ٹکائے وہ بہت پُرسکون بیٹھی تھی۔

"میں جانتا ہوں تم میری شکل نہیں دیکھنا چاہتی مگر بس یہ آخری بار ہے' اب تو میں جا رہا ہوں ہمیشہ کے لیے...... باپ کے لیے اس کی اولاد سے بڑھ کر کوئی دوسرا کیسے ہو سکتا ہے' اولاد بھی وہ جو تم جیسی ہو' جس نے اپنی ہر خواہش پر اپنے باپ کی محبت کو اہمیت دی۔" اس کی دھیمی آواز پر نور ناگواری سے کچھ کہتے ہوئے جانے کیا سوچ کر رک گئی' شاید رات بھر کی خاموش گریہ وزاری سے علی کی سرخ سوجی آنکھوں نے اسے چند لمحے مزید برداشت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"مجھے یہاں رکنا نہیں تھا' آگے بڑھنا تھا مگر میں جاتے جاتے تمہیں سچ بتا دینا چاہتا ہوں' یہ موقع دوبارہ کبھی مجھے نہیں مل سکے گا' میں دوبارہ کبھی تمہارے سامنے آ کر تمہیں اذیت دینا بھی نہیں چاہتا' میرے یہاں رک جانے کی ہزاروں وجوہات ہیں مگر کوئی وجہ تم سے زیادہ طاقتور نہیں تھی...... تم نے جو زنجیریں میرے پیروں میں باندھی ہیں میں مرتے دم تک بھی ان سے آزاد نہیں ہو سکوں گا۔" سپاٹ نظروں سے نور اسے دیکھ رہی تھی' جو نم آنکھوں سے اسے دیکھتا لرزتے لہجے میں بول رہا تھا۔

"میں نے سوچا تھا کہ اب اور آگے کس دنیا کی تلاش میں جاؤں' دنیا تو بس یہی ہے کیونکہ یہاں تم ہو' نور مجھے تمہاری نفرت سے بھی محبت ہے...... مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ کب تم روح بن کر مجھ میں اتر گئیں' میرے لیے ممکن ہی نہیں تمہیں خود سے الگ کرنا' یہ صرف موت ہی ہے جو تمہیں مجھ سے الگ کر سکتی ہے۔" شدت ضبط سے لرزتے کانپتے لہجے میں وہ بول رہا تھا۔

"میں یہ قبول کر چکا ہوں کہ میں واقعی اس قابل نہیں کہ تم مجھ سے اتنی انسیت تو رکھتیں جو گھر کے کسی پالتو جانور سے ہو جاتی ہے۔ میری تم سے التجا ہے کہ تم مجھے جاتے ہوئے اس وقت تک دیکھتی رہو جب تک کہ میں تمہاری نگاہوں سے اوجھل نہ ہو جاؤں...... تمہاری نگاہوں کے حصار میں خود کو محسوس کرتا ہوا جاؤں گا تو قدم

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

لوٹ کر آئیں گے نہیں۔" اس نے اپنی بات کے اختتام پر امید سے اسے دیکھا جو پتھر کا بت بنی بے نیاز بیٹھی تھی' علی کی آخری التجاء کا جواب اس نے یوں دیا کہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑکی کے پٹ بند کر دیئے' علی کا چہرہ زندگی سے عاری اور زرد ہو گیا' کہنے سننے کو اب کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا' سسکتے دل اور زخمی نگاہوں سے نور کو دیکھتا وہ دہلیز پار کر گیا' اپنے عقب میں خود ہی دروازہ بند کر کے شاید وہ خود کو سمجھا رہا تھا کہ اب واپسی کے تمام دروازے جو نور کی سمت کھلتے ہیں وہ بند ہو گئے ہیں' نفرت اور محبت کی سرد جنگ میں ہتھیار جانے کس نے ڈالے تھے مگر ہجرت اس پر ہی واجب ہوئی تھی۔

کرسی پر بیٹھی نور عجیب غائب دماغی کی سی کیفیت میں میز کی سطح پر انگلیاں پھیر رہی تھی' اسی کیفیت میں اس نے بند دروازے کی جانب دیکھا' کچھ دیر تک یونہی اسے دیکھتی رہی مگر پھر جانے کیا ہوا' غیر ارادی طور پر یک دم کرسی سے اٹھ کر اس نے کھڑکی کے پٹ کھول دیئے' برف کے اونچے نیچے ٹیلوں پر ڈوبتا ابھرتا علی کا وجود آہستہ آہستہ سکڑ کر نقطے میں بدلتا جا رہا تھا اور پھر وہ نقطہ بھی نور کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

❀....❀....❀....❀

دبے قدموں سے وہ کمرے میں داخل ہوئی جہاں موسیٰ کپڑے سینے میں مشغول تھا' مشین کی گڑگڑاتی آواز تھی وہ کچھ دیر تک یونہی کھڑی اسے دیکھتی رہی پھر گہری سانس بھر کر بیٹھ گئی۔

"ڈیڈی...... اس سے تو اچھا ہوتا کہ آپ مجھے جانے دیتے اور علی کو روک لیتے۔" اس کے خفت بھرے نم لہجے پر موسیٰ نے مشین روک کر اسے دیکھا۔

"میں آپ کو اس طرح اداس اور خاموش نہیں دیکھ سکتی۔ آپ کے لیے مجھ سے بڑھ کر یہ اہم ہے کہ وہ جا چکا ہے۔ میری خوشی سے بڑھ کر ہے اس کے جانے کا دکھ......؟"

"نور...... تم میرا خون ہو' تمہاری وجہ سے باپ بننے کا درجہ ملا ہے مجھے' میرے لیے دنیا میں کوئی ایسا نہیں جو تم سے بڑھ کر ہو یا تمہاری جگہ لے سکتا ہو...... میں آج زندہ ہوں تو صرف اس لیے کہ تم ہو میرے پاس' تمہارے ایسے سوال مجھے تکلیف پہنچاتے ہیں میرے لیے علی ایک سعادت مند' فرماں بردار بچے کی طرح تھا۔ اس سے محبت اور لگاؤ ہو جانا کوئی حیرت انگیز بات نہیں تھی' وہ میری اولاد نہیں مگر اولاد کی طرح وہ میرے زیر سایہ رہا ہے' اتنے طویل عرصے میں تو پالتوں جانور سے بھی محبت ہو جاتی ہے وہ تو ایک معصوم انسان تھا' میں اس کی کمی محسوس ضرور کر رہا ہوں مگر تمہاری موجودگی سے زیادہ اہم میرے لیے کچھ نہیں اس گھر میں' میری زندگی میں ایک فرد کم ہوا ہے' مجھے اس کمی کا عادی ہونے میں کچھ وقت تو لگے گا مگر پھر سب ٹھیک ہو جائے گا' بالکل ویسا ہی جیسا تم چاہتی ہو' جیسا علی کے آنے سے پہلے تھا۔" موسیٰ کے گہرے سنجیدہ لہجے پر وہ مزید کچھ نہ بولی' خاموشی سے مشین پر تیار ہوتے کپڑے کو دیکھتی رہی۔ کچھ وقت گزرا جب موسیٰ نے مشین سے کپڑا اٹھا کر ایک طرف رکھتے ہوئے نور کو دیکھا جو کھڑکی کے بند شیشوں کے پار بکھری رات میں دور برف پوش پہاڑوں کو دیکھ رہی تھی۔

"نور...... کیا تمہاری ماں نے تم سے کہا تھا اپنے ساتھ چلنے کے لیے؟" موسیٰ کے اس اچانک سوال پر وہ حیران ہوئی۔

"میں بہت پہلے سے یہ جانتا ہوں کہ قصبے کے باہر وہ تم سے ملنے آتی ہے۔" اس کے اترے چہرے کو بغور دیکھتا وہ مزید بولا تو جواباً وہ کچھ بول نہیں سکی۔

"اسے یہ مت بتانا کہ میں سب جانتا ہوں۔" کپڑے کی تہہ بناتا وہ بولا۔

"کیوں نہ بتاؤں؟" چور نگاہوں سے اسے دیکھتی وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"مجھ سے الگ ہوتے وقت اس نے عہد کیا تھا کہ جب تک میں اسے نہیں بلاؤں گا تو وہ یہاں نہیں آئے گی...... اس کی عجلت اسے ہی زیادہ نقصان پہنچاتی رہی

UUNOVELS.COM

ہے۔ سوچے سمجھے بغیر فیصلے اور عہد کر لینا پچھتاوے کا سبب بن جاتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ شرمندہ ہو تمہارے سامنے' اس لیے تمہیں منع کر رہا ہوں' مجھے یقین ہے کہ تم اسے نہیں بتاؤ گی جس طرح مجھ سے چھپاتی رہی ہو۔"

"ڈیڈی...... میں آپ کے دل کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتی تھی اس لیے کبھی بتا نہیں سکی' ماں بھی یہی چاہتی تھیں کہ آپ کو ان سے میرے ملنے کی خبر نہ ہو' ان کو یہ ڈر رہا کہ کہیں آپ یہ نہ سوچیں کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہیں۔" نور کے جھجکتے لہجے پر موسیٰ خاموش رہا۔

"ڈیڈی...... آپ اور ماں ایک ساتھ کیوں نہیں رہ سکتے؟ میں آپ دونوں کو ساتھ دیکھنا چاہتی ہوں' وہ آج بھی آپ سے بہت محبت کرتی ہیں اور آپ بھی تو......"

"نور...... ابھی تم نے کہا تھا کہ تم اپنی ماں کا ذکر کر کے میرے دل کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتی تھیں۔" موسیٰ کے تنبیہہ لہجے پر وہ بات ادھوری چھوڑ گئی۔

"میں تمہیں سمجھانے کے لیے بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ نہ اس کا میری دنیا میں رکنا ممکن تھا نہ میرا اس کی دنیا میں جانا' یہ بات تمہاری ماں کو دیر سے سمجھ میں آئی' نتیجہ تمہارے سامنے ہے' مجھے کوئی اعتراض نہیں کہ تم اس سے ملتی ہو مگر میرے سامنے اب اس کا ذکر نہ کرنا جس طرح پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔" موسیٰ کے مضطرب لہجے پر وہ اپنے اندر سر اٹھائے احتجاج کا گلا گھونٹ گئی۔

"میں اب دوبارہ کبھی ان کی بات آپ کے سامنے نہیں کروں گی۔" وہ دھیمے لہجے میں بولی اور پھر آنکھوں میں امڈ آئے آنسو چھپائے کمرے سے نکل گئی۔ اسے لگتا تھا کہ اس کے ماں باپ کو اپنی اپنی انا بہت عزیز ہے اور آج یقین بھی ہو گیا تھا مگر اپنی انا کی سربلندی کے لیے وہ دونوں اسے کن محرومیوں سے دوچار کر رہے تھے شاید جانتے ہوئے بھی وہ دونوں انجان رہنا چاہتے تھے۔

"کبھی کسی انسان کو ہلاک نہ کرنا' کوئی ایسی چیز نہ لینا جو تمہیں نہیں دی گئی' جھوٹ کبھی نہ بولنا' نشہ آور شروب نہ پینا' بدکاری نہ کرنا...... اگر تم جھگڑا نہ کرو تو دنیا میں کوئی تمہارے ساتھ لڑ نہیں سکے گا' اچھوں کے ساتھ اچھے رہو اور برے کے ساتھ بھی اچھے رہو' سب تمہارے ساتھ اچھے ہو جائیں گے' خلوص رکھنے والوں کے ساتھ پر خلوص رہو' خلوص نہ رکھنے والوں کے ساتھ بھی پر خلوص رہو لہٰذا سب پر خلوص ہو جائیں گے' دنیا میں نرم ترین چیز...... سخت ترین چیز پر غلبہ پا لیتی ہے...... میں ان تمام نصیحتوں کے ساتھ تمہیں اللہ کی اس دنیا کے ایک عظیم اور پر امن شہر کی جانب بھیج رہا ہوں' مجھے پوری امید ہے کہ تم میری نصیحتوں پر چلتے رہو گے تو بہت کامیابی کے ساتھ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ گے۔" موسیٰ کی آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی جب وہ زندگی کے دریا میں بہتا چلا جا رہا تھا' جانے یہ کون سا شہر تھا' یہاں سب کچھ اس کے لیے حیران کن تھا' آسمان کو چھوتی خوب صورت عمارتیں' پکی شفاف سڑکوں پر فراٹے بھرتی لمبی لمبی گاڑیاں' عجلت میں بھاگتے دوڑتے خوش لباس لوگ۔ وہ حیران بھی تھا' غمزدہ بھی اور گھبرایا ہوا بھی...... وہ اس محل نما گھر کے آہنی دروازے کے باہر کھڑا اس دروازے کی بناوٹ اور اونچائی کو تک رہا تھا تب ہی اس کا انتظار ختم ہوا اور کھلتے دروازے سے تیزی سے باہر آتی عورت نے اس کی آنکھوں کو ساکت کر دیا تھا' سرخ گاؤن میں ملبوس نفیس گرم شال کاندھوں کے گرد لیے وہ پُر وقار عورت حیرت سے اسے دیکھتی قریب آ گئی' اس کے ہاتھ میں وہی خط تھا جو موسیٰ نے اس عورت کے لیے ہی علی کے ہاتھ بھیجا تھا۔

"تم علی ہو...... تمہیں موسیٰ نے میرے پاس بھیجا ہے؟" علی کے شانوں کو تھامتی وہ بے تحاشا بے یقینی اور خوشگوار حیرت سے تصدیق چاہ رہی تھی' جواباً علی اس کے چہرے کو تکتا بمشکل اثبات میں سر ہلا سکا تھا جب کہ وہ عورت ایک بار پھر خط کو بغور پڑھنے لگی تھی۔ جو بس چند سطروں پر مشتمل تھا۔

UUNOVELS.COM

"حنا..... میں تمہارے پاس علی کو بھیج رہا ہوں' یہ بہت عزیز ہے مجھے' جس طرح نور ہماری اولاد ہے علی کو بھی نور جیسا ہی سمجھو' مجھے بھروسا ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گی' یہ دنیا دیکھنا چاہتا ہے اور میں اسے بہت کامیاب دیکھنا چاہتا ہوں' اس کی اور میری خواہش کو تم پورا کر سکتی ہو' نور بالکل پسند نہیں کرتی علی کو کیونکہ وہ اپنے باپ کی محبت کو تقسیم ہوتا نہیں برداشت کر سکتی' نور سے میں نے یہ بات چھپائی ہے کہ علی کو میں نے اس کی ماں کے پاس بھیجا ہے' صرف اس لیے کہ وہ ہم دونوں سے بدظن نہ ہو جائے' جس طرح تم نے مجھ پر بہت مہربانی کی علی کے لیے بھی مہربان رہنا اور اس کا خیال رکھنا۔" علی یک ٹک خط پر نظریں دوڑاتی حنا کو حیران نظروں سے دیکھتا رہا۔ موسیٰ نے اسے نہیں بتایا تھا کہ وہ اسے کس کے پاس بھیج رہا ہے' جدائی کی اذیت اور دکھ میں وہ بھی موسیٰ سے کوئی سوال نہ کر سکا تھا مگر اب اسے سمجھ میں آرہا تھا کہ وہ کس کے پاس موجود ہے' اس عورت کا چہرہ بالکل بھی اس کے لیے اجنبی نہ تھا کیونکہ اس عورت کے چہرے میں اسے نور کے نقش دکھائی دے رہے تھے' دل میں اٹھتی درد کی لہریں اسے نور کی یاد دلا گئی تھی۔

"آپ نور کی ماں ہیں؟" علی کے سوال پر حنا نے چونک کر خط سے نظر ہٹائی۔

"ہاں..... میں نور کی ماں ہوں اور اب تمہاری بھی۔" پُرشفقت مسکراہٹ کے ساتھ حنا نے اس کے سر کو تھپتھپایا اور پھر اس کا ہاتھ تھامے دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی۔

❁ ❁ ❁ ❁

جھیل کے کانچ جیسے چمکتے پانی کو تکتے ہوئے آج پہلی بار اسے احساس ہوا کہ اس کی طرح یہ جھیل بھی کتنی تنہا ہے۔

"شکر ہے کہ آج تم یہاں نظر آرہی ہو ورنہ اتنے دن گزر گئے ہیں تمہیں دیکھے بغیر۔" اس کے قریب ہی پتھر پر بیٹھتی اس کی دوست عالیہ خفت سے بولی۔

"کچھ خبر بھی ہے تمہیں خرم کے ماں باپ تمہارے خلاف کیسی کیسی باتیں کرتے پھر رہے ہیں؟"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں وہ؟" نور کا انداز سرسری سا تھا۔

"یہی کہ تم نے ان کے بیٹے کو اپنے جال میں پھنسایا تم سے بچانے کے لیے انہیں خرم کو دور بھیجنا پڑا اور تو اور تمہارے ڈیڈی کے خلاف بھی بول رہے ہیں۔" عالیہ نے بتایا۔

"مجھے پرواہ نہیں' ڈیڈی ان کی زبانیں خود بند کر دیں گے' ویسے بھی یہ تو سچ ہی ہے کہ مجھ سے ڈر کر ہی خرم کے باپ نے اسے شہر بھیج دیا۔" وہ ناگواری سے بولی۔

"تو کیا تمہیں خرم کی بھی پروا نہیں؟" عالیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"میں ایسے بزدل کی پروا کیوں کروں جو ایک مار سے ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ سارا دن وہ میرے گھر کے ارد گرد منڈلاتا رہتا تھا' اپنی محبت کا یقین دلانے کے لیے' مجھے بس رحم آ گیا تھا اس پر' اس کی محبت قبول کرنے کی ایک یہ وجہ بھی تھی کہ اس نے بتایا تھا وہ شہر میں کاروبار کرے گا اور وہیں رہے گا' میں نے سوچا تھا کہ اس طرح میرا بھی شہر اور اس قصبے سے تعلق جڑا رہے گا' شہر میں رہنے کی میری خواہش بھی پوری ہو جائے گی اور ڈیڈی سے بھی دور نہیں ہو سکوں گی۔"

"ہاں' یہ تو اچھا ہوتا اگر خرم منہ چھپا کر نہ بھاگتا..... اتنے دن گزر گئے اس نے کوئی رابطہ بھی نہیں کیا تم سے لیکن پھر بھی اگر اچانک کسی دن وہ آ گیا تو؟" عالیہ نے سوال کیا۔

"اس کے ماں باپ ہیں یہاں' کبھی بھی آ سکتا ہے نہ بھی آئے تو مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ بیزاری سے بولی۔

"فرق تو پڑنا چاہیے' تمہیں انتظار تو ہوگا اس کا۔" عالیہ نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا تم کوئی اور بات نہیں کر سکتیں؟" نور اکتا کر بولی۔

"نور..... تمہیں یہ محسوس نہیں ہوا کہ علی کو اپنے گھر

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

سے نکلوانے کے بعد تم ہر چیز' ہر بات سے ناخوش اور بیزار رہنے لگی ہو...... جو تم چاہتی تھیں وہ ہوگیا ہے پھر کیوں تم مطمئن نظر نہیں آتیں؟" عالیہ بغور اسے دیکھتی بولی۔

"کیسے مطمئن نظر آسکتی ہوں...... علی کو گھر سے تو نکال دیا مگر ڈیڈی کے دل سے اسے کیسے نکالوں۔" وہ تلخ لہجے میں بولی۔ "ان کی خاموشی سے' ان کے چہرے کے تاثرات سے ہی اندازہ ہوجاتا ہے مجھے کہ وہ علی کو یاد کرتے ہیں' اس کے لیے فکرمند ہیں۔"

"یقیناً...... تمہارا اندازہ درست ہوگا مگر کیا تمہیں اندازہ ہوتا ہے کہ کب' کس وقت تمہاری باتوں میں علی کا ذکر آجاتا ہے؟" عالیہ کے معنی خیز لہجے پر وہ چونکی۔

"مجھے یہ لگتا ہے کہ علی کو اپنے ڈیڈی سے دور کرنے کے بعد تم یا تو پچھتا رہی ہو یا پھر تم اس کی ان باتوں کو دل' دماغ سے نکال نہیں پارہیں جو اس نے وقت رخصت تم سے کی تھیں...... تم بھی جانتی ہو وہ اعتراف محبت تھا' کم از کم وہ خرم کی طرح بزدل تو نہیں نکلا...... ورنہ مجھے تو یقین تھا کہ وہ کبھی تمہارے سامنے دل کھول کر رکھنے کی ہمت نہیں کرسکے گا' واقف تو ہم سب ہی سہیلیاں تھیں کہ وہ احمقانہ حد تک تمہاری محبت میں پاگل ہے۔" عالیہ کے استہزائیہ لہجے پر نور کے تیور بدلے۔

"عالیہ...... تمہیں حق نہیں ہے اس کو احمق اور پاگل قرار دینے کا' وہ یہاں سے جاچکا ہے۔ لہٰذا اب اس کے بارے میں بکواس کرنا بند کردو۔" بات ختم کرکے وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

"نور...... حق تو تمہیں بھی نہیں تھا اسے دن رات ذلیل کرتے رہنے کا مگر تم یہ کام مسلسل کرتی رہی ہو' تمہارا تو مشغلہ تھا ہم سب سہیلیوں کے سامنے اسے بے عزت کرنا' اس کا مذاق اڑانا...... تمہیں تسکین ملتی تھی جب وہ تمہارے ذلت آمیز سلوک پر اپنے آنسو بھی نہیں چھپا پاتا تھا' تم اس سے حسد' جلن رکھتی تھیں کیونکہ تم سے برداشت نہیں ہوتا تھا کہ تمہارے ڈیڈی اس سے شفقت سے پیش آئیں' اسے تمہارے برابر سمجھیں۔" عالیہ بھی غصے میں بولتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرا مشورہ مانو تو اب آسمان سے نیچے آجاؤ کیونکہ اگر تم کوئی حور یا پری ہوتیں تو خرم اس طرح تمہیں چھوڑ کر نہ جاتا اور ہاں' تم مطمئن کبھی ہو بھی نہیں سکتیں کیونکہ تم نے اپنے ڈیڈی سے علی کو جدا کرکے ان کے دل کو تکلیف پہنچائی ہے' علی کو دربدر کیا ہے' تم بھی اسی طرح روتی رہو گی جس طرح تم علی کو رلاتی رہی ہو...... میں اب تمہارے پاس نہیں آؤں گی' تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ تم سے بات کی جائے۔" عالیہ غصے میں اس کو کھری کھری سناتی وہاں سے چلی گئی جبکہ نور جلتی آنکھوں سے اسے دیکھتی اپنی جگہ ساکت کھڑی رہی۔

شہر آکر علی کی زندگی پہلے جیسی نہیں رہی تھی۔ پہلے نور کو دیکھتے موئی کے ساتھ وقت بتاتے اسے دن گزرنے کا پتا نہیں چلتا تھا اور اب ان کی یادوں کے سہارے وہ دن گزارنا تو چاہتا تھا پر بہت مشکل تھا۔ وہ اس وقت بھی تنہا بیٹھا تھا جب حنا اس کے پاس آئی۔

"علی...... تم مجھ سے یہ نہ چھپایا کرو کہ تم موئی اور نور کو بہت زیادہ یاد کرتے ہو' میرا شوہر اور بیٹی دونوں بہت مشکل مگر بہت مختلف انسان ہیں' ان سے الگ ہونا تمہارے لیے بھی یقیناً بہت مشکل مرحلہ ہے مگر تمہیں اس طرح اداس اور غمگین دیکھ کر مجھے لگتا ہے کہ میں موئی کی امیدوں پر پورا نہیں اتر رہی...... موئی نے تمہارے لیے مجھ پر بھروسا کیا ہے یہ میرے لیے بہت بڑی بات ہے' تم نہیں جانتے کہ میں کس قدر خوش ہوں تمہارے آنے سے کیونکہ تمہاری آمد نے میرے اور موئی کے تعلق میں ایک نئی روح پھونک دی ہے' اسے زندہ کیا ہے' میں ایک بار پھر موئی کو مایوس نہیں کرنا چاہتی...... تمہیں جب ان دونوں کی یاد آئے مجھ سے ان کے بارے میں بات کیا کرو مگر یوں افسردہ نہ رہا کرو۔"

"آپ پریشان نہ ہوں' میں آپ کے ساتھ بہت خوش ہوں' میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ آئندہ آپ

UUNOVELS.COM

مجھے افسردہ اور اداس نہیں دیکھیں گی۔" وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

"موسیٰ کی طرح مجھے بھی تم پر فخر ہے۔" حنا اس کے شانے کو تھپکتی مسکرائی۔

"آپ ان دونوں سے کیوں نہیں ملتیں؟" آج وہ یہ سوال کرنے کی جسارت کر گیا۔

"صرف نور سے ملتی ہوں..... مگر موسیٰ یہ سچ نہیں جانتا۔" حنا کا جواب مختصر دیا۔

"لیکن وہ آپ کے شوہر ہیں' کیا آپ ان سے بہت ناراض ہیں؟" وہ جھجکتے ہوئے مزید پوچھنے لگا۔

"علی..... تم نے مجھ سے وہ سب باتیں نہیں چھپائیں جو موسیٰ نے میرے بارے میں تم سے کی تھیں' ان باتوں کو سننے کے بعد میرے دل میں اگر کوئی شکایت تھی بھی تو اب نہیں رہی لیکن وہ ضرور ناراض ہے مجھ سے' شاید اس لیے کہ میں ثابت قدم نہ رہ سکی اور شاید یہی شرمندگی مجھے اس سے چھپنے پر مجبور کرتی ہے۔" حنا کے لہجے اور چہرے کے تاثرات میں کرب تھا لیکن اگلے ہی پل دھیرے سے سر جھٹکتی وہ مسکرائی۔ "تم ان باتوں کی گہرائی میں نہ جاؤ' بس خوش رہا کرو' اپنی زندگی کے مقصد کو یاد رکھو' دنیا دیکھو' اپنے فیصلے خود کرنا سیکھو۔"

"میں نور کے بارے میں کچھ پوچھوں آپ سے؟"

"ہاں ضرور پوچھو اور تم فکر نہ کرو میں ایک دن اس کی اور تمہاری صلح ضرور کروا دوں گی' ابھی تو موسیٰ یہی چاہتا ہے کہ نور بے خبر رہے کہ تم میرے پاس ہو۔" حنا نے کہا۔

"آپ کو نہیں لگتا کہ آپ کے ساتھ نور کی زندگی زیادہ بہتر ہوتی' ان پہاڑوں سے دور؟"

"اسے کوئی کمی ان پہاڑوں پر بھی نہیں ہے علی..... میرے ساتھ اسے بہت پرآسائش زندگی میسر ہو جاتی مگر اس زندگی میں صرف وہی نہیں میں بھی موسیٰ سے محروم ہو جاتی' میں اس کی ماں ہوں' کسی نہ کسی طرح اس کی زندگی میں اپنی کمی کو پورا کرنے اس کے پاس پہنچ جاتی ہوں مگر اسے موسیٰ سے دور کر کے میں اس کی زندگی میں موسیٰ کی کمی کو پورا نہیں کر سکتی تھی اور پھر میں یہی چاہتی تھی کہ وہ اپنی ماں کی طرح کمزور ثابت نہ ہو' وہ اپنے باپ کی طرح ان پہاڑوں کا سامنا کرنا سیکھ جائے' کبھی ان سختیوں سے نہ گھبرائے جن کی وجہ سے میں موسیٰ سے دور ہوئی تھی۔"

"نور کو آپ سے کوئی شکایت نہیں؟" علی نے پوچھا۔

"ہے اسے شکایت..... مگر اس سے کچھ چھپا نہیں ہے' وہ جانتی ہے کہ اس کے ماں باپ سدھرنے والے نہیں۔" حنا مسکرا کر بولی۔

"شاید میں کبھی سمجھ سکوں کہ آپ اور ڈیڈی ایک دوسرے سے کیسی محبت کرتے ہیں۔" اس کے الجھے لہجے پر حنا خاموش رہی۔

"آپ کو مجھ سے بھی کوئی شکایت نہیں ہوگی' میں آپ کی ہر بات مانوں گا' بس مجھ سے وعدہ کریں کہ آپ نور کو میرے بارے میں کبھی کچھ نہیں بتائیں گی۔"

"ٹھیک ہے' میں تم سے وعدہ کرتی ہوں۔" حیرت سے اس کو دیکھتی حنا کو وعدہ کرنا پڑا تھا۔

بہت دن بعد جب ایک صبح قصبے کے بازار سے وہ گزر رہی تھی تو اچانک ہی اس کا ٹکراؤ عالیہ سے ہو گیا' عالیہ کے چہرے پر ناراضی ضرور تھی مگر وہ بھی نور کی طرح کترا کر آگے نہ بڑھ سکی تھی۔

"کیسی ہو؟" نور نے پہل کی۔

"تمہیں کیا..... تم سے تو اتنا نہ ہوا کہ مجھے منانے ہی آجاتیں۔" عالیہ خفت سے بولی۔

"اس سے پہلے تم کبھی یوں ناراض بھی تو نہیں ہوئی تھیں۔ بہت رہ چکیں ناراض' اب صلح کر لیں؟" نور کے نرم لہجے پر عالیہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تم کچھ بدلی بدلی سی لگ رہی ہو' سب ٹھیک تو ہے؟"

"ہاں' سب ٹھیک ہے' بس میں نے خود کو بہت مصروف کر لیا ہے' وہ سارے کام جو علی کرتا تھا وہ سب میں

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

نے اپنے ذمہ لے لیے ہیں میں چاہتی ہوں ڈیڈی اس کی کمی کو محسوس کرنا چھوڑ دیں۔"

"اس سے کیا ہوگا؟" عالیہ نے بغور اسے دیکھا۔

"وہ اسے بھول جائیں گے۔"

"تم بھول سکتی ہو اسے مگر تمہارے ڈیڈی نہیں۔" اس نے بات کاٹی۔

"تم اب مجھ سے ملنے آؤ گی جھیل پر؟" نور موضوع بدل گئی۔

"ہاں آج شام ہی آؤں گی مگر تم ابھی کہاں جا رہی ہو؟"

"ڈیڈی کے پاس، گھر میں سارا دن تنہا وحشت ہوتی ہے، دکان پر میں ڈیڈی سے ان کا کام سیکھ رہی ہوں، بہت جلد ان کے کام میں ان کی مدد کرنے کے قابل ہو جاؤں گی ان پہ کام کا بوجھ بھی کم ہو جائے گا۔"

"مجھے دیر ہو رہی ہے، گھر ضرور آنا۔" نگاہ چراتی وہ آگے بڑھ گئی جب کہ عالیہ ترحم آمیز نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

❀ ❀ ❀ ❀

سلگتے آتش دان کے قریب ہی کاؤچ پر نور گرم کمبل میں لیٹی کافی نڈھال دکھائی دے رہی تھی، باہر برف باری زور پکڑتی جا رہی تھی، برفانی ہواؤں کے شور کے درمیان اسے موسیٰ کی آواز سنائی دی۔

"اب سستی نہ کرنا میں انکار نہیں سنوں گا، تمہارا بخار بڑھتا جا رہا ہے، جلدی سے اٹھ کر یہ دوا کھاؤ۔" موسیٰ کے کچھ سخت اور قطعی لہجے پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی اٹھ بیٹھی تھی۔ دوبارہ کمبل ناک تک کھینچتی وہ کچھ دیر تک آتش دان میں چٹختی لکڑیوں سے اٹھتی چنگاریوں کو دیکھتی رہی اور پھر موسیٰ کی طرف متوجہ ہو گئی جو اپنے لیے بستر لگا رہا تھا۔

"ڈیڈی...... کتنا عرصہ گزر گیا ہے علی کو گئے ہوئے؟" اس کی دھیمی و کمزور آواز سنتے موسیٰ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"شاید ایک سال مگر آج اچانک تمہیں علی کا خیال کیسے آیا؟"

"بس یونہی۔" وہ بمشکل بول سکی۔ "ڈیڈی...... قصبے سے کتنے ہی لوگ شہر آتے جاتے ہیں، آپ کو اس کا پتا کروانا چاہیے، وہ جانے کس حال میں کہاں، کہاں بھٹک رہا ہوگا۔"

"نور...... کیا تمہیں احساس ہو رہا ہے کہ تم نے اس کے ساتھ غلط کیا؟" اپنی حیرت چھپاتے موسیٰ نے سرسری لہجے میں پوچھا۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا اس کے ساتھ، آخری فیصلہ تو آپ نے کیا تھا۔" اس کے سپاٹ لہجے پر موسیٰ بس اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"میں جانتی ہوں آپ اسے یاد کرتے ہیں پھر اس کے بارے میں معلوم کیوں نہیں کرواتے؟"

"وہ مرد بچہ ہے اپنا خیال رکھنا جانتا ہے، میں نے اسے یہاں سے جانے کے لیے ضرور کہا تھا مگر یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اپنی خیر خبر دینے کے لیے پلٹ کر ہی نہ آئے...... جو نہیں آنا چاہتا اسے پکارنے کا اصول کبھی میرے اصولوں میں شامل نہیں رہا۔"

"اسی اصول نے کبھی آپ کو میری ماں کو بھی پکارنے نہیں دیا؟" وہ بولی۔

"نور......!" موسیٰ کے لہجے میں تنبیہ اور ناگواری آ گئی تھی جبکہ نور آنکھیں بند کیے چند لمحوں کے لیے خاموش رہی۔

"کاش میں ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جاؤں پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" اس کی بڑبڑاہٹ نے موسیٰ کو چونکا دیا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے نور...... ایسی تکلیف دہ بات کیوں کی تم نے؟ میں نے تم سے یہ نہیں کہا کہ تم خاموش ہو جاؤ، تمہاری آواز سنے بغیر تو میرا دن ہی شروع نہیں ہوتا...... ٹھیک ہے میں علی کے بارے میں معلوم کرواتا ہوں، تم اطمینان رکھو مجھے یقین ہے کہ وہ بالکل ٹھیک ہوگا۔"

"ڈیڈی...... ایک وجود میں روح کی کیا اہمیت ہوتی

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

ہے؟"

"روح کی اہمیت اتنی ہے کہ اس کے بغیر وجود میں زندگی کا تصور ہی ناممکن ہے۔" موسیٰ کی بات پر وہ آنکھیں بند کرتی کہیں گم ہونے لگی تھی۔

"مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ کب تم روح بن کر مجھ میں اتر گئیں' میرے لیے ممکن ہی نہیں تمہیں خود سے الگ کرنا' یہ صرف موت ہی ہے جو تمہیں مجھ سے الگ کرسکتی ہے......" ایک مانوس آواز اسے سنائی دے رہی تھی آنسوؤں کا خاموش سیلاب چپکے سے اس کی آنکھوں سے رواں ہوگیا تھا۔

حنا کے ماں باپ کاروباری لوگ تھے' اس کے گزر جانے کے بعد سب کچھ حنا کے کاندھوں پر تھا' پورے شہر میں اس کے سپر اسٹورز بہت کامیابی سے چل رہے تھے' چند دوا ساز اداروں کے ساتھ اس کی شراکت داری بھی تھی' علی کی محنت اور لگن کو دیکھتے ہوئے بالآخر وہ دن بھی آ گیا جب اس نے کاروبار کے تقریباً سارے معاملات علی کے حوالے کردیے' جس سہارے کی امید اس نے موسیٰ سے لگائی تھی اسے موسیٰ نے علی کو اس کے پاس بھیج کر پوری کردی تھی' خط وکتاب کے ذریعے وہ موسیٰ کا نہ صرف شکریہ ادا کرتی رہتی تھی بلکہ گزرے تین سالوں میں اسے علی کی محنت اور کامیابیوں سے بھی آگاہ کرتی رہی تھی۔ مہینے میں دو یا تین بار وہ نور سے ملنے جاتی تھی' علی کے آنے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا' وہ خود ہی علی کو موسیٰ اور نور کی خیریت کے بارے میں بتا دیتی تھی مگر کبھی خود سے علی نے ان دونوں کے حوالے سے کوئی سوال کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ شاید اس کے لیے اتنا کافی تھا کہ وہ دونوں خیریت سے ہیں۔ وہ آج ہی نور سے مل کر واپس آئی تھی اور اس کی طرف سے کچھ فکر مند بھی تھی' نور کے بارے میں سوچتے ہوئے اس کا دھیان موسیٰ کی سمت چلا گیا' اسے یاد آیا کہ آج اسے موسیٰ کو خط لکھنا ہے وہ یقیناً اس کے جوابی خط کا منتظر ہوگا' علی کے آنے کے بعد اس کے لیے موسیٰ کو خط لکھنا ایک محبوب ترین مشغلہ بن گیا تھا۔

خطوط کے اس سلسلے نے ان دونوں کے درمیان موجود سرد مہری کی دیوار کو گرادیا تھا' اسے یقین تھا کہ اس کے ساتھ چھوڑ جانے کے بعد موسیٰ کے جذبات پر جو برف جم گئی تھی اسے آہستہ آہستہ ان خطوط نے پگھلا دیا ہے' خط میں بکھرے موسیٰ کے گلے شکوے' جہاں اسے شرمساری میں مبتلا کرتے وہیں اس کے لیے طمانیت کا باعث بھی تھے' فاصلے ختم ہورہے تھے' موسیٰ کے خطوط اس کے وجود میں نئی روح پھونک رہے تھے۔

ہارن کی آواز پر وہ چونک کر گیٹ کی سمت متوجہ ہوئی' اگلے چند لمحوں میں سلور گرے گاڑی پورچ کی جانب بڑھ رہی تھی' حنا کی شفیق مسکراہٹ اسے دیکھتے ہوئے گہری ہوئی جو پورچ سے اب سیدھا اس کی جانب آرہا تھا' حنا کو وہی تفاخر اور خوشی کا احساس اسے دیکھ کر ہوتا تھا جس طرح وہ نور کے لیے محسوس کرتی تھی۔ کبھی کبھی علی کو دیکھ کر حنا خود ہی حیران ہوکر سوچتی کہ کیا یہ وہی ڈرا سہا لڑکا ہے جسے تین سال پہلے موسیٰ نے اس کے پاس بھیجا تھا' اس میں بہت حیرت انگیز تبدیلی آ گئی تھی۔ شہر کی آب و ہوا نے اسے اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا' قابل ستائش قد و قامت' ہمہ وقت سنورے سلکی بال' پرکشش بھوری آنکھوں سے جھلکتی ذہانت...... بلاشبہ اس کی ظاہری اور باطنی شخصیت میں وقار' سنجیدگی اور دبدبہ پہلی نظر میں محسوس کیا جاسکتا تھا' حنا کے محدود سوشل سرکل اور خاندان میں سب اسے حنا کے بیٹے کی حیثیت سے قبول کرچکے تھے اور اسے اس کی ملنساری اور خوش اخلاقی کی وجہ سے بہت پسند بھی کرتے تھے۔

"آپ مجھے کچھ پریشان دکھائی دے رہی ہیں' سب ٹھیک تو ہے؟" ادھر ادھر کی کچھ باتوں کے بعد بالآخر علی نے سوال کیا۔

"ہاں میں کچھ پریشان ہوں...... نور کی وجہ سے۔" فلاسک سے کافی مگ میں نکالتی حنا بولی جبکہ علی کے

UUNOVELS.COM

چہرے کے تاثرات سپاٹ ہو گئے' حنا سے کافی کا مگ لیتے ہوئے وہ مزید کچھ نہ پوچھ سکا۔

"میں کافی عرصے سے اس میں عجیب بدلاؤ محسوس کر رہی ہوں مگر اب اس کا رویہ میرے لیے بہت تشویش کا باعث بنتا جا رہا ہے' ایسے لگتا ہے کہ وہ بہت بے دلی سے یا بس مجبوراً مجھ سے ملتی ہے' پہلے کی طرح میرے لیے اس کی گرم جوشی اور والہانہ محبت میں اب سرد مہری سی آ گئی ہے' اس کے لہجے میں تلخی بہت بڑھ گئی ہے' اس نے اپنی باتوں سے مجھے سمجھا دیا ہے کہ وہ مجھ سے اور موسیٰ سے بہت مایوس اور بدظن ہے' وہ کہتی ہے کہ میں نے اور موسیٰ نے اسے سب کچھ دیا مگر ہم اسے ایک مکمل گھر نہ دے سکے' مکمل محبت اسے نہیں دے سکے...... علی میری وجہ سے میری بیٹی محرومیوں کا اظہار کرنے لگی ہے کیونکہ ان کی محرومیوں کی ذمہ دار میں ہی تو ہوں...... میرے لیے یہ ڈوب مرنے کا مقام ہے' میں نور کو اس طرح مایوس نہیں دیکھ سکتی' میں اس کی مایوسی اور محرومیوں کو ختم کرنا چاہتی ہوں...... میں جانتی ہوں کہ میں دیر کر چکی ہوں مگر وقت ابھی ہاتھ میں ہے' بہتری کی کوئی صورت نکالی جا سکتی ہے۔" حنا مضطرب لہجے میں بولی۔

"پھر کیا سوچا ہے آپ نے؟ مجھے بتائیے میں آپ کے ساتھ ہوں۔" علی گہری سنجیدگی سے بولا۔

"میں چاہتی ہوں تم اب موسیٰ سے ملو' اس بارے میں اس سے بات کرو' وہ اپنے بنائے گئے دائرے سے باہر نہیں نکل سکتا مگر میں اپنی بیٹی کے لیے اب کانٹوں پر بھی چلنے کے لیے تیار ہوں' کم از کم یہ تو ممکن ہو سکتا ہے کہ میں اور موسیٰ اسے ایک مکمل گھر کی خوشی دے سکیں...... تم موسیٰ سے مل کر بات کرو' کوئی درمیانی راستہ نکالو۔" حنا کی پُر امید نظروں اور التجائی لہجے پر وہ چند لمحوں تک خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور پھر کچھ سوچنے لگا تھا۔

❁......❁......❁......❁

جھیل کی طرف سے آتی یخ بستہ ہواؤں سے اس کا چہرہ برف ہو رہا تھا' اس کی نگاہیں جھیل پہ جمی تھیں۔

"تم یہاں چھپی بیٹھی ہو...... میں تمہارے گھر سے ہو کر آ رہی ہوں۔" بولتے ہوئے عالیہ اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ "سنو...... میں نے تمہارا جواب خرم کو دے دیا ہے کہ نہ تم اس سے ملنا چاہتی ہو نہ ہی اس کی شکل دیکھنا چاہتی ہو۔"

"پھر...... کچھ کہا اس نے؟" نور کا لہجہ سپاٹ ہی رہا۔

"کیا کہتا...... اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ میں نے بھی سختی سے کہہ دیا ہے کہ آئندہ میرے راستے میں نہ آئے لیکن نور ایک بار ملنے میں کیا حرج ہے' چار سال بعد وہ اس قابل ہو گیا ہے کہ تمہارا ہاتھ تمہارے ڈیڈی سے مانگ سکے۔"

"میرا اس سے ایسا کوئی تعلق نہیں کہ وہ میرے لیے خود کو کسی قابل کرتا' چار سال بعد اسے پرانی یادیں یہاں کھینچ لائی ہیں تو اپنے آوارہ دوستوں سے ملے' مجھے تو اس کی شکل بھی یاد نہیں نہ اس کے آنے جانے سے اب مجھے کوئی غرض بھی نہیں ہے۔" نور کے بیزار لہجے پر عالیہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"کل ڈیڈی شہر جا رہے ہیں' تمہیں کوئی چیز چاہیے تو بتا دو وہ لے آئیں گے؟" نور کے کہنے پر عالیہ چند لمحوں تک اسے دیکھتی رہی۔

"تم نے پوچھا کیوں نہیں اب تک ان سے کہ وہ اتنا زیادہ شہر کیوں آنے جانے لگے ہیں' ان کو تو شہری زندگی سے وحشت ہوا کرتی تھی۔"

"میں ان سے کوئی سوال نہیں کرتی عالی...... بہت عرصہ گزرا آخری بار میں نے ان سے علی کے بارے میں سوال کیا تھا مگر وہ مجھے جواب دینا بھول گئے یا شاید وہ علی کے بارے میں مجھ سے بات کرنا ہی نہیں چاہتے تھے...... علی کے بارے میں اگر مجھے کوئی خبر ملی بھی تو قصبے کے ان لوگوں سے جن کا شہر میں آنا جانا تھا مگر ڈیڈی نے کبھی کسی کا حوالہ دے کر بھی یہ نہیں بتایا کہ وہ شہر میں خوش ہے' ایک اچھی زندگی گزار رہا ہے...... میں تو آج تک ان سے یہ بھی نہ پوچھ سکی کہ ہر ہفتے وہ کسے خط لکھتے ہیں' کس

UUNOVELS.COM

کے خط ہیں وہ جو پابندی سے دکان پر ان کے لیے آتے ہیں۔"

"یہ راز بھی کسی دن خود ہی تم پر کھل جائے گا' تم کیوں ان باتوں کو لے کر اتنی پریشان ہو جاتی ہو۔" اس کے مضطرب ہونے پر عالیہ نے تسلی دینے والے انداز میں کہا۔

"میں پریشان نہیں عالی...... میں تکلیف میں ہوں' میں بہت پہلے سے واقف ہوں کہ ڈیڈی رابطے میں ہیں علی سے...... مگر وہ آج بھی اتنے بددل ہیں مجھ سے کہ غلطی سے بھی اس کا نام تک میرے سامنے نہیں لیتے...... میرے لیے یہ معمولی بات نہیں کہ میری ماں کے معاملے میں ہی نہیں میرے لیے بھی ڈیڈی کی انا اور اصولوں میں کوئی لچک نہیں ہے' ان کی شفقت محبت آج بھی تقسیم شدہ ہے' میں نے اس شراکت داری پر بھی سمجھوتا کر لیا اور نور کو مار دیا ان کے لیے علی بننے کی کوشش کرتی رہی مگر...... وہ سب کچھ محسوس کرنے کے باوجود بھی مجھے علی کے بارے میں کچھ نہیں بتاتے۔" وہ عالیہ کے سامنے خود پر قابو نہیں کر سکی اور رونے لگی تھی۔

"میں کسی کے لیے بھی پہلی ترجیح نہیں ہوں سب اپنی اپنی جگہ خوش و مطمئن ہیں' ایک میں ہی محبت کے نام پر نظر انداز ہوتی رہی ہوں' میرے ماں باپ ہوں یا خرم...... سب کے لیے میں سب سے آخر میں رہی ہوں...... علی جاتے جاتے سارے حساب بے باک کر گیا' محبت کا اظہار اس نے کیا اور روگ مجھے لگ گیا' انتظار اور صبر کی اذیتوں کے درمیان یہ احساس خوش کن تھا کہ دنیا میں ایک انسان تو ایسا ہے جس کی مکمل محبت میرے لیے ہے' میں ہی اس کی محبت کا مرکز ہوں مگر اب انتظار' یقین سب ختم ہو گیا ہے۔ شہر میں ایک اچھی کامیاب زندگی چھوڑ کر وہ کیوں یہاں میرے لیے آئے گا' وہ نہیں آئے گا...... اس نے اگر آنا چاہا بھی ہوگا تو ڈیڈی نے اسے روک دیا ہوگا۔"

"ایسا مت سوچو نور...... تمہیں اس قدر بدگمان نہیں ہونا چاہیے۔" عالیہ نے ترحم آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میں بدگمان نہیں ہوں...... بس تھک گئی ہوں خود کو جوڑ' جوڑ کر رکھنے کی کوشش میں...... وہ جو محبت کی ضرب لگا کر مجھے چھوڑ گیا تھا اس محبت کی ضرب آج بھی مجھے توڑتی ہیں' میرا انتظار' انتظار ہی رہا' مجھے یقین ہے وہ پلٹ کر نہیں آئے گا اور وہ آئے بھی کیوں' مجھے کوئی امید رکھنے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے تھا کہ میں اس کی اہل ہوں بھی یا نہیں اور ڈیڈی انہوں نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا ہے تو میں اس سب کے ہی قابل ہوں۔" بے دردی سے اپنی آنکھیں رگڑتی وہ بولی تھی۔

اس روز موسیٰ شہر گیا ہوا تھا اور ڈاکیا خط لے کر آیا تھا جو موسیٰ کے نام تھا اس نے خط رکھ لیا اور گھر لے آئی تھی۔ شام میں موسیٰ کی واپسی ہوئی تھی وہ اپنے کمرے میں تھی پھر کمرے سے نکل آئی۔ کچھ دیر تک وہ کمرے کی دہلیز پر کھڑی کام میں مصروف موسیٰ کو دیکھتی رہی اور پھر ہاتھ پشت کی جانب کیے دھیرے دھیرے قدم بڑھاتی اس کی سمت چلی آئی' میز پر پھیلے کپڑے پر مہارت سے قینچی چلاتے موسیٰ نے ایک نظر اسے دیکھا۔

"کیا بات ہے نور...... کچھ کہنا ہے تم نے؟" قینچی روکے بغیر موسیٰ نے پوچھا۔

"کچھ دینا ہے آپ کو۔" وہ بولی۔

"کیا دینا ہے؟"

"وہی چیز جسے آپ مجھ سے چھپا کر رکھتے رہے لیکن آج اتفاق سے وہ میرے ہاتھ میں آ گئی...... آپ کا خط۔" سپاٹ لہجے میں بولتے ہوئے اس نے لفافہ موسیٰ کے سامنے رکھ دیا۔

"بے فکر رہیں' میں نے لفافہ نہیں کھولا۔ آپ نے مجھے امانت میں خیانت کرنا نہیں سکھایا۔" بات ختم کرتی وہ جانے کے لیے پلٹی۔

"نور یہ خط...... دراصل میں تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ......" موسیٰ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہنا مناسب

UUNOVELS.COM

UUNOVELS.COM

ہوگا۔

''کوئی وضاحت نہ دیں..... آپ ہی تو کہتے ہیں کہ ہر انسان کو اپنی مرضی سے جینے کا اور اپنے فیصلے کرنے کا حق ہے..... اس لیے مجھے پتا ہے کہ نہ مجھے آپ کے معاملات میں دخل دینے کا اختیار ہے نہ آپ کو کوئی وضاحت دینے کی ضرورت ہے' آپ اپنی بیوی سے رابطہ رکھیں یا علی سے' آپ کی مرضی ہے۔'' وہ سرد لہجے میں بولی۔

''تم..... علی کا ذکر کیوں کر رہی ہو؟'' موسیٰ چونکا۔

''جو موجود ہے اس کا ذکر کیوں نہ کروں؟ اس کا ذکر نہ کرنے سے کیا اس کا وجود ختم ہو جائے گا آپ کی زندگی سے..... کیا حقیقت بدل جائے گی اس کا ذکر نہ کرنے سے؟ یہ غلط فہمی آپ کو رہی ہے مگر مجھے کبھی نہیں رہی۔'' اس کے سپاٹ لہجے پر موسیٰ خاموش رہا جبکہ وہ مزید کچھ بولے بغیر کمرے سے نکل گئی۔

''میرا خیال ہے اب حنا کو آ جانا چاہیے۔'' موسیٰ نے خود کلامی کی اور کاغذ قلم تھام لیا تھا۔

❁ ..... ❁ ..... ❁ ..... ❁

حنا جیسے اس خط کی ہی منتظر تھی۔ خط پڑھ کر اس نے علی کے ساتھ فوراً واپسی کا سفر کرنا شروع کر دیا۔ یہ سوچے بغیر کہ اس کے جانے پر نور پر کیا اثر ہوگا۔

''تم نے اب تک نور سے میرے اور اپنے بارے میں بات کیوں نہیں کی؟ تم اگر اسے اپنے فیصلے سے آگاہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتے تو مجھے اجازت دو' وہ میری بیٹی ہے وہ میری بات کو سنے گی' سمجھے گی' علی کے بارے میں اگر ہم نے نور سے حقیقت چھپا کر رکھی تو اس کی بڑی وجہ خود نور بھی تھی مگر اب سب کچھ بدل گیا ہے۔'' حنا کی آواز صاف طور پر اس کی سماعت تک پہنچ رہی تھی۔

''تم خود ہی تو کہتے ہو کہ ہماری بیٹی میں بہت مثبت تبدیلی آ گئی ہے' ہمیں اور وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے' میری خواہش کے مطابق علی نے اپنا گھر تک بنا لیا ہے تاکہ میں اور تم مل کر نور کو ایک مکمل گھر کا سکھ دے سکیں..... موسیٰ میں نے اپنا سب کچھ نور اور علی کے نام کر دیا ہے' میں اپنی آخری سانس تک تمہارے اور نور کے قریب رہنا چاہتی ہوں' ہم دونوں اب عمر کے اس حصے میں ہیں جس میں ہمیں ایک دوسرے کی ضرورت ہے' ہمیں رشتوں کو نبھانے کا سلیقہ کبھی نہیں آیا مگر اب ہم کوشش تو کر سکتے ہیں' نور کے لیے اس خوشی سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ وہ اپنے ماں باپ کو ایک چھت تلے ایک ساتھ دیکھے۔''

''حنا..... میرے لیے واقعی آسان نہیں ہے نور کو اپنے اور تمہارے ارادوں سے آگاہ کرنا۔'' مضطرب لہجے میں بولتا موسیٰ اس لیے خاموش ہو گیا جب نور کمرے میں داخل ہوئی۔

''مجھے کوئی وضاحت دینے کے لیے آپ فکر مند نہ ہوں ڈیڈی۔ آپ دونوں کی کوئی وضاحت میری ان محرومیوں کا ازالہ نہیں کر سکتی جو آپ دونوں کی وجہ سے میرے حصے میں آئی ہیں' آپ دونوں اپنی وجہ سے' اپنے غلط فیصلوں کی وجہ سے الگ ہوئے تھے' آج ایک دوسرے کے ساتھ ہیں تو وہ بھی صرف اپنے لیے..... میرے لیے نہیں پھر مجھے کوئی وضاحت مانگنے یا سوال کرنے کا حق کیسے ہو سکتا ہے؟'' اس کے سرد لہجے پر نہ موسیٰ کچھ بول سکا اور نہ ہی حنا۔ سپاٹ نظروں سے ان دونوں کو دیکھتی وہ جانے کے لیے پلٹ گئی۔

''نور..... میری بات تو سنو.....'' حنا تڑپ کر اٹھی۔

''ماں..... ابھی میں کوئی بات کہنا' سننا نہیں چاہتی۔ تنہا رہنا چاہتی ہوں کچھ وقت۔'' بوجھل لہجے سے کہتی وہ دہلیز پار کر گئی تھی۔

❁ ..... ❁ ..... ❁ ..... ❁

''وہ کسی فیصلے تک نہیں پہنچ پا رہی ہے' یقیناً وہ ہم سے ناراض ہے اسی لیے تو تھکن کا کہہ کر سو گئی ہے' کھانا کھانے کے لیے بھی نہیں جاگی۔'' رات کے کھانے کے دوران حنا تاسف سے بولی۔

''ماں..... اسے کوئی فیصلہ نہیں کرنا' حقیقت کو قبول

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

کرنا ہے اور اس کے لیے اسے کچھ وقت چاہیے' آپ فکر مند نہ ہوں سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" علی نے اسے تسلی دی۔

"علی ٹھیک کہہ رہا ہے اسے یہ سب قبول کرنے میں کچھ وقت لگے گا اور اگر ناراض ہے تو بھی اس کی بڑی وجہ علی ہی ہے لہٰذا اب یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ یہ جلد از جلد نور کو راضی کرے۔" موسیٰ کے پُرسکون لہجے پر علی بس اسے دیکھ کر رہ گیا۔

صبح وہ بہت جلدی بستر سے نکل آئی تو حنا بھی اس کے منع کرنے کے باوجود اس کے لیے ناشتہ تیار کرنے اس کے ساتھ ہی اٹھی تھی۔

"مجھے دکان پر جانا ہے ابھی' کچھ کپڑے رکھے ہیں سلائی کے لیے' آج ہی ان کو تیار کرنا چاہتی ہوں۔" وہ ناشتے کے دوران حنا سے مخاطب ہوئی۔ رات کے واقعے کا اس کے چہرے پر کوئی اثر نہیں تھا۔ حنا نے اس کو بغور دیکھتے اس کی ناراضی کو جاننا چاہا پر وہ ہر طرح سے مطمئن نظر آ رہی تھی۔

"اپنے ڈیڈی کے جاگنے کا انتظار کرو' ان کے ساتھ چلی جانا اور کیا ضروری ہے تمہارا جانا؟ میں تمہارے بغیر یہاں کیا کروں گی؟" حنا کچھ ناراضی سے بولی۔

"آپ ڈیڈی کے ساتھ زیادہ وقت گزاریں کیا یہ زیادہ اچھا نہیں؟" نور نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"نہیں..... تم بھی میرے ساتھ ہو گی تو زیادہ اچھا ہو گا۔" حنا نے کہا۔

"میں جلدی آ جاؤں گی' کام زیادہ نہیں دکان پر جلدی ختم ہو جائے گا..... آپ ابھی ٹھہریں گی ناں؟"

"میں تب تک یہیں ہوں جب تک تم بخوشی ہمارے نئے گھر میں جانے کے لیے راضی نہیں ہو جاتیں۔" حنا بغور اسے دیکھتی ہوئی بولی' جواباً وہ بس خاموش رہی اور پھر ناشتہ ختم کرتی وہ انہیں الوداع کہہ کر گھر سے نکل گئی تھی۔

وہ تنہا ہی دکان پر بیٹھی کام میں مصروف تھی۔ تب ہی موسیٰ آیا اور اسے کام میں مصروف دیکھ کر پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں جانتا ہوں تمہیں مجھ سے اور اپنی ماں سے بہت شکایتیں ہیں..... وہ سب جائز بھی ہیں لیکن کوئی بھی انسان رشتوں سے قطع تعلقی اپنی خوشی سے نہیں کرتا' حالات' رویے ٹوٹی امیدیں اور بھروسا یہ سب وجوہات انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کر دیتے ہیں' انسان ہمیشہ بروقت اور درست فیصلے نہیں کر سکتا..... میں بہت شرمندہ ہوں حنا اور تم سے..... ایک گھر کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے مجھے اپنے اصولوں میں لچک رکھنی چاہیے تھی' غلط فیصلوں کے منفی اثرات سے خود کو تمہیں اور حنا کو بچانا چاہیے تھا مگر..... مجھے یہ اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ نہ میں اچھا شوہر بن سکا نہ ہی اچھا باپ۔" موسیٰ کے تاسف زدہ لہجے کو سنتی نور اس کی کیفیت کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

"ڈیڈی..... بلاشبہ آپ ایک بہت اچھے باپ ہیں' میرے دل میں کبھی یہ خواہش نہیں جاگی کہ میں آپ کو چھوڑ کر ماں کے پاس چلی جاؤں..... آپ نے اور ماں نے مجھے دنیا کی ہر خوشی پر فوقیت دی' آپ دونوں نے وقت اور حالات کو دیکھتے ہوئے ہر فیصلہ کیا ہو گا' وہی فیصلہ جو آپ دونوں کو اس وقت مناسب لگا ہو گا..... مجھے نہ آپ سے کوئی شکایت ہے نہ ماں سے جو تھوڑی ناراضی تھی اس کا اظہار میں کر چکی ہوں' میں اب خوش ہوں آپ دونوں کے قریب آ جانے سے لیکن مجھے صرف اس بات کا دکھ ہے کہ آپ دونوں نے مجھے علی سے کیوں بے خبر رکھا؟ آپ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کے جانے کے بعد مجھے اس کی فکر رہنے لگی تھی۔"

"تم مجھ سے بدظن نہ ہو جاؤ یا حنا سے بدگمان نہ ہو جاؤ یہی خدشات تھے جو تمہیں بے خبر رکھا' ایک سبب یہ بھی تھا کہ میں چاہتا تھا کہ تمہیں احساس ہو تمہاری طرف سے زیادتی ہوئی ہے' مجھے اندازہ ہے کہ تمہیں احساس ہو بھی گیا تھا مگر مجھے حنا سے معلوم ہوا کہ علی نے وعدہ لیا ہے اس سے کہ تمہیں اس کے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے۔"

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

موسیٰ کے کہنے پر وہ کچھ بول نہیں سکی۔
"لیکن اب علی یہاں موجود ہے' میں چاہتا ہوں تم اس کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کر کے ہر زیادتی کا ازالہ کرو' یہ اخلاقیات کی رو سے بھی تم پر فرض ہے' اس کی عزت اور قدر کرنے کے لیے تمہارے لیے یہ کافی ہونا چاہیے کہ وہ تمہارے ماں باپ کا بہت احترام کرتا ہے اور بہت محبت' عقیدت رکھتا ہے۔" موسیٰ کے پر شفقت اور سمجھانے والے انداز پر اس نے خاموشی سے سر جھکا دیا تھا۔

گھر میں داخل ہوتا وہ خاموشی کو محسوس کرتا کچن کی طرف بڑھ آیا تھا۔ جہاں نور رات کے کھانے کے بعد قہوہ بنانے میں مصروف دکھائی دی۔ گرما گرم مہکتا قہوہ مگ میں انڈیلتے ہوئے اسے اچانک علی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ ایک لمحے کو دل زور سے دھڑکا پھر فوری طور پر اس کی جانب دیکھنا محال ہو گیا تھا۔
"ڈیڈی اور ماں نیچے جا چکے ہیں' تمہارے لیے بھی قہوہ لے آؤں؟" نگاہ چرائے وہ بمشکل بولی۔
"ابھی نہیں' ابھی مجھے تم سے بات کرنی ہے...... یہ مگ مجھے دو میں نیچے دے آتا ہوں۔" اس کے قطعی سنجیدہ لہجے پر نور نے خاموشی سے دونوں مگ اس کے حوالے کر دیے۔ واپس آتے علی کے قدموں کی چاپ سنتے ہوئے اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔
"کیا ہم باہر جا کر بات کر سکتے ہیں؟" علی کے سوال پر وہ خاموشی سے ہی کاؤچ سے اٹھ گئی۔ برف پر دھیرے دھیرے قدم آگے بڑھاتے ہوئے علی نے ایک نگاہ اسے دیکھا جو سر جھکائے چپ چاپ اپنے دل کی حالت کو قابو کرنے میں لگی ہوئی تھی۔
"یہ رات مجھے بالکل تمہاری آنکھوں جیسی لگ رہی ہے' گہری خوابناک پرفسوں' سحر انگیز......" اس کے لہجے کو سنتی وہ اپنی دھڑکن کو اپنے کانوں میں سن رہی تھی۔
"میں آج بھی وہی سچ کہنا چاہوں گا جو اٹل ہے میرے وجود میں روح بن کر رہتی ہو تم' آج بھی حقیقت یہی ہے کہ جو محبت تم سے ہوئی وہ اب کبھی کسی سے نہیں ہو سکتی۔" گمبھیر لہجے میں بولتا وہ اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔
"میرے لیے یقین کرنا مشکل ہے کہ کیا تم وہی نور ہو غصہ اور ضد کرنے والی؟" اس کے سنجیدہ لہجے پر نور اس کی جانب دیکھ نہیں سکی۔
"جانے تم حیران ہو یا مجھے میری کم ظرفی یاد دلا رہے ہو۔" اس کے دھیمے لہجے پر وہ چند لمحوں تک خاموشی سے اس کی جھکی آنکھوں کو دیکھتا رہا۔
"نور...... مجھے تمہارے دیئے گئے وہ آنسو بھی بہت عزیز تھے' میں نے ان آنسوؤں کو کبھی زمین پر گرنے نہیں دیا...... یہاں سے جانے کے بعد بھی نہیں۔" علی کی بات پر اس نے سر اٹھایا تو سیاہ ستارہ آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔
"مجھے معاف کر دو علی...... تنہائی کی سزا جھیلتے' جھیلتے میں تھک چکی ہوں۔" وہ لرزتے لہجے میں بولی۔
"میں بھی تھک گیا ہوں' تم سے بھاگتے بھاگتے۔ اسی لیے تو واپس لوٹ آیا ہوں...... صرف تمہارے لیے نہیں' اپنے دل کی خاطر بھی جس پر مزید جبر کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔" اس کے رخساروں پر ڈھلکتے موتیوں کو نرمی سے پوروں میں سمیٹتا وہ بولا۔
"بس غصے میں مجھے کبھی اپنے دل سے مت نکالنا۔ میں ہمیشہ اس دل کا مکین بن کر رہنا چاہتا ہوں اور اپنی پوری زندگی تمہارے سنگ گزارنا چاہتا ہوں۔" علی کے محبت سے بھرپور انداز پر وہ سر ہلاتی اس کے سینے سے لگ گئی یہ جان کر کہ آزمائشوں اور صبر کے بعد ملنے والی یہ محبتیں اور خوشیاں پائیدار ہمیشہ رہنے والی ہیں۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

قسط نمبر 10

دلِ گزیدہ کا ملال تھا

نادیہ احمد

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

عائشہ اپنے چھوٹے بھائی نومی اور بیوہ ماں فضیلت کے ساتھ رہتی ہے۔ فضیلت کو کینسر ہوتا ہے، گھر میں کمانے والا کوئی نہیں اور آمدنی محدود ہونے کے سبب عائشہ کو ہی مجبوراً ملازمت کے لیے باہر نکلنا پڑتا ہے۔ وہ ایک خوددار لڑکی ہوتی ہے۔ شرجیل اسے اپنے آفس میں نوکری دیتا ہے لیکن عائشہ کو یہ نوکری دینے کے پیچھے اس کے مکروہ عزائم ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی اس کے اپنی سیکرٹری یمعنیٰ کے علاوہ بہت سی لڑکیوں سے تعلقات رہتے ہیں جن کے متعلق اس کی بیوی سامعیہ یا خاندان کے کسی دوسرے فرد کو کچھ معلوم نہیں ہیں سوائے اذان کے جو اس کے ماموں کا بیٹا اور اس کا دوست بھی ہوتا ہے۔ اذان اپنے ماضی کی وجہ سے ایک ابنارمل اور بے سکون زندگی گزار رہا ہوتا ہے۔ بچپن میں برسوں اپنے گھریلو ملازم کی درندگی کا شکار رہنے اور پھر صابر کے ہاتھوں اپنے والد کی موت نے اذان کو ذہنی مریض بنا دیا ہے۔ وہ اپنی والدہ سے نفرت کرتا ہے اور لوگوں سے دور رہتا ہے۔ اس کے قریب ترین فقط ہاجرہ بیگم ہی ہوتی ہیں جن سے وہ اپنے دل کی بات کہتا ہے اور ان ہی کی ضد کے آگے ہتھیار ڈال کر راہینہ سے منگنی بھی کر لیتا ہے البتہ دل سے اب تک اس بات پہ راضی نہیں ہوتا۔ اذان سے عائشہ کا سامنا دو بار شرجیل کی بدولت ہوتا ہے اور اذان عائشہ کو بھی انہی لڑکیوں میں سے ایک سمجھتا ہے جن سے شرجیل کے تعلقات استوار رہتے ہیں...... یہی وجہ ہے کہ اذان کی نگاہوں اور رویے میں عائشہ کے لیے حد درجہ ناپسندیدگی ہوتی ہے۔ دوسری طرف عائشہ اپنی ماں اور بھائی کی وجہ سے شدید پریشان ہوتی ہے اور شرجیل کے انداز اسے ہراساں کرتے رہتے ہیں۔ آشیانہ میں فضیلہ اور علی کی شادی جلد متوقع ہے جس کے ساتھ راہینہ اور اذان کی منگنی بھی کرنے کی تیاری ہو رہی ہوتی ہے البتہ اریبہ، سنبل سے کہتی ہے کہ پورے خاندان کی موجودگی میں منگنی کی رسم کی جگہ اذان کے نکاح کا اعلان کر دیں گے اس طرح وہ ایک بار پھر دباؤ میں آ جائے گا اور انکار نہیں کر پائے گا۔

(اب آگے پڑھیے)

تیرے ہاتھ سے میرے ہاتھ تک
یہ جو ہاتھ بھر کا تھا فاصلہ
کئی موسموں میں بدل گیا
اسے ناپتے، اسے کاٹتے
میرا سارا وقت نکل گیا
تو میرے سفر کا شریک ہے
میں تیرے سفر کا شریک ہوں
پر جو درمیاں سے نکل گیا
اسی فاصلے کے شمار میں
اسی بے یقیں سے غبار میں
اسی راہ گزر کے حصار میں
تیرا راستہ کوئی اور ہے
میرا راستہ کوئی اور ہے......!

مزار سے نکلتے ہجوم میں وہ دھکا لگنے سے کب پیروں کی دھول ہوئی اسے خبر ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے اسے اپنے قریب سے گزرتے دیکھا یہاں تک کہ اس کا وجود لوگوں کی بھیڑ میں کھو گیا تھا۔ بہت سے ہاتھ اسے اٹھانے کو آگے بڑھے۔ اس نے پھٹی آنکھوں سے خود پہ جھکے کئی چہرے دیکھے لیکن ان میں وہ نہیں تھا جس کی دید دل کا سکون بن جائے۔ وہ ظالم توڑ کے بناء وہاں سے چلا گیا تھا۔ ایک بار پھر اس کے بے حد قریب پہنچ کر اسے تنہا چھوڑ گیا تھا۔ لوگ بہت کچھ کہہ رہے تھے لیکن اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

UUNOVELS.COM

درد کی ٹیسیں پورے وجود میں اٹھ رہی تھیں یا ملال کی اذیت...... اتنے مہینوں سے یہ بوجھ دل میں لیے اسے آج پہلی بار ایسا لگ رہا تھا کہ اس کا دل پھٹ جائے گا۔ یوں جیسے اسے دیکھ کر وہ اپنا ضبط کھو بیٹھی تھی۔ اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا...... ایسا لگ رہا تھا جیسے آسمان ابھی سر پہ آ گرے گا۔ خوف سے اس نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں اور پھر جیسے اسے اپنا وجود ایک گہری کھائی میں گرتا محسوس ہوا۔ ہجوم کا شور دور جانے لگا۔ سکوت گہرا ہوتا چلا گیا۔ وہ ایک دوسری دنیا کے سفر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

وہ ابھی تک سن کھڑی تھی۔ عائشہ کے لہجے کا سکوت' اس کے لفظوں کی چبھن اور اس کی باتوں کا مفہوم سوچ کر ہی فضیلت کو اپنے اندر برچھیاں اترتی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ نہیں جانتی تھی عائشہ جیسی لڑکی اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر سکتی ہے؟ باہر کی دنیا کا اندازہ انہیں بخوبی تھا لیکن اپنی بیٹی پہ بھروسا بھی بہت تھا' وہ کبھی یہ بات نہیں سوچ سکتی تھی۔ وہ اپنے حالات جانتی تھی اور ایسے میں عائشہ کی پریشانی بھی سمجھ سکتی تھی۔ وہ عائشہ کے پیچھے اس کے کمرے میں آئی تھی۔ وہ اب تک اسی حالت میں کچھ سوچ کر سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے کی رنگت زرد تھی۔

"میں تمہیں ایسی کوئی حرکت نہیں کرنے دوں گی' جس کے بعد زندگی موت سے بدتر ہو جائے۔" وہ جانتی تھی باہر کی ایکسپلائٹیشن (ہراساں کیے جانے) کے سبب ہی عائشہ ایسا سوچنے پہ مجبور ہوئی ہے اس لیے دروازے میں کھڑے دوٹوک اور تنبیہی لہجے میں حکم سنایا۔ عائشہ کے وجود میں کوئی حرکت ہوئی تھی نہ ہی اس نے ماں کو دیکھا تھا۔

"نہیں چاہیے مجھے ایسی زندگی جو تم سے تمہاری ناموس چھین لے...... سمجھی تم۔" وہ قریب آتے ہوئے بے چینی سے بولیں۔ اس بار بھی عائشہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا تھا۔

"کچھ کہہ رہی ہوں میں عائشہ...... تم سن رہی ہو یا......" فضیلت نے قریب آ کر اسے شانے سے تھام کر جھنجوڑا۔

"سن چکی ہوں آپ کی بات اور آپ کو اپنا جواب سنا بھی چکی ہوں۔ کیوں بار بار مجھے ایک ہی بات کو دوہرانے پہ مجبور کر رہی ہیں۔" اس نے تلخی سے ان کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔ فضیلت شکی نظروں سے اسے دیکھتی رہیں۔ عائشہ ایک بار پھر سر جھکائے بیٹھی رہی۔ فضیلت نے ایک گہرا سانس لیتے اپنے اندر ٹوٹتی ہمت کو مجتمع کیا اور دھمکی آمیز لہجے میں بولیں۔

"آ جانے دو نوی کو گھر...... میں کرتی ہوں اس سے بات۔ بس اب وہی تمہیں روک سکتا ہے۔" عائشہ کے جھکے ہوئے چہرے پہ استہزائیہ مسکراہٹ ابھری۔

"آپ کا بیٹا خود حقیقت سے نظریں چرا کر چوہوں کی طرح بھاگ رہا ہے۔" اس کی آواز مدھم لیکن لہجہ تلخ تھا۔

"نہیں بھاگنے دوں گی میں اسے کسی صورت۔ اس کی بہن جانتے بوجھتے خود کو برباد کرنے جا رہی ہے' یہ سننے کے بعد وہ کہیں نہیں جائے گا۔" یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ محض ان کا بھرم ہے وہ امید سے بولی۔

"ہونہہ...... اتنا بچہ نہیں ہے وہ جو باہر کی دنیا میں ایک عورت کو پیش آنے والے چیلنجز سے لاعلم ہو۔ اسے اچھی طرح اندازہ ہے امی کہ مجھے کن مسائل کا سامنا ہے۔ اس کے باوجود اس نے ایک بار بھی میرے بارے میں نہیں سوچا۔ اور کیوں سوچے گا وہ؟ اس کی رگوں میں جس درندے کا خون دوڑ رہا ہے' اس نے تو خود کسی کی عزت نہیں رکھی' وہ تو......" عائشہ نے سر جھٹکتے کہا اور یک دم سر اٹھا کر فضیلت کی طرف دیکھا جو اس کی آخری بات پہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے عائشہ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ روانی سے کہتی وہ یک دم خاموش ہوئی کہ ماں سے نظریں ملا کر اس درد بھری حقیقت کا انکشاف آسان نہ تھا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم عائشہ؟"

"جانتی ہو تم اپنے باپ پہ تہمت لگا رہی ہو۔" غصے سے جتاتی وہ اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

"سچ بتا رہی ہوں۔ وہ سچ جسے پچھلے پندرہ سال سے اپنے سینے میں چھپا کر بیٹھی ہوں اور شاید مرتے دم تک کسی سے نہ کہتی۔" عائشہ نے نظریں ملائے بغیر دھیمی آواز میں کہا۔

"کیا......؟" فضیلت نے بے اختیار شاک سے منہ پہ ہاتھ رکھ لیا۔

"میری نظروں کے سامنے ابا نے میری سب سے عزیز سہیلی کو......" عائشہ رندھی ہوئی آواز کے ساتھ اسے سب کچھ بتاتی چلی گئی۔ اس دن جب گھر میں تہمینہ کی ڈھونڈ مچی تو محلے میں سب سے پہلے ان کے گھر کا دروازہ ہی کھٹکھٹایا گیا تھا۔ صابر اس وقت بے ہوش تہمینہ کو دوچھتی پہ چھپا کر محلے والوں کے ساتھ مل کر شام تک اسے ڈھونڈتا رہا تھا اور وہ بخار میں پھنکتی اپنی سہیلی کے پاس بیٹھی خوف سے کانپتی رہی تھی پھر جیسے ہی صابر گھر لوٹا' وہ اپنے کمرے میں چھپ گئی تھی۔

"آپ کو یاد ہے ناں...... پولیس اور اس کے گھر والے ہمارے گھر بھی آئے تھے۔" فضیلت نے یاد کرتے سر ہلایا۔ وہ خود گھر میں نہیں تھی لیکن اسے یہ سب واپس آ کر پتا چلا تھا۔

"اسے ابا نے صحن میں زندہ دفنا دیا تھا امی۔" صابر کو یہ تسلی تھی کہ وہ اب تک سوئی ہوئی ہے اسی لیے بڑے سکون سے اس نے صحن کے کچے حصے میں گڑھا کھود کر تہمینہ کا جسم اس میں دبایا اور اپنے جرم پہ مٹی ڈال کر ہمیشہ کے لیے اسے دنیا اور بیوی کی نظروں سے چھپا لیا مگر وہ اپنی سگی اولاد سے راز نہیں رکھ پایا تھا۔ اس دن کے بعد عائشہ اس سے دور ہو گئی۔ جب بھی وہ اس کے قریب آتا یا اسے ہاتھ لگاتا وہ بری طرح سہم جاتی اور گھر کے کسی کونے میں چھپ جاتی۔ وقت اور عمر کے ساتھ جب عقل نے دستک دی تو اسے صابر کا گناہ بھی سمجھ میں آ گیا تھا جس کے بعد اس کا خوف' نفرت میں بدلنے لگا تھا۔ اسے شدید نفرت تھی باپ سے اتنی کہ وہ اپنے نام کے ساتھ اس کا نام لکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھی مگر مجبوری تھی۔

"آپ کو پتا ہے...... مجھے کبھی کسی سے خوف نہیں آیا۔ لیکن ابا سے مجھے خوف آتا تھا۔" فضیلت بے یقینی سے بیٹھی عائشہ کی باتیں سن رہی تھی۔ آنسو دونوں کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

"بلکہ گھن آتی تھی۔" فضیلت نے چونک کر عائشہ کو دیکھا اور تشویش سے پوچھا۔

"تو کیا انہوں نے تمہارے ساتھ؟" عائشہ نے بنا منہ اٹھائے نفی میں سر ہلایا۔ فضیلت کو لگا اس کا رکتا ہوا سانس یک دم بحال ہو گیا ہو۔ یہ سچ تھا کہ کسی دوسرے کی اولاد کی اذیت درد دے رہی تھی مگر اپنی اولاد کے ساتھ ہونے والی زیادتی کو سوچ کر ہی وہ جیسے مرنے والی ہو گئی تھی۔

"لیکن کیا پتا کسی روز ان کے اندر کا بھیڑیا جاگ جاتا اور وہ مجھے بھی اپنی ہوس کا نشانہ بنا لیتے۔" عائشہ نے لب بھینچے ہاتھ کی پشت سے اپنے آنسو پونچھتے ماں کو دیکھا۔

"ایسے مت کہو عائشہ ورنہ میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔" فضیلت نے روتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑے۔ انہیں سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ آج کس کس بات کو روئیں۔ اس تکلیف پہ آنسو بہائیں جو ابھی کچھ دیر پہلے انہیں عائشہ نے دی یا اس حقیقت کی کاٹ کو جھیلیں جو تمام عمر کا بھرم ایک پل میں ٹکڑے ٹکڑے کر گیا تھا۔

"تم نے یہ سب مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟" فضیلت نے روتے ہوئے سوال کیا۔

"پہلے تو ابا کا خوف تھا اور ان کے مرنے کے بعد مجھے یہی لگا اب اس بات کو دوہرانے سے کیا ہو گا لیکن شاید یہی میرا گناہ ہے۔ اگر اس وقت میں ابا کی سچائی پولیس کو بتا دیتی تو نجانے اور کتنی معصوم زندگیاں ان کے شر سے بچ جاتیں۔" اس نے سوچتے ہوئے کہا۔

"اور شاید میں بھی......"

"عائشہ......" فضیلت نے خوف سے عائشہ کا ہاتھ تھاما۔

"ماں باپ کی نیکیاں اولاد کے راستے کی روشنی بن

UUNOVELS.COM

جاتی ہیں اور ان کے گناہوں کا اندھیرا اولاد کی قسمت بھی تاریک کر دیتا ہے تو پھر میں اس بدقسمتی سے کیوں کر محفوظ رہ سکتی ہوں۔" وہ ہسٹریائی انداز میں بولی۔

"نہیں...... تم میری بیٹی ہو اور مجھے یقین ہے تم ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی جو دنیا میں رسوائی اور روزِ حشر چہرے پہ کالک مل دے۔" عائشہ نے فضیلت کی طرف دیکھا۔ ایک مان تھا جو اس کے لہجے سے عیاں تھا۔ یقین تھا جو اس پل فضیلت کی آنکھوں میں نظر آ رہا تھا۔ درد کی شدت سے آنسو رواں تھے لیکن اس پل عائشہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے وہ جیسے اسے گمراہی کے اس راستے پہ جانے سے روک رہی تھی۔ اس پل فضیلت کے ہاتھ کی گرفت اتنی سخت تھی کہ عائشہ چاہ کر بھی اپنا ہاتھ چھڑا نہیں پائی۔

❁......❁......❁......❁

علی، فضیلہ کے ساتھ ہنی مون پہ جانے سے پہلے اسے اس کے گھر لایا تھا۔ ڈرائیو وے سے ہی انہیں لان میں کرسی پہ بیٹھی راہینہ دکھائی دی تو دونوں اس سے ملنے اس کے پاس آ گئے۔ وہ اپنے فون پہ مصروف تھی اور اپنی سیلفیاں بنا رہی تھی۔ ہیلو ہائے کے بعد وہ دونوں بھی راہینہ کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ مقصد سوشلائزیشن اور گپ شپ تھا۔ علی اپنے مخصوص شرارتی انداز میں محو گفتگو تھا۔ اس کی باتوں کو فضیلہ تو اچھا خاصا انجوائے کر رہی تھی لیکن راہینہ خاصی بدمزہ ہو رہی تھی۔ اسے ویسے بھی ان دونوں کی مداخلت پسند نہیں آئی تھی اور اپنے سوا اسے دنیا میں کوئی خاص پسند بھی نہیں تھا۔ ہاں اذان کی بات کچھ اور تھی کہ وہ محبت سے بڑھ کر ضد بن گیا تھا۔

"ارے سالی صاحبہ آپ کہاں جا رہی ہیں؟" وہ یک دم ہی وہاں سے اٹھنے لگی تو علی نے ٹوکا۔ راہینہ نے قدرے ناگوار نظروں سے علی کی طرف دیکھا۔

"میرا مطلب، ہم ابھی آئے اور آپ...... ذرا ہمارے ساتھ بھی بیٹھیں۔ گپ شپ کریں۔" راہینہ کی نگاہوں سے خوف زدہ ہو کر اس نے مسکرا کر وضاحت دی۔

"سوری...... میرا وقت فضول برباد کرنے کے لیے نہیں ہے۔" راہینہ کا جواب ہمیشہ کی طرح روکھا تھا...... علی گھبرا کر خاموش ہو گیا مبادا وہ مزید باتیں نہ سنا دے لیکن فضیلہ اسی کی بہن تھی اور اسے اپنے شوہر کے ساتھ راہینہ کا یہ انداز ہرگز پسند نہیں آیا تھا۔

"چھوڑو علی...... انہیں دراصل نارمل لوگوں کی کمپنی پسند نہیں۔" استہزائیہ لہجے میں کہتے وہ دیکھ تو علی کی طرف رہی تھی البتہ سلگا راہینہ کو گئی تھی۔ فضیلہ کی شہہ پا کر علی کو بھی موقع مل گیا تھا۔

"کیا کہہ رہی ہو فضیلہ...... تو کیا اذی بھائی نارمل نہیں؟" فضیلہ نے بے اختیار قہقہہ لگایا تو دوسری طرف راہینہ کا پارہ چڑھ گیا۔

"شٹ اپ۔" علی کو گھورتے اس نے اونچی آواز میں کہا۔

"یو شٹ اپ۔" اسی کے انداز میں کہتے فضیلہ بھی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جانتی ہوں بات کرنے کی تمیز نہیں ہے تمہیں لیکن گھر آئے مہمان اور خود سے جڑے رشتوں کی ریسپکٹ کرو۔ ان کیس اگر روتے دھوتے تمہاری شادی اذان سے ہو ہی گئی تو فیوچر میں یہ پریکٹس تمہارے کام آئے گی۔" راہینہ کو دیکھتے اس نے جتاتے ہوئے انداز میں کہا۔

"تو تمہیں لگتا ہے اذان سے میری شادی نہیں ہو گی؟" راہینہ نے حیرانی سے ابرو اٹھائے سوال کیا۔

"یہ سوال مجھ سے نہیں، اپنے دل سے پوچھو۔ جواب خود مل جائے گا۔" وہ سر جھٹکتے بولی۔

"منگنی کے وقت اذان کے رویے کی بیزاری کسی سے چھپی نہیں تھی۔ ہم سب جانتے ہیں وہ نکاح پہ بھی راضی نہیں تھا۔ حالانکہ تم نے تو سنبل آنٹی کے ساتھ مل کر خاصی پلاننگ کی تھی اسے بلیک میل کرنے کی۔" وہ ہر بات سے واقف تھی اور اپنی بہن کی سوچ سے باخبر۔ اس لیے استہزائیہ انداز میں کہتے اس نے دونوں بازو سینے پہ لپیٹے اور راہینہ کو جتاتی نظروں سے دیکھا۔ راہینہ نے گھبرا کر علی کی

UUNOVELS.COM

طرف دیکھا جو اب قدرے سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔
بہر حال وہ ان سب باتوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا اور نہ ہی کبھی ان سب کی ٹوہ میں رہا تھا۔ اس کے لیے یہ ایک انکشاف تھا کہ اذان سے منگنی اور نکاح والا معاملہ تو اس کے علم میں تھا ہی نہیں۔ جبکہ یہ بات بھی صرف راہینہ جانتی تھی کہ سنبل نے راہینہ سے اذان کا رشتہ بھی اذان کی مرضی کے بغیر طے کیا ہے۔

"اور مت بھولو...... منگنی کے موقع پہ انگوٹھیوں کا بدلنا سب دکھاوا ہوتا ہے۔ اصل تعلق وہ ہے جو دو لوگوں کے درمیان دل سے طے پائے اور کسی انجام تک پہنچے۔" فضیلہ نے راہینہ کے ہاتھ میں پہنی ڈائمنڈ رنگ کی طرف اشارہ کرتے طنزیہ کہا۔

"کیا ہو گیا ہے فضیلہ...... کیوں اس طرح کی باتیں کر رہی ہو۔ آئی ایم سوری راہینہ جی آپ کو میری بات بری لگی۔" ماحول کی کشیدگی کم کرنے کے لیے علی نے نرمی سے ٹوکا۔ اسے کہاں اندازہ تھا کہ اس کا مذاق اتنا بڑا جھگڑا بن سکتا ہے پھر آج وہ پہلی بار سسرال آیا تھا۔

"نہیں علی...... سوری تمہیں نہیں انفیکٹ راہینہ کو کرنا چاہیے۔ جسے اس دنیا میں اپنے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔" فضیلہ جسے معاف کرنے کو تیار ہی نہیں تھی۔

"ویسے تم اپنا آئینہ صاف کیوں نہیں کرتی؟ ہو سکتا ہے تمہاری اصل شبیہہ نظر آ جائے۔" طنزیہ لہجے میں کہتی وہ اب بھی راہینہ کو دیکھ رہی تھی۔ راہینہ کی خاموشی اب بھی نہیں ٹوٹی تھی کیونکہ علی کے سامنے جتنا کچھ ظاہر ہو گیا تھا' راہینہ مزید کچھ بول کر اپنا بھرم نہیں گنوانا چاہتی تھی۔

"چلیں ہم اندر چلتے ہیں ممی کے پاس۔" راہینہ کو گھورتے ہوئے فضیلہ نے اس بار علی کو مخاطب کیا اور پھر دونوں گھر کے اندر چلے گئے۔ پیچھے راہینہ لب کاٹتی رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

کتنا خوفناک سچ تھا جو عائشہ نے بتایا تھا۔ تمام رات اگر عائشہ ایک لمحہ نہیں سو پائی تھی تو فضیلت نے بھی آنکھیں نہیں موندی تھیں۔ کتنا کچھ چکنا چور ہوا تھا۔ وہ بھرم جو زندگی کا ضامن تھا۔ وہ مان جو ایک بیوی کو اپنے شوہر پہ تھا۔ ایک کھوکھلے اور نام نہاد رشتے کے ٹوٹنے کا درد تھا یا ایک مجرم کی بیوی ہونے کی اذیت اور مجرم بھی وہ جو مال و دولت کا نہیں' عزت کا راہزن تھا۔ ایک معصوم پھول جیسی بچی کو اس نے اپنی ہوس کی بھینٹ چڑھا دیا' یہ سوچ کر ہی فضیلت کو خوف آ رہا تھا اور اسے حیرت تھی عائشہ کی ہمت پہ جس نے اتنے برس تک اس راز کو سینہ میں دبائے رکھا تھا۔ فضیلت تو پچھلے چند گھنٹوں میں ہی مرنے والی ہو گئی تھی۔ اگر یہ سب باتیں اسے عائشہ پہلے بتا دیتی تو یقیناً وہ مر ہی گئی ہوتی۔ اسے یہ سوچ بھی ستا رہی تھی کہ نجانے ایک تہمینہ کے علاوہ صابر نے مزید کتنی کلیوں کو نوچا ہوگا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ صابر نے فضیلت سے شادی سے پہلے اذان کے ساتھ بھی وہی سب کیا تھا اور پھر بھید کھلنے پہ اپنے مالک اور اذان کے باپ کو بھی قتل کر دیا تھا۔ اپنے جرم سے بھاگ کر وہ مختلف گاؤں اور قصبوں میں چھپتا پھرتا رہا اور اس دوران اس نے فضیلت سے شادی کر لی تھی۔

دو بچوں کے باوجود اس کے اندر کا جانور ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتا تھا اور موقع بھی اسے مل ہی جاتا تھا۔ البتہ بھید چھپا رہا تھا۔ فضیلت اتنی نیک اور فرشتہ صفت عورت تھی کہ محلے میں کوئی اس کے گھر پہ شک کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کے باوجود تہمینہ کی گمشدگی کو ہی بہانہ بنا کر صابر نے اس وقت اچانک وہ شہر چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس نے یہی وجہ بتائی تھی فضیلت کو کہ یہاں کا ماحول اچھا نہیں رہا۔ بچے محفوظ نہیں اور پھر اپنے بچوں کی اچھی تعلیم اور کاروبار کے لیے وہ اب بڑے شہر جانا چاہتا تھا چونکہ یہاں بھی معاملہ اتنے سالوں بعد دب گیا تھا لہٰذا صابر کو واپس آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوئی تھی۔ پہلے پہل ایک کریانے کی دکان پہ نوکری کی اور پھر مکینک کا کام کرنے لگا۔ اس چھوٹے سے محلے میں اپنا گھر بھی بنا لیا۔ بچے اسکول بھی جا رہے تھے اور ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں۔ صابر اب بہت سنبھل کر چل رہا تھا کیونکہ عائشہ

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

بڑی ہو رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی ذہنی بیماری' عائشہ کا مستقبل کھا جائے۔ فضیلت بیٹی کو اچھے گھر میں بیاہنے کا شوق تھا اور یہی کوشش صابر کی بھی تھی جس کی وجہ سے وہ خوب پیسے کمانا چاہتا تھا۔ ان دنوں وہ ایک چھوٹی سی ورکشاپ کھولنے کے چکر میں تھا جب بنگش خاندان کی طرف سے ہوئی مستقل انکوائری اور خفیہ پولیس جلد ہی صابر تک پہنچ گئے تھے۔ یہ محض ایک قتل نہیں تھا بلکہ ایک آٹھ سالہ بچے کے ساتھ مستقل زیادتی کرنے کا کیس تھا جس کی سزا پھانسی کے سوا کچھ نہیں...... دوسری طرف اس کا خاندان بھی دنیا کی ذلت بھری باتوں کی زد میں آ جاتا۔

انسان جو کچھ بوتا ہے اسے وہی کاٹنا پڑتا ہے۔ جو ببول اس نے بویا تھا اس سے گلاب کیسے ملتا۔ اپنے گھناؤنے جرم کے بے نقاب ہونے کے ڈر سے صابر نے خودکشی کر لی۔ اس نے چوہے مار گولیاں کافی مقدار میں کھائیں اور رات کو بستر پہ سو گیا۔ اگلی صبح اسے مردہ پا کر فضیلت اور عائشہ سمیت سب محلے والوں کو یہی لگا کہ اس کی موت طبعی ہوئی ہے۔ فضیلت تو آج تک اس ساری سچائی سے غافل تھی اور عائشہ بھی بس وہی سب جانتی تھی جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

عائشہ نے فضیلت کی خاطر جو قربانی دینے کا فیصلہ کیا تھا فضیلت وہ مر کر بھی نہیں چاہتی تھی اور اس پل روتے ہوئے بس دل سے ایک یہی دعا کر رہی تھی کہ کسی طرح اسے اسی وقت موت اپنی آغوش میں لے لے تاکہ عائشہ کو اس کے علاج کے لیے گناہ کی طرف قدم نہ بڑھانا پڑے۔ ایک دم آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا اور پھر ہر شے دھندلی ہونے لگی تھی۔

''امی...... امی کیا ہوا آپ کو؟'' پاس بیٹھی عائشہ کی آواز پہ فضیلت نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی لیکن اس کے پپوٹے بے جان محسوس ہو رہے تھے۔

''امی آنکھیں کھولیں۔'' رفتہ رفتہ عائشہ کی آواز دور ہوتی جا رہی تھی۔ فضیلت کا دل ڈوبنے لگا۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ اب کبھی عائشہ کا وہ معصوم اور پاکیزہ چہرہ نہیں دیکھ پائے گی اور پھر جیسے یہ رابطہ بھی منقطع ہو گیا۔ فضیلت بے ہوش ہو گئی تھی۔

عائشہ نے ایمبولنس بلائی اور تنہا ہی فضیلت کو اسپتال لے آئی۔ ایمرجنسی میں شفٹ ہونے کے بعد ڈاکٹر نے فوری آپریشن تجویز کیا کیونکہ اب کیموتھراپی نقصان پہنچانے لگی تھی۔ وہ جانتی تھی پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے اسی لیے اس نے ڈاکٹر کی بات مانتے ہوئے آپریشن کے انتظامات کرنے کی ٹھانی۔ شرجیل نے پہلے ہی اس کو آفس کی طرف سے فری علاج کی سہولت کا عندیہ دے دیا تھا لیکن اس وقت سب سے بڑا مسئلہ اس سرجن کا تھا جس کے پاس پہلے سے ہی اس اسپتال میں آپریشن اور کنسلٹیشن کی ایک لمبی لائن تھی اور اس سے چاہ کر بھی عائشہ کا رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ رات سے وہ ہانپتی ہوئی ایک سے دوسرے بلاک میں خوار ہوتی پھر رہی تھی۔ ڈاکٹر کوئی نہ کوئی ٹیسٹ لکھ کر اس کو تھما دیتے یا پھر دوا کی پرچی پکڑا دیتے۔ عائشہ مسلسل لیب اور فارمیسی کے چکر لگا رہی تھی۔ نومی کو ٹریول ایجنٹ سے اپنا پاسپورٹ لینا تھا' وہ صبح کا گھر سے نکلا ہوا تھا اور اب تک اس کا عائشہ سے کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔ وہ بھی کیا کر سکتا تھا۔ جو کچھ کرنا تھا اسے ہی کرنا تھا اور اسے پتا تھا اس وقت صرف شرجیل ہی ہے جو اس کی سرجن سے بات کروا سکتا ہے کیونکہ ڈاکٹر شیرزائی سے اس کے ذاتی تعلقات تھے۔ شرجیل آج بہت دن بعد آفس آیا تھا۔ عائشہ نے اسے آفس میں دیکھ کر سکون کا سانس لیا تو دوسری طرف اسے دیکھتے ہی شرجیل کے دل کی کلی بھی کھل اٹھی تھی۔

''اچھا ہوا سر آپ واپس آ گئے...... مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔'' نم آنکھوں اور گھبرائے ہوئے لہجے میں کہتی وہ تیزی سے اس کے پاس آئی۔ شرجیل اس وقت کیبنٹ کے پاس کھڑا کوئی فائل نکال رہا تھا۔ عائشہ کو دیکھتے ہی اس کی طرف بڑھا۔

''باتیں تو مجھے بھی تم سے بہت سی کرنا ہیں۔ تمہیں پتا

UUNOVELS.COM

ہے...... میں نے کبھی کسی کو اتنا مس نہیں کیا۔ جتنا ان تین چار دنوں میں تمہیں مس کیا ہے۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ والہانہ لہجے میں بولا۔ عائشہ پریشان کھڑی اسے دیکھتی رہی۔

"پتا نہیں تم نے مجھ پہ کیا جادو کر دیا ہے۔" شرجیل نے ہاتھ بڑھا کر عائشہ کے بالوں کی لٹ کو چھوتے اسے فدا ہوتی نظروں سے دیکھا۔

"سر وہ......" عائشہ نے نظریں جھکائے بے بسی سے کہا۔

"اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو عائشہ، سب ٹھیک تو ہے ناں؟" شرجیل نے ہاتھ بڑھا کر عائشہ کا ہاتھ تھاما۔

"سر میری امی اسپتال میں ایڈمٹ ہیں اور ان کا فوری آپریشن بہت ضروری ہے۔" اس نے تقریباً روتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو ہو جائے گا آپریشن۔ کیوں فکر کر رہی ہو۔ جتنے پیسے چاہیے مل جائیں گے۔" تسلی دیتے اس نے عائشہ کو کرسی پہ بٹھایا۔

"سر آپ سرجن کو کال کر دیں تو...... وہاں اسپتال اسٹاف میری ان سے بات نہیں ہونے دے رہا۔ آپ نے کہا تھا ان سے آپ کے پرسنل ٹرمز ہیں۔" کرسی پہ بیٹھتے اس نے عاجزی سے کہا۔

"پلیز سر۔"

"کتنی خوب صورت آنکھیں ہیں تمہاری اور تم نے رو رو کر ان کا کیا حشر کر لیا ہے۔" میز کے کونے پہ بیٹھتے اس کے چہرے پہ جھکتے شرجیل نے اس کی نم آنکھوں کو انگلی کی پوروں سے چھوا۔ عائشہ کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی لیکن وہ دم سادھے شرجیل کی اس جرأت پہ خاموش رہی۔ البتہ آنسو کا ایک قطرہ اس کی بے بسی پہ نوحہ کرتا اس کے گال پہ بہنے لگا تھا۔ شرجیل بس دیکھتا رہا۔

"میں کرتا ہوں کال۔ ڈونٹ وری۔" اس نے ایک دم پیچھے ہٹتے سنجیدگی سے کہا اور ہاتھ بڑھا کر میز پہ رکھا اپنا سیل فون اٹھاتے ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"جناب......" جیسے ہی دوسری طرف کال اٹینڈ ہوئی شرجیل بے ساختہ بولا...... البتہ نگاہیں مستقل عائشہ پہ تھیں۔ اس کے چہرے پہ خوف، بے بسی اور پریشانی کا ملا جلا تاثر تھا اور شرجیل کو اپنی منزل قریب دکھائی دے رہی تھی۔ عائشہ نے ایک بار بھی اس کا ہاتھ جھٹکا تھا نہ اس کی بے باک باتوں پہ ردعمل دیا تھا اور اس کا صاف مطلب تھا کہ اس کی مجبوری نے اسے ہتھیار ڈالنے پہ مجبور کر دیے ہیں۔

"بھئی یاد اس لیے کیا ہے کہ آپ کے پاس ایک بہت اسپیشل پیشنٹ ہیں۔" وہ خاصی بے تکلفی سے بولا۔

"ان کا نام کیا ہے؟" اس نے بات ادھوری چھوڑتے عائشہ کی طرف دیکھا۔

"فضیلت۔" وہ بے اختیار بولی۔

"فضیلت بی بی۔" شرجیل نے مسکرا کر عائشہ کو دیکھتے ہوئے کال پر بتایا۔

"جی جی وہی بریسٹ سرجری۔" وہ ایک تعامل کے بعد بولا۔

"ہاں تو دیر کس بات کی ہے؟" عائشہ الرٹ بیٹھ گئی۔ اس وقت وہ صرف ڈاکٹر کی طرف سے ہاں سننا چاہتی تھی۔

"تو ایڈجسٹ کریں ناں...... ایمرجنسی کیسز کو ڈیلے کیسے کر سکتے ہیں۔" شرجیل نے بے تکلفی سے کہا۔ عائشہ یک دم اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اخراجات کی فکر نہ کریں آپ۔" ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالتے اس نے دوٹوک انداز میں کہا اور کال منقطع کر دی۔

"اوکے۔" شرجیل نے مسکراتے ہوئے عائشہ کو دیکھا۔

"وہ اپنے پرائیوٹ اسپتال میں کریں گے سرجری۔ تمہاری والدہ کو ادھر شفٹ کرنا ہوگا۔" اس نے اسے مزید تفصیلات سے آگاہ کیا۔ عائشہ سنجیدہ و خاموش تھی جیسے یقین نہیں آ رہا ہو کہ یہ سب اتنی آسانی سے اور اتنا جلد ممکن ہو سکتا ہے۔

"مسکراؤ تو یار...... اب کس بات کی ٹینشن ہے۔" شرجیل نے بے تکلفی سے کہتے اس کا گال تھپتھپایا۔

"تھینک یو سو مچ سر۔" اس نے نگاہ جھکائے دھیمے لہجے میں کہا۔

"اوہو...... اس کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"تم ابھی جاؤ اور اپنی مدر کو دیکھو۔ ہم شام کو ملیں گے۔" خوشگوار انداز میں کہتے اس نے کچھ اس طرح کا تاثر دیا جیسے یہ اس کا ہمیشہ کا معمول ہو۔

"جی......؟" عائشہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کتنے دن ہو گئے تم سے باتیں نہیں کیں۔ تمہیں جی بھر کر دیکھا نہیں۔" اس نے آگے بڑھ کر وارفتگی سے کہا۔

"سر لیکن میری امی......" وہ اس قدر ہی کہہ پائی۔

"عائشہ وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔ ٹرسٹ می۔ ویسے بھی تم جس اسپتال میں انہیں شفٹ کرنے جا رہی ہو...... وہ ہوسپٹل نہیں...... فائیو اسٹار ہوٹل ہے۔ وہاں تمہاری امی کو تمہاری اسپورٹ کی ضرورت نہیں۔ وہاں کا اسٹاف انہیں تم سے بہتر سنبھال سکتا ہے۔ تم صرف میرے بارے میں سوچو۔" اس نے جتایا تھا یا تسلی دے رہا تھا عائشہ کا ذہن اس وقت سمجھنے سے قاصر تھا۔

"ارے بھئی...... اتنی ہیلپ کر رہا ہوں میں تمہاری۔ تھوڑا سا تو ریوارڈ بنتا ہے۔" وہ فوراً ہی مدعے پہ آ گیا۔ چھپن چھپائی کا یہ کھیل ختم ہوا تھا اور جو تھا سامنے تھا۔ عائشہ کے پاس انکار کی گنجائش نہیں تھی۔ وہ اس مدد کے عوض معاوضے کی بات کر رہا تھا اور عائشہ جانتی تھی اسے ادائیگی کرنا ہوگی۔

"اور ایک خوب صورت لڑکی کو یہ احسان کیسے اتارنا ہے...... تم بہتر سمجھ سکتی ہو۔" شرجیل نے اس کی الجھی ہوئی لٹ کو انگلی پہ لپیٹتے بامعنی انداز میں کہا۔ عائشہ نے نظر جھکائے سر ہلا دیا تھا۔ شرجیل نے فاتحانہ نظروں سے مسکرا کر دیکھتے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ عائشہ بناء کچھ کہے اپنے آنسو پیتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس وقت اس کا ماں کے پاس اسپتال میں ہونا بہت ضروری تھا۔

❁......❁......❁......❁

"سامیہ میری جان آخر پتا تو چلے کہ ہوا کیا ہے؟" بی بی جان کے سینے سے لگی سامیہ زار و قطار رو رہی تھی اور وہ اس کے رونے سے پریشان ہو رہی تھیں۔ بناء مسئلہ جانے بھی تسلیاں دے رہی تھیں۔

"اچھا یہ رونا بند کرو اور مجھے ساری بات بتاؤ۔ کیا جھگڑا ہوا ہے شرجیل سے؟" اس بار انہوں نے کچھ سخت لہجے میں کہتے اسے خود سے جدا کیا۔

"نہیں۔" سامیہ نے نظریں جھکائے دھیمی آواز میں کہا اور اپنے آنسو پونچھنے لگی۔ جذبات کی شدت تھی یا شرجیل کی بے رخی کا قلق وہ پہلی بار ان کے سامنے خود پہ قابو نہیں رکھ سکی تھی۔

"تو پھر تم اتنی اداس کیوں ہو؟ اور یہ شرجیل بھی...... بناء ملے ہی چلا گیا۔ میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا اس لڑکے کو ہو کیا گیا ہے۔" بی بی جان نے سوچتے ہوئے کہا۔ وہ انہیں کیا بتاتی کہ شرجیل تو خود اس سے بھی ملے اور کچھ کہے بغیر واپس چلا گیا تھا۔ وہ صبح جاگی تو اسے گھر کے ملازمین سے پتا چلا ورنہ تو اسے جاتے ہوئے بتانا تک مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اسے یہ خیال تک نہیں آیا کہ اگر بی بی جان یا کوئی اور سامیہ سے اس متعلق پوچھے گا تو وہ انہیں کیا جواب دے گی۔ یہ چند روز بھی جو وہ رکا تھا تو وجہ سگے بھائی کی شادی اور کچھ بی بی جان کا اصرار تھا۔ وہ بھی وقت کے وقت وہاں پہنچا تھا اسی لیے انہوں نے اسے اور سامیہ کو زبردستی ایک دن مزید رکنے کا کہا تھا۔ اب آج اسے واپس جانا تھا لیکن وہ صبح سویرے کسی کو بھی بتائے بغیر شہر نکل گیا تھا اور اس وقت سے سامیہ کا دل رونے کو چاہ رہا تھا۔ بی بی جان سے لپٹ کر روتے وہ جیسے اپنے اندر کی گھٹن کو کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس کا بھی کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا تھا الٹا بی بی جان بھی پریشان ہو گئی تھیں۔

"یہ تو میں بھی نہیں جانتی بی بی جان لیکن اگر اچانک

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

مرد کی نظریں بیوی سے ہٹنے لگیں تو...... اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔" اس نے جواب طلب نظروں سے بی بی جان کی طرف دیکھا۔

"نہیں نہیں...... یہ تمہارا وہم ہے بیٹا۔" بی بی جان نے بے ساختہ نفی میں سر ہلاتے اس کے شانے پہ نرمی سے اپنا ہاتھ رکھا۔

"شرجیل تو بہت پیار کرتا ہے تم سے۔" ان کے لہجے میں یقین تھا۔

"میں بھی یہی سمجھتی تھی اور اسی لیے شاید کسی حد تک بے پروا بھی ہو گئی تھی۔ سوچا جو میرا ہے وہ مجھ سے دور ہو ہی نہیں سکتا لیکن......" سامیعہ کے حلق میں آنسوؤں کا گولا پھنس سا گیا تھا۔

"جو اپنا ہو اسے تو زیادہ توجہ چاہیے ہوتی ہے۔" وہ پیار سے کہتے مسکرائیں۔

"میں دیکھ رہی تھی پچھلے چند ماہ سے تم بہت الگ تھلگ رہنے لگی ہو۔ شاید اسی لیے شرجیل تم سے ناراض ہو گیا ہے۔" سامیعہ نے شرمندگی سے نچلا لب کاٹا۔

"بی بی جان میں تو بس یہ چاہتی تھی کہ ہماری اولاد ہو تاکہ ہمارا رشتہ اور مضبوط ہو۔" اس نے وضاحت دی، اس امید پر کہ اپنے رویے کی ان کے سامنے صحیح سے وضاحت کر سکے۔

"میری جان نکاح جیسا بندھن کمزور ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ تو سب سے مضبوط، سب سے گہرا تعلق ہے۔ باقی ایک بات کہوں...... اللہ سے ضد نہیں کرتے۔ جو وہ عطا کر دے اس پر شکر ادا کرتے ہیں اور جو نہ دے اس پر صبر سے دعا لیکن اسے اپنی زندگی کی آخری خواہش نہیں بنا لیتے۔ ایسے میں جو نعمتیں میسر ہوں، ان کی ناقدری ہوتی ہے۔" وہ سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"لیکن بی بی جان...... مانگا بھی تو اسی رب سے جاتا ہے ناں؟ اور میں نے سنا ہے جب ہم بچوں کی طرح گڑگڑا کر کچھ مانگتے ہیں تو وہ ضرور دیتا ہے؟" سامیعہ نے بچوں کی طرح سوال کیا۔

"لیکن بچے دوسری چیزوں سے بھی تو بہل جاتے ہیں۔ ایک نہ ملے تو دوسرے پہ راضی ہو جاتے ہیں۔ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم اللہ سے مانگنا چھوڑ دو۔" وہ ہولے سے مسکرائیں۔

"آپ جانتی ہیں میرے ماں باپ نہیں ہیں۔ اسی لیے میں آپ سب کو ہی اپنا مانتی ہوں۔" سامیعہ نے سر جھکا کر دکھی لہجے میں کہا۔

"ہم بھی تمہیں بیٹی مانتے ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر پیار ہے تم سے۔" انہوں نے محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں شکایت نہیں کر رہی لیکن...... شرجیل بہت دور ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی ہمارے درمیان آ گیا ہے۔" وہ سوچتے ہوئے بولی۔

"تو پھر اسے راستے سے ہٹنا ہو گا کیونکہ شوہر اور بیوی کے درمیان کوئی تیسرا نہیں آ سکتا۔" بی بی جان نے حتمی لہجے میں کہا۔

"میں ڈرائیور سے کہتی ہوں، تمہیں گھر ڈراپ کر آئے۔ اچھا ہے زیادہ سے زیادہ وقت شرجیل کے ساتھ رہو۔ بعض اوقات دوری بھی فاصلے بڑھا دیتی ہے۔ ویسے تو کل مجھے بھی شہر آنا ہے لیکن میرے خیال میں تم آج ہی چلی جاؤ۔" دوٹوک کہتیں وہ کمرے سے باہر نکل گئیں۔

سامیعہ سر جھکائے خاموشی سے بیٹھی رہی تھی۔

وہ پورا دن فضیلت کے ساتھ اسپتال میں رہی اس دوران اسے دو بار شرجیل کی کال آئی تھی جس میں اس کی ماں کی خیریت اور اسپتال انتظامیہ سے متعلق گفتگو کے علاوہ اسے یہ یاددہانی بھی کروائی گئی تھی کہ وہ ڈنر پہ اس سے مل رہی ہے۔ بلاشبہ اسپتال کا کمرہ بہت بڑا اور نہایت شاندار تھا۔ وہ خود اس کی اہل نہیں تھی کہ ایسی جگہ ماں کو لے جانے کا تصور بھی کرتی شرجیل کی مہربانی اسے یہاں لے آئی تھی۔ اس کا سرکاری و غیر سرکاری اسپتالوں کا تجربہ بہت تازہ تھا اور یہاں اس کے برعکس عملہ انتہائی مستعد تھا۔ بار بار جونیئر ڈاکٹرز اور نرسیں وزٹ کرتی رہتیں اور اس سے

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

عائشہ کو یہ تسلی ملی کہ واقعی اس کا یہاں ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کل آپریشن تھا اور اس سے پہلے فضیلت کو پوری طرح تیار کیا جا رہا تھا۔ فضیلت دواؤں کی وجہ سے زیادہ تر غنودگی میں تھی یا پھر جب بھی انہیں ہوش آتا تو خاموش رہتی۔ غالباً تکلیف کی بنا پر وہ بات نہیں کر پا رہی تھی۔ عائشہ خود بھی ان سے زیادہ بات چیت نہیں کر پا رہی تھی ایک طویل خاموشی تھی جو سارا دن ان دونوں کے درمیان قائم رہی تھی۔ شام کو وہ اسپتال سے شرجیل کے پاس چلی آئی جہاں سے وہ اسے اپنے ساتھ اپارٹمنٹ میں لے آیا تھا۔

”جانتی ہو جب تمہیں پہلی بار دیکھا تھا۔ اسی وقت سے میرا دل تمہیں پانے کے لیے بے چین ہو گیا تھا۔“ وہ سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی اور اس کے پاس صوفہ پہ بیٹھا وہ اپنا حال دل سنا رہا تھا جبکہ عائشہ کے کانوں میں فضیلت کی آواز کی بازگشت سنائی دی۔

”تم چھوڑ دو یہ نوکری۔ ہم جیسے تیسے گزارا کر لیں گے۔“ اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ ماں وہاں نہیں تھی شرجیل کی فتح سے مخمور آنکھیں اس کے چہرے پہ گڑی تھیں۔ وہ اسے پوری توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ عائشہ اجنبی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پہلی بار عائشہ نے اسے اتنے غور سے دیکھا تھا۔ کچھ شک نہیں وہ ایک وجیہہ مرد تھا لیکن عائشہ کو اس پل وہ ایک گدھ دکھائی دے رہا تھا جو اس کے مردہ وجود کو نوچ کر اپنی ہوس پوری کرنا چاہتا تھا۔

”میں اگر چاہتا تو بہت پہلے تمہیں یہاں آنے پہ قائل کر سکتا تھا لیکن میں کچھ بھی تمہاری مرضی کے خلاف نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پتا نہیں کیا خاص بات ہے تم میں۔ زبردستی کرنے کو دل ہی نہیں مانتا۔“ کتنے کھوکھلے اور خالی لفظ تھے اس کے۔ وہ جو کہہ رہا تھا اس کے برعکس کر رہا تھا۔ اس سے معاوضہ طلب کر رہا تھا اس مدد کا جو وہ فضیلت کے علاج کی صورت اس پہ خرچ کر رہا تھا۔ اسے کوئی جواب دینے کے بجائے وہ بیٹھی اپنی انگلیاں مروڑتی رہی۔ شرجیل نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھاما۔

”زندگی عزت سے بڑھ کر نہیں ہوتی میری جان۔“ عائشہ کی نگاہ شرجیل کے ہاتھ میں دبے اپنے ہاتھوں پر تھی۔

”کیوں پریشان ہو رہی ہو سویٹ ہارٹ۔ کل صبح ہو جائے گا تمہاری امی کا آپریشن اور دیکھنا...... وہ بالکل ٹھیک ہو جائیں گی۔“ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ سے رگڑتے وہ پیار سے بولا۔

”نہیں چاہیے مجھے ایسی زندگی جو تم سے تمہاری ناموس چھین لے...... سمجھی تم۔“ عائشہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ کہیں آس پاس فضیلت کے چلانے کی آواز آئی تھی۔

”میری زندگی میں کئی لڑکیاں آئیں اور گئیں لیکن میرا دل کبھی کسی کے لیے اس طرح بے چین نہیں ہوا۔“ وہ اس کا ہاتھ تھامے کہہ رہا تھا۔

”تمہیں لگ رہا ہوگا میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں یا اپنی باتوں کے جال میں الجھا رہا ہوں۔“ بے اختیار اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے شرجیل نے اپنا چہرہ اس کے چہرے کے نزدیک کیا۔ عائشہ کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔

”میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں عائشہ...... تم نے پاگل کر دیا ہے مجھے۔“ وہ کیا کہہ رہا تھا جبکہ عائشہ کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

”آج سے عائشہ مر گئی ہے۔ اس کے اصول بھی اس کے ساتھ ہی مر گئے امی۔ خودداری اور عزت نفس کی باتیں ہی بس کر پائی میں لیکن جب وقت آیا تو آزمائش کی کسوٹی پر میری ہمت جواب دے گئی۔“ اس نے اٹھ کر بھاگنا چاہا لیکن ماں کا ان بے شمار نالیوں سے جکڑا وجود نگاہوں کے سامنے آ گیا اور وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں پائی۔

”آج میری بات مان کر تم نے مجھے اپنا غلام بنا لیا ہے۔ تم دیکھنا آج کے بعد کبھی تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ ہوں گے۔ شرجیل تمہیں وہ سارے سکھ دے گا جو تم نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھیں ہوں گے۔“ شرجیل نے اسے خود سے قریب کرنا چاہا۔

”نہیں...... تم میری بیٹی ہو اور مجھے یقین ہے تم ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی جو دنیا میں رسوائی اور روز حشر

UUNOVELS.COM

چہرے پہ کالک مل دے۔" اسی وقت فضیلت ان دونوں کے درمیان آکھڑی ہوئی تھی۔

"عائشہ......" اسے غائب دماغی سے بیٹھا دیکھ کر شرجیل نے قدرے بلند آواز میں پکارا۔

"ہوں؟" اس نے چونک کر شرجیل کی طرف دیکھا۔

"کب سے میں ہی بولے جا رہا ہوں اور تم ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟" اسے اجنبیوں کی طرح اپنی طرف دیکھتا پا کر شرجیل نے حیرت سے سوال کیا۔

"میں یہ نہیں کر سکتی۔" وہ زیر لب بڑبڑائی۔

"واٹ......؟" وہ چونکا۔

"مجھے جانے دو۔" وہ ایک دم ہی اس کے پہلو سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پاگل ہوگئی ہو کیا؟" وہ خود بھی اسی تیزی سے کھڑا ہوا تھا۔ دھیمے مگر خفا لہجے میں ٹوکتے اس نے عائشہ کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔

"میں اتنی بہادر نہیں ہوں کہ جیتے جی خود کو قبر میں اتار دوں...... پلیز مجھے جانے دو۔" اس نے منت کرتے انداز میں کہا اور بے اختیار اپنا ہاتھ چھڑا کر دروازے کی طرف بھاگی۔ شرجیل نے ہاتھ بڑھا کر روکنا چاہا لیکن وہ جا چکی تھی۔ البتہ اس کا دوپٹا شرجیل کے ہاتھ میں تھا۔ شرجیل پہلے تو حیرت سے کھڑا دیکھتا رہا اور پھر خود بھی جلدی سے اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

❁ ❁ ❁ ❁

وہاں بیٹھے اسے ادراک ہوا تھا کہ عزت، زندگی سے بڑھ کر تھی اور اب اسے اپنی عزت بچانے کے لیے "زندگی" ہی داؤ پہ لگانی تھی۔ سب کچھ طے کرنے کے بعد بھی وہ اتنی ہمت جمع کر نہیں پائی تھی کہ گناہ کی طرف بڑھ جاتی۔ اسی لیے ننگے سر بے تحاشا دروازہ کھول کر بھاگتی کاریڈور میں پہنچی اور ایک ساتھ لفٹ کے سب بٹن دبا گئی۔

"عائشہ رکو۔" شرجیل فوراً اس کے پیچھے آیا۔ یہ کوئی اتنی بڑی جگہ نہیں تھی کہ وہ اس تک پہنچ نہ پاتا۔ عائشہ نے گھبرا کر لفٹ کو دیکھا دروازہ ہنوز بند تھا۔ اس نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی لیکن یہاں سیڑھیاں بھی نہیں تھیں۔ وہ اس جگہ سے انجان تھی، اسے نہیں پتا تھا کہ سیڑھیاں جو دروازے اس کے سامنے ہے اس کے پیچھے ہیں۔

"واٹ دا ہیل آر یو ڈوئنگ...... اس طرح سے سین کریئیٹ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اندر چل کر بات کرتے ہیں۔" اس نے غصے سے عائشہ کو اپنی طرف کھینچا۔

"نہیں پلیز میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے جانے دو۔ میں وہ سب نہیں کر سکتی۔" وہ ہذیانی انداز میں چلائی۔ یوں جیسے کوئی زندگی کی بھیک مانگ رہا ہو۔

"پلیز مجھے گھر جانا ہے میری......" مسلسل رونے سے اس کی گھگھی بندھ گئی تھی۔

"تم شاید بھول رہی ہو کل تمہاری ماں کا آپریشن ہے۔" وہ جیسے اسے دھمکی دے رہا تھا لیکن عائشہ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

"اگر میں نے آپ کی بات مان لی تو میری امی ویسے ہی مر جائیں گی۔ میں ان کا بھروسا نہیں توڑ سکتی۔" وہ جس ایکسٹریم کو چھو کر پلٹی تھی اس کے بعد یہ ناممکن تھا کہ وہ شرجیل کے ساتھ واپس چلی جاتی۔ خود کو ذہنی طور پہ تیار کرنے کے باوجود وہ شرجیل کی خواہش پوری نہیں کر سکتی تھی کیونکہ یہ وہ حد تھی جسے عائشہ پار نہیں کر سکتی تھی پھر بھلے یہ اس کی جان سے پیاری ماں کی زندگی سے جڑا کیوں ناں ہو عائشہ اپنی عصمت کا سودا نہیں کر سکتی تھی۔ شرجیل نے اس کے دونوں بازو مضبوطی سے تھام رکھے تھے جبکہ وہ خود کو اس کے شکنجے سے چھڑانے کی کوشش میں ہلکان ہونے کے ساتھ ساتھ مسلسل گریہ زاری کر رہی تھی اور اسی دوران ہی لفٹ کا دروازہ کھلا اور دونوں نے ہی اندر کھڑے اذان کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ شاید اپنے فلور پہ جا رہا تھا جب عائشہ نے سب بٹن ایک ساتھ پریس کر دیئے اور لفٹ شرجیل والے فلور پہ رک گئی تھی۔ عام حالات میں وہ کبھی نہ رکتا لیکن جو کچھ وہاں اس کی نظروں کے سامنے ہو رہا تھا اسے دیکھ کر اذان خود کو روک نہیں پایا تھا۔

"شرجیل...... یہ کیا ہو رہا ہے یہاں؟" باہر آتے ہی

UUNOVELS.COM

اس نے غصے سے شرجیل کو مخاطب کیا۔

"کچھ نہیں تم جاؤ یہاں سے۔" شرجیل نے چونک کر ازان کو دیکھا اور یوں بولا جیسے یہ معمول کی بات ہو۔ اس دوران اس کا دھیان ہی نہیں عائشہ کے بازوؤں پہ اس کی گرفت بھی کمزور پڑی تھی اور عائشہ کو یہ موقع غنیمت لگا تھا۔ شرجیل کو پرے دھکیلتی وہ ازان کے پیچھے جا چھپی تھی۔

"نہیں پلیز...... پلیز مجھے بچائیں میں......" وہ مضبوطی سے اس کا کوٹ تھامے اسے اپنی ڈھال بنائے گڑگڑائی۔ ازان نے حیرانی سے شرجیل کو دیکھا اور پھر عائشہ کو جس کے سر پہ چادر نہیں تھی۔ بکھرے بال اور مسلسل رونے سے اس کی آنکھیں بری طرح سوجی ہوئی تھیں۔ پورا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ اس کا عائشہ سے سامنا بہت کم ہوا تھا لیکن اسے اس بے ترتیب حلیے میں دیکھنا مضحکہ خیز تھا۔

"عائشہ......" شرجیل غصے سے دھاڑتا آگے آیا اور ہاتھ بڑھا کر عائشہ کو اپنی طرف کھینچنا چاہا لیکن ازان نے اس کا ہاتھ روک دیا۔

"شرجیل...... دس از انف۔ تم کسی کو مجبور نہیں کر سکتے۔" وہ غصے سے بولا۔

"مجبور نہیں کیا اسے میں نے...... خود اپنی مرضی سے آئی ہے میرے ساتھ۔ پوچھو اس سے۔" شرجیل نے جھنجلا کر کہا تو ازان نے نہ سمجھنے کے سے انداز میں عائشہ کی طرف دیکھا۔

"مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی ہے۔" وہ سر جھکائے دھیمی آواز میں بولی۔

"پلیز آپ مجھے میرے گھر چھوڑ آئیں۔" دونوں ہاتھ جوڑے وہ عاجزی سے بولی۔

"اس کے دھوکے میں مت آنا ازان یہ بڑی مکار ہے۔ مجھ سے فائدہ اٹھا کر اب تمہیں پھنسا رہی ہے۔" استہزائیہ انداز میں کہتے اس نے ازان کو ہوشیار کیا جو اس وقت عجیب الجھن میں گھرا کھڑا تھا۔

"میں خود ہی چلی جاتی ہوں۔" عائشہ نے کہا اور چلنے ہی تھی کہ شرجیل اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیسے کیسے جا سکتی ہو تم۔"

"شرجیل...... کچھ تو شرم کرو۔ ایک مرد ہو کر کسی عورت کے ساتھ اس طرح زور زبردستی کر رہے ہو۔" ازان نے شرمندہ کرنا چاہا۔ یہ سب اس کے لیے شدید آکورڈ سچویشن تھی۔ زندگی میں پہلی بار اس کا سامنا ایسی صورت حال سے تھا اور اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ دونوں میں سے کس کی بات پہ یقین کرے۔ اسے عائشہ سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ اس کے باوجود وہ نہیں چاہتا تھا کہ شرجیل اس لڑکی کے ساتھ کچھ بھی غلط کرے۔

"میں نے کہا نا، یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔" شرجیل پر اس کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ اس وقت ایسا وحشی جانور بنا ہوا تھا جو اپنے شکار کو شکنجے سے نکلتا دیکھ کر پاگل ہو جاتا ہے۔

"تم میرے سامنے اس کے ساتھ کوئی زبردستی نہیں کر سکتے۔" ازان نے سختی سے کہتے شرجیل کے ہاتھ سے عائشہ کا ہاتھ چھڑا لیا۔

"اچھا...... کیا کر لو گے تم؟" وہ بے خوفی سے بولا۔

"باقی سب تو بعد میں ہوگا لیکن سب سے پہلے میں یہاں میڈیا اور پولیس کو کال کروں گا۔ تم اگر اپنے اثر و رسوخ سے پولیس سے بچ بھی گئے تو میڈیا تمہیں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑے گا۔" ازان کی دھمکی کارگر رہی اور شرجیل جیسے سن رہ گیا۔ اس کی پلاننگ اتنی بری طرح ناکام ہوگی وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا لیکن وہ ازان کی سنجیدہ نگاہوں میں چھپی وارننگ کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ وہ عائشہ کی آبرو پامال کرنے جا رہا تھا لیکن اپنی نام نہاد عزت کو برباد ہوتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لب بھینچے اس نے اپنے اشتعال کو قابو میں رکھا۔

"جاؤ تم یہاں سے۔" شرجیل کو روک کر ازان نے عائشہ کی طرف دیکھتے سخت لہجے میں کہا۔ اس نے جلدی سے بٹن دبایا۔ پیچھے کھڑا شرجیل اسے غصے سے گھورتا پیر پٹختا اپنے اپارٹمنٹ کی طرف چلا گیا۔ ازان نے پلٹ کر

UUNOVELS.COM

دیکھا۔ عائشہ سر جھکائے لفٹ کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ خود اذان کو بھی اسی لفٹ سے اپنے فلور پہ واپس جانا تھا۔ جیسے ہی دروازہ کھلا عائشہ تیزی سے اندر چلی گئی۔ اذان بھی اس کے پیچھے لفٹ میں داخل ہو گیا تھا۔

وہ دیوار سے چپکی مسلسل رو رہی تھی۔ اذان نے اس کا حلیہ دیکھا۔ بکھرے بال' ایک پاؤں میں سلیپر پہنے وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے وجود کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایک گہرا سانس لیتے اذان نے پارکنگ فلور کا بٹن دبایا تھا۔

❁ ❁ ❁

عائشہ کی مدد کرنے کا اس کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔ ایک تو اسے عائشہ یا کسی بھی ایسی لڑکی سے کوئی ہمدردی نہیں ہوتی تھی جو کسی نہ کسی صورت مردوں سے اپنے فائدے کے لیے تعلق رکھتی تھیں۔ وہ عائشہ کو کسی طرح 'یمنیٰ' سے الگ نہیں سمجھتا تھا اور اسی لیے اسے شدید ناپسند بھی کرتا تھا بلکہ شرجیل کی دوسری گرل فرینڈز سے زیادہ بھی کیونکہ ان میں سے کسی کی بھی وجہ سے شرجیل کی شادی شدہ زندگی خراب نہیں ہوئی تھی لیکن جب سے عائشہ' شرجیل کے پاس کام کرنے آئی تھی' سامعیہ اور شرجیل کے اختلافات کھل کر سامنے آ گئے تھے۔ اذان نے عائشہ کا حلیہ دیکھ کر اسے گھر ڈراپ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ایک تو اتنی رات' اس پر اس کی یہ حالت کہ وہ خود شرمندہ ہو گیا تھا اور فقط ایک اخلاقی فرض نبھانے اسے اپنی گاڑی میں ساتھ لے آیا تھا۔ وہ فرنٹ سیٹ پہ چپ چاپ سر جھکائے بیٹھی تھی البتہ اب رو نہیں رہی تھی۔ اس کے بال کھل کر بری طرح بکھر گئے تھے اور آنسو اور پسینے کے سبب چہرے اور گردن پہ چپکے ہوئے تھے۔

"یہ مت سمجھنا کہ مجھے تم سے کوئی ہمدردی ہے۔ یہ تو مجھے تمہارے پیرنٹس کا خیال آ رہا ہے۔ کیا گزرے گی ان پہ جب وہ تمہیں اس حال میں دیکھیں گے؟" یک دم اس نے جتاتے ہوئے انداز میں کہا۔

"خیر قصور تو ان کا بھی ہے..... اگر انہوں نے تمہاری اچھی تربیت کی ہوتی تو نوبت یہاں تک آتی ہی نہیں۔" اس نے سر جھٹکتے خفگی سے کہا۔

"جانتی ہو تمہاری وجہ سے شرجیل کی فیملی لائف تباہ ہو رہی ہے۔" اس کا سارا غصہ اسی بات پر تھا۔

"بے چاری سامعیہ بھابی...... وہ تو جانتی بھی نہیں کہ شرجیل تمہارے چکر میں ہے۔" عائشہ ہنوز خاموش تھی۔ وضاحت کی تھی' نہ مزاحمت' بس چپ چاپ اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس پل اس کا ذہن کئی سوچوں میں بٹا ہوا تھا۔ ایک طرف اسے کچھ دیر پہلے کے وہ کرب ناک لمحے یاد آ رہے تھے تو دوسری طرف ماں کا خیال ستا رہا تھا۔ نجانے وہ اس وقت کس حال میں ہوں گی۔ زندہ بھی ہوں گی یا ایک طرف اسے یہ فکر تھی کہ اذان کی گاڑی سے اتر کر وہ بناء چادر اپنی گلی سے گھر تک کا راستہ کیسے طے کرے گی۔ گھر میں بھائی ہوا تو اسے کیا جواب دے گی۔

"سمجھ میں نہیں آتا کیوں تم جیسی لڑکیاں یہ بات نہیں سمجھتیں کہ عزت صرف گھر کی چار دیواری میں ہے۔ اچھے کپڑوں اور مہنگے میک اپ کے چکر میں شرجیل جیسے امیر زادوں کے ساتھ ٹائم پاس کرتے تم یہ کیوں بھول جاتی ہو کہ ایک عورت کا حسن اس کی حیا میں ہوتا ہے۔" وہ مسلسل بول رہا تھا اور عائشہ کا ذہن اپنی سوچوں میں گھرا ہوا تھا اور اتنی سب باتوں کے ہجوم میں اذان کی آواز کہیں دب گئی تھی۔ اسی طرح سفر تمام ہوا تھا اور وہ بناء کچھ کہے چپ چاپ اذان کی گاڑی سے اتر کر تنگ و تاریک گلی میں بے ترتیب قدموں سے چلتی آگے بڑھ گئی۔

اس نے آنکھیں سکیڑے دیکھا۔ عائشہ نے کوئی ردعمل دیا تھا نہ ہی وضاحت اور وہ ہرگز سمجھ نہیں پایا تھا کہ اس کے اس عجیب و غریب رویے کی وجہ کیا تھی۔ وہ چند لمحے وہاں گاڑی میں بیٹھا اس وقت تک اسے جاتے دیکھتا رہا جب تک وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو گئی پھر سر جھٹکتے اس نے گاڑی بیک کی اور واپس اپنے گھر کی طرف موڑ لی تھی۔

❁ ❁ ❁

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس پل ایسا کیا

UUNOVELS.COM

کرے کہ وقت واپس پلٹ جائے۔ اس ایک لڑکی کی خاطر شرجیل نے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ اپنے مزاج کے یہاں تک کہ سامعیہ جس سے وہ شدید محبت کا دعویٰ کرتا تھا‘ ان دنوں پس منظر میں چلی گئی تھی۔ اسے یہ احساس تک نہ تھا کہ سامعیہ اس وقت کہاں ہوگی۔ وہ اسے آشیانہ میں ہی چھوڑ آیا تھا اور پلٹ کر خبر تک نہیں لی تھی۔ دل و دماغ میں سرد جنگ چھڑی ہوئی تھی جو اس پل اسے بے چین کیے ہوئے تھی۔ دماغ کہہ رہا تھا کہ عائشہ کا شمار بھی ان ہی لڑکیوں میں ہوتا ہے جن سے شرجیل ماضی میں تعلقات رکھتا آیا ہے پر دل...... دل تو کچھ اور ہی داستان سنا رہا تھا۔ وہ محبت جو اسے اپنی بیوی سے تھی اس میں عائشہ کو حصے دار بنانے پہ آمادہ تھا۔ شرجیل جیسا گھاک اور گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے والا انسان کس طرح اتنا جذباتی ہوسکتا تھا‘ یہ سوچ اسے مزید ذہنی دباؤ میں مبتلا کررہی تھی۔ دل جو چاہتا تھا دماغ اس کی نفی کررہا تھا اور وہ خود بھی دماغ ہی کی ماننے پہ تلا تھا۔ تین چار دن اس نے عائشہ کے بغیر جس عذاب سے گزارے یہ وہی جانتا تھا اور اس دوران اپنی بیوی یا خاندان کے کسی بھی فرد کے ساتھ ہوکر بھی وہ اس کے ساتھ نہیں تھا۔ اپنی اس کیفیت کی نفی کرتے وہ بار بار خود کو تاویلیں دے رہا تھا کہ یہ فقط اس کے وجود کو پانے کی کشش ہے اور جس دن وہ اسے حاصل کرلے گا‘ سب پہلے جیسا ہوجائے گا۔ واپس لوٹتے اس نے فیصلہ کیا تھا کہ اب وہ دیر نہیں کرے گا کیونکہ اپنی اس کیفیت سے اسے خود بھی خوف آرہا تھا۔

عائشہ اس سے ملنے پہ آمادہ تھی کیونکہ وہ مجبور تھی جس کے بعد پورا دن شرجیل خاصا مطمئن رہا تھا۔ اس نے عائشہ کے لیے گفٹ بھی خریدا تھا۔ ایک بے حد قیمتی ڈائمنڈ رنگ وہ اس کو تحفہ میں دینا چاہتا تھا۔ لڑکیوں کو تحائف دینا اس کے لیے عام سی بات تھی اس سے پہلے وہ یمنیٰ کو بھی کئی زیورات دے چکا تھا مگر اس نے عائشہ کے لیے رنگ کیوں پسند کی یہ وجہ وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔ سب ٹھیک چل رہا تھا اور ایک دم سب غلط ہوگیا۔ وہ اس کے بے حد قریب آئی اور اس سے ہمیشہ کے لیے دور چلی گئی اور

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں
ماہنامہ نئے اُفق
ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پہ فراہم کرینگے
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرِ سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے
امریکا‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے
6000 روپے
مڈل ایسٹ‘ ایشیائی‘ افریقہ‘ یورپ کے لیے
5000 روپے
رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ‘ منی آرڈر‘ منی گرام ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔
مقامی افراد
ایزی پیسہ اکاونٹ نمبر
0316-0128216
موبی کیش اکاونٹ نمبر
0300-8264242
رابطہ: طاہر احمد قریشی...... 0300-8264242
نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز
81 نیمبیر بیرکس، ہاکی کلب آف پاکستان
اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510
فون نمبر: +922-35620771/2
naeyufaq.com
Info@naeyufaq.com

UUNOVELS.COM

شرجیل کچھ نہیں کر پایا تھا۔ وہ بپھرا ہوا شدید غصے کی حالت میں اپارٹمنٹ سے نکلا اور آندھی طوفان کی طرح ڈرائیو کرتا گھر پہنچا تھا۔ سامعیہ گھر تھی یا نہیں اس نے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی اور تیز قدموں سے چلتا سیدھا بیڈ روم میں آ گیا تھا۔

"کہاں تھے آپ؟ میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔" وہ نائٹ سوٹ پہنے واش روم سے نکلی۔ شرجیل کو دیکھتے خوشگوار انداز میں بولی۔

"کھانا لگاؤں؟" اس کے باوجود کہ شرجیل کا اس کے ساتھ رویہ خاصہ تلخ تھا وہ بی بی جان کی نصیحت پہ عمل کرتے خود کو نارمل رکھنا چاہتی تھی۔ یہ ایک طرح سے اپنے اور شرجیل کے تعلق کو ٹھیک کرنے کی ایک چھوٹی سی کوشش تھی۔ شرجیل نے اس کی کسی بھی بات کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ وہ رخ پھیرے دونوں ہاتھ کمر پہ ٹکائے یوں کھڑا تھا جیسے اسے سامعیہ کی موجودگی کا احساس تک نہ ہو۔

"شرجیل...... میں آپ سے بات کر رہی ہوں۔" سامعیہ نے آگے بڑھ کر شرجیل کے بازو کو چھوا۔

"تو کیوں کر رہی ہو؟ دفع کیوں نہیں ہو جاتی۔" بے ساختہ پلٹتے وہ دھاڑا تھا۔ ایک جھٹکے سے سامعیہ کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹاتے وہ سرخ آنکھوں اور سخت تاثرات لیے اس سے گھور رہا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" اسے صدمہ پہنچا۔

"آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں سب خیریت تو ہے؟" سامعیہ نے ایک بار پھر آگے بڑھتے تفکر سے پوچھا۔ وہ کہاں جانتی تھی شرجیل کے اندر کون سے الاؤ دہک رہے ہیں۔

"سامعیہ تم نے اگر ابھی اور اسی وقت اپنی شکل یہاں سے گم نہ کی تو میں...... میں تمہیں کھڑے کھڑے طلاق دے دوں گا۔" انگلی اٹھائے وہ تنبیہی انداز میں غرایا اور سامعیہ کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ یک ٹک شرجیل کو دیکھتی رہی جیسے ابھی تک یقین نہ کر پا رہی ہو مگر شرجیل کے تلخ لفظوں کی گونج اتنی شدید تھی کہ اس کے کانوں کے پردے پھاڑ رہی تھی۔ یک دم آنکھوں نے بغاوت کی اور آنسو آنکھوں کے بند توڑ کر بہہ نکلے۔ شرجیل نے غصے سے رخ موڑا۔ وہ جو کبھی اس کے چہرے پر اداسی برداشت نہیں کر سکتا تھا' کچھ عرصے سے مسلسل اسے رلا رہا تھا۔ سامعیہ سر جھکائے کمرے سے چلی گئی تھی۔

شرجیل نے بے چینی سے اپنی جیکٹ اتاری اور نہایت غصے سے بیڈ کی طرف اچھال دی۔ عائشہ کے لیے خریدی ڈائمنڈ رنگ کی مخملی ڈبیہ اس کی جیب سے نکل کر بیڈ کے کونے پر جا گری تھی۔

❁......❁......❁......❁

عائشہ کسی بے جان بت کی طرح بیڈ پر بیٹھی تھی۔ بستر کی چادر پہ جا بجا اس کے پیر سے رستے خون کے نشان تھے جو سڑک سے لے کر گھر تک آتے اس کے بناء جوتے کے پیر پہ لگی تھی۔ بال بکھرے اور ہر چہرے پہ آنسوؤں کے نشان پڑ گئے تھے۔ اس وقت گلی میں اندھیرا تھا اور یقیناً اسے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ نومی بھی سو رہا تھا لیکن بھلا اسے پروا ہی کہاں تھی۔ وہ جس مرحلے سے گزری تھی' جس امتحان سے گزرنے والی تھی' اس کے مقابلے میں اس کے یہ زخم تو بے حد معمولی تھے۔ اس کا پیر سڑک پر پڑے کانچ سے زخمی ہو گیا تھا۔ اس وقت پیر سے اٹھتی تکلیف کا احساس اس کو نہیں تھا۔ ذہن میں ان دھمکی آمیز جملوں کی بازگشت تھی جو شرجیل نے اسے اس کی ماں کے علاج کے حوالے سے کہے تھے۔ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ جو کہتا ہے کر کے رہتا تھا۔ پتا نہیں کل کا سورج کس انداز سے طلوع ہوتا۔ اب اتنی آسانی سے تو وہ عائشہ کو بخشنے والا نہیں تھا۔ اس کا ذہن شل ہو رہا تھا۔ کیا کچھ نہیں ہو گیا تھا ان چند گھنٹوں میں...... اگر اس کی مدافعت ناکام ٹھہرتی یا وہاں اذان نہ آتا تو وہ شاید شرجیل کے آگے بے بس ہو جاتی یا پھر اس سے بھی بڑا تماشا لگ جاتا۔ لوگ اکٹھے ہو جاتے' پولیس آ جاتی' گناہ کا عذاب آخرت ہی نہیں دنیا میں بھی رسوائی کا باعث بنتا۔ وہ تو بس خود کو بچانے کے لیے بھاگی تھی لیکن شرجیل نے جو کچھ اذان کے سامنے کہا' وہ بڑی

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

آسانی سے دنیا کے سامنے بھی اسی انداز میں عائشہ کی کردار کشی کر سکتا تھا۔ وہ مرد تھا' وہ بھی معاشرے کا طاقتور اور با رسوخ مرد...... داغ دار تو عائشہ کا ہی دامن ہوتا۔ اذان کے لفظوں کی چوٹ کم نہ تھی پھر بھی وہ چپ چاپ سہہ گئی کہ قصور جب اپنا تھا تو پھر اس کا خمیازہ بھی بھگتنا ہی تھا۔ بہر حال جو کچھ بھی ہوا' عائشہ کے لیے زندگی کا ایک بہت بڑا سبق تھا کہ بھلے کچھ بھی ہو جائے' کتنا ہی مشکل اور کڑا وقت کیوں نہ آ جائے' انسان کو اپنی ثابت قدمی نہیں چھوڑنی چاہیے۔ برا وقت تو قسمت سے مشروط ہے اور پھر اگر قسمت میں کچھ لکھا ہے تو کوئی کیسے بدل سکتا ہے لیکن اس کے لیے اپنی عزت کو داؤ پہ لگانے کی غلطی کسی بھی صورت قابل قبول نہیں۔ دیر سے سہی مگر عائشہ اس لکیر کی حد کو چھو کر پلٹ آئی تھی۔ دل اداس تھا پر ضمیر مطمئن کہ کل صبح بشرط زندگی ماں کو اور روزِ حشر اپنے رب کو سیاہ چہرے کے ساتھ نہیں ملے گی۔

سامعیہ اب تک بے یقین اور حیرت زدہ بیٹھی تھی۔ رات کب گزری اسے کچھ خبر نہیں ہوئی تھی۔ وہ تو اس وقت سے لاؤنج کے صوفے پہ سر گھٹنوں میں دیئے بس رو رہی تھی جبکہ اندر شرجیل کیا کر رہا تھا وہ اس بات سے یکسر انجان تھی۔ شرجیل نے کل رات اسے نہایت سخت بات کہی تھی جس کا جواب تو دور وہ سوچ کر ہی بے حال ہو رہی تھی۔ آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے اور رو رو کے اس کا دل پھٹنے والا ہو گیا تھا۔ شرجیل اس سے جتنا دور تھا یہ امید بھی خام خیالی ہی تھی کہ وہ اس سے معذرت کرے گا اور یہی ہوا تھا۔ وہ صبح معمول کے مطابق گھر سے نکل گیا تھا۔ اس نے یہ تک جاننے میں وقت ضائع نہیں کیا کہ سامیعہ گھر پہ ہے یا نہیں تو دوسری طرف سامعیہ نے بھی اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ جو اجنبیت ان کے تعلق میں در آئی تھی اس کے بعد باقی سب باتیں غیر ضروری ہو گئی تھیں۔ شرجیل اگر اپنے کیے پہ پشیمان ہوتا تو یقیناً سامعیہ کے پاس آتا لیکن وہ بناء کچھ کہے اس سے ملے بغیر چلا گیا تھا۔ ان حالات میں سامعیہ کرتی بھی تو کیا۔ یہی بہتر تھا کہ وہ اسے اس کے حال پہ چھوڑ دے یا پھر یہاں سے چلی جائے۔

وہ پوری رات کی اذیت میں مبتلا تھی پھر بھی صبح نو بجے فضیلت کے پاس اسپتال چلی آئی تھی۔ کل جو پیر کا درد محسوس نہیں ہو رہا تھا آج وہ کسی پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا اس کا پاؤں بری طرح زخمی تھا جس پہ اس نے دوا لگائی تھی نہ کوئی پٹی ہی باندھی تھی۔ بس نیم گرم پانی سے دھو کر ہی خون اور مٹی کو صاف کر لیا تھا۔ تکلیف تو اس وقت ہوئی جب اس نے جوتا پاؤں میں پہنا۔ ہر قدم پہ درد کی شدت سے وہ کراہ رہی تھی۔ فضیلت اسے کاریڈور میں لگے بنچ پہ بیٹھی دکھائی دی تھیں۔ سر جھکائے' بے حد نحیف اور خاموش...... وہ بجلی کی سی تیزی سے ماں کے پاس آئی تھی۔

"امی آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟ آپ کو تو......" اس نے حیرانی سے فضیلت کو دیکھتے سوال کیا۔ وہ مریضوں والے مخصوص گاؤن کی بجائے عام کپڑوں میں تھیں اور اس وقت آئی وی لائن بھی اتر گیا تھا۔ عائشہ کے سوال پہ فضیلت نے سر اٹھایا لیکن کچھ کہا نہیں۔

"سسٹر۔" پاس سے گزرتی ایک نرس کو دیکھتے عائشہ پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور اسے آواز دے کر روکا۔

"آج دوپہر کو میری امی کا آپریشن ہے اور آپ نے انہیں یہاں بٹھا دیا ہے۔ انہیں تو وہاں کمرے میں ہونا چاہیے تھا۔" اس نے نہ سمجھتے ہوئے کنفیوژن سے پوچھا۔

"آپریشن کینسل ہو گیا ہے۔" اس نے سپاٹ لہجے میں بتایا۔

"کیا......؟" اس نے حیرانی سے کہا اور پھر فضیلت کو دیکھا۔ وہ ہنوز خاموش تھیں۔

"سرجن کے پاس اس ماہ کی فل بکنگ ہے۔" نرس نے رکھائی سے کہا۔ وہ جلدی میں تھی اور عائشہ کے سوالوں کے جواب دیتے اس کے ہر انداز سے بیزاری عیاں تھی۔

عائشہ بس لب کاٹ کر رہ گئی تھی۔ گو جانتی تھی کہ شرجیل

UUNOVELS.COM

ضرور اپنا ردعمل ظاہر کرے گا مگر یہ سب اتنی جلدی اور اس انداز میں ہوگا اسے اندازہ نہیں تھا۔

"مس عائشہ۔" پیچھے سے اسے کسی نے آواز دی تو چونک کر دیکھنے لگی۔

"یہ بل دے دیں۔" کاغذ کا ایک پرزہ عائشہ کے ہاتھ میں تھماتے اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن امی کا آپریشن تو ہوا ہی نہیں پھر یہ بل؟" اس نے ایک نگاہ پرچے پر لکھی۔ رقم کو دیکھتے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں یہ روم میڈیسن اور ٹیسٹ وغیرہ کے چارجز کے علاوہ ڈاکٹرز کی فیس ہے۔ یہ بل ہم نے آپ کی کمپنی کو بھیجا تھا لیکن انہوں نے کلیرنس دینے سے صاف انکار کردیا ہے۔" یہی وجہ تھی کہ آج یہاں کے اسٹاف کا رویہ کل کی نسبت اس کے ساتھ بالکل بدلا ہوا تھا۔ کل تک وہ سب اس سے بڑے اچھے انداز میں بات کررہے تھے۔ اسے تسلیاں دے رہے تھے۔ اس کی مدد کررہے تھے اور آج وہ سب اس کے لیے اجنبی تھے۔ دنیاوی تعلقات مفاد پرستی اور پیسوں سے مشروط ہیں۔ کون آپ کو کتنا فائدہ پہنچا سکتا ہے بس یہ دیکھا جاتا ہے ورنہ آپ کو ایک طرف کردیا جاتا ہے۔

"یہ پیشنٹ کاریڈور میں کیوں ہیں؟" وہ ہاتھ میں بل پکڑے ٹھٹک کر کھڑی تھی کہ وہاں کا ایڈمن انکوائری کے انداز میں کلرک سے استفسار کرنے لگا۔

"سر انہیں ڈسچارج کردیا گیا ہے۔ بل کلیئر ہونے کا انتظار کررہے ہیں۔" اس نے مؤدبانہ انداز میں وضاحت دی۔

"سر میں سارے ڈیوز کلیئر کردوں گی لیکن امی کا آج آپریشن ہونا بہت ضروری ہے۔" عائشہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر منت بھرے لہجے میں کہا۔

"دیکھیں یہ میرا ڈیپارٹمنٹ نہیں ہے اور آپ اپنے کنسلٹنٹ سے بات کریں۔" وہ کندھے اچکائے غیر جانبداری سے بولا۔

"اسٹاف کون ہیں ان کے کنسلٹنٹ؟" اس بار سوال کلرک کو دیکھ کر کیا۔

"ڈاکٹر شیرازی سر اور انہوں نے ہی لسٹ سے ان کی پیشنٹ کا نام نکالا ہے کیونکہ ان کے پاس بالکل ٹائم نہیں ہے۔" اس نے مدعا کہہ سنایا۔

"پھر تو مجبوری ہے میم...... آپ انہیں دوسرے اسپتال شفٹ کردیں۔" ایڈمن معذرتی نظروں سے دیکھتا آگے بڑھ گیا البتہ جاتے ہوئے اس نے کلرک کو ایک بار پھر تاکید کی کہ اس وقت کاریڈور میں رش بالکل نہ دکھائی دے کیونکہ منتظمین کسی بھی وقت وزٹ کرسکتے ہیں۔

"آپ آکر کاؤنٹر پہ پیمنٹ کردیجئے گا۔" سنجیدگی سے کہہ کر کلرک اپنے آفس کی طرف پلٹ گئی جبکہ عائشہ ہاتھ میں پکڑے بل کو خالی نظروں سے دیکھتی رہ گئی۔ ایک گہرا سانس لیتے اس نے سر اٹھایا اور فضیلت کے پاس بنچ پہ بیٹھ گئی۔

"آپ کو عزت کے بدلے زندگی نہیں چاہیے تھی ناں امی۔ اس ذلت کے بارے میں کیا خیال ہے؟" اس نے استہزائیہ ہنستے فضیلت کی طرف دیکھا۔

"آپ کی بات کا مان رکھ تو لیا لیکن اب کیا ہوگا؟" اس نے ماں کو دیکھتے سوال کیا۔

"میں جانتی تھی...... میری بیٹی ایسا کوئی کام نہیں کرے گی جو میری تربیت کو گالی بنا دے۔" فضیلت نے مان سے کہتے عائشہ کا ماتھا چوما اور عائشہ کا سارا اسٹریس ختم ہوگیا۔ اس وقت اسے یہی لمس درکار تھا۔

"تم نے میری بات مان لی عائشہ...... یقین کرو اگر تم کوئی انتہائی قدم اٹھالیتی تو میں جیتے جی مرجاتی۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے بولیں۔

"میں تو فیصلہ کرچکی تھی لیکن......" وہ کہتے ہوئے خاموش ہوگئی۔

"یہ بل دے کر آتی ہوں...... اس کے بعد گھر چلیں گے۔" پیار بھری نظروں سے ماں کی طرف دیکھتے اس نے مسکرا کر کہا۔ فضیلت نے سمجھنے کے سے انداز میں سرہلایا۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

عائشہ تیزی سے اٹھی اور تکلیف کے باوجود جلدی جلدی کاؤنٹر کی طرف چل دی کیونکہ آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو روکنا مشکل ہوگیا تھا اور وہ ماں کے سامنے رو کر انہیں مزید تکلیف پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁ ...... ❁

بی بی جان کو آج اذان کے پاس شہر آنا تھا ان کی آئی اسپیشلسٹ کے ساتھ اپائمنٹ تھا اس لیے وہ صبح سویرے ہی اس کے گھر پہنچ گئی تھیں۔ پچھلے کچھ عرصے سے ان کی بینائی پہ اثر پڑ رہا تھا اور اذان کو ان کی خاصی فکر تھی اس لیے شہر کے سب سے بڑے اور مشہور اسپیشلسٹ سے ان کا علاج چل رہا تھا۔ امید تھی کہ لیزر یا سرجری کے بغیر ہی سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔ آج بھی وہ انہیں لیے اسپتال آگیا تھا۔ اندر بی بی جان کی کنسلٹیشن چل رہی تھی جب اچانک اس کے فون پہ کال آنے لگی اور وہ معذرت کرتا کال سننے کی غرض سے کاریڈور میں چلا آیا۔ سب سے ہٹ کر ایک کونے میں کھڑا وہ بزنس ڈسکشن کررہا تھا جب وہاں کھڑی عائشہ پہ اس کی نگاہ پڑی۔ اسے شدید حیرت کا جھٹکا لگا۔ تجسس بھی تھا اور حیرت بھی...... اسی لیے وہ وہاں کھڑا ان کی ساری گفتگو سنتا رہا اور جب عائشہ فضیلت کے پاس سے اٹھ کر اپنے آنسو چھپاتی وہاں سے بلنگ کاؤنٹر کی طرف گئی تو اذان بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا آیا۔

عائشہ نے پہلے تو وہاں رک کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے آنسو پونچھ کر اس نے گہرا سانس لیا اور پھر کلرک کے پاس جاکر بل پہ لکھی مطلوبہ رقم اس کی طرف بڑھائی۔ یہ وہ پیسے تھے جو اس نے پچھلے چند ماہ میں گھر کو گروی سے چھڑانے کے لیے الگ سے بچا کر رکھے تھے۔ وہ بل دے کر پلٹی اور خاموشی سے واپس کاریڈور کی طرف جارہی تھی کہ جب اس کی نگاہ اذان پہ پڑی۔ وہ خود بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ عائشہ نے بے ساختہ نظریں جھکائیں اور حلق کو تر کرتے آگے بڑھ گئی۔

"سنو......" اس نے پیچھے سے پکارا۔ عائشہ نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا البتہ وہ اس کی آواز پہ رک ضرور گئی تھی۔

"میں یہاں کی منجمنٹ کو جانتا ہوں۔ تم رکو، تمہاری امی کا علاج ہوجائے گا۔" اذان خود ہی چل کر اس کے نزدیک پہنچا اور سنجیدگی سے کہا۔

"اس احسان کا بدلا نہیں اتار سکتی میں، آپ کو مایوسی ہوگی۔" اس نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا البتہ اذان کی طرف دیکھنے سے اب بھی گریز کررہی تھی۔ کل رات جو کچھ ہوگیا تھا اس کے بعد وہ اس کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھی۔

"ہر انسان شرجیل نہیں ہوتا۔" وہ دھیمے مگر دوٹوک انداز میں بولا۔

"اس اسپتال کو ہماری طرف سے بہت زیادہ ڈونیشن دیا جاتا ہے، جس کا مقصد مستحق لوگوں کا علاج ہے۔" اس نے گہرا سانس لیتے وضاحت کی۔

"تم چلو میرے ساتھ...... میں بات کرتا ہوں اسٹاف سے۔" عائشہ نے پہلی بار نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ وہی تھا ہمیشہ کی طرح مغرور اور اجنبی۔ اس کے چہرے پہ اس وقت بھی ہمدردی کا تاثر نہیں تھا البتہ ایک قطعیت ضرور تھی کہ وہ جو کہہ رہا ہے اسے کرنا چاہتا ہے۔ عائشہ نے نظریں جھکائے سر ہلایا اور لب بھینچے اذان کے ساتھ چل دی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁ ...... ❁

اذان کی بات درست ثابت ہوئی تھی، وہاں کی منجمنٹ اس کی کہی بات ٹال ہی نہیں سکی تھی اور فوری طور پہ فضیلت کو دوبارہ اسی روم میں شفٹ کردیا گیا جہاں سے انہیں شرجیل کے کہنے پہ نکالا گیا تھا۔ دس منٹ لگے تھے اور اذان کے کہنے پر عملہ ایک مستعدی سے عائشہ اور فضیلت کے آگے پیچھے گھومنے لگا تھا۔ اذان الٹے پیروں واپس پلٹ گیا تھا کیونکہ اسے بی بی جان کے پاس بھی پہنچنا تھا جنہیں وہ بناء بتائے آگیا تھا۔ اس دوران اس نے عائشہ سے کوئی اور بات نہیں کی تھی، نہ تو اسے جتایا تھا نہ ہی شکریہ کا موقع دیا تھا البتہ جب وہ فضیلت کے ساتھ کمرے کی طرف واپس جارہی تھی تو ایک آفس بوائے ٹائپ لڑکا عائشہ کے پاس ایک کارڈ لے کر آیا تھا۔ کارڈ پہ ایک کمپنی کا

UUNOVELS.COM

نام پتا اور فون نمبر لکھے تھے جبکہ اس کی پشت پہ اذان کے نام کے ہمراہ یہ مختصر نوٹ درج تھا "ویکنسی" وہ اس مختصر پیغام کو سمجھ گئی تھی۔ یقیناً وہ سوچ رہا تھا کہ اب عائشہ شرجیل کے پاس جاب نہیں کرے گی اور سو فیصد درست ہی سوچ رہا تھا۔ وہ جو کچھ اس کے ساتھ کر گیا تھا اس کے بعد وہ اس کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ یہ اللہ کی مدد تھی جو اذان نے آکر ان کا مسئلہ حل کر دیا تھا۔ البتہ آپریشن تو آج نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ وقت نکل گیا تھا اور اب دو دن بعد کی سلاٹ تھی۔

"اب مجھے زندگی سے کوئی شکایت نہیں۔ موت بھی آجائے تو میں چین سے مر سکتی ہوں۔" وہ اگلی صبح ماں کو ناشتہ کروا رہی تھی جب فضیلت نے تکیے پہ سر ٹکائے دھیمے لہجے میں کہا۔

"آپ کیوں کرتی ہیں ایسی باتیں امی۔ آپ کو پتا ہے ناں مجھے تکلیف ہوتی ہے۔" عائشہ نے بے اختیار ٹوکا۔

"تم میری تکلیف کا اندازہ نہیں کر سکتی عائشہ۔" وہ دکھی لہجے میں بولی۔

"کیا بہت درد ہو رہا ہے؟ ڈاکٹر کو بلاؤں۔" عائشہ نے پریشانی سے کہا۔

"درد یہاں نہیں...... اس دل میں ہے۔ میں نے ساری زندگی اس بھرم میں گزار دی کہ میرا شوہر ایک اچھا انسان ہے لیکن وہ تو ایک درندہ تھا اور میں اس درندے کو اپنا نگہبان سمجھتی رہی۔" فضیلت نے ہاتھ بڑھا کر اسے واپس اپنے پاس بٹھالیا۔

"بھول جائیں سب باتیں۔ غلطی میری ہی ہے۔ مجھے آپ کو کچھ بتانا ہی نہیں چاہیے تھا۔" ان کے لہجے میں جو کرب تھا اسے محسوس کرتے عائشہ کو صحیح معنوں میں شرمندگی ہو رہی تھی۔ وہ اپنا یہ تاسف چھپا نہیں پائی تھی جب ہی قدرے ندامت سے بولی۔

"مجھ سے ایک وعدہ کرو گی۔ صابر کے متعلق جو سچ ہم دونوں جانتے ہیں...... یہ بات دوبارہ تم کسی سے مت کہنا بالخصوص نومی سے۔ ان کا گناہ قابل معافی نہیں لیکن مرنے والے کا پردہ رکھنا چاہیے۔" عائشہ کا ہاتھ تھامے فضیلت نے التجا کی۔

"آپ نہ بھی کہتیں تو میں یہ بات کسی کو نہ بتاتی۔ ویسے بھی یہ کون سی قابل فخر بات ہے امی کہ میرا باپ ایک......" اس نے کہتے ہوئے رک کر بے اختیار لب کاٹے۔

"یہ بتاؤ نومی کہاں ہے؟" فضیلت یہ سوال کب سے بار بار پوچھ رہی تھیں اور عائشہ مسلسل ٹال رہی تھی لیکن سچ تو بتانا ہی تھا۔

"امی...... وہ چلا گیا۔" عائشہ نے دھیمے لہجے میں بتایا۔

"مجھ سے ملے بغیر؟" وہ بے یقینی سے بولیں۔

"آج صبح کی فلائٹ تھی۔ مجھ سے کہہ کر گیا ہے کہ امی سے ملا تو وہ جانے نہیں دیں گی۔" عائشہ نے تفصیل سے کہتے دلیے کی پلیٹ میز پہ رکھی۔

"اور تم نے اسے جانے دیا؟ وہ بھی ان حالات میں؟" فضیلت نے بے چینی سے پوچھا۔ وہ ماں تھیں اور اس وقت زندگی و موت کی کشمکش میں الجھی ہوئی تھیں۔ بھلا کیسے ایک بیٹا اپنی ماں کو اس حال میں چھوڑ کر جا سکتا تھا۔

وہ تو یہ بھی نہیں جانتی تھیں کہ آپریشن کامیاب ہوگا یا نہیں اور اگر جو اس دوران زندگی کی مہلت ہی ختم ہوگئی تو کیا وہ بھی اپنے بچے کی صورت دیکھ پائے گی؟

"حالات اس کے ہونے سے کون سے بدل جاتے امی۔ ویسے بھی وہ اپنا راستہ منتخب کر چکا ہے تو اچھا ہے، ہم بھی اپنی زندگی اس کے بغیر گزارنا سیکھ لیں۔" عائشہ نے سمجھایا۔ وہ اب ان سب باتوں پہ اپنی توانائی ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ اس کے پاس سوچنے کے لیے اس سے بڑے کام تھے۔

"ایک جگہ جاب ملنے کے چانسز ہیں۔ میں دیکھتی ہوں اگر کچھ کام بن جائے تو اچھا ہے۔ آخر گزر بسر کے لیے ہاتھ پاؤں بھی تو مارنا ہے ورنہ کہیں سر سے چھت بھی

UUNOVELS.COM

نہ چھن جائے۔" اپنا ہینڈ بیگ اٹھاتے اس نے بات بدلتے ہوئے کہا۔اذان کا بھجاوہ کارڈ اس کے بیگ میں تھا اور آج اس کا ارادہ اس کی بتائی جگہ انٹرویو کے لیے جانے کا تھا۔

بے شک رزق کا وعدہ اللہ نے کیا ہے لیکن اس کے لیے ہاتھ پاؤں تو مارنے ہی پڑتے ہیں۔

آج کا دن اچھا تھا یا پھر قدرت کو اس کی مدد منظور تھی۔ اس کا انٹرویو بہت اچھا رہا تھا اور اسے اسی وقت سے جاب جوائن کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ پہلی بار وہ بری طرح نروس تھی لیکن اس بار اس کے پاس تعلیم کے ساتھ تجربہ بھی تھا۔زندگی کی مشکلات ویسے بھی انسان کو بہادر بنادیتی ہیں تو کچھ انسان کے حالات اسے ہمت دیتے ہیں۔شاید اسے بھی اب زندگی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کا تجربہ ہوگیا تھا۔وہ ورک ہراسمنٹ کی جس بدترین فیز سے گزری تھی اور اس دوران اس نے جو گنوایا تھا' وہ اس کا اپنی ہی ذات پہ یقین تھا۔عائشہ جس نے کبھی خود کو کسی کے آگے جھکنے نہیں دیا' بڑی سے بڑی بات پہ بھی وہ ہار نہیں مانتی تھی مگر شرجیل کی وجہ سے اور اپنی ماں کی خاطر وہ ایکسپلائیٹ ہوئی تھی اور یہ سلسلہ بہت بڑھ سکتا تھا اگر وہ بروقت فیصلہ نہ کرلیتی۔

کام وہی تھا جو وہ پہلے کررہی تھی البتہ تنخواہ و مراعات پہلے جیسی نہیں تھیں۔عائشہ جانتی تھی کہ وہ سب اس کا حق کم اور شرجیل کی مہربانی زیادہ تھی مگر اب وہ خوش تھی کیونکہ اپنا جائز حق پانے والی تھی۔اسے معقول تنخواہ کی پیشکش ہوئی تھی جس کے ساتھ آفس لانے لے جانے کی سہولت بھی تھی۔ ماں کا علاج اذان کی بدولت تقریباً فری ہوگیا تھا کیونکہ وہ ٹرسٹ کی طرف سے کیا جارہا تھا۔ان حالات میں گزراوقات اور قرض اتارنے کے لیے یہ رقم کافی تھی۔

اپنے چھوٹے سے لکڑی کے کیبن میں بیٹھے اس نے مطمئن سے انداز میں کاغذ پہ مہینوں کے ساتھ اپنی مستقبل میں بچائی جانے والی رقم لکھ کر اسے جمع کیا تو اگلے چند ماہ میں وہ باآسانی خواجہ کا قرضہ اتارنے کی سکت رکھتی تھی۔ کاغذ کو تہہ کرکے اس نے اپنے ہینڈ بیگ میں پھینکا اور میز پہ رکھا کمپیوٹر آن کرنے لگی۔کمرے کے دروازے پہ دستک ہوئی تھی جس کے بعد ایک دم دروازہ کھلا۔

"آگئیں آپ؟" دروازے میں اذان کھڑا تھا۔

"آپ......؟" عائشہ نے چونک کر دیکھا۔

"یہ آپ کا آفس ہے؟" کرسی سے اٹھ کر اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں یہ میرا آفس ہے لیکن میرے آفس میں شرجیل کی طرح کام نہیں ہوتا لہٰذا آپ کو صرف اور صرف اپنے کام پہ فوکس کرنا ہوگا۔" اس کا انداز ہمیشہ کی طرح سنجیدہ اور جتاتا ہوا تھا۔

"آئی ہوپ یو انڈر اسٹینڈ واٹ آئی مین۔" (مجھے امید ہے تم سمجھ گئی ہوگی میری بات کا مطلب) وہ اسے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا عائشہ بہت اچھے سے جانتی تھی۔یعنی اس کی مجبوری کو جان کر اس پہ احسان تو کیا گیا تھا البتہ اس کے جرم کو معاف نہیں کیا تھا۔اسی لیے تو وہ وہاں کھڑا طنز کے نشتر چبھورہا تھا۔عائشہ نے کچھ نہیں کہا' بس نگاہیں جھکا لیں کیونکہ شرمندگی زبان کو تالا لگادیتی ہے۔

"کچھ ریکوزیشنز آئی ہوں گی۔انہیں میرے آفس میں لے آئیں' تھینکس۔" سنجیدہ ومختصر انداز میں اسے کام بتاتے وہ الٹے قدموں واپس لوٹ گیا۔دروازہ ایک اذان کے ہاتھ سے چھوٹتے ہی ایک زوردار دھماکے سے بند ہوا تھا۔شاید اس کا لیور خراب تھا لیکن اپنے دھیان میں گم عائشہ بری طرح چونکی تھی۔یوں لگا جیسے یہ دروازہ اذان نے اس کے منہ پہ دے مارا ہو۔

(ان شاءاللہ باقی اگلے شمارے میں)

جذبہ شوق

اقراء حفیظ

اے جذبۂ دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آ جائے
منزل کے لیے دو گام چلوں اور سامنے منزل آ جائے

"مما مما...... میرا اسنو کوٹ کہاں ہے؟" مریم بھاگتی ہوئی کمرے میں آئی جہاں روبینہ الماری میں کپڑے سیٹ کر رہی تھیں۔

"مجھے کیا پتا تم ہی رکھتی ہو۔" روبینہ کہہ کر دوبارہ کام میں مگن ہو گئیں لیکن مریم بے چینی سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

"اوہو...... کہاں ڈھونڈوں سارا گھر چھان مارا کہیں مل ہی نہیں رہا۔" وہ پریشانی سے بولی۔

"اتنی پریشان کیوں ہو رہی ہو مل جائے گا یہیں کہیں ہوگا۔" روبینہ اس کا رویہ دیکھ کر سخت حیرت زدہ ہوئیں۔

"مما...... مجھے فوری ضرورت ہے مجھے ابھی ڈنر کے لیے جانا ہے۔"

"ڈنر کے لیے لیکن کہاں؟" روبینہ نے پوچھا۔

"مما...... میں نے بتایا تھا نہ کہ ہماری ٹیم اسی ہفتے ناردرن ایریاز جائے گی۔ مجھے دو گھنٹے میں اکیڈمی پہنچنا ہے۔" وہ تیزی سے بولی۔

"کیا یوں اچانک...... تم اگلی بار چلی جانا۔"

"نہیں مما...... میں یہ چانس مس نہیں کرنا چاہتی۔ میرے پاس یہ بہترین موقع ہے۔ کے ٹو سر کرنے کا۔ مما آپ تو جانتی ہیں ناں کہ مجھے کتنا شوق ہے۔" مریم پُر تاثر طریقے سی بولی۔

"وہ تو ہے لیکن اتنی جلدی، تمہاری تو کوئی تیاری بھی نہیں ہے۔" روبینہ الماری کا دروازہ بند کرتے ہوئے بولیں۔

"مما...... تیاری کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بس میرا کوٹ مل جائے اور کچھ پیسے۔ مما پلیز میری مدد کریں، دو گھنٹے میں مجھے اکیڈمی پہنچنا ہے، ورنہ میں رہ جاؤں گی۔" مریم کہتے ہوئے تیزی سے لاؤنج میں آئی۔ روبینہ بھی اس کے پیچھے آ گئیں۔

"تمہارے پاپا کو پتا بھی نہیں ہے اور تم ٹور پر جا رہی ہو۔" انہوں نے اسے سمجھانا چاہا۔

"اوہو مما...... آپ بتا دیجیے گا اور میں فون کر لوں گی پلیز اس وقت آپ اور کچھ مت سوچیں میں کپڑے چینج کر کے سامان پیک کرنے جا رہی ہوں پلیز آپ کوٹ ڈھونڈیں اور پیسے نکال کر رکھ دیں۔" مریم تیزی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے سامان پیک کیا اور کپڑے بدل کر کمرے سے باہر آ گئی۔ اس نے پینٹ شرٹ کے نیچے جاگرز پہن رکھے تھے اور بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ لاؤنج میں آئی اور صوفے پر سے اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا۔

"مما...... کہاں ہیں آپ؟" مریم کی آواز پر روبینہ تیزی سے اپنے کمرے سے نکلیں۔

"دیکھو بیٹا...... مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تم یوں اتنی جلدی میں شاہینہ، علی اور پاپا سے ملے بغیر جا رہی ہو۔" روبینہ جذباتی ہو کر بولیں۔

"میں کوئی پہلی بار تھوڑی جا رہی ہوں۔ ان سب سے میں وٹس ایپ پر بات کر لوں گی۔ آپ فکر مند مت ہوں، میں ایڈونچر پر جا رہی ہوں، کوئی دنیا سے نہیں جا رہی۔"

"اللہ نہ کرے کیسی باتیں کر رہی ہو۔ میں تمہاری ماں ہوں، مجھے فکر ہوتی ہے، تم جو اتنے خطرناک کام کرتی ہو۔" روبینہ پریشان کن لہجے میں بولیں۔

"مما...... آپ کو تو فخر ہونا چاہیے کہ آپ کی بیٹی اتنی بہادر ہے۔" مریم ماں کا ہاتھ تھام کر بولی تو روبینہ مان گئیں لیکن دل میں اس کے لیے فکر مند ضرور تھیں۔

"اچھا مما...... میں جا رہی ہوں۔ آپ دعا کیجیے گا کہ میں جب واپس آؤں تو ماؤنٹین آف کے ٹو کا ٹائٹل میرے ساتھ ہو۔" یہ کہہ کر وہ روبینہ کے گلے لگی اور اللہ حافظ کہہ کر روانہ ہو گئی۔

مریم سیر و سیاحت کی دلدادہ تو تھی ہی لیکن اسے بلند و بالا پہاڑوں کو سر کرنے کا شوق بھی تھا۔ اسے بچپن ہی سے کوہ پیما

UUNOVELS.COM

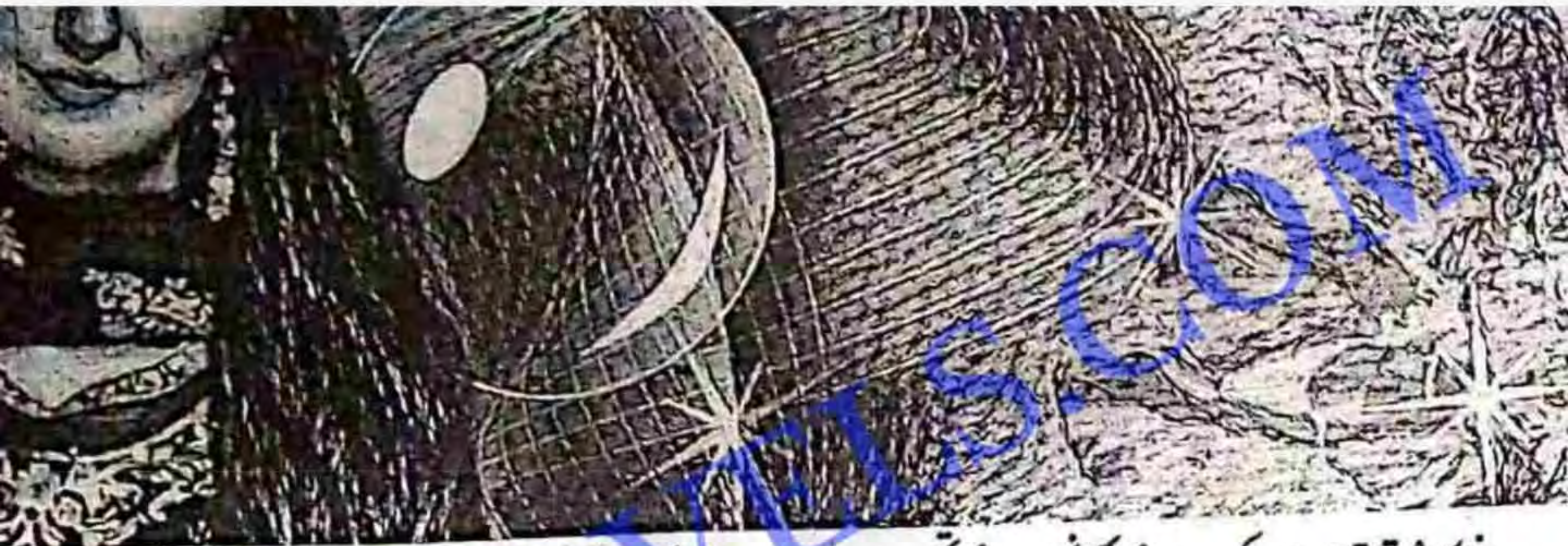

UUNOVELS.COM

بننے کا شوق تھا اور اس کی وجہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ عزت، شہرت اور پیسہ کمانے کے ذرائع تو اور بھی ہیں لیکن مریم نے اپنے لیے کوہ پیمائی کو ہی چنا تھا۔ اس نے فزیکل سائنس میں ایم ایس سی بھی اسی شوق کی وجہ سے کیا تھا وہ بہت سے مقامات پر اپنی ٹیم کے ساتھ کیمپنگ کے لیے بھی جاتی رہی تھی لیکن یہ موقع اس کی زندگی کا پہلا تجربہ تھا۔ جب وہ کے ٹو کی چوٹی کو سر کرنے چلی تھی۔ اس نے قومی سطح پر کوہ پیما کی حیثیت سے نام لکھوا رکھا تھا وہ اسی وقت کا انتظار کر رہی تھی اور مریم کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ پہاڑوں کی چھوٹی چھوٹی چوٹیوں کو سر کرنے کا تجربہ کرنے کے بعد اب پاکستان کی پہلی اور دنیا کی دوسری بڑی چوٹی کو سر کرنے کا خواب لے کر وہ گھر سے نکل گئی تھی۔

"تم پریشان کیوں ہو رہی ہو؟ وہ بچی نہیں ہے، پہلے بھی وہ کافی ایڈونچر کر چکی ہے۔" قائم نواز روبینہ کو سمجھا کر مریم کے متعلق بےفکر رہنے کو کہہ رہے تھے۔

"مجھے پتا ہے لیکن مجھے اچھا نہیں لگتا وہ گھر سے دور جا کر رہے، اب اسے اپنے یہ شوق ختم کر دینے چاہیں۔ اس کی اب شادی ہونے والی ہے۔"

"ابھی تو ایک سال ہے، کرنے دو بچی کو اپنے شوق پورے۔"

"شوق ہی پورے کرتی رہی تو گھر نہیں بسا سکے گی۔ ایک کام نہیں آتا اسے گھر کا، چائے تک نہیں بنا سکتی۔" روبینہ نے دل کی بھڑاس نکالے۔

"تو کون بنوائے گا اس سے چائے؟ نوکر رکھ لے گی۔"

"عجیب بات کرتے ہیں آپ، نوکر رکھ لے گی، ابرار نوکر رکھ سکے گا کیا؟"

"ابرار نہیں رکھ سکے گا تو مریم رکھ لے گی، وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکتی ہے۔" قائم نواز نے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ وہ شادی کے بعد بھی یوں ہی گھومتی پھرے گی؟"

"ارے نہیں وہ پڑھی لکھی ہے کوئی بھی جاب کر لے گی اور اپنا خرچ خود اٹھائے گی۔"

"تو کیا ابرار اسے جاب کی اجازت دے گا؟"

"کیوں نہیں دے گا۔ اگر اسے اس چیز پر اعتراض ہوا تو سلیم پہلے یہ شرط رکھتا کہ مریم نوکری نہیں کرے گی۔ ویسے بھی وہ مریم کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں اور تم کیوں مریم کی زندگی کو لے کر اتنی پریشان ہو رہی ہو۔ میری بیٹی بہت سمجھدار ہے۔ اسے حالات سے نبٹنا آتا ہے۔" قائم نواز بہت پُرامید ہو کر بولے۔ انہیں بیٹی کو اس مقام پر دیکھنے کا بہت شوق تھا جس کے حصول کے لیے مریم کوشاں تھی۔

"محکمۂ موسمیات نے برفانی طوفان کا ریڈ الرٹ جاری کر دیا ہے۔ سیاح شمالی پہاڑی علاقوں کا رخ نہ کریں۔" اس خبر کی تفصیلات سنتے ہی روبینہ کا دل دہل گیا۔ وہ بھاگتی ہوئیں قائم نواز کے پاس آئیں اور اس خبر سے مطلع کیا۔ مریم کو شمالی علاقہ جات گئے دو دن ہو چکے تھے۔

قائم نواز نے جیب سے موبائل فون نکالا اور مریم کی خیریت دریافت کی۔ تب جا کر روبینہ کو کچھ سکون ملا۔

"تم مجھ پر رعب مت جماؤ۔ میں تمہارے کسی حکم کی پابند نہیں ہوں۔" مریم غصے سے بولی۔ لائن کے دوسری طرف ابرار تھا جسے مریم کی بدتمیزی پر بہت غصہ تھا۔ لیکن کمال ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔

"میں رعب نہیں جما رہا' تمہاری بہتری کے لیے کہہ رہا ہوں۔ موسم کے بگڑتے تیور دیکھو۔ یہ موقع ٹھیک نہیں ہے تم واپس آ جاؤ' اس بار نہ سہی تو اگلی بار سہی۔"

"کوئی اگلی بار نہیں۔ یہ وقت بہت انتظار کرنے کے بعد آیا ہے ابرار اور میں یہ موقع گنوانا نہیں چاہتی۔ میں نے اگر یہ چانس کھو دیا تو ایک سال بعد ہی موقع ملے گا اور میرے لیے ایک سال بعد تمام چانس ختم ہو جائیں گے۔" مریم کا اشارہ شادی کی طرف تھا۔

"مریم مجھے تمہاری باتیں اچھی نہیں لگ رہیں۔" ابرار کی بات مریم کو بھی ناگوار گزری لیکن وہ خاموش رہی اور پھر اس نے فون بند کر دیا۔ اندھیری رات میں وہ ایک بڑے پتھر پر بیٹھی تھی۔ سخت سردی سے اس کے ہاتھ پیر اکڑ رہے تھے لیکن اسے اپنی جنونی خواہش کے آگے کسی چیز کا احساس نہیں رہا تھا۔

"مریم...... مریم...!" سائرہ اسے ڈھونڈتی ہوئی وہاں پہنچی اور اسے یوں گم صم دیکھ کر پوچھا۔ "کن سوچوں میں گم ہو۔"

"کچھ نہیں۔"

"مسٹر ابرو بلا رہے ہیں۔" مسٹر ابرو کے نام پر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اسے معلوم تھا کہ مسٹر ابرو کے بلانے کی کوئی وجہ ضرور ہے۔

"آپ سب جانتے ہیں کہ ہمارا ٹاپ پر جانا کسی خطرے سے خالی نہیں ہے۔ ماؤنٹین پیک کی جانب برف باری کا طوفان شدت اختیار کر گیا ہے' ہمیں واپس جانا ہوگا۔ ہم علی الصبح ہی واپس اسلام آباد جا رہے ہیں۔" مسٹر ابرو کے اعلان پر مریم اداس ہو گئی۔ اس کا خواب اس بار بھی پورا نہ ہو سکا۔ آخر کار ہار مان کر وہ واپس جانے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔

"خواہشات کو دبانا اتنا آسان نہیں ہوتا اور میری خواہش...... میرا جنون بن چکی ہے۔ کچھ کر دکھانے کا جذبہ میری نس نس میں سرائیت کر چکا ہے۔ میں اب چاہ کر بھی اپنا خواب ادھورا نہیں چھوڑ سکتی۔ اب میری منزل بہت قریب ہے۔ راستہ کٹھن ہے لیکن ابرار میں اپنی منزل تک پہنچ کے رہوں گی۔" دسمبر کے ڈھلتے سورج کو دیکھتے ہوئے وہ جھیل کے کنارے زمین پر بیٹھی تھی۔ ابرار اس کے قریب ہی کھڑا جھیل کے پانی کو دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری یہ خواہش نہایت 'لغو' ہے۔" ابرار لغو پر زور دے کر بولا۔

"واقعی...... جس نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔" مریم کے لفظوں میں گہرائی تھی۔

"تم سمجھنے کی کوشش کرو مریم' تم اس جنون میں اپنی زندگی کا قیمتی وقت کھو دو گی' یہ پہاڑ تو پہاڑ ہیں کرۂ ارض کا حصہ ہیں انہیں سر کرنا کوئی بہادری تو نہیں۔"

"اچھا تو کیا ہے بہادری؟" مریم خائف ہو کر بولی۔

"خواہشات پر قابو پانا۔"

"خواہشات پر قابو پانا' خواہشات کو دبانا' خواہشات کو بھولنا' کیوں۔ یہی جملہ الفاظ بدل بدل کر بول رہے ہو۔ کب سے سمجھا رہی ہوں کہ نہیں کر سکتی وہ جو تم کہہ رہے ہو۔" مریم غصیلے لہجے میں بولی۔

"جب تم میری بات نہیں سمجھ رہیں تو میں کیوں سمجھوں۔"

"ابرار میں تمہاری بات سمجھ رہی ہوں اور جانتی ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو' تمہاری چاہت کے پیش نظر ایک رائے دینی تھی تمہیں۔" مریم نرمی سے بولی۔ ابرار نے اپنا رخ اس کے چہرے کی طرف کیا۔

"تم اپنی شریک حیات میں جو صفات دیکھنا چاہتے ہو وہ

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

مجھ میں نہیں ہیں' تم اپنے لیے اپنی پسند کی لڑکی دیکھ لو۔"

"کیا کہا تم نے......؟"

"جو تم نے سنا...... میں تمہیں آپشن دے رہی ہوں۔" مریم نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو؟" ابرار نے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پتا ہے ابرار میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک کے ٹو سر نہیں کر لیتی تم سے شادی نہیں کروں گی۔"

"اگر تم کبھی بھی کے ٹو سر نہ کر سکیں تو کیا کبھی شادی نہیں کرو گی۔ مطلب ہمیشہ کنواری رہو گی۔"

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم سے شادی نہیں کروں گی۔" وہ دو قدم آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

"سیدھی طرح کہو کہ تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں۔" ابرار غصے سے بولا۔

"کب کہہ رہی ہوں۔" مریم کا انداز طنزیہ تھا لیکن ابرار کو اس کی باتیں پسند نہ آئیں۔ وہ وہاں سے اٹھ گیا۔

وہ صوفے پر سوچوں میں گم صم بیٹھا تھا۔ اسی دوران سلمیٰ چائے لے کر آ گئیں۔ اسے یوں فکر مند دیکھ کر اس سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا۔

"امی...... مجھے شادی نہیں کرنی۔"

"کیوں بیٹا؟" سلمیٰ اس کے انکار پر حیرت زدہ ہوئیں۔

"کیونکہ مریم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

"اس نے تم سے کہا؟"

"جی امی...... وہ بہت آزاد خیال لڑکی ہے۔ اس کے لیے اپنے شوق سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔ اس جیسی لڑکیاں شادی کرنا پسند نہیں کرتیں کیونکہ ایسی لڑکیوں کی شادیاں کامیاب نہیں ہوتیں۔" ابرار سب کچھ بتاتا چلا گیا۔

"تم صحیح کہتے ہو مجھے بھی مریم پسند نہیں لیکن تمہارے ابو اپنے بھائی کی بیٹی کو ہی بہو بنانا چاہتے ہیں۔"

"آپ ابو کو سمجھائیں یوں بہن بھائی کا لحاظ کر کے اولاد کے رشتے نہیں جوڑے جاتے۔ ہمارے مزاج بہت الگ ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ مریم شادی کے بعد بدل جائے گی لیکن اب مجھے لگتا ہے کہ اس شادی سے مریم بدل تو جائے گی لیکن یہ بدلاؤ ایک آفت کی طرح ہوگا یہ شادی اگر ہو گئی تو زیادہ عرصہ چلے گی نہیں۔" ابرار نے تفصیلاً کہا۔

"دیکھو بیٹا...... یہ رشتہ توڑنے والی بات مجھے مناسب نہیں لگتی' اس سے کھلم کھلا اختلاف پیدا ہو جائے گا اور یہ میں نہیں چاہتی۔"

"امی ابھی رشتہ جڑا نہیں ہے اس لیے زیادہ فرق نہیں پڑے گا لیکن اگر شادی کے بعد ایسا ہوا تو......" اس نے متفکر لہجے میں کہا۔

"تم صحیح کہہ رہے ہو میں آج ہی تمہارے ابو سے بات کروں گی۔" سلمیٰ بیگم بھی تشویش کا شکار ہو گئیں۔

"پانچ سال پہلے اس مقام پر ایک برفانی تودہ گرا تھا جس کے نتیجے میں پاکستان آرمی کے ایک ہزار نوجوان شہید ہو گئے تھے۔ تاحال ان کی ڈیڈ باڈیز کا کچھ پتا نہیں چلا۔" مسٹر ابرو نے پوائنٹر نقشے سے ہٹایا اور آگے بڑھ کر ڈائس پر آ کر کھڑے ہو گئے۔

"سر آپ اس ٹور کو صرف اس لیے کینسل کر رہے ہیں کہ پانچ سال پہلے یہاں ایک حادثہ ہوا تھا اس سے کیا فرق پڑتا ہے سر ضروری تو نہیں کہ ہر بار ایسا ہو۔" مریم نشست سے اٹھ کر بولی۔

"نہیں...... میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم حادثے کے ڈر سے یہاں نہیں جا رہے۔ آپ کو یہ سب بتانے کا مقصد صرف ان جگہوں کے خطرات سے آگاہ کرنا ہے۔ میں آپ کا انسٹرکٹر ہوں اس حیثیت سے میرا فرض بنتا ہے کہ آپ کی جان کی حفاظت کے اصول وضع کروں۔ ہم یوں ہی کسی بھی موسم میں کہیں بھی نہیں جا سکتے۔ اس کے لیے ہمیں مناسب دنوں کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔" مسٹر ابرو واپس اسکرین کی طرف آئے اور اسٹوڈنٹ کو ہدایات دینی شروع کیں۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

مریم کی ایک اور مہم تیار ہوگئی۔ اس بار اسے کسی قسم کی روک ٹوک کا ڈر بھی نہ تھا۔ وہ اب ابرار کے احکامات سے بالکل بری ہو چکی تھی۔ اس کی پوری توجہ اپنے ایڈونچر کی طرف کر رکھی تھی۔ اس بار مریم نے وزیرستان جانے کا پلان کیا تھا۔ مریم کو چھ مہینے کے لیے وزیرستان جانا تھا۔ ابھی اس کے جانے میں پانچ دن باقی تھے۔ دوستوں اور رشتہ داروں سے ملنے جلنے کا سلسلہ چل رہا تھا کہ چچا سلیم کے ہاں سے دعوت نامہ آ گیا۔ وہ اگلے دن اپنے دونوں بیٹوں ابرار اور ولید کا ایک ساتھ نکاح کروا رہے تھے۔ ولید کا نکاح تو پہلے سے ہی اسی دن طے تھا لیکن ابرار کے نکاح کی خبر سب کے لیے حیران کن تھی کیونکہ ابرار کا مریم سے رشتہ ٹوٹے ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا تھا۔ اتنی جلدی نیا رشتہ مل گیا اور بات نکاح تک جا پہنچی۔

"واہ...... مما' سلیم چچا نے تو کمال ہی کر دیا' ایک ہفتے میں اپنی نئی بہو بھی تلاش کر لی۔" مریم ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھی تھی جب قائم نواز نے ابرار کے نکاح کی بات چھیڑی تو مریم نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔

"مجھے تو لگتا ہے مما انہوں نے پہلے سے ہی کوئی دیکھ رکھی ہوگی بلکہ ابرار بھائی کا رشتہ بھی طے کر رکھا ہوگا اسی لیے تو آپی سے رشتہ توڑ دیا۔" علی کو بہن کا رشتہ ٹوٹنا اچھا نہ لگا تھا اور وہ اس معاملے میں خفا بھی تھا۔ وہ ابرار کو قصوروار سمجھتا تھا اسے ابرار جتنا پسند تھا آج اتنی ہی نفرت سے اس کا ذکر کر رہا تھا۔

"دیکھو بھلا بھابی کو خود رشتہ توڑ کے کہتی ہیں کہ ہماری بیٹی کی رضامندی سے یہ سب ہوا۔" روبینہ منہ بنا کر بولیں۔

"مما...... چھوڑیں بھی جو ہو گیا سو ہو گیا ابرار کو اس کی پسند کی لڑکی مل جائے گی اور مجھے اپنا مستقبل سنوارنے کا موقع مل جائے گا...... ویسے سچ کہوں تو میری بھی رضامندی تھی اس میں۔" مریم نے اعتراف کیا لیکن روبینہ کو پسند نہ آیا۔

"ہم اب اتنی سی بات پر اپنے تعلقات خراب نہیں کر سکتے' ہمیں ان کی خوشی میں شریک ہونا چاہیے۔ کل ابرار اور ولید دونوں کا نکاح ہے اور پرسوں مریم چلی جائے گی۔ بہتر ہے کہ مریم بھی شریک ہو جائے۔" قائم نواز نے روبینہ سے کہا۔

ولید اور ابرار کا نکاح بخوبی ہو گیا۔ مریم کو اگلے ہی روز جانا تھا۔ سب دوستوں اور رشتہ داروں سے ملاقات کرنی تھی۔ ابھی وہ چچا سلیم کی فیملی کے ہمراہ ابرار کی منکوحہ ارسہ کے گھر موجود تھی۔ ارسہ کے نکاح نامے پر دستخط ہوتے ہی اس کے احساسات و جذبات کچھ عجیب سے ہونے لگے وہ ارسہ کو ہی دیکھ رہی تھی۔ ابرار کی بہن ہما کو جانے کیوں محسوس ہوا کہ مریم اب پچھتا رہی ہے۔ کچھ بھی تھا' جانے کیوں مریم اس نکاح سے خوش نہ تھی جب تک اس کی ابرار سے منگنی قائم تھی تب تک وہ اس تعلق کو اپنے شوق کی راہ میں رکاوٹ سمجھتی تھی لیکن آج اس کا دل شدت سے ارسہ کی جگہ لینے کو چاہ رہا تھا' لیکن پھر اس نے زبردستی خود کو سمجھایا کہ جو ہو رہا ہے اس میں اسی کی بہتری ہے۔ مریم رات کو لان میں ابرار کے پاس آئی۔

"تمہاری بیوی بہت پیاری ہے' بالکل ویسی جیسی تمہیں چاہیے تھی۔" مریم نے افسردگی سے کہا۔

"ہاں معلوم ہے مجھے اینڈ تھینک یو سو مچ۔" ابرار کہہ کر موبائل میں مصروف ہو گیا۔

"میرا شکریہ کس لیے؟"

"مجھے میری پسند صرف تمہاری وجہ سے ملی ہے۔" ابرار سنجیدگی سے بولا۔ مریم نے اسے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا کیونکہ وہ پانچ سال سے ابرار کو اپنے ہونے والے جیون ساتھی کے روپ میں ہی تصور کر رہی تھی۔ منگنی ختم ہونے پر اسے زیادہ افسوس نہ ہوا لیکن جب ارسہ کو ابرار کی بیوی بنتے دیکھا تو نجانے کیوں حسد سا ہونے لگا تھا۔

"بہت خوش ہو ناں تم؟" وہ ابرار کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"آف کورس۔" ابرار مسکرا کر بولا۔

"اگر ارسہ کی جگہ میں ہوتی تو......"

"تم اس کی جگہ نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ تمہاری جگہ آئی ہے۔" ابرار پُرسکون لہجے میں گویا ہوا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں یہ بتانے آئی تھی کہ صبح وزیرستان جا

UUNOVELS.COM

رہی ہوں۔"

"ہوں......" ابرار نے اس کی بات پر پہلے کی طرح توجہ نہ دی اور نہ ہی رکنے کے لیے اصرار کیا مریم چپ چاپ وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ رات بھر ارسہ کا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے گھومتا رہا تھا اور ابرار کا وہ جملہ۔

"وہ تمہاری جگہ آ گئی ہے۔" کانوں میں گونجنے لگا۔ آخر سوچتے ہوئے آنکھ لگ گئی۔ صبح اٹھی تو رات کا منظر بھلا کر ایڈونچر پر جانے کے لیے پُرجوش ہو گئی تھی۔ رات سب سلیم انکل کے گھر ہی رک گئے تھے۔ وہ سب سے ملنے کے بعد جانے کے لیے تیار ہو گئی۔ سلیم چچا نے ابرار سے کہا کہ مریم کو اکیڈمی تک چھوڑ آؤ۔ وہ جانے کس موڈ میں تھا کہ مان گیا اور مریم اس کے ساتھ چل پڑی۔ گاڑی اکیڈمی کے قریب رکی تو دونوں کے درمیان قائم خاموشی کا سلسلہ ٹوٹا۔

"گڈ لک نہیں کہو گے مجھے، نکاح کیا ہوا مجھے تو بھول ہی گئے۔"

"ارے نہیں...... اب تو گڈ لک ہی کہوں گا ہمیشہ کے لیے۔" ابرار کی بات مریم کو پسند نہ آئی۔ مریم گاڑی سے اتری اور اللہ حافظ کہہ کر بیگ کا ہینڈل ہاتھ میں تھامے وہ چند قدم آگے بڑھی تو ابرار کی آواز نے اس کے قدم روک لیے اور یہ آواز سن کر اسے اطمینان سا ہوا۔

"کاش ابرار تم مجھے رکنے کا کہو آج میں تمہاری بات ضرور مانوں گی آج تمہیں میری منت سماجت نہیں کرنی پڑے گی۔" مریم بہت امید سے رکی لیکن ابرار نے اس کے قریب پہنچتے ہی اس کا سیل فون آگے بڑھایا۔

"یہ تم گاڑی میں بھول گئی تھیں۔" مریم نے بہت آہستگی سے ہاتھ آگے بڑھا کر موبائل فون لیا اور دونوں اپنے اپنے راستوں پر گامزن ہو گئے تھے۔

❁......❁......❁......❁

تمہاری یاد آتی ہے
مجھے ہر پل ستاتی ہے
میں کس امید پہ جیتی ہوں
سمجھ نہ مجھ کو آتی ہے
وصل تو اب نہ ممکن ہے
تمہیں میں بھول جاؤں کیا؟
وہ مے مجھ کو پلا دو تم
کہ جس سے نیند آتی ہے
اور آنکھ ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتی ہے

انسان کو اسی وقت کسی چیز کی قدر کیوں آتی ہے جب وہ اسے کھو دیتا ہے، جب وہ اسے پا نہیں سکتا...... یہ تو فطرت ہے انسان کی، بلاشبہ انسان بڑا ہی ناقدرا ہے۔

ارسہ اور صفیہ جلد ہی رخصتی کے بعد سلیم چچا کے گھر آ گئیں، مریم شادی میں شریک نہ ہو سکی لیکن علی نے ولید اور ابرار کی شادی کی تصاویر اسے واٹس ایپ کر دی تھیں۔ مریم ان دنوں ایڈونچر میں مشغول تھی۔ بہت مشکل سے اس نے ابرار کو اس حیثیت سے بھولا تھا کیونکہ مریم کو ابرار سے باتیں کرنے، الجھنے اور لڑنے کی عادت ہو گئی تھی۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ ہر پریشانی کا حل تلاش کرنے میں مدد کرنے والا فرسٹ آپشن ابرار ہی ہوتا تھا۔ اس رات وہ اپنے کیمپ میں لیٹی ہوئی تھی جب اسے ابرار کی شادی کی تصاویر ملیں تو اسے اس کی یاد پھر سے ستانے لگی اور ابرار کا جملہ کانوں میں گونجنے لگا۔

"وہ تمہاری جگہ آ گئی ہے۔" اسے پانچ سال پہلے کی وہ ساعت یاد آ گئی جب ابرار نے اسے اپنے ہاتھوں سے منگنی کی انگوٹھی پہنائی تھی خوشی ایک اطمینان بخش لمحے کا ہی نام ہے جو اسے اسی ساعت محسوس ہوئی۔

کوہ پیمائی تو اس کا شوق تھا لیکن ابرار سے محبت ایک "جذبہ" اسے ابرار سے محبت تھی اور وہ اس سے شادی بھی کرنا چاہتی تھی لیکن شاید محبت کا یہ جذبہ خواہشات کے بیچ دبا ہوا تھا۔ ابرار سے دور ہونے پر یہ جذبہ ابھرا تھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر اس کے پاس چلی جائے لیکن اب واپسی کے سب راستے بند ہو گئے تھے۔

❁......❁......❁......❁

"بیگم اب تو آپ خوش ہیں ناں آپ کی پسند کی بہو آپ کو مل گئی۔" سلیم نے اخبار ایک طرف رکھ کر سلمیٰ کے چہرے

UUNOVELS.COM

کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں خوش کیوں نہیں ہوں گی مجھے اپنی پسند کی ایک نہیں دو دو بہوئیں مل گئی ہیں۔" سلمٰی نے خوش ہو کر کہا۔ صفیہ اس کے قریب ہی بیٹھی تھی اس نے صفیہ کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔

"ویسے ایک بات کہوں مریم بھی اتنی بری نہیں تھی۔"

"ارے مریم اب کہاں سے آ گئی اب آپ اسے بھول جائیں۔"

"بھول کیسے جائیں وہ ہمارے بھائی کی بیٹی ہے۔"

"میرا مطلب یہ ہے کہ اب آپ اس کے بارے میں پہلے والے خیالات نہ رکھیں اب ہماری بہو ارسہ ہے آپ اس کے سامنے ایسا مت کہہ دیجئے گا وہ کیا سوچے گی بھلا۔" ارسہ نے اچانک وہاں سے گزرتے ہوئے بلا ارادہ ان کی تمام باتیں سن لیں۔

"مریم کون ہے؟" ارسہ نے موقع ملتے ہی ابرار سے پوچھا۔

"میری کزن ہے؟" ابرار فوراً بولا۔

"صرف کزن۔"

"ہاں......"

اس سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے کیا؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے؟" ابرار سوالیہ انداز میں بولا۔

"نہیں صبح امی ابو کوئی بات کر رہے تھے اس کے بارے میں، مجھے کچھ صحیح سے سمجھ نہیں آئی، خیر چھوڑیں میں آپ کے لیے کھانا لاتی ہوں۔" وہ کہہ کر جانے لگی تو ابرار نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا سمجھیں تھیں تم؟" ابرار کے لہجے کی سختی سے ارسہ گھبرا گئی۔

"کچھ نہیں۔" ارسہ کا رنگ زرد پڑ گیا اور اس نے مختصر جواب دیا۔

"ڈرو نہیں، مجھے بتاؤ کہ تم کیا سمجھی تھیں، شاید درست سمجھی ہو۔" ابرار نے نرمی سے کہا تو ارسہ کی جان میں جان آئی۔

"مجھے لگا کہ شاید پہلے آپ کی اس سے شادی طے تھی۔"

"صرف منگنی ہوئی تھی لیکن وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔" ابرار نے کہا۔

"آپ شادی کرنا چاہتے تھے اس سے؟"

"بہت مشکل سوال ہے۔" ابرار نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔

"اچھا ٹھیک ہے میں آپ کو کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی۔" ارسہ نے جواب کے لیے اصرار نہ کیا تو ابرار نے خود ہی جواب دے دیا۔

"ہاں میں اس سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے بدلنے کے بعد میں سمجھتا تھا کہ وہ میری خاطر بدل جائے گی لیکن وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتی تھی۔ ماضی ہے وہ میرا اور تم حال ہو اب میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا کہ تم میرے ماضی کو قبول کرو یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہے کہ میرے ماضی کو قبول کر کے میرا مستقبل بننا چاہتی ہو یا نہیں۔" ابرار نے ارسہ کو کھلا اختیار دے دیا۔

"میرا آپ کے ماضی سے کوئی لینا دینا نہیں، اگر آپ چاہیں تو ابھی بھی اپنے ماضی کو اپنا حال بنا لیں لیکن اگر آپ اپنے حال سے خوش ہیں تو یہی آپ کا مستقبل بھی ہے۔"

مریم کی تڑپا کر رکھ دینے والی باتیں اور ارسہ کا یہ اطمینان بخش جملہ آج آخری بار ابرار کے میزان پر مریم کا پلڑا بھاری تھا۔ یہ آخری رات تھی جب مریم کی یاد آنے کے ساتھ ستا بھی رہی تھی لیکن اس کے بعد دل ہلکا محسوس ہونے لگا کہ مریم کے پیار کا بوجھ اتر گیا اور ارسہ نے دل میں گھر کر لیا تھا۔

مریم ایڈونچر سے کامیاب واپس لوٹی لیکن اس کا تو رہن سہن ہی بدل گیا تھا۔ اس کی چال، اس کا لباس، اس کا کھانا پینا سب ہی بدل گیا تھا۔ گھر سے نکلنا بھی بہت کم ہو گیا تھا۔ وہ سب سے دور رہنے لگی تھی۔

"کیا یہ وہی مریم ہے...... اتنی بدل گئی اور اسے بدلا تو کس نے اور کیسے؟" یہ سوالات اس کے امی ابو کے ساتھ ساتھ دیگر دوستوں کے ذہنوں میں بھی گردش کرنے لگے تھے۔

UUNOVELS.COM

"پتا نہیں مریم کا دھیان کہاں ہے آج کل اتنی چپ چپ رہتی ہے۔" سحرش اور سائرہ لاؤنج میں مریم کی والدہ کے پاس بیٹھی تھیں۔ وہ دونوں مریم سے ملنے آئی تھیں کیونکہ مریم ایک ہفتے سے اکیڈمی نہیں گئی تھی۔

"مجھے بھی نہیں معلوم بیٹا بہت بدل گئی ہے مریم۔"

"ہاں مجھے لگتا ہے کہ وہ شاید اپنے کیریئر سے اکتا گئی ہے۔" سحرش نے اپنا نظریہ پیش کیا۔

"نہیں سحرش وہ اس شوق سے کبھی نہیں اکتا سکتی کوئی اور بات ہے۔" سائرہ نے کہا۔

"یہ تو مریم ہی بتا سکتی ہے۔"

"ہم اس سے نارمل بات چیت کریں گے اور اسی دوران میں اس کے تاثرات پڑھ لوں گی اسے پتا بھی نہیں چلے گا۔"

"ہاں تم بڑی سائیکولوجسٹ ہو ناں۔"

"اف یار میں نے بی اے میں سائیکولوجی پڑھی ہے۔ مجھے تاثرات پڑھنے آتے ہیں۔" مریم کمرے سے نکل کر جب ان کے سامنے آئی تو وہ اسے شلوار قمیص میں ملبوس دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ غضب تو یہ کہ سر پہ دوپٹا بھی اوڑھ رکھا تھا۔ اس گیٹ اپ میں انہوں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ عموماً رمضان میں شلوار قمیص پہنتی تھی اور کبھی دوپٹا بھی اوڑھ لیتی لیکن فیشن برقرار رہتا آج خاصی مذہبی دکھ رہی تھی۔ روایتی سلام دعا اور خیریت دریافت کرنے کے بعد ان کی گپ شپ کا سلسلہ شروع ہوا۔

"تم اکیڈمی کیوں نہیں آئیں مسٹر ابرو تمہارا بہت پوچھتے ہیں، تمہیں کال بھی کی لیکن تم پک نہیں کرتیں کوہ پیمائی کو خیر باد کہہ دیا ہے کیا؟" سائرہ نے نرمی سے پوچھا۔

"ہاں۔" چند سیکنڈ خاموش رہنے کے بعد اس نے جواب دیا۔

"لیکن کیوں؟ تمہیں پتا ہے، ہم اگلے ہفتے کوہ قراقرم جا رہے ہیں۔ ماؤنٹنگ کا کمپٹیشن ہے۔ جیتنے والے کو بھاری رقم ملے گی اور ورلڈ ریکارڈ بک میں نام بھی آئے گا۔ یقین مانو تمہارا ریکارڈ بن جائے گا قسم سے۔"

"اس سے مجھے کچھ حاصل نہیں ہوگا بلکہ میں اپنا قیمتی وقت کھودوں گی۔" مریم بہت سادگی سے بولی۔

"یہ کیا تم اپنے فیانسی میرا مطلب ہے سابقہ فیانسی کی زبان بول رہی ہو۔" سحرش کو وہ وقت یاد آ گیا جب مریم ابرار کے میسج اور ریکارڈڈ کالز دوستوں کو سنا کر ہنسا کرتی تھی۔

"مجھے سمجھ آ گئی ہے۔" سائرہ نے سحرش کو اشارہ کیا کہ اب وہ اس سے مزید کچھ نہ پوچھے کیونکہ وہ اصل معاملہ جان گئی تھی۔

موسم بدلتے ہیں، دن بدلتے ہیں، مہینے بدلتے ہیں، سال بدلتے ہیں غرض یہ کہ دنیا کی انمول شے وقت بدلتا ہے یہ تو دنیا کا نظام ہے اس لیے ان کا بدلنا کچھ عجیب نہیں لیکن جب انسان کی فطرت بدلتی ہے تو لوگ اسے تعجب سے دیکھتے ہیں کیونکہ انسان کی عادت تو بدل سکتی ہے جیسے کوئی موسم بدلتا ہے لیکن فطرت آب و ہوا کی مانند ہوتی ہے جب بدلتی ہے تو لوگ متاثر ضرور ہوتے ہیں۔ مریم کو خود بھی یقین نہ تھا کہ وہ بدل چکی ہے۔ عموماً ایک خاص کو ہدایت یا تو کسی انسان سے ملتی ہے یا الہام سے، اس کی ہدایت کا ذریعہ دونوں ہی تھے۔ ابرار سے محبت ایک پاکیزہ جذبہ بن کے ابھری اور اس دن کے بعد اسے کچھ ایسے خواب آنے لگے کہ اس کا دل اس شوق سے اکتا گیا۔ اسی سبب وہ ایک روز ابرار سے ملنے گئی۔ اسے اپنی یہ کیفیت سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اس لیے اس حالت میں اسے مسیحا صرف ابرار ہی لگا۔

"ابرار مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میری کیا کیفیت ہے؟ مجھے بہت عجیب سا احساس ہوتا ہے۔" وہ اس کے آفس میں بیٹھی بہت ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی۔

"تو کسی ڈاکٹر سے رجوع کرو۔" اس نے طنز سے کہا۔

"اس وقت میرے لیے تم سے بڑھ کر کوئی ڈاکٹر نہیں۔" وہ اسی انداز میں بولی۔

"اچھا کیا مسئلہ ہے بتاؤ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔" ابرار گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے بولا۔

"تمہیں یاد ہے کہ ایک دن تم نے مجھ سے کہا تھا کہ مریم تم نے تو اپنے نام کی لاج بھی نہیں رکھی۔"

UUNOVELS.COM

"اوہ......! تو تم نے اب تک یہ بات دل میں رکھی ہوئی ہے' میں نے بعد میں معذرت کر بھی لی تھی لیکن اگر تم نے اس وقت مجھے معاف نہیں کیا تھا تو میں ابھی تم سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لیتا ہوں۔" ابرار نے ہاتھ اس کے سامنے جوڑ دیے۔

"میں تم سے یہ نہیں کہہ رہی کہ مجھ سے معافی مانگو بلکہ میں تم سے سوال پوچھنے آئی ہوں۔ تم نے ایسا کیوں کہا تھا؟"

"میں سمجھ نہیں پا رہا مریم یہ دو سال پہلے کی بات آج پھر سے کیوں دہرا رہی ہو؟" ابرار نے حیرانی سے پوچھا۔

"تم مجھے بتاؤ پلیز۔" کہتے ہوئے اس کی آواز بھر گئی۔

ابرار بھی اس کی حالت دیکھ کر حیران ہوا۔

"میں نے تو یونہی کہا تھا بس غصے میں منہ سے نکل گیا تھا" ابرار سے فی الوقت یہی جواب بن سکا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو ناں؟" مریم خاصے بچگانہ انداز میں بولی۔

"مجھے بتاؤ تو سہی تم یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟" ابرار متجسس ہوا۔

"بتاؤں ابرار کہ میں نے خواب میں کیا دیکھا...... وہی منظر' وہی انداز اور وہی شخص یعنی تم اور ایک بار نہیں ابرار کئی بار تم نے مجھے خواب میں یہی جملہ کہا ہے' مجھے تب سے چین نہیں آ رہا ہے۔" مریم بے چین ہو کر رونے لگی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے یہ تو خیالات ہوتے ہیں جو رات کو خواب کا روپ دھار لیتے ہیں۔" ابرار نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

"نہیں ابرار میں نے پہلے تمہاری اس بات پر کبھی توجہ نہیں دی تھی بلکہ یہ بات تو مجھے اگلے لمحے ہی بھول گئی تھی۔ یہ بات تو مجھے خواب دیکھنے کے بعد یاد آئی اور یقین مانو ابرار میں نے دو تین بار تو اس خواب کو نظر انداز کرنے کی کوشش بھی کی لیکن اس خواب میں کہا جانے والا جملہ میرے کانوں میں گونجتا رہتا ہے آخر میں نے ایسا کیا کیا ہے ابرار کہ میں اس نام کے لائق نہیں ہوں۔" مریم نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔

ابرار مریم کی وضاحت پر اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر کچھ سوچ کر کہا۔

"تمہارے سوال کا جواب میرے پاس نہیں بلکہ تمہارے پاس ہے۔"

"میرے پاس......؟" وہ متجسس ہوئی۔

"ہاں مریم تمہارے پاس' تمہیں یاد ہے جب میں نے تمہیں یہ کہا تھا تو اس بحث میں تم نے کیا بات جتائی تھی۔"

مریم کے ذہن میں وہ ساری بحث گھوم گئی اس نے غور کیا تو اسے ایک بات یاد آ گئی جب اس نے ابرار سے کہا تھا۔

"تم مجھے دین نہ سکھاؤ' میں تم سے زیادہ جانتی ہوں کیونکہ میں حافظ قرآن ہوں۔"

"ہاں ابرار میں نے حافظ قرآن ہونے کی بات جتائی تھی اور تم نے سچ کہا تھا کہ قرآن صرف میرے دماغ میں ہے' میرا دل اس کے نور سے خالی ہے۔" مریم نے آخر وہ بات پکڑ لی جس کا ابرار نے ذکر کیا تھا۔

"میں سمجھ گئی ابرار میرا جواب کہاں سے مل سکتا ہے؟" یہ کہہ کر وہ کرسی سے اٹھی اور اپنے آنسو صاف کرنے کے بعد آفس سے نکل گئی۔

* * *

اس رات اسے چین کی نیند آئی جب وہ ابرار سے ملنے کے بعد گھر آئی تھی اور سونے سے پہلے سورۂ مریم کی کچھ آیتیں دل میں دہرائیں۔ اس کا دل وجد کرنے لگا اور انہی آیات کے ورد میں وہ پُرسکون سو گئی۔ فجر کی اذان کی آواز سے اس کی آنکھ کھلی اور دشواری سے ہی اس نے اٹھ کر نماز ادا کی۔ دل کو سکون ملا لیکن ابرار کا مطلب وہ اب تک نہیں سمجھی تھی۔ اس لیے اس نے مدرسے جانے کا فیصلہ کیا۔ جسے سن کر سب دنگ رہ گئے کیونکہ دس سال پہلے جب مریم نے قرآن حفظ کیا تھا اس کے بعد کبھی دوبارہ مدرسے کا رخ نہیں کیا تھا۔ سب کو یہ لگا کہ مریم کو کوئی احساس محرومی ہو گئی ہے اسی لیے سب سے کٹ کر رہنے لگی ہے لیکن ایسا نہیں تھا۔ اس نے مدرسے میں قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا اور اس پر عمل کر کے صحیح معنوں میں مریم بن گئی۔ تب اس نے سب کے سامنے اس حقیقت کا برملا اظہار کیا۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

"انسان کی پہچان اس کے نام اور اس کے مقام سے ہوتی ہے۔ میرا نام اور میرا مقام میری پہچان ہے۔ میں ایک عورت ہوں اور اللہ نے مجھے ایک خاص مقام عطا کیا ہے جس سے ہر عورت کو روشناس ہونا چاہیے۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ آج کی عورت دور جدید کے تقاضوں کے آگے اسلام کے تقاضے پورے کرنے میں ناکام رہی ہے۔ ایک خوب صورت حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے جب آدم کو پیدا کیا تو ان کی پسلی سے حوا کو اس لیے پیدا فرمایا کہ آدم کو تسکین حاصل ہو یعنی عورت باعث تسکین زمانہ پیدا کی گئی نہ کہ نمائش جہاں کے لیے' مغرب کے ایجاد کردہ اس جملے کہ عورت مرد کے برابر ہے کی تہہ دل سے مذمت کرتی ہوں ایسا ممکن نہیں کیونکہ ارشاد ربانی ہے کہ 'مرد عورتوں پر قوام ہیں' عورت اگر اپنے نام و مقام کو سمجھے اور اس پر پورا اترے تو دنیا کی ہر برائی کا قلع قمع ہوسکتا ہے۔ تخریب کاری کا دور اس وقت شروع ہوتا ہے جب عورت اپنے دائرہ کار سے ہمیشہ کے لیے نکل جاتی ہے۔ یہ مائیں' بہنیں اور بیٹیاں جن کی بدولت قوموں کی عزت ہے' اگر یہی اپنا مقام ترک کردیتی ہیں تو انہیں کی بدولت قومیں رسوا بھی ہوتی ہیں۔ میں نے اکثر لڑکیوں کو مردوں کی برابری کا دعویٰ کرتے ہوئے سنا ہے' جب وہ کہتی ہیں کہ 'ہم عورتیں کسی سے پیچھے نہیں' وہ اسے بہادری سمجھتی ہیں وہ کم عقل یہ جانتی نہیں کہ عورت کا اصل مطلب ہی چھپانے کی چیز ہے اور اسی لیے کو لوگوں کی نظروں سے بچایا جاتا ہے۔ جو بہت حسین ہو اور اسے نظر لگنے کا خدشہ ہو یا کوئی خزانہ ہو تو عورت اپنے اس حسین مقام سے باہر کیوں نکلتی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ میرا ماضی بھی جدید دور کی عورت جیسا ہے عموماً لوگ ان پیشوں کو عزت دار جانتے ہیں' جیسے شعبہ آرمی' ایئر فورس یا میری طرح کوہ پیمائی وغیرہ لیکن انہماک سے سوچا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشے بھی عزت دار نہیں ہیں کیونکہ ٹریننگ ہمیں میلز دیتے ہیں' چوٹ لگنے پر فرسٹ ایڈ بھی میلز ہی دیتے ہیں۔ غرض کہ ہر شعبہ میں ہمیں میلز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی لیے میں نے ان کاموں کو چھوڑ دیا۔ اپنی خواہش جو کہ خاصی بچگانہ تھی اسے ختم کردیا ہے۔ اور جب میں نے اپنا مقام سمجھا تو معلوم ہوا کہ زندگی کا اصل مقصد تو یہ ہے اور جہاں تک میرے نام کا سوال ہے تو اس نام سے کردار کی پاکیزگی کی خوشبو آتی ہے۔ اس نام کے سچے کردار کو محسوس کرنے سے سوچ بدل جاتی ہے۔ ہم ٹی وی ڈراموں کی ہیروئنوں کو اپنی آئیڈیل بنانے کی جگہ امہات المومنین اور صحابیات کو اپنا آئیڈیل کیوں نہیں بناتیں۔ میں کوہ پیما مریم قائم نواز کو اپنا آپ نہیں سمجھتی بس وہ کوئی اب نہیں ہے۔ آج عالمہ مریم اللہ کا شکر ادا کرتی ہے کہ وہ ایک عام سی عورت ہے۔ میں نے کوشش کی اور خود کو بدلا شاید کہ اب کوئی مجھے یہ نہ کہہ سکے کہ مریم تم نے تو اپنے نام کی بھی لاج نہیں رکھی۔" مریم کے یہ تاثرات ایک مذہبی رسالے میں چھپے تھے جو اس وقت ابرار کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ اسے یاد آیا کہ ایک بار مریم نے اسے کہا تھا۔

"حکمت کی باتیں کرلینے سے انسان حکیم نہیں بن جاتا اس کے لیے حکمت عملی کی ضرورت ہوتی ہے۔" ابرار کے لبوں پر تبسم ابھرا۔

"مجھے تم نے بتایا نہیں مریم کہ تمہیں بچپن ہی سے حکیم بننے کا شوق تھا۔" یہ ابرار کا مریم کو آخری پیغام ملا تھا جس کا جواب اسے یہ ملا۔

"میں نے اپنی قسم پوری کرلی۔" ابرار اپنی زندگی میں مصروف ہوگیا۔ مریم کی بھی شادی ہوگئی۔ اس نے سوچا اس کا جذبہ اس کے کام ہی آگیا ابرار اس کی زندگی میں صرف اسے راہ راست دکھانے آیا تھا۔ یہ دل لگی اور محبت اور اس کی تڑپ محض نام کی تھی۔ حقیقت میں انسان کی پسند پتھر پر لکیر نہیں بلکہ نرم و نازک پھول کی سی ہے جو جلد ہی مرجھا جاتا ہے لیکن اس وقت شدید ہوتی ہے جب اپنے مکمل شباب اور جوبن پر ہو۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

قسط نمبر 27

عشق دی بازی

ریحانہ آفتاب

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

انوشا ماورا کو اپنے سسرال لے آتی ہے۔ انوشا کی نند کو ماورا کا آنا پسند نہیں آتا ہے اور یہ بات ماورا بھی محسوس کر جاتی ہے۔ شنائیہ چودھری کو شاہ زرشمعون گھر میں تنہا چھوڑ کر خود باہر نکل جاتا ہے۔ تب ہاشم باہر سے آوازیں دیتا اس کی مدد کرنے کا کہتا ہے۔ پر شنائیہ رہتی ہے۔ ماورا صندوق کا تالا توڑنے کی کوشش کرتی ہے وجہ دریافت کرنے پر وہ انوشا کو بتاتی ہے کہ منزہ نے جوزیور اس کے لیے رکھا ہے وہ اس کو بیچ کر اسپتال جائے گی اور ساتھ کوئی نوکری تلاش کرے گی۔ انوشا اس کو منع کر دیتی ہے۔ چودھری جہانگیر اور ایشان جاہ انوشا کے گھر آتے ہیں اور ماورا کے رشتے کی بات کرتے ہیں۔ یاسر اس بات پر خوش ہوتا ہے۔ رات میں انوشا کے جیٹھ ماورا کے کمرے میں آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ماورا اس صورت حال سے پریشان ہو جاتی ہے۔ ماورا کو منزہ کی ڈائری بھی مل جاتی ہے جس میں جگہ جگہ ماورا اور ایشان کے نکاح کے بارے میں لکھا ہوتا ہے ماورا ایشان کو میسج کرتی ہے کہ وہ آ کر اسے لے جائے۔ فائزہ سوئم میں چلی جاتی ہے تب سمہان آفندی عیشال جہانگیر کو مری کی سیر کرانے لے جاتا ہے۔ ندا ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیتی ہے۔ عیشال جہانگیر واپس حویلی جانا نہیں چاہتی ہے۔ ایشان جاہ ماورا کو اپنے گھر لے جاتا ہے۔ ماورا اس سے فوری شادی کا کہتی اسے حیران کر جاتی ہے۔ چودھری جہانگیر فوراً نکاح کی تیاری کرتے ہیں اور حویلی والوں کو خبر کیے بغیر ہی ماورا اور ایشان جاہ کا نکاح پڑھوا دیتے ہیں۔ چودھری حشمت چودھری جہانگیر کو فون کر کے ایشان جاہ کے نکاح کا پوچھتے ہیں جس پر چودھری جہانگیر حویلی آ کر بات کرنے کا کہتے ہیں چودھری حشمت شاہ زرشمعون اور سمہان آفندی کو فوراً حویلی پہنچنے کا کہتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

UUNOVELS.COM

''سمہان تم یہاں...... اس وقت؟'' فائزہ سامنے سے آرہی تھیں۔ رات کے اس پہر عیشال اور سمہان کو باتیں کرتے انہوں نے اچنبھے سے دیکھا تھا' کیا باتیں ہو رہی تھیں اس کی آواز تو ان تک نہیں پہنچی لیکن ان کے تاثرات انہیں حیران کر رہے تھے' تب ہی وہ قریب چلی آئیں۔ دونوں ہی انہیں دیکھ کے سنبھل گئے تھے۔ عیشال کے بکھرے بال کندھے پر پڑے دوپٹے کو فائزہ نے عجیب نظروں سے دیکھا۔ اتنی رات گئے دونوں کی موجودگی انہیں کچھ سوچنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ بال سمیٹتے ان کی نظروں سے کچھ خائف سی ہو کر وہ دوپٹا ٹھیک کر گئی۔ کچھ نیند اور کچھ اچانک ملنے والے پیغام نے کسی اور چیز کی طرف دھیان جانے ہی نہیں دیا تھا۔

''تائی جان حویلی سے داجان کا پیغام ملا ہے کہ آپ سب کو لے کر فوراً حویلی پہنچوں' عیشال کے بعد آپ اور ندا جی کو ہی جگانے آرہا تھا۔'' وہ سنبھل کے سچائی گوش گزار کر گیا۔ ان کی حیرانگی اور مشکوک نظریں اس سے چھپی نہ رہ سکی تھیں۔

''اس وقت اچانک...... اسب خیر تو ہے بیٹا؟'' اس کے لہجے کی سچائی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ فائزہ کی جہاں حیرت ختم ہوئی وہیں غیر متوقع پیغام پر پریشانی لاحق بھی ہوگئی تھی۔

''مجھے بس اتنا ہی پیغام ملا ہے تائی جان۔ آپ نداجی کو بھی جگادیں۔''

''ندا کو جگا دیتی ہوں...... بیٹا کیا اتنا وقت ہے کہ میں تہجد پڑھ سکوں؟ اسی باعث اٹھی تھی۔'' انہوں نے پوچھا۔

''آپ پڑھ لیں تائی جان، تب تک ملازموں کو جانے کی اطلاع کر دیتا ہوں۔'' وہ خوش دلی سے گویا ہوا۔ جانے کے نام سے عیشال کو ایک دم چپ سی لگ گئی تھی گو کہ صبح جانا تو طے ہی تھا لیکن اس اچانک بلاوے پر وہ ساکت سی رہ گئی تھی۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

اس کی آنکھ سرگوشی سے کھلی تھی۔ پہلے تو سرگوشی سمجھنے کی کوشش کی پھر کروٹ بدل گئی۔

''نیند میں باتیں کرنے کے مرض میں بھی مبتلا ہیں شاید۔'' وہ تلخی سے سوچ کے کھیس دوبارہ منہ تک تان گئی لیکن اگلے ہی پل کمرہ روشن کرنے کے ساتھ اس کے اوپر سے کھیس کھینچ لیا گیا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے......؟'' اچانک سے تیز روشنی آنکھوں پر پڑی تو بے ساختہ ہاتھ آنکھوں پر رکھے سردی سے کانپتے اس نے غصے سے پوچھا۔

''چلنے کی تیاری کرو، حویلی سے بلاوا آیا ہے۔'' اس کے احتجاج کو خاطر میں لائے بنا وہ حکم صادر کرکے کمرے سے نکل گیا اور یہ سن کر اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

''حویلی سے بلاوا...... اس وقت......؟'' وہ حیرت کا شکار ہو کر وقت کا تعین کرنے لگی۔ گھڑی تو کوئی پاس تھی نہیں، روشن دان کے اس پار دھند کا بسیرا تھا۔ اذان فجر ہو رہی تھی۔ اٹھ کر بیٹھنے کے ساتھ وہ کھیس بھی اپنے گرد لپیٹ کر اذان سننے لگی۔ آج سے پہلے اتنی توجہ اور انہماک نصیب ہی کب ہوا تھا۔ اکثر تو رات ہی تین چار بجے کے بعد ہوتی تھی۔ جب اذان کا وقت ہوتا تو وہ تب تک گہری نیند سو چکی تھی گو کہ یہاں آ کر جلدی سونے کی عادت ہوگئی تھی، نہ ٹی وی، ویڈیو کی سہولت، سیل فون پہنچ سے دور، نہ بندہ نہ بندے کی ذات وہ جاگ کر کرتی بھی تو کیا۔ فقط ایک اسی کا آسرا تھا۔

''تم نے سنا نہیں، میں نے کیا کہا؟'' کمرے میں واپس آیا اور اسے اپنی جگہ بیٹھے دیکھ کر ناگواری کا اظہار کر گیا۔ غالباً وہ وضو کر کے لوٹا تھا اور اب ٹوپی پہنتے ہوئے وہ نماز کی تیاری کر رہا تھا۔

''اتنی صبح صبح کیوں بلاوا آیا ہے، کونسی تو ہمارے پاس کوئی ہے نہیں، جائیں گے کیسے؟''

''کیسے جائیں گے، یہ سوچنا تمہارا کام نہیں۔ تم بس چلنے کی تیاری کرو۔'' وہ ناگواری سے جتا گیا۔

''ٹھیک ہے لیکن یہ دھیان رہے، میں پیدل چل کے اسٹاپ تک بھی نہیں جاؤں گی۔'' اس دھونس بھرے انداز پر شاہ زر شمعون نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

''لگتا ہے یہاں پر کچھ زیادہ دل لگ گیا ہے، واپس جانے کو دل نہیں کر رہا؟'' اسے تو لگا تھا واپسی کا سن کر وہ کھل اٹھے گی، بھاگ بھاگ کے تیاری کرے گی لیکن اس کا ٹھس انداز اسے زچ کر رہا تھا۔

''واپسی کی خوشی تو اسی دن ہوگی جس دن آپ جیسے ہٹلر کا نام میری زندگی سے نکلے گا، ابھی تو کہیں بھی جاؤں کوئی خوشی نہیں، ہر جگہ آپ سے تعلق جو موجود ہے۔'' اس نے استہزائیہ انداز میں کہا تو وہ دانت پیس کر رہ گیا۔

''جب تک نماز پڑھ کر آؤں، تم تیار ملو زبان درازی کا مظاہرہ راستے میں بھی انجام دے سکتی ہو کیونکہ ایک اسی علم و ہنر سے تو تم مالا مال ہو۔'' اس پر ایک سرد سی نگاہ ڈال کر وہ کمرے سے نکل گیا۔ وہ نہیں ہاری تھی، نہ ہی واپسی کے لیے

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

اس نے ایڑیاں رگڑی تھیں بلکہ وہ خود چلنے کو کہہ رہا تھا' یہ اس کی ضدی طبیعت کی جیت ہی تو تھی اور وہ اپنی جیت پر خوش تھی۔

نکاح ہوگیا تھا۔ آف وہائٹ ڈیزائنر سوٹ میں ماورا کی چھب ہی نرالی تھی۔ نکاح کے بعد پُرتکلف کھانے کا اہتمام تھا۔ اتنے مختصر وقت میں ایک ناممکن تقریب کو چودھری جہانگیر نے اتنے خوش اسلوبی سے ترتیب دیا کہ ایشان جاہ حیران رہ گیا تھا۔ انوشا اس کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ وہ خاموشی سے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی' مہندی کی لالی نے ان لکیروں میں بھی رنگ بھر دیا تھا جن میں کبھی بدنصیبی جھلکتی تھی۔ سونی کلائیوں میں سونے کے موٹے موٹے کنگن مخروطی انگلیوں میں دیدہ زیب سونے اور ہیرے کی انگوٹھیاں احساس دلا رہی تھیں کہ وہ پابند ہوگئی تھی۔ یسریٰ اور شفق کی موجودگی میں انوشا زیادہ باتیں نہ کرسکی اور اسے دعائیں دے کر لوٹ گئی تھی۔

باہر سے کسی کو مدعو نہیں کیا گیا تھا لیکن جانے کیسے ثناء اور انشراح کو بھنک پڑ گئی تھی اور وہ نکاح مبارک کے شور کے ساتھ رونما ہوگئی تھیں۔ ثناء تو صہبا کے لتے لینے لگی تھیں لیکن چودھری جہانگیر کو نہیں گراں نہ گزرے اس لیے صہبا انہیں ایک طرف لے گئی تھیں لیکن ثناء کی آواز اتنی کم ہرگز نہیں تھی کہ چودھری جہانگیر اس سے محروم رہتے۔

"تمہارا واویلا بے کار ہے ثناء' ایشان کی خوشی کے لیے اگر میرا خونی رشتہ بھی ٹوٹ جاتا تو اپنے بچوں کی خوشی کے لیے مجھے اس پر بھی افسوس نہیں ہوتا۔ انشراح کبھی ایشان کی پسند رہی ہی نہیں تو تمہارا یہ ردعمل کیا معنی رکھتا ہے؟"

چودھری جہانگیر کے دوٹوک جواب کے بعد ثناء کو اپنا رکنا سراسر بے عزتی محسوس ہوا۔

"مجھے ریجیکٹ کیا تب ہی میں جان گئی تھی کہ تم گندگی کو ہی اپناؤ گے۔" ایشان جاہ اور ماورا آئی کے درمیان ایک پل کو رک کے انشراح نے زہر اگلنا ضروری سمجھا۔

"گیٹ لاسٹ۔" ایشان جاہ کا دھیما لیکن سرد لہجہ انشراح کو پیر پٹخ کے جانے پر مجبور کر گیا تھا۔

"اس کی طرف سے میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔ ذرا تمیز نہیں ہے اسے بات کرنے کی۔" ایشان جاہ' انشراح کے رویے کی معذرت کر رہا تھا اور ماورا کے چہرے پر دھیمی سی استہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ وقت کیسی کیسی کروٹ لیتا ہے۔ وہ بھی اس کی مسکراہٹ سے جان گیا تھا تب ہی کچھ شرمندہ سا ہوا۔ وقت کی چال کا تو وہ خود شکار ہوگیا تھا اسے نیچا دکھانے کا کھیل کھیلتے خبر ہی نہ ہوئی کب وہ اس کی محبت کا اسیر ہوگیا تھا۔

سب جا چکے تھے۔ صہبا کو بیٹے اور شوہر کی پسند اچھی نہیں لگی تھی اور ساری زندگی چودھری جہانگیر کی ہاں میں ہاں ملانے والی اس بار تھوڑی سی ناپسندیدگی دکھا کر اپنے کمرے میں بند ہوگئی تھیں۔ زرمین کو ماورا سے کچھ خاص لینا دینا نہیں تھا اس لیے مہمانوں کے بعد وہ بھی آرام کرنے چلی گئی تھی۔ کسی کام سے لاؤنج کی طرف آتے ایشان جاہ چودھری جہانگیر کو صوفے پر پپوٹوں کو دباتے دیکھ کر چونکا۔ اتنی رات گئے وہ یہاں کیوں بیٹھے تھے۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ڈیڈ؟" وہ ان کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوا۔

"ایشان......!" انہوں نے اس کی موجودگی کو محسوس کرتے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تو وہ سامنے آگیا۔

"آپ ٹھیک ہیں ناں ڈیڈ؟" وہ تشویش سے انہیں دیکھنے لگا۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا۔ آؤ بیٹھو۔" ہاتھ تھام کر انہوں نے اسے ساتھ بٹھالیا۔

"اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟ تمہیں تو ماورا کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔" چودھری جہانگیر کے کہنے پر وہ ایک دم سے جھینپ گیا۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

''آپ کو یہاں اس طرح بیٹھے دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔ مجھے لگا کہ شاید آپ میری وجہ سے کسی بڑی مشکل میں پھنس گئے ہیں اور اب اسی کو لے کر پریشان ہیں۔ نکاح کی حویلی میں کسی کو خبر نہ کرنا' دا جان کو بنا بتائے اتنا بڑا اسٹیپ ..... شاید میری وجہ سے آپ کسی بہت بڑی مشکل کا شکار ہو گئے ہیں۔'' ایشان جاہ کو احساس تھا کہ جس نکاح کو چودھری جہانگیر نے بہت آسان بنا دیا تھا اس کی صفائی سب کے سامنے دینا ان کے لیے کتنا مشکل کام ہوگا۔ اس کے خدشوں اور اندیشوں پر چودھری جہانگیر مسکرا دیے۔

''تم خوش ہو نا اس نکاح سے؟'' اس کا ہاتھ تھپتھپاتے وہ دوستوں کی طرح استفسار کر رہے تھے۔

''یس ڈیڈ۔'' خوشی تو اس کے چہرے پر درج تھی۔

''بس تو پھر خوش رہو' یہ تو ایک سیدھے سبھاؤ سے نکاح کا معاملہ تھا اگر کوئی مشکل مرحلہ ہوتا تو تمہاری خوشی کے لیے میں وہ بھی کر گزرتا۔ بابا جان کے بارے میں تم مت سوچو حویلی والوں کو میں دیکھ لوں گا۔'' محبت سے ذکر کرتے حویلی کے ذکر پر ان کا لہجہ عجیب سا ہو گیا تھا۔

''میں صبح ہی حویلی کے لیے نکل رہا ہوں' اب تک نکاح کی خبر بابا جان تک پہنچ گئی ہوگی۔ ان سے مل کے بات کرنی ہے۔ کل ہی تم بھی سب کو لے کر حویلی چلے آنا۔ نرمین اور سمہان کا نکاح بھی کروا کر ہی اب کے لوٹوں گا بہت ہو گئی حویلی والوں کی من مانیاں۔ میرے بچوں کی خوشی کی راہ میں جو کوئی آئے گا اسے بخشوں گا نہیں۔ جہانگیر کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں تھا لیکن اپنے بچوں کے لیے میں ہوں۔'' ان کا لہجہ سرد ہو گیا تھا۔

''کیا ہوا تھا ڈیڈ آپ کے ساتھ؟'' ایشان جاہ کو عجیب سا لگا۔ اس لمحے وہ بہت اجنبی سے لگ رہے تھے۔

''کچھ نہیں۔ تم ماورا کے پاس جاؤ' اسے بھی بتا دو کہ حویلی جانا ہے اور دن میں اسے اچھے سے شاپنگ کروا دینا' میں نہیں چاہتا' میری بہو حویلی میں کسی سے بھی کم نظر آئے۔''

''جی ڈیڈ۔''

''اب سے تمہارا سارا وقت ماورا کے لیے ہونا چاہیے۔ اسے کسی قسم کی شکایت نہ ہو تم سے' بالفرض تم سے کوئی کوتاہی ہوئی تو شاید میں تمہاری کلاس بھی لوں۔ اس لیے دھیان رکھنا۔ منزہ کو جیتے جی ہم یہ خوشی نہ دے سکے' لیکن ماورا کو بہت خوش رکھنا۔'' چودھری جہانگیر نے اپنی سرد نظریں اس پر جما کر کہا۔

''ابھی میری فلائٹ میں وقت ہے۔ تم بھی جا کے آرام کرو۔'' اس کے ہاتھ پر دباؤ ڈالتے وہ لاؤنج سے نکل گئے تھے۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

اپنے کمرے کے دروازے تک آتے وہ عجیب سی جھجک کا شکار ہوا۔ نکاح کے بعد ماورا آپی کو اس کے کمرے میں لے آیا گیا تھا' گو کہ باقاعدہ رخصتی نہیں ہوئی تھی لیکن ماورا کی اس کے کمرے میں موجودگی اور چودھری جہانگیر کا اسے وقت دینے پہ اصرار' بہو کی حیثیت سے حویلی میں تعارف' یہ تمام باتیں اشارہ کر رہی تھیں کہ وہ اس کی زندگی اور گھر میں اہمیت حاصل کر گئی ہے۔ صہبا اور نرمین کا انداز گزارے لائق تھا اور اسے کوئی خاص پروا بھی نہیں تھی' اس نے جو خواہش کی' باپ نے اسے جھٹ اس کے نام لکھ دیا' اس کے لیے یہی بہت تھا۔ کمرے میں داخل ہوا تو وہ انہی بھاری کپڑوں میں نیم دراز نظر آئی۔ لاک کی آواز اور اس کی آمد پر ماورا سیدھی ہو بیٹھی تھی۔

''تم نے چینج نہیں کیا ابھی تک؟'' یقیناً وہ بے آرام ہو رہی ہوگی اس خیال سے اس نے استفسار کیا۔

''وارڈ روب میں ایک بھی زنانہ سوٹ نہیں ہے۔ میرا بیگ اسی روم میں ہے' جس میں آپ لے کر آئے تھے۔ کئی

بار کوشش کی کہ جا کر اپنا بیگ لے آؤں لیکن جانے آپ کی فیملی کیا خیال کرے یہ سوچ کر بیٹھی رہ گئی پھر مجھے یہاں کے راستوں کا پتا بھی نہیں تھا کہ کس راستے سے گزر کے میں اس کمرے تک جا سکوں گی۔"

"ناحق اتنی دیر بے سکون رہیں' کسی سے کہہ دیا ہوتا بیگ لانے کے لیے۔"

"کس سے کہتی؟ کوئی روم میں آیا ہی نہیں۔ آپ بھی اب تشریف لائے ہیں۔" کل تک تم کہہ کر مخاطب کرنے والی آج آپ کہہ رہی تھی' جانے نکاح کے بعد یہ عزت دینے کا انداز تھا یا وہ طنزیہ کہہ رہی تھی۔ ایشان کی سمجھ میں نہیں آیا۔

"میں لا دیتا ہوں بیگ۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا مجھے یہاں رہنا ہے؟" اس نے ایشان کو دیکھتے ہوئے پوچھا' شاید وہ اسی کمرے میں جا کر سونا چاہتی تھی۔

"یہاں کوئی مشکل ہے؟" اس نے الٹا استفسار کیا تو وہ سپاٹ تاثرات سے گردن نفی میں ہلا گئی۔

ایشان جاہ بیگ لے آیا تو اس نے ایک سوٹ نکال کر تبدیل کر لیا تھا۔ دھلے منہ اور اپنے عام سے سوٹ میں وہ پرانی ماورا لگنے لگی تھی جو سونے کے لیے نظروں ہی نظروں میں جگہ کا انتخاب کر رہی تھی۔

"تم بیڈ پر سو جاؤ' میں کہیں اور جگہ بنا لوں گا۔" وہ اس کی الجھن سمجھ گیا تھا۔ دونوں کو ہی اس رشتے کو سمجھنے کے لیے وقت درکار تھا۔ ابھی تو ماورا کا ایک دم سے تم کر کے اسے بلانا بھی ناقابل فراموش واقعہ لگ رہا تھا۔

"مجھے اتنے نرم بستر پہ سونے کی عادت نہیں ہے' میں سیٹی پہ سو جاؤں گی۔" کہتے ہوئے وہ صوفے پر سٹ کر لیٹ گئی۔

"دن کو شاپنگ کے لیے چلنا ہے میرے ساتھ' اپنی ضرورت کی ساری چیزیں لے لینا پھر کل ہم حویلی جائیں گے۔ میرا ددھیال ہے' سب سے ملوانا ہے تمہیں۔" وہ اس بتا رہا تھا یا بات برائے بات کے لیے کوئی موضوع درکار تھا وہ خود نہ جان سکا۔

"بہتر۔" وہ جواب دے کر سر تک دوپٹا تان گئی۔ اتنا کچھ ہو گیا تھا لیکن اس کے چہرے پر خوشی کا کوئی رنگ ایشان جاہ کو نظر نہیں آیا تھا۔ بنا حیل وحجت کے سپاٹ تاثرات سے وہ ہاں میں ہاں ملاتی اسے حیران کر گئی تھی۔

❁ ❁ ❁ ❁

رات ابھی باقی تھی لیکن ان کا سفر شروع ہو گیا تھا۔ زندگی میں چند دن کھل کے گزارنے کے بعد وہ سب ایک بار پھر حویلی کا سفر کرنے پر مجبور تھے۔ جہاں سے چلے تھے لوٹ کر تو وہیں جانا تھا۔ اچانک بلاوے پر عیشال چپ سی ہو گئی تھی' دل میں یہی دھڑکا تھا کہ کہیں بات تو نہیں کھل گئی۔ اسی باعث تو پیشی نہیں ہونے جا رہی۔ جب تک حویلی نہیں پہنچ جاتی تب تک مختلف ابہام کو پالتے سفر کرنا تھا۔ فائزہ اگلی سیٹ آرام سے لیٹ سی گئی تھیں تا کہ پیچھے دونوں بھی سہولت سے سفر کر سکیں۔ اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ندا نے ایک دوبارا سے دلاسا دیا تھا پھر وہ بھی راستے کی تاریکی سے تنگ آ کے آنکھیں موند گئی تھی۔ کالج میں گزارے وقت کی خوب صورت یادیں لیے وہ سمہان پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ وہ بظاہر سامنے نظریں جمائے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا لیکن اس پر بھی برابر نظر تھی اس کی۔ وہ اس کی اداسی' اس کی خاموشی محسوس کر رہا تھا' چند دنوں میں وہ جتنی خوش نظر آئی تھی' یہ سب دیکھ کر اسے ہمیشہ خوش رکھنے کا عزم بڑھ گیا تھا لیکن ابھی امتحان سے بھی گزرنا تھا' بلاوے کے مفہوم سے اسے بھی لاعلم رکھا گیا تھا۔

پیچھے بیٹھی وہ خاموش تھی لیکن اس کی نظریں گاہے بگاہے اس پر اٹھ رہی تھیں۔ اس کی فکر مندی پر ایک مسکراہٹ دے کر اس نے موڈ بہتر کرنا چاہا لیکن وہ جواباً مسکرا بھی نہیں سکی تھی۔ فائزہ اور ندا کی موجودگی میں بات تو نہیں ہو سکتی

تھی۔ تب ہی سمہان نے اسٹیئرنگ کو ایک ہاتھ سے سنبھالا اور سیل فون تھام کر تیزی سے ٹیکسٹ ٹائپ کرنے لگا تھا۔ سینڈ کے آپشن کو کلک کرتے اس کی نظریں ونڈ اسکرین پر جم گئی تھیں۔ گود میں رکھے فون کی اسکرین کو روشن دیکھ کر عیشال جہانگیر نے میسج دیکھا۔

''میری زوجہ محترمہ پر یہ اداسی کا رنگ ذرا سوٹ نہیں کرتا کیونکہ جب ہماری محترمہ اداس ہوتی ہیں تو میرا دل پریشان ہو جاتا ہے اس لیے اس بے چارے دل پر تھوڑا سا رحم کرو اور مسکراؤ' ڈیل پکی کرو گی تو راستے سے آئسکریم بھی کھلاؤں گا۔'' اداسی اور سنجیدگی کے باوجود اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ آ گئی تھی۔

''ڈیل ڈن ہے۔ لیکن میرا نام محترمہ نہیں ہے جناب' مجھے میرے اصل نام سے لکھا اور پکارا جائے۔''

''اور کوئی حکم؟'' اس کے کہنے پر وہ مسکرا دی۔ انگلیاں سیل فون پر چل رہی تھیں۔ اب سفر اچھا گزرنے والا تھا۔

''ہمیں جہانگیر سے یہ امید نہیں تھی۔'' چودھری حشمت غصے سے ٹہل رہے تھے۔

''جانے آپ نے اس کی طرف سے کون سی خوش گمانی پال رکھی ہیں۔ اس نے کب ہمیں اپنے کسی عمل سے خوشی دی؟ ہمیشہ ہماری امیدوں کے برخلاف ہی کیا ہے سب کچھ۔'' زمرد بیگم ان سے زیادہ بھری بیٹھی تھیں۔

''منزہ کی بیٹی سے ایشان کا نکاح' سوچ سوچ کر ہی ہمارا خون کھول رہا ہے۔''

''کسی نہ کسی طرح تو اس نے اپنی ناکام حسرتوں کو پورا کرنا ہی تھا ناں۔ خود نہ کر سکا تو بیٹے کی کروا دی اس بدبخت کی بیٹی سے۔'' زمرد بیگم نے ہاتھ فضا میں نچا کر کہا۔

''مر گئی ہے وہ۔ مت برا بولو اب اس کے لیے۔'' چودھری حشمت کا لہجہ دھیما ہوا۔

''وہ تو اب مری ہے' حویلی میں تو اس نے سالوں پہلے بین ڈال دیئے تھے' اسی کا بھگتان تو ہماری نسلیں بھگت رہی ہیں۔ ہم آپ سے کہہ رہے ہیں چودھری جی۔ آپ جہانگیر سے کہہ دیجیے کہ وہ منزہ کی بیٹی کو حویلی میں نہ لائے' اپنے شہر والے محل میں رکھے' اس کی بیٹی یہاں آئی تو مجھے عیشال کا دکھ پھر سے مہینوں رلائے گا۔'' زمرد بیگم نے دکھی ہو کر دو ٹوک لہجے میں کہا۔

''صبح تک اکیلا پہنچے گا جہانگیر' باقی سب کو ایشان لے کے پہنچے گا۔'' انہوں نے چودھری جہانگیر کے لائحہ عمل سے آگاہ کیا۔

''جو بھی ہو۔ منزہ کی بیٹی کے لیے ہماری حویلی میں کوئی جگہ نہیں ہے' آپ جہانگیر کو اچھی طرح سمجھا دیجیے۔'' ان کا لہجہ اٹل تھا۔

''کیسی بات کر رہی ہیں بیگم۔ جہانگیر سمہان اور نرمین کا نکاح ساتھ کروا کے جائے گا' اب ایسے میں اپنی بہو کو کہاں چھوڑے گا؟''

''یعنی آپ نے اس ڈائن کی بیٹی کو بہو کا درجہ دے دیا۔ بہت افسوس کی بات ہے چودھری جی۔'' سمہان اور نرمین کے نکاح والی بات پر ایک پل کو چونک کے زمرد بیگم نے گلہ کیا۔

''تسلیم نہیں کیا لیکن اس مسئلے سے کیسے نکلیں' یہ سمجھ نہیں آ رہا۔'' چودھری حشمت پریشان نظر آ رہے تھے۔

''آپ کے بیٹے نے کچھ بھی' سمجھانے لائق ہمیں چھوڑا ہے۔ یہ تو اس نے چالاکی کی کہ نکاح سے پہلے ہمیں ہوا بھی نہیں لگنے دی۔ اجازت لینا اور بیٹے کے نکاح میں شریک کرنا تو دور کی بات ہے۔ عادت جو رہی ہے ہمیشہ سے اپنی من مانی کرنے کی۔ پہلے اپنے لیے کرتا رہا ہے اور اب اپنے بیٹے کے لیے...... جب بیٹے کی باری میں اس نے

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

ہمیں اہمیت نہیں دی تو بیٹی کے لیے حویلی اور سبحان کے لیے ضد کیوں باندھی ہوئی ہے' ڈھونڈ لے شہر میں کوئی شہری داماد شہری بہو کی طرح۔ اپنے سبحان کے لیے ہم حویلی میں ہی کوئی لڑکی دیکھ لیں گے۔'' غصہ تو زمرد بیگم کو بھی تھا بلکہ چودھری حشمت سے کہیں زیادہ تھا۔ منزہ کی بیٹی کو بہو کے روپ میں سوچ کر ہی خون ابلنے لگا تھا۔ لگے ہاتھوں انہوں نے سبحان اور عیشال کا مقدمہ بھی لڑنے کی کوشش کی۔

''نہیں سبحان کے لیے تو ہم جہانگیر کو زبان دے چکے ہیں۔ ابھی تو بس اس مسئلے سے کسی طرح نکلنا ہے۔ کسی طرح منزہ کی بیٹی سے چھٹکارا حاصل کر کے اسے ایشان کی زندگی سے دور کرنا ہے۔''

''زندگی رہی تو ہم بھی دیکھ لیں گے آپ بھی دیکھ لیجیے گا' کیسے آپ کا بیٹا ایسا ہونے دے گا۔ اپنا الو اسے سیدھا کرنا خوب آتا ہے۔'' وہ جلی بیٹھی تھی۔

''آپ کا بیٹا' آپ کا بیٹا۔ یہ بڑا ہی نامعقول انداز ہے آپ کا زمرد بیگم' وہ ہمارا نہیں' آپ کا بھی بیٹا ہے' آپ کے انداز سے تو ہمیں یوں لگتا ہے جیسے جہانگیر سے آپ کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔'' چودھری حشمت کو ہمیشہ سے ان کا انداز جہانگیر کے لیے سخت محسوس ہوتا تھا۔ جس کا انہوں نے برملا اظہار بھی کر دیا۔

''کاش کے کوئی تعلق نہ ہوتا' تب تو برا بھلا بول کے کلیجہ ٹھنڈا کر لیتی لیکن افسوس تو اسی بات کا ہے کہ میری ہی کوکھ سے جنم لیا ہے بدبخت نے۔ ہمیشہ سے غلط کیا ہے اس نے۔ جب بھی ممتا کا دل اس کی طرف ہمکتا ہے' صائقہ کی بے بسی اور عیشال کی محرومیاں پھر سے میرا دل سخت کر جاتی ہیں۔ کیسے بھول جاؤں کہ ایسا خودغرض بیٹا بھی میں نے ہی پیدا کیا ہے۔'' زمرد بیگم دکھی ہو کر آبدیدہ ہو گئی تھیں۔

❁ ...... ❁ ...... ❁ ...... ❁

حویلی میں رات تو جیسے ہوئی ہی نہیں تھی۔ ہر کوئی اپنی اپنی جگہ اس بدلاؤ پر حیران تھا۔ لڑکیاں چونکہ مکمل حقائق سے ناآشنا تھیں اس لیے آدھی ادھوری بات کو ہی اہم جان کر چہ میگوئیوں میں مصروف تھیں۔ دیا اور فریال کے لیے بھی یہ سب کسی صدمے سے کم نہیں تھا۔

''کسی کو شریک کیے بنا جہانگیر نے ایشان کا نکاح کر دیا اور وہ بھی منزہ کی بیٹی سے..... منزہ کراچی میں تھی؟ ان تمام باتوں پر جتنی حیرت کا اظہار کروں کم ہے۔'' دیا کے لیے بھی سب کچھ حیران کن تھا۔ وہ برسوں حویلی سے دور رہی تھیں لیکن انہیں حویلی میں بھونچال لانے والی بھولی نہیں تھی۔

''جتنی حیرت اور افسوس کا اظہار کیا جائے کم ہے بھابی بیگم۔ ہم نے برسوں نئی نسل کو ان معاملات سے ناآشنا رکھا لیکن جہانگیر بھائی کے عمل اور منزہ کا اپنی بیٹی کے روپ میں ایک بار پھر ہمارے سامنے آنا واضح کر رہا ہے کہ اب یہ راز راز نہیں رہے گا۔ عیشال کیونکر برداشت کرے گی کہ اس کی ماں کی خوشیوں کو آگ لگانے والے کی بیٹی اس حویلی کا حصہ بنے' اس کے سامنے مضبوط حوالہ لے کر آئے۔ منزہ خود تو مر گئی لیکن مر کے بھی ہماری نسلوں کے سامنے ہمیں شرمندہ کروانے کا سامان کر گئی۔'' فریال بھی یاسیت سے گویا ہوئیں۔

''منزہ کا کیا ذکر۔ غلطی تو جہانگیر کی ہے جو اس نے پھر سے حویلی میں تماشا لگانے کی ٹھان لی ہے۔ برسوں پڑے گڑے مردے اکھڑیں گے۔'' دیا بھی کچھ خوش نہیں تھیں۔

''ہم اپنے بچوں کو کیسے مطمئن کریں گے؟'' فریال متفکر ہوئیں۔

''پتا نہیں' دیکھو کیا ہوتا ہے' سب کو پیغامات تو بھیج دیے ہیں کہ حویلی لوٹ آئیں..... پہنچنے ہی والے ہوں گے سب۔ جانے پہلے جہانگیر پہنچیں گے یا باقی سب۔ بھابی بیگم بھی لوٹ آئیں تو مل کے مشاورت ہو۔ بی جان بھی بابا

جان کے بلاوے پر گئی ہیں ان سے بھی بات ہو کہ کس طرح نئی نسل کو حقائق سے آگاہ کرنا ہے۔ یہ اچھا تماشا لگا دیا ہے جہانگیر نے۔" فکر مندی سے کہتے دیا کا لہجہ آخر میں جھنجلا گیا۔

"پہلے ہی کم ٹینشن تھی کہ اب یہ نیا معاملہ۔" فریال الگ ہول رہی تھیں۔ ابھی تو سمہان اور عیشال کے نکاح کا معاملہ کلئیر تھا اور یہ دوسرے نکاح نے تو جیسے اپنی طرف مبذول کروالی تھی۔

"پہلے کون سی ٹینشن تھی فریال؟ اللہ کا شکر ہے سب ٹھیک ہے۔" دیا کی نظریں سوالیہ ہوئیں۔ فریال گڑبڑا کر اپنی بے اختیاری کو کوس کے رہ گئیں۔

"یہی سمہان اور عیشال کا نکاح جو طے تھا بھابی۔" انہوں نے بات سنبھالی۔

"ہوں..... جہانگیر اس اعلان کے ساتھ آرہے ہیں کہ کل صہبا اور باقی سب آئیں گے اور وہ نرمین اور سمہان کا نکاح کروا کر ہی جائیں گے۔ تم سے کوئی بات نہیں ہوئی کیا؟ تم تو ماں ہو سمہان کی۔" انہیں کسی قدر حیرانگی ہوئی۔

"اسفند کچھ دیر قبل ہی سفر سے لوٹ کر آئے ہیں بھابی! آتے ہی بابا جان کے حجرے میں چلے گئے بی جان بھی وہیں ہیں ممکن ہے اس حوالے سے کوئی بات ہوئی ہو اسفند یا بی جان سے میری کوئی بات نہیں ہو سکی اس حوالے سے۔" وہ متفکر تھیں۔

❀....❀....❀....❀

"اب کیا ہو گا اسفند..... کیا بات ہوئی آپ کی بابا جان سے؟" چودھری اسفند کمرے میں آئے تو فریال نے بے چینی سے دریافت کیا۔

"اس وقت تو بابا جان جہانگیر بھائی کی حرکت پر شدید برہم ہیں۔ آتے ہوئے تو یہی سوچتا آیا تھا کہ جاتے ہی سمہان اور عیشال کے نکاح کی بات بابا جان کے سامنے رکھ دوں گا لیکن بابا جان کے غصے کو دیکھ کر میں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ یہ نہ ہو جہانگیر بھائی کا غصہ ہمارے بیٹے بہو پر اتر جائے۔ اسی بات کا خیال کر کے چپ رہ گیا۔"

"جہانگیر بھائی کی پوری فیملی کل آرہی ہے اور وہ نرمین اور سمہان کا نکاح کروا کر ہی لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔" فریال نے دھڑکتے دل سے کہا۔

"نرمین اور سمہان کا نکاح لاحول ولاقوۃ..... عیشال ہماری بہو بن گئی ہے اب کسی نرمین کی گنجائش ہی کہاں نکلتی ہے۔ جانے دو سب کو اچھا ہے سب کے سامنے بات کھلے۔ سوچا تو تھا کہ زیادہ تماشا نہ بنے لیکن جہانگیر بھائی نے گڑے مردے اکھاڑے۔ جو تماشا کیا ہے اس پر تو لگ رہا ہے رج کے تماشا ہو گا۔" چودھری اسفند کا انداز پُرسوچ تھا۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے اسفند' سچ کھلنے کے بعد جانے سب کا کیا تاثر ہو۔ میرے بیٹے بہو کا دل نہیں ٹوٹنا چاہیے اسفند۔ ان کا ساتھ نہیں چھوٹنا چاہیے بس۔" فریال نے آبدیدہ ہو کر کہا۔

"پریشان نہ ہو اپنے بیٹے بہو کی خوشی کے لیے ہر حد تک جاؤں گا۔ جب جہانگیر بھائی اپنے بیٹے کے لیے حویلی والوں کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک سکتے ہیں تو مجھے کیا پڑی ہے ان کے الٹے سیدھے فیصلے ماننے کی۔ جب انہوں نے بڑا پن نہ دکھایا تو حویلی والوں سے کوئی بھی امید رکھ کے اپنی بیٹی کا میرے سمہان سے نکاح کے لیے پوری فیملی کو اٹھا لانا چہ معنی دار۔ میرے لیے بھی اپنے بیٹے کی خوشی سب سے اہم ہے۔" چودھری جہانگیر کی خود غرض طبیعت ایک بار پھر سب کے سامنے انہیں بہت چھوٹا کر گئی تھی۔ اسفند اپنے بیٹے کا مقدمہ لڑنے کے لیے بالکل تیار ہو گئے تھے۔

"کب تک پہنچ رہا ہے سمہان' ہماری بہو اور باقی سب؟" اسفند کی نظریں سوالیہ ہوئیں۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

''بس پہنچنے ہی والا ہو گا سب کو لے کے۔ شاہ کو بھی کال کر دی تھی بابا جان نے' دیا بھابی کی بات ہوئی تھی کچھ دیر قبل شاہ سے۔ شاہ اور شنائیہ بھی نکل پڑے تھے۔''

''تب تک جہانگیر بھائی بھی پہنچ جائیں گے' دیکھتے ہیں پہلے یہ سب پہنچتے ہیں یا بھائی صاحب......ہونہہ۔'' ہنکارا بھر کے چودھری اسفند پُرسوچ انداز اختیار کر گئے تھے۔ فریال تھکے ہوئے انداز میں ٹیک لگا گئی تھیں۔

❁......❁......❁......❁

''شکر الحمدللہ......سفر بخیر و خوبی اپنے انجام کو پہنچا اور ہم سب اپنی منزل کو لوٹ آئے۔'' اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اترتی فائزہ نے شکر کے کلمات ادا کیے۔ ندا کے ساتھ عیشال بھی اتری تھی۔ چوکیدار گیٹ بند کرتے رکا ایک اور گاڑی نمودار ہوئی تھی۔ اجنبی گاڑی لیکن اس میں شاہ اور شنائیہ کو دیکھ کر سب ہی رک گئے تھے۔

''السلام علیکم!'' شاہ ان سب تک چلا آیا شنائیہ بھی پیچھے پیچھے تھی۔

''وعلیکم السلام! کیا موقع پر پہنچے ہو تم لوگ۔'' فائزہ بیٹے بہو کو دیکھ کر نہال ہو گئیں۔

''اچھا اتفاق ہے۔ یہ گاڑی کس کی ہے برو؟'' خوشی کا اظہار کرتے سمہان گلے لگ گیا۔

''ایک قبائلی دوست کی ہے۔ یہ بلاوا کس نوعیت کا ہے؟'' وہ جاننے کا خواہاں ہوا۔

''کچھ علم نہیں' آپ کے ساتھ ہی ہم بھی ابھی گھر میں داخل ہوئے ہیں۔'' سمہان نے شانے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔

''تم کیسی ہو بیٹا؟'' فائزہ نے شنائیہ کو گلے لگایا۔

''ٹھیک۔'' مختصر پیرائے میں جواب دے کر اس نے ندا کے بعد عیشال سے بھی مصافحہ کیا۔

''اندر چلو۔ اندر چل کے ہی خبر ہو گی کیا معاملہ ہے۔'' فائزہ کو بھی کھد بد ہو رہی تھی۔ شاہ کو بھی بلوالیا گیا تھا مطلب بات کوئی خاص تھی۔

ابھی ان سب نے اندر جانے کے لیے قدم بڑھائے ہی تھے کہ زوردار ہارن پر چوکیدار کو ایک بار پھر گیٹ کھولنا پڑا۔ دھند اور گاڑی کی تیز روشنی میں انہیں کسی کی شکل تو نظر نہیں آئی۔ چوکیدار کے دروازہ وا کرنے پر گاڑی زن سے داخل ہوئی اور اس سے اترتے چودھری جہانگیر کو دیکھ کے عیشال جہانگیر کا خون خشک ہوا تھا۔ باقی سب بھی ان کی اس بے وقت کی آمد پر حیرت زدہ' معاملے کی سنگینی پر سوچنے کو مجبور ہو گئے تھے۔

''السلام علیکم بھابی بیگم۔ آپ سب یہاں کیا کر رہے ہیں؟'' شاہ زر شمعون اور سمہان آفندی سے مصافحہ کر کے سب کے سلام کا جواب دیتے وہ فائزہ کو مخاطب کر گئے۔

''ہم سب مری کاٹیج سے ابھی لوٹے ہیں۔ شاہ اور شنائیہ بھی ابھی ابھی پہنچے ہیں۔ تم اکیلے آئے ہو؟'' وہ جواب دے کر سوال کر گئیں۔ مری کاٹیج کا سن کر چودھری جہانگیر نے ایک سرد نگاہ عیشال جہانگیر پر ڈالی۔

''بہت خوب' تو تفریح ہو رہی تھی۔'' انداز استہزائیہ تھا۔

''ارے نہیں۔ کیسی تفریح۔ بچیاں تو وہاں بور ہی ہوتی رہیں۔ سمہان اپنے کام میں مصروف تھا اور میں تو بالخصوص گئی ہی میت کے لیے تھی' میت کے گھر میں کیسی تفریح۔'' فائزہ نے سچائی بتائی۔

''اسے ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔'' انگلی سے عیشال کی طرف اس تضحیک آمیز لہجے میں اشارہ کیا تو عیشال جہانگیر جز بز ہو گئی۔ سب کے سامنے چودھری جہانگیر کا انداز عیشال کے لیے سب ہی کو کھلا تھا لیکن وہ چھوٹے تھے۔ کچھ کہنے کے مجاز نہ تھے۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

''عیشال کو اپنی شادی کا جوڑا لینا تھا وہاں سے اور ندا بھی ساتھ تھی تو ایک سے بھلی دو تھیں۔'' فائزہ نے بتایا۔

''خیر میں بابا جان سے بات کرلوں گا۔ آئندہ سے اسے کہیں بھی آنے جانے کی اجازت دینے سے پہلے میرے نوٹس میں بھی بات لائی جائے' کل کو ہماری عزت رول گئی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔'' ان کے تنبیہہ لہجے پر عیشال کے حواس سن ہو گئے تھے۔

''میری رگوں میں دوڑتا خون بھلے آپ کا ہو لیکن اس میں وفاداری کا رنگ میری ماں کا ہے جو ایک نام لے کر ہی منوں مٹی تلے جا سوئی۔ بے فکر رہیں ولدیت کے خانے میں درج آپ کے نام سے زیادہ' مجھے اپنی ماں کی تربیت کی پروا رہتی ہے۔'' ان کی بات گالی کی طرح لگی تھی۔ سب ہی دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

''تمہیں بھی تمہاری ماں کے برابر دفن کروں گا فکر نہ کرو۔''

''یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔'' عیشال جہانگیر کی استہزائیہ ہنسی چودھری جہانگیر کو سلگا گئی۔

''دیکھتے ہیں۔'' کڑی نگاہ ڈال کر چودھری جہانگیر کا رخ یقیناً چودھری حشمت کے حجرے کی طرف ہو گیا تھا۔ سب کی ترحم بھری نظریں اس پر اٹھیں تو افسوس بھری نگاہ چودھری جہانگیر کی پشت پر جم گئی تھیں۔

''تم ہی کچھ خیال کرلیا کرو عیشال اس کی تو عادت ہے کڑوا بولنے کی۔'' فائزہ نے سرزنش کے ساتھ بہلانا ضروری خیال کیا۔

''جنہیں اپنے رشتے اور لفظوں کی حرمت کا خیال نہیں۔ میں ان کا خیال رکھ کر کیا کروں گی تائی جان اور آپ اپنے جملے کی تصیح کرلیں۔ صرف میرے ساتھ کڑوا بولنے کی عادت ہے انہیں۔'' وہ تلخی کا اظہار کر گئی۔

شنائیہ کے لیے یہ منظر خاصہ حیران کن تھا' وہ حویلی میں نہیں رہتی تھی۔ عیشال' جہانگیر چاچا کی بیٹی ہے' اس حقیقت سے وہ بھی واقف تھی' وہ اپنی شہری بیوی بچے میں خوش تھے لیکن عیشال جہانگیر کے لیے ان کے الفاظ و انداز نے اسے جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ سگا باپ اور ایسے القابات وہ جتنا حیران ہوتی کم تھا۔

''لگتا ہے حویلی والوں نے بیٹیوں کو پیدا کر کے ان پر کوئی خاص احسان کیا ہے۔'' شنائیہ کچھ اپنے والدین کی طرف سے بھری بیٹھی تھی' باقی چودھری جہانگیر کے تیور دیکھ کر خود کو کہنے سے بعض نہ رہ سکی' شاہ زرشمعون کی سرد نظروں نے سب کی نظروں کا احساس دلایا تو وہ سر جھٹک گئی۔

سمہان آفندی نے سارا کچھ ضبط سے ملاحظہ کیا تھا۔ اسے خوشی دینے کی چاہ تھی لیکن جب ایسے نام نہاد بڑے اس کے سامنے آکر عیشال کو دکھ دیتے تھے تو اسے سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ ان کے ساتھ کیسا سلوک کرے۔

''جہانگیر بھی آئے ہیں' اللہ خیر کرے مجھے تو ہول اٹھ رہے ہیں۔'' فائزہ کا دل پریشان ہونے لگا۔

''کوئی خاص بات نہیں ہوگی' آپ پریشان نہ ہوں۔'' شاہ زرشمعون انہیں دلاسا دیتے شانوں سے تھام کر اندر لے جانے لگا۔ ندا اور شنائیہ کے ساتھ سب نے اندر کی طرف پیش قدمی کی لیکن چند قدم چل کے ہی سمہان آفندی کو رکنا پڑا تھا۔ عیشال جہانگیر نے پیچھے سے اس کی جیکٹ مٹھی میں بھر کر اسے رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ سب تھوڑا آگے نکل گئے تو وہ سامنے آگئی۔ اس نے جیکٹ نہیں چھوڑی تھی بس مڑتے ہوئے جیکٹ کی زپ اب اس کے ہاتھ میں تھی۔

''والد محترم آگئے ہیں۔ فیصلے کی گھڑی آگئی ہے' کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے' کسی بھی مقام پر بلیک میل ہونے سے پہلے اتنا یاد رکھنا' میں تم سے کسی صورت دستبردار نہیں ہوں گی۔'' اس کے سنجیدہ لہجے پر سمہان نے محبت سے اس کے چہرے کو دیکھا۔ جیکٹ کو پکڑے اس کے ہاتھ پر اس کا ہاتھ خود بخود آپڑا تھا۔

''تم دستبردار ہونے کی کوشش بھی کروگی تو اب کے میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔ امتحان کا دور تو تمہاری محبت کو

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

جھٹلاتے اسی حویلی میں گزر گیا۔ اب تو نتائج کی گھڑی آن پہنچی ہے۔ پریشان نہ ہو میں مرتے دم تک تمہارے ساتھ ہوں۔'' اس کے ہاتھ پر نرمی سے دباؤ ڈال کر آگے چلنے کا اشارہ کیا۔

''ساتھ ہی رہنا سایہ بن کے۔'' گردن موڑ کے اسے دیکھتی وہ باور کرا گئی۔

''ان شاء اللہ!'' وہ مسکرایا۔ اتنے اعصاب شکن ماحول میں بھی اس کی مسکراہٹ اس میں زندگی کی لہر دوڑا گئی تھی۔

ان سب کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر سب نے متفکر چہروں کے ساتھ خوش آمدید کہا۔ چودھری جہانگیر کو لمبے ڈگ بھرتے چودھری حشمت کے حجرے میں جاتے دیکھ کر سب ہی نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

''کوئی تماشا شروع ہو اس سے پہلے سب کو ناشتا کروا دیتے ہیں' سب لوگ لمبے سفر سے لوٹے ہیں۔'' دیا کی نظریں شنائیہ پر تھیں جو ان سے بہت روکھے انداز میں مل کے ایک طرف بیٹھ گئی تھی۔ ماحول ایسا تھا کہ لڑکیاں اسے لوٹ آنے پر ہنی مون کا حوالہ دے کر چھیڑ بھی نہیں سکی تھیں۔

''ٹھیک کہہ رہی ہیں بھابی بیگم۔'' فریال کی نظریں سمہان اور عیشال پہ گڑی ہوئی تھیں' جانے کیا ہونے والا تھا۔ سب کا لحاظ نہ ہوتا تو وہ انہیں گلے لگا کر خوب زور سے رو کر دل ہلکا کر لیتیں لیکن سب کی موجودگی میں ایسا ممکن کب تھا۔ انہیں ضبط کرنا پڑا تھا۔

''تم جا کر ملازموں کو ہدایت دو میں آتی ہوں۔'' شنائیہ کو اپنے کمرے کی طرف جاتے دیکھ کر دیا نے انہیں کہا تو وہ سر ہلا کر کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

''تم کیوں اتنی چپ چپ ہو؟'' زرش نے عیشال سے دریافت کیا۔

''سفر کی تھکن ہے شاید۔'' وہ پھیکے سے مسکرائی۔

''آپ سب فریش ہو جائیں تب تک ناشتا بھی تیار ہو جائے گا۔'' شاذمہ نے کہا تو سب ہی فریش ہونے چل دیئے تھے۔

دیا کا تو خیال تھا ہنی مون سے کھلے چہرے کے ساتھ لوٹے گی لیکن وہ تو پہلے سے کہیں زیادہ پریشان لگ رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا سوتے میں سے اٹھ کر ان ہی کپڑوں میں آ گئی ہو۔

''تم ٹھیک نہیں لگ رہیں؟'' دیا کمرے میں داخل ہوئیں تو وہ انہیں وارڈروب کے سامنے کھڑی نظر آئی۔ غالباً فریش ہو کر چینج کرنے کا ارادہ تھا۔

''مجھے کیا ہونا ہے؟'' ان کی آواز پر وہ ایک لمحے کے لیے گردن موڑ کر متوجہ ہوئی پھر الٹا ان سے سوال کر کے دوبارہ سر الماری میں دے دیا تھا۔

''اتنے دنوں بعد لوٹی ہو' ماں بہن سے ٹھیک طرح سے ملی بھی نہیں۔ نہ اپنے پپا کا پوچھا۔'' اس کی ناراضی محسوس ہو رہی تھی۔

''کون سا مہینوں الگ رہی ہوں' اب تو آ گئی ہوں' مل لوں گی آرام سے اور پپا بھی ٹھیک ہوں گے' جب ماں ڈاکٹر ہے اور پپا اپنوں کے درمیان حویلی میں ہیں تو مجھے فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔'' انداز نارمل ہی تھا لیکن دیا کو لگا وہ بہت تنہا سی ہو گئی ہے' وارڈروب میں سر دیئے تاثرات چھپا رہی ہے' تب ہی اٹھ کر اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ بٹھا کر اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

''مجھے تو لگا تھا تم خوشی خوشی لوٹو گی لیکن تم تو پہلے سے زیادہ سنجیدہ لگ رہی ہو۔ شاہ خیال نہیں رکھتا تھا کیا؟''
استفسار پر اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''بہت خیال رکھا ہے شاہ نے میرا۔ ان چند دنوں میں اس نے وہ سارے سبق سکھا دیئے جو شاید آپ کے ساتھ رہتے کبھی نہ سیکھ سکتی۔ اپنا ہونا کتنا اہم ہوتا ہے' یہ میں نے ان چند دنوں میں جان لیا کہ ضرورت' بھوک انسانی زندگی کے لیے کتنی معنی رکھتی ہے۔ ایک مجبور انسان بے بسی کی کس حد کو چھو کر واپس پلٹتا ہے' مجھے اس کا بھی ادراک ہو گیا ہے۔ ذلت اور عزت کو کیسے آپ کے ماتھے کا جھومر بنا دیا جاتا ہے' ان سب سے بھی آشنائی ہو گئی ہے۔ میں نے کہا نہ بہت کچھ سیکھ لیا ان چند دنوں میں کہ کیسے لوگ آپ پر حکمرانی کرنے لگتے ہیں۔''

''کیسی باتیں کر رہی ہو؟ شاہ سے کوئی شکایت ہے تو بتاؤ مجھے' میں خود اس سے بات کروں گی۔ لاوارث تو نہیں ہو تم۔ یہ ہاتھوں کو کیا ہوا ہے۔ انگلیاں اتنی گندی کیوں ہو رہی ہیں؟'' باتیں کرتے ہوئے دیا کی نگاہ اس کی ہتھیلی اور ہاتھوں پر پڑی تو وہ چونک کر اس کا جائزہ لینے لگیں۔ ہاتھ کی لکیروں کے ساتھ ناخنوں کے کناروں تک میں کالک بھری ہوئی تھی۔ جگہ جگہ نشان تھے۔ کہاں اس کے مینی کیور کیے ہوئے ہاتھ ہوا کرتے تھے کہاں اب ناخن کے کناروں میں جمی کالک' ان کا حیران ہونا بجا تھا' چہرے پر بھی کوئی تازگی ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہی تھی۔ اسے تو کھلتا گلاب ہونا چاہیے تھا لیکن وہ سوکھا نخلستان لگ رہی تھی۔

''شکایت اس سے ہوتی ہے جس سے کوئی امید ہوتی ہے۔ آپ لوگوں نے اپنی کر لی' شاہ صاحب نے اپنی اب میری باری ہے۔'' سنجیدہ لہجے میں کہتے وہ اٹھ کر وارڈروب سے کپڑے نکالنے لگی۔

''فریش ہونا چاہتی ہوں۔'' وہ واش روم میں بند ہو گئی اور دیا متحیر رہ گئی تھیں تو دروازے پر کھڑا شاہ زرشمعون لب بھینچے کھڑا رہ گیا تھا۔

❁......❁......❁......❁

''جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ اور دیکھو مرغ چھولے میں نمک مرچ کا دھیان رکھنا۔ ایسا کرو برتن لگانا شروع کر دو میں آملیٹ بنا لیتی ہوں۔'' ملازمہ کو ہدایت کرتے فریال نے آملیٹ کا آمیزہ پھینٹنا شروع کر دیا تھا۔

''مام...... '' کافی دیر سے کچن کی دہلیز پر کھڑا اسمہان آفندی ان کی دلی کیفیت سمجھتے قریب آ کر ان کے شانوں پہ ہاتھ رکھ گیا۔ فریال کے جھنجلائے وجود میں یک دم سے ٹھہراؤ سا آ گیا تھا۔

''چھوڑ دیں آپ۔ کر لیں گی یہ سب۔'' وہ ہولے سے کہتے ان کا رخ اپنی طرف کر گیا۔ فریال خالی خالی نظروں سے عزیز بیٹے کو دیکھنے لگیں۔

''شاید ہماری محبت نے آپ کی ممتا کو بھی مشکل میں ڈال دیا ہے۔ نہ ہوں پریشان۔'' ماں کی حالت دیکھ کر دل دکھ رہا تھا۔ انہیں نرمی سے تھامے دلجوئی کرنے لگا۔ فریال کا ضبط بھی جیسے جواب دے گیا تھا۔ بیٹے کا مضبوط سہارا پا کر وہ اس کے شانے سے لگ گئی تھیں۔

''اسفند سے بات ہوئی تمہاری...... کیا کہتے ہیں وہ؟''

''ڈیڈ داجان کے حجرے میں ہیں۔ ابھی ملاقات نہیں ہوئی ان سے۔''

''سب ادھر ہیں' جانے اندر کیا باتیں ہو رہی ہوں گی۔'' وہ پریشان ہوئیں۔

''سب اپنے ہیں مام' فکر کیوں کرتی ہیں۔''

''مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے سمہان۔'' ممتا کی ماری فریال بیٹے کے لیے متفکر آنسو بہانے لگیں۔

''کچھ نہیں ہوگا' آپ پریشان نہ ہوں۔'' جذبات کو قابو کرتے انہیں دلاسا دینے لگا۔

''تم واپس کیوں آئے حویلی'عیشال کو لے کے کہیں دور چلے جاتے۔ابھی بھی دیر نہیں ہوئی' بات نہیں کھلی'ایسا کرو عیشال کو لے کے نکل جاؤ لیکن جاؤ گے کہاں؟ایسا کرو مدینہ چلے جاؤ۔وہاں کچھ عزیز ہیں ہمارے' تمہارے دوست بھی تو ہیں کچھ وقت وہاں رہو'یہاں میں اور اسفند سنبھال لیں گے۔ جب حالات بہتر ہوں گے تب تم دونوں کو بلالیں گے ورنہ تم دونوں کسی بھی ملک میں سیٹ ہو جانا' ہم ملنے آجایا کریں گے۔روز تم سے ویڈیو کال پہ بات کروں گی۔ہاں یہ ٹھیک ہے۔تم ایسا ہی کرو میں عیشال سے بات کرتی ہوں' اسے بھی سمجھاتی ہوں۔تم نکلنے کی تیاری کرو میں تم دونوں کے جانے کا انتظام کرواتی ہوں......بس یہی ٹھیک ہے۔''فریال غائب دماغی سے سب کچھ پلان کر کے خود ہی سوال و جواب میں مصروف عیشال کو بتانے کے ارادے سے نکلنا چاہ رہی تھیں تب ہی سمہان آفندی نے ان کے منتشر وجود کو اپنے حصار میں لے لیا۔

''میں کہیں نہیں جاؤں گا مام...... یہاں رہ کے سب کچھ فیس کروں گا۔''

''ضد مت کرو سمہان۔اسے میرا حکم مان کے عمل کرو۔''فریال مصر ہوئیں۔

''میری پیاری ماں' آپ کی تربیت اور خون میں اتنی بزدلی نہیں کہ آپ کا بیٹا پیٹھ دکھا کے بھاگ جائے۔اپنے والدین اور دی جان کی سرپرستی میں اللہ کو گواہ بنا کر جب اس کے محبوب ﷺ کے روزے پر آپ کی بہو کو اپنا بنایا ہے اور اب جب اسے دنیا کے سامنے قبول کرنے کا وقت آیا ہے تو اسے لے کر بھاگ جاؤں......ایسا کسی صورت نہیں ہوسکتا مام۔''اس نے نرمی و محبت سے سمجھایا۔

''پھر کیا کرو گے؟ جہانگیر بھائی بھی آگئے ہیں' مجھے ان سے کوئی اچھی امید نہیں ہے پھر بابا جان ہیں' جانے وہ کیسا برتاؤ کریں۔مان لو میری بات'عیشال کو لے جاؤ یہاں سے' جہاں محبت' پسندیدگی کی اجازت نہیں۔تم دونوں بہت خوش رہو گے ایک دوسرے کے ساتھ۔عیشال کی محرومیوں کا تو سوچو۔''فریال اسے کسی بھی طرح راضی کرنا چاہ رہی تھیں۔

''اسی کا تو سوچ رہا ہوں مام۔حویلی اور حویلی والوں کو احساس ہی تو دلانا ہے' وہ بھی وجود رکھتی ہے۔جہانگیر چچا جان کو ہی تو بتانا ہے کہ عیشال ان کی سرپرستی سے نکل کر میری ذمہ داری بن گئی ہے۔عیشال کو اس کا جائز حق اور مقام دلانے کا وقت آیا ہے تو آپ کہہ رہی ہیں میں اسے یہاں سے لے کر بھاگ جاؤں......کیوں مام؟ کب تک وہ اپنے ہونے کے جواز کو کوستی رہے گی۔اسے بھی تو اپنے ہونے پر فخر کرنے دیں۔''جی گئے تو کیا کہنے مر گئے تو بازی مات نہیں''اس حویلی کی اونچی شان کو بھی فخر کرنے دیں کہ یہاں کے مکین محبت کے امین ضرور ہیں لیکن بغاوت اور تصادم کی راہ نہیں چاہتے۔نہ ہی بزدلوں کی طرح روپوشی کی زندگی کے خواہاں ہیں۔''

''تم سمجھ کیوں نہیں رہے' میں تمہیں کسی صورت کھونا نہیں چاہتی۔اکلوتے بیٹے ہو میرے۔''اس کے عزم کے آگے فریال کی ممتا بے بس تھی۔

''جس نے مجھے آپ کا بیٹا بنایا سوائے اس کے کسی میں اتنی ہمت نہیں کہ مجھے آپ سے چھین سکے۔بھروسا رکھیں اپنے اللہ پر۔ہمیں ایک کرنا اس کی مرضی تھی تو آگے بھی وہی ہوگا جو اس کی مرضی ہوگی۔اب بس آپ مزید ہلکان نہیں ہوں گی۔''اس کے ضدی انداز پہ فریال کو آنسو بہانے کے سوائے کوئی حل نظر نہیں آرہا تھا۔عیشال ماں بیٹے کی تمام گفتگو سنتی ڈبڈبائی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''آجاؤ......تم بھی رونے کا شوق پورا کرلو۔''اس کی نظر پڑی تو ضبط سے گلابی پڑتا چہرہ' ڈبڈبائی آنکھوں کو فریال

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

نے بھی محبت سے دیکھتے اپنے بازوں اس کے لیے پھیلا دیے تھے۔فریال کے سینے سے لگ کر اسے اپنی ماں کا لمس محسوس ہوا وہ کھینچتی چلی آئی تھی۔

"چلو جی فیملی ڈراما مکمل۔" دوسرا ہاتھ اس کے شانے پر رکھتے وہ انہیں چھیڑنے سے باز نہ رہا تھا۔

❁......❁......❁......❁

چودھری حشمت اپنی مخصوص نشست پر بیٹھے تھے۔ زمرد بیگم ان کے بائیں جانب کی کرسی پر براجمان تھیں تو چودھری فیروز، چودھری بخت اور چودھری اسفند دائیں جانب۔

"السلام علیکم!" چودھری جہانگیر اپنے مخصوص لب و لہجے میں سلام کرتے داخل ہوئے۔

"وعلیکم السلام!" سب سے ملنے کے بعد چودھری جہانگیر، فیروز کے برابر براجمان ہوگئے۔ کئی لمحے خاموشی کی چادر تنی رہی۔ سب چودھری حشمت کے بولنے کے منتظر تھے۔ گلا کھنکھار کے انہوں نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"برسوں پہلے حویلی میں جو تماشا ہوا اس کے بعد تم نے پھر سے تاریخ دوہرا کر ہم سب کو ایک بار پھر دوراہے پر لاکھڑا کیا ہے، ہم اسے کیا سمجھیں جہانگیر؟"

"زور زبردستی کے فیصلوں کے نتائج کبھی اچھے نہیں نکلتے بابا جان اگر اس وقت آپ لوگ میری بات مان لیتے تو ماضی میں وہ سب نہ ہوتا جو ہوگیا تھا۔"

"یعنی تم ہمیں قصوروار ٹھہرا رہے ہو؟" انہوں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"آپ کے فیصلے کی مذمت کررہا ہوں۔" انہوں نے تصحیح کی۔

"ہم نے فیصلہ کیا اور صائقہ کو تم سے باندھ دیا لیکن ہوا کیا۔ جلد ہی تم نے صہبا سے شادی کرکے ہمارے فیصلے کی کون سی لاج رکھ لی تھی۔"

"منزہ نہ سہی، صہبا ہی سہی، مجھے سوشل اسٹیٹس بڑھانے کے لیے شادی تو کرنی ہی تھی۔ صائقہ اس لائق نہیں تھی کہ اُسے دنیا کے سامنے اون کیا جاتا۔" برسوں بیت گئے تھے۔ اب تو قبر میں صائقہ کی ہڈیاں بھی گل سڑ گئی ہوں گی لیکن ان کی نفرت ہنوز تھی۔

"منزہ سے شادی نہ ہونے کا ازالہ تم نے اس صورت کرنے کی ٹھانی کہ ایشان کا نکاح اس کی بیٹی سے کردیا۔ وہ بھی ہمارے علم میں لائے بنا، ہم سے اجازت لیے بنا۔"

"آپ کو اس وقت بتاتا جب مجھے یقین ہوتا کہ آپ اس رشتے کی مخالفت نہیں کریں گے۔ آپ کی اجازت کبھی نہیں مل سکتی تھی اس لیے کوشش نہیں کی۔" ان کا دوٹوک موقف تھا۔ زمرد بیگم سمیت سب ان کے انداز سنجیدگی سے ملاحظہ کررہے تھے۔

"اجازت ملنے کی امید نہیں تھی اس لیے تم نے من مانی کرلی۔ تمہیں کیا لگتا ہے برسوں پہلے ہم منزہ کو تمہارے اصرار کے باوجود قبولیت کا شرف نہ بخش سکے تو اب اس کی بیٹی کیونکر معتبر ہوگی اور ایک ایسی لڑکی کو ہم کیونکر پوتے کی بیوی تسلیم کریں جس کے خون کا بھی نہیں پتا کہ اس کا باپ کون تھا، کیسا تھا، آیا منزہ جیسی عورت نے حلال، حرام کی تمیز بھی رکھی ہے کہ نہیں......" چودھری حشمت نے برہم انداز میں کہا۔ چودھری جہانگیر کا چہرہ ایک لمحے کے لیے سرخ ہوا تھا۔

"منزہ ایسی نہیں تھی۔" لہجہ پُریقین تھا۔

"تمہاری آنکھوں میں برسوں پہلے جو پٹی وہ باندھ گئی، افسوس تم نے اسے اتار کر آج تک اسے دیکھنے کی کوشش

نہیں کی۔ ایسا کرتے تو صائقہ کے ساتھ بہت اچھی زندگی گزارتے وہ کینسر جیسے موذی مرض سے نہ مرتی۔'' چودھری حشمت نے آئینہ دکھایا۔

''اس کی بیماری کا نام کینسر تھا بابا جان جہانگیر نہیں۔'' ان کے انداز میں نخوت ہی نخوت تھی۔

''صائقہ کینسر سے بعد میں مری' تمہاری کج ادائی اور بے وفائی کا تو وہ پہلے ہی شکار تھی۔'' زمرد بیگم کو بلا کا غصہ تھا۔

''برسوں بیت گئے لیکن آپ لوگ آج تک بیٹے کو مجرم جان کر صائقہ کی وکالت کررہے ہیں۔ مجھے تو آج تک یہی بات سمجھ میں نہیں آسکی کہ وہ آپ سب کی سگی تھی یا میں۔'' انہوں نے گلہ کیا۔

''رشتوں کا بھرم رکھنے والا سگے سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ تم سے زیادہ صائقہ نے ہمارے فیصلوں کی لاج رکھی۔ منزہ سے تمہاری محبت کو فراموش کر کے ہمارے فیصلوں پر سر جھکا کر تمہاری زندگی میں شامل ہوئی تو تم نے اسے سوکن کا غم دے دیا۔ اس نے تب بھی حرف شکایت زبان سے نہ نکالا' جب تک زندہ رہی' تمہاری وفادار رہی لیکن تم نے کبھی اسے اور اس کی بیٹی کو اپنانے کی کوشش نہیں کی پھر ہم تم سے زیادہ اس کے حمایتی کیوں نہ رہیں۔'' زمرد بیگم کی پیشانی پر بل بکھر گئے تھے۔

''میں یہاں اپنے بچوں کا مسئلہ لے کر حاضر ہوا ہوں' نہ کہ صائقہ کی قبر پر پھول چڑھانے۔''

''کل کی بجائے میں نے آج ہی ایشان کو پہنچنے کا پیغام بھیج دیا ہے۔ آپ سمہان اور نرمین کے نکاح کی تیاری کریں میں نکاح کروا کر لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میری فیملی اور بہو شام تک پہنچ جائیں گے۔'' سمہان اور نرمین کے نکاح کی بات سن کر چودھری اسفند کو یہی مناسب وقت لگا کہ وہ عیشال اور سمہان کے نکاح کا بتادیں لیکن اس سے پہلے ہی چودھری حشمت جلال میں آگئے۔

''منزہ کی بیٹی کسی صورت حویلی میں داخل نہیں ہوگی سنا تم نے۔'' آواز جلال سے کانپنے لگی تھی۔

''ماورا میری بہو بن گئی ہے بابا جان' آپ اسے قبول کرلیں۔ اب وہ میری فیملی کا حصہ ہے۔''

''کسی طور ہم اس سنپولی کو قبول نہیں کریں گے۔'' چودھری حشمت شدید برہم ہوئے۔

''میں اپنی بہو کے لیے ایسا انداز پسند نہیں کروں گا بابا جان۔''

''جس نیچ عورت نے اسے جنم دیا' ہم اس سے بڑھ کر اس کے لیے جملہ کہہ سکتے ہیں۔ افسوس تم پر کہ تم نے ہمیں ایک بار پھر تکلیف پہنچانے کا انتظام کیا۔ ہماری لاعلمی میں تم نے اتنا بڑا کام کرلیا ہم تمہیں معاف نہیں کریں گے جہانگیر۔'' چودھری حشمت چلائے۔ ان کے غصے سے آواز باہر نکل گئی تھی۔ جس کی وجہ سے شاہ زر شمعون اور سمہان اندر داخل ہوئے۔ چودھری جہانگیر سر جھٹک کر باہر نکل گئے تھے۔

''سدا کا خودغرض انسان۔'' زمرد بیگم کی آواز گلوگیر ہوئی۔

''سب ٹھیک ہے چچا جان۔'' چودھری حشمت نے سر جھٹک۔ پوتوں نے دائیں' بائیں سے داجان کو سنبھالا۔ شاہ زر شمعون نے استفسار کیا' چودھری بخت نے فوراً چودھری حشمت کا بی پی اور شوگر ٹیسٹ کیا' چودھری بخت کے چہرے پر فکرمندی نظر آنے لگی تھی۔

''بی پی شوگر دونوں ہی بڑھے ہوئے ہیں۔ ابھی تو انجیکشن کے ساتھ دوائیں دے رہا ہوں۔ کنٹرول نہ ہوئیں تو بابا جان کے کچھ ضروری ٹیسٹ کروانے پڑیں گے۔ یہاں قریبی کوئی لیب ہے؟'' کہہ کر انہوں نے استفسار کیا۔

''قریبی تو نہیں ہے لیکن داجان کو مستند لیب جلد ہی پہنچا سکتا ہوں۔'' سمہان آفندی فوراً بولا۔

''کل صبح' ٹیسٹ نہار منہ کروانا ہے۔ بابا جان تو صبح سویرے ناشتا کرنے کے عادی ہیں تو اب کل ہی ممکن ہے۔''

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

چودھری بخت نے کہا۔
''ٹھیک ہے۔ میں کال کر کے لیب کی ٹائمنگ کنفرم کرلوں گا تا کہ دا جان کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانا پڑے۔'' وہ چودھری حشمت کی طرف سے فکر مند ہوا۔
''ہاں یہی مناسب رہے گا۔'' چودھری بخت نے تائید کی۔
''پریشان نہ ہو تم سب ٹھیک ہوں میں۔'' چودھری حشمت نے نحیف آواز میں دلاسا دیا۔
''بالکل ٹھیک ہیں آپ' کچھ نہیں ہونے دیں گے ہم آپ کو۔'' شاہ زر شمعون نے ان کا ہاتھ تھام کر کہا۔
''تم سب سفر سے لوٹے ہو جاؤ' کچھ کھاؤ پیو۔ طبیعت بہتر ہوئی تو دن کا کھانا ساتھ کھائیں گے۔'' پوتوں کے ہاتھ تھپتھپاتے انہیں جانے کا کہا' لہجے کی ٹوٹ پھوٹ ان کی آواز سے عیاں تھی۔
نئی نسل ماضی کے قصوں سے نا آشنا تھی لیکن یہ چودھری حشمت کا پوتوں کے ساتھ الگ ہی معاملہ تھا کہ انہوں نے بہت پہلے ہی پوتوں کو اس راز میں شامل کرلیا تھا' بڑوں کے فیصلے غلط دیکھ کر بھی وہ گستاخی کا مرتکب نہیں ہونا چاہتے تھے۔

''آخر یہ منزہ تھیں کون' جس سے ہمارے بڑے نفرت کرتے ہیں؟''
''مجھے تو اس مشترکہ نفرت پر حیرت ہے۔ آخر ایسا کیا بگاڑا ہے اس ماورا کی ماں منزہ نے حویلی والوں کا؟'' شاذمہ کی بات کو زرش نے حیرت سے آگے بڑھایا۔
''یاد ہے' ایک بار صندوق سے کتنے فیشن ایبل کپڑے نکلے تھے جسے دیکھتے ہی دا جان نے غضب ناک ہو کر جلانے کا حکم صادر کر دیا تھا اور چچی جان سے پوچھنے پر کیسی بے عزتی ہوئی تھی۔'' یمنیٰ کو اچانک سے یاد آ گیا۔ عیشال جہانگیر کو بھی وہ منظر یاد تھا' اس بابت اس نے سمہان سے بھی پوچھا تھا لیکن صاف لگا تھا وہ ٹال گیا ہے۔
''اسے سب پتا ہوگا۔ پہلے نہیں بتایا لیکن شاید اب بتا دے۔'' وہ سوچنے لگی۔
''یہ حویلی میں تم سب اتنے برسوں سے زندہ کیسے ہو؟ یہاں کی تو آب و ہوا میں ہی کڑواہٹ و نفرت ہے۔'' کافی دیر سے چپ بیٹھی شنائیہ نے لب کشائی کی تو سب ایک لمحے کو چپ سی ہو گئیں۔
''تم بھی عادی ہو جاؤ گی۔'' شاذمہ نے تسلی دی۔
''کبھی نہیں۔'' اس نے دل میں کہا' قبل از وقت کچھ کہہ کر اپنی پلاننگ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔
''جہانگیر چچا کی آمد سے دا جان کی طبیعت کا خراب ہونا لگتا ہے دا جان کو ان سے بہت محبت ہے اور جہانگیر چچا جان کو منزہ سے بہت محبت رہی ہوگی لیکن جانے ایسا کیا ہوا تھا کہ ان کی شادی نہیں ہو سکی' منزہ منظر سے غائب ہو گئی اور جہانگیر چچا جان کی شادی صائقہ چچی جان سے ہو گئی۔'' یمنیٰ کڑی سے کڑی ملا کر عیشال جہانگیر کو چونکنے پر مجبور کر گئی تھی۔
''تم سے یہ سب کس نے کہا؟'' وہ یمنیٰ کے سر ہوئی۔
''مما کو دیا چچی سے کہتے سنا تھا کہ جہانگیر آج تک اس منزہ کی محبت میں مبتلا ہے اور اب اسی منزہ کی بیٹی کو بہو بنا لیا۔'' یمنیٰ نے تفصیلات بتائیں تو سب کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔
''اس سارے قصے میں ایشان کا کیا کردار ہے' اس نے کیوں چھپ کر کے نکاح کر لیا؟'' ندا نے پہلی بار حصہ لیا۔
''ایشان بھائی اور ماورا یونی فیلو تھے اور شاید اس کے بعد ہی سب ہوا۔'' زرش نے اڑتی اڑتی ملی معلومات

پہنچائی۔

''یہ جہانگیر چچا اور ان کی اولاد کی پانچوں گھی اور سر کڑاہی میں ٹھیک ہے' خود انہوں نے ماضی میں محبت کی' بیٹے نے حویلی کی دشمن کی بیٹی کو پسند کرلیا اور ابا جان نے جھٹ پٹ حویلی والوں کو کانوں کان خبر کیے بنا بیٹے کا نکاح کردیا اور اب بیٹی زرمین کی پسند پر میرے ویرے سے نکاح کروانے پہنچ گئے۔ امیزنگ ناں۔'' زرش کا لہجہ غصیلا ہوا۔

''صحیح کہہ رہی ہو اس پوری حویلی میں جہانگیر چچا اور ان کی فیملی کے عیش ہیں بس۔'' شاذمہ کو ندا کی سوگواریت نے تلخ کردیا۔

عیشال کے تو پیر سے لگی اور سر سے نکلی تھی۔ اس کی ماں کی قاتلہ کی بیٹی اس کے سوتیلے بھائی کی بیوی بن گئی تھی۔ چودھری جہانگیر سے اس سفاکیت کی امید کی جاسکتی تھی۔

''ہاں ایشان' شام والا پروگرام کینسل کردو' کل ہی تسلی سے آجاؤ' سب کو لے کے۔'' چودھری جہانگیر اپنے کمرے میں آرام کرتے ایشان سے بات کررہے تھے۔

''بار بار پروگرام میں تبدیلی۔ سب ٹھیک ہے ناں ڈیڈ؟'' وہ حیران ہوا۔

''ہاں ٹھیک ہے' بابا جان کی طبیعت تھوڑی خراب ہے بس۔''

''کوئی گھبرانے والی بات تو نہیں داجان کے حوالے سے؟'' اسے تشویش ہوئی۔

''ابھی تک تو نہیں ہے ایسی کوئی بات۔''

''یہ غیر متوقع نکاح تو وجہ نہیں ہے۔ آپ کو وہاں کوئی مشکل تو نہیں ہورہی' سب کو شاک لگا ہوگا سن کے؟'' وہ دور بیٹھ کر اندازہ لگا رہا تھا۔

''نکاح کی خبر بابا جان کو پہلے ہی مل گئی تھی' ان فیکٹ اسی وقت جب تم نکاح کی مبارک باد وصول کررہے تھے۔ حویلی والے اتنے بے خبر نہیں رہتے۔'' ان کا لہجہ تلخی لیے ہوئے تھا۔

''اوہ...... اسٹرینج۔'' ایشان جاہ کو سچ مچ حیرت ہوئی۔ ''پھر تو آپ کو مشکل حالات کا سامنا ہوگا۔ دا جان کا ری ایکشن کیا ہے' غصہ ہوں گے؟'' حقائق سے ناآشنا اسے یہی ڈر تھا کہ بنا اجازت نکاح گراں گزرا ہوگا۔

''ہاں غصہ تو ہے۔ وقتی صدمہ لگا ہے انہیں لیکن میں منالوں گا انہیں۔ تم بس فکر نہ کرو۔ ماورا تمہاری بن گئی اب اس حقیقت کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا۔''

''لیکن مجھے عجیب لگ رہا ہے آپ کو مشکل ہورہی ہوگی۔''

''اپنی اولاد کے لیے ہر مشکل کو آسانی میں بدلنے کا حوصلہ رکھتا ہوں' تم بس بے فکر ہو کے انجوائے کرو بلکہ ایسا کرو' ماورا کو ڈنر کے لیے باہر لے جاؤ۔ پہلے ذرا یہ زرمین کا نکاح ہوجائے اس کے بعد شاندار ولیمہ رکھتا ہوں تمہارا۔''

''تھینک یو ڈیڈ...... لو یو۔'' بیٹا باپ کی محبت سے سرشار تھا تو باپ اولاد کی خوشی میں مست۔

وہ پُرسوچ انداز میں درودیوار کو دیکھ رہے تھے۔ اس کمرے کی دیواروں سے آج تک منزہ کی آواز آتی تھی۔ وہ یہاں جب بھی آتے تھے منزہ کی یادیں صائقہ سے نفرت میں اضافہ کرادیتی تھیں۔

''سمہان......'' وہ اپنے کمرے کی طرف جارہا تھا کہ عیشال نے اسے بے ساختہ پکارا۔

''حکم زوجہ محترمہ۔'' وہ پلٹ کر شوخ انداز میں ہویا ہوا۔ چودھری حشمت کی طبیعت کچھ سنبھل گئی تھی۔ سب ہی کو

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

اطمینان نصیب ہوا تھا۔
''یہ منزہ کون ہے، جس کی بیٹی سے ایشان کا نکاح ہوا ہے؟'' اس کا انداز نظر انداز کر کے وہ سوال کر گئی۔
''میں بھی تمہارے ساتھ ہی حویلی لوٹا ہوں۔ میں نے بھی اتنا ہی سنا ہے جتنا تم نے۔'' وہ سنجیدگی سے کہتے گرل سے ٹیک لگا گیا۔
''جھوٹ بول رہے ہو ناں؟'' وہ مشکوک ہوئی۔
''سچ چھپا کر کیا ملنا ہے؟'' وہ الٹا سوال کر گیا۔
''داجان نے وہ کپڑے جلوائے تھے جو منزہ کے تھے۔ کیا وہ حویلی میں رہتی تھیں۔ منزہ کا میری ماں سے کیا تعلق تھا؟ کیا پاپا منزہ میں انٹرسٹڈ تھے؟'' بڑی عجیب صورت حال تھی لیکن سوال کیے بنا چارہ بھی نہیں تھا۔
''یہ سب میں کیسے جان سکتا ہوں، میں بھی تو تمہارے بچپن میں چھوٹا سا تھا۔ تم سے تھوڑا سا بڑا بس۔''
''میں سنجیدہ ہوں سمہان۔'' اس کی غیر سنجیدگی پر اس نے کڑی نظر ڈالی۔
''تو پھر میں پکا سامنہ بنا کر تمہیں بتاؤں کہ میں بھی تمہارے بچپن میں چھوٹا سا تھا۔'' اب کے واقعی پکا سامنہ بنا لیا تھا۔
''تم......'' وہ جھنجلائی۔ ''بہت برے ہو۔''
''بہت اچھے، باہر تعریفیں اور حویلی لوٹتے ہی پھر سے برائی۔ کیا میں اتنا برا ہوں عیشال؟'' وہ شرارت سے لب دانتوں تلے دبا گیا۔
''تم بہت خود غرض ہو، سب کچھ جانتے ہو لیکن اس غیر سنجیدگی کے لبادے میں سچ چھپا رہے ہو، میں نہیں جانتی کیوں، شاید تمہیں ڈر ہے کہ غیر متوقع بات جان کر مجھے دھچکا لگے گا۔ کر لو اپنی سی کوشش، کب تک مجھے دکھ سے بچائے رکھو گے، اس سچ کی کھوج تو میں لگا کر ہی دم لوں گی۔ اگر منزہ میری ماں کی مجرم ثابت ہوئیں تو دیکھنا، کیسے میں اس مادرا کو حویلی سے نکال باہر کرتی ہوں۔'' اپنی بات کہہ کر وہ رکی نہیں تھی۔ ذہن میں کھچڑی پک رہی تھی۔ صائقہ، منزہ اور چودھری جہانگیر کے بیچ کیا تھا ایسا کہ منزہ کا ذکر ممنوع تھا۔
''تمہیں خوش رکھنے کی جتنی کوشش کرتا ہوں۔ جانے کیوں دکھ اسی وقت تمہارے قریب آجاتے ہیں۔'' وہ دکھ و یاسیت سے سوچتے دعا گو ہوا کہ اسے کبھی کچھ پتا نہ چلے۔

''بابا جان سمہان اور زرمین کے نکاح کے بارے میں آپ نے کیا سوچا؟ صبح سب حویلی آجائیں گے۔ میرا خیال ہے شام میں عصر اور مغرب کے درمیان نکاح رکھ لیتے ہیں۔'' رات کے کھانے کے لیے سب ہال میں براجمان تھے۔ چودھری حشمت بھی ہمت کر کے میز تک آگئے تھے جب چودھری جہانگیر نے گفتگو کا آغاز کیا۔ سارے ہی ہاتھ رک گئے تھے، چودھری حشمت کی طبیعت کا لحاظ کیے بنا ایک بار پھر وہی ذکر لے بیٹھنے پر سب نے تاسفی نظروں سے چودھری جہانگیر کو دیکھا۔
''ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں جہانگیر کہ اس حویلی کی دہلیز پر بھی منزہ کی بیٹی کے قدم نہ پڑیں اور تم اسے نکاح میں شامل ہونے کے لیے مدعو کر رہے ہو۔ پہلے اس قصے کو ختم کرو پھر ہم سمہان اور زرمین کے بارے میں سوچتے ہیں۔''
''یہ قصہ ختم نہیں ہو سکتا بابا جان، آپ مادرا کو قبول کر لیں۔'' ان کا دھونس بھرا انداز ہوا۔
''ایسا کسی طور نہیں ہوگا۔'' چودھری حشمت ایک بار پھر جلال میں آگئے۔

"میں بھی ٹھان کر آیا ہوں بابا جان کہ زمین کا سمہان سے نکاح کروا کر ہی واپس جاؤں گا۔ ٹھیک ہے اگر آپ نہیں چاہتے کہ ماورا حویلی میں قدم رکھے تو میں نکاح کی تقریب یہیں کہیں باہر کسی ہوٹل میں رکھ لیتا ہوں۔" وہ ہر حال میں بیٹی کا مقدمہ جیت کر سمہان آفندی کو اس کا نصیب بنانا چاہتے تھے۔

عیشال کے اندر کڑواہٹ حلق تک بھر گئی تھی۔ وہ اٹھ کر میز سے جانا چاہتی تھی لیکن سامنے رہ کے سچ جاننے کی بھی خواہش کو روک نہیں پا رہی تھی۔

"ہمارا فیصلہ اٹل ہے جہانگیر۔ جب تک منزہ کی بیٹی تمہاری بہو رہے گی' ہم سمہان کا رشتہ تمہاری بیٹی سے نہیں کریں گے۔" چودھری حشمت کے دبنگ اعلان کے بعد بہت سے چہروں پر اطمینان کی لہریں پھیل گئی تھیں لیکن سب نے حتیٰ الامکان اپنے اپنے تاثرات پر قابو پائے رکھا۔

"مجھے یہ شرط کسی طور بھی منظور نہیں ہے بابا جان۔" ان کا انداز بے لچک تھا۔

"جہانگیر بابا جان کی طبیعت کا ہی خیال کر لو۔" چودھری بخت نے احساس دلانا چاہا۔

"اسفند...... تمہاری کیا رائے ہے؟" باپ کی طرف سے نامراد ہو کر جہانگیر کا رخ اسفند کی طرف ہوا جو شکر ادا کر رہے تھے کہ جہانگیر جائیں' اس معاملے کی گرد بیٹھے تو وہ سہولت سے سب کے سامنے سمہان اور عیشال کے نکاح کا اعلان کریں۔ چودھری حشمت نے تو ان کا کام آسان کر دیا تھا اور اب جہانگیر سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"میں بابا جان کے فیصلے کی تائید کرتا ہوں۔ حویلی کا چین سکون چھیننے والوں کی اولادوں کے لیے یہاں کوئی جگہ نہیں۔ یہ معاملہ برسوں دبا رہا لیکن آج آپ نے اسے نئی نسل کے سامنے بھی کھول دیا۔ ہم کس منہ سے انہیں ماضی کی داستان سنائیں گے' آپ تو مسافر ہیں بھائی صاحب اور حویلی آپ کے لیے ایک مسافر خانہ' جہاں تھوڑی دیر رک کے آپ واپس لوٹ جائیں گے جب کہ حویلی کے مکینوں کا نفع' نقصان یہاں سے ہی جڑا ہوا ہے۔" چودھری اسفند نے بنا لگی لپٹی کہہ دیا۔

"رائے مانگی ہے تم سے' لیکچر دینے کو نہیں کہا۔"

"افسوس آپ اس حویلی کا کبھی حصہ نہ بن سکے۔" اسفند کے لہجے میں تاسف تھا۔

"کھانا کھاؤ جہانگیر۔" چودھری فیروز نے ماحول تبدیل کرنا چاہا۔ لفظوں کی گرمائش بڑھنے لگی تھی۔

"مجھے نہیں کھانا۔" چودھری جہانگیر نے اپنی پلیٹ اس طرح آگے دھکیلی کہ اس کی زد میں آ کے پراون مسالا کی ڈش عیشال کے آگے ہو گئی۔ بڑے بڑے پراؤن کو اپنے ہاتھ میں گرتے دیکھ کر ہلکی سی چیخ کے ساتھ ہاتھ جھٹکتے اس نے بے ساختہ اپنی کرسی پیچھے کی۔ بایاں ہاتھ پیچھے کرتے دائیں ہاتھ سے ابکائی روکتے وہ بے ساختہ واش بیسن کی جانب بڑھی تھی۔ فریال تیزی سے اس کے پیچھے لپکیں۔ سب کو پتا تھا کہ وہ پراؤن کو دیکھتے ہی میز پر بیٹھنے سے انکار کر دیتی تھی۔ اس کا دل گھبرانے لگتا تھا جب تک اس کے درودیواروں سے اس کی اسمیل نہ چلی جاتی ہو۔

"کچھ نہیں ہوا...... پانی پیو۔" اسے منہ میں پانی بھرتے دیکھ کر فریال اس کی پشت سہلاتے پانی کا گلاس لیے کھڑی تھیں۔ سب کی نگاہ چند منٹ کے لیے اٹھی اور پھر سے سب اپنی پلیٹوں کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"کیا ضرورت تھی' عیشال کے سامنے ہی پراؤن کی ڈش رکھنے کی پتا تو ہے اس کی اسمیل سے ہی اسے ابکائی آ جاتی ہے۔" فائزہ دبے لہجے میں ملازمہ کی کلاس لے رہی تھیں۔

چہرے پر پانی ڈالتے وہ ٹشو سے چہرہ خشک کرتے فریال کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لینے ہی لگی تھی جب ایک دم

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

سے کراہ کے رہ گئی۔

"میری اجازت کے بغیر تم حویلی سے نکلی کیسے؟" چودھری جہانگیر اس کے بال مٹھی میں بھر کے جھٹکا دے رہے تھے۔ عیشال پھٹی پھٹی آنکھوں سے کراہ کے رہ گئی تھی۔ سب ہی اپنی اپنی جگہ ہک دک رہ گئے تھے ان کا یہ سلوک دیکھ کر۔ کچھ تو مارے حیرت کے اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ جن میں سمہان آفندی سرفہرست تھا۔

"یہ کیا انداز ہے جہانگیر۔" چودھری فیروز آگے بڑھے۔

"میری اجازت کے بناء آپ سب اسے مری کا مبج عیاشی کے لیے بھیج دیتے ہیں' کس سے پوچھ کر؟ مجھ سے پوچھا تھا کسی نے کہ اسے بھیجنا ہے یا نہیں؟ اور اب آپ سب اس کے گناہ پر پردہ ڈال رہے ہیں۔" اسے بالوں سے کھینچ کے وہ سب کے درمیان لے آئے۔ تکلیف کی شدت اور لگائے گئے الزام کے صدمے کے باعث عیشال کے حواس سن ہو گئے تھے۔

"ہم نے اجازت دی تھی اسے اور ہم ہی یہاں کے فیصلے کرتے ہیں۔ تم نے اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے ہمیں خبر دی؟" چودھری حشمت کو آج ان کا ہر عمل غصہ دلا رہا تھا۔ صاف لگ رہا تھا وہ زمین کے نکاح میں آنے والی تاخیر اور ماورا کو تسلیم نہ کرنے کی خار نکال رہے ہیں۔

"چھوڑ دیں عیشال کو۔" اس سے پہلے کہ چودھری جہانگیر مزید کچھ کہتے سمہان آفندی قریب گیا۔ ضبط کی شدت سے اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

"جانوروں والے انداز تمہارے گئے نہیں جہانگیر' کیوں بچی کو تکلیف دے رہے ہو۔" زمرد بیگم بھی قریب آئیں لیکن چودھری جہانگیر تو سمہان کے رنگ بدلتے چہرے کو ہی گہری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ زمرد بیگم کی بات جیسے انہوں نے سنی ہی نہیں تھی۔ ہر ایک سراسیمگی سے ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"جہانگیر......" کتنی ہی آوازیں سرزنش کے لیے نکلیں لیکن ان پر مطلق اثر نہیں ہوا۔ شنائیہ نے کوفت سے حویلی کے درودیوار کو دیکھتے شاہ زر شمعون پر نظر ڈالی تو وہ بھی حیران سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ اس کا دم گھٹنے لگا عیشال کی حالت قابل رحم لگنے لگی۔

"میں نے کہا عیشال کو چھوڑیں چچا جان۔" تکلیف کی شدت سے آنسوؤں کے ساتھ عیشال کی کراہ ایک بار پھر نکلی تو اب کے سمہان نے ان کا ہاتھ عیشال کے بالوں سے ہٹانے کی کوشش کی' اس کوشش میں عیشال مزید اذیت کا شکار ہو کر اپنا سر پکڑ کر کراہنے لگی تھی۔ فریال اور اسفند بھی دہل کر سامنے آ گئے لیکن جہانگیر پر جیسے کسی کی بات کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

"باپ ہوں میں اس کا' زندہ گاڑ دینے کا حق رکھتا ہوں۔ کون روکے گا مجھے۔" چودھری جہانگیر تو اس کی جسارت ہی دیکھتے رہ گئے تھے۔ کس تیور سے وہ ان کا ہاتھ پکڑ گیا تھا لیکن پھر بھی بے رحم بنے رہے۔ فیروز' اسفند' بخت سب جہانگیر کے نرغے سے عیشال کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگے۔

"آپ اس کے سرپرست تھے' نکاح کے بعد سے یہ میری بیوی ہے اور اپنی بیوی کے ساتھ ایسا سلوک میں کسی صورت برداشت نہیں کروں گا۔" وہ غضب ناک ہو کر ان کی مٹھی کو کھولتا عیشال کے بال آزاد کراتے اسے اپنے پیچھے کر گیا تھا۔

"بیوی......؟" ہر ایک اپنی جگہ حیران رہ گیا تھا۔ فریال اور زمرد بیگم سہم کر ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگی تھیں۔ لڑکیوں کی آنکھیں پھٹنے لگی تھیں۔

UUNOVELS.COM

"کیا کہہ رہے ہو سمہان۔" چودھری حشمت نے چونکتے ہوئے کہا۔
"یہی سچ ہے داجان' میں نے عیشال سے نکاح کرلیا ہے اور اب ان سے کہیں اپنے ذہن کی غلاظت لے کر یہاں سے چلے جائیں کیونکہ ان کی بگڑی نواب زادی سے میں کسی صورت نکاح نہیں کروں گا' جو مجھ سے نکاح کرنے کے لیے ایڑیاں رگڑ رہی ہے۔" سمہان آفندی بہت افہام و تفہیم والے بندے کا نام تھا' رشتوں کے مان لحاظ پر جان دینے والے بندے کی پہچان کے حوالے سے جانا جاتا تھا لیکن چودھری جہانگیر کے لگائے گئے الزام نے اسے سرتاپا شعلوں میں دھکیل دیا تھا۔ آج سے پہلے اسے اتنے غصے میں کسی نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔
"بہت خوب...... وہاں میں نے اپنی رضامندی سے اپنے بیٹے کا نکاح کردیا تو حویلی والوں کا گٹھ جوڑ سامنے آگیا اور یہاں' حویلی کا جانشین صائقہ کی بیٹی سے نکاح کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے اور آپ سب صدمے میں گھیر گئے ہیں۔ کمال ہے بابا جان آپ کی ناک کے نیچے یہ سب ہوتا رہا اور آپ انجان بنے رہے۔" وہ استہزائیہ نظروں سے چودھری حشمت کو دیکھ رہے تھے۔
"یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے' ہم اپنے طور پہ ہینڈل کرلیں گے۔ آپ شہری بچوں کی فکر کریں۔ عیشال کو اون کریں نا کریں ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔" عیشال سامنے آنے کی کوشش کرگئی تھی لیکن سمہان ایک بار پھر اسے اپنے پیچھے کرکے چودھری جہانگیر کو جواب دیتے چودھری حشمت سے نگاہ چرا گیا جو بے یقینی سے اسے اور اس کے پیچھے کھڑی عیشال کو دیکھ رہے تھے۔ شاہ زرشمعون بھی حیرت میں گھیر گیا تھا' لڑکیوں کے دل کانپ رہے تھے۔ خوشی اور خوف کا ملا جلا تاثر سب کے چہروں پر تھا۔
"میں نے تمہیں اپنی زمین کی وجہ سے اہمیت دی لیکن میری زمین کی خوشیاں کھا جانے والی کو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" چودھری جہانگیر نے استہزائیہ انداز میں کہتے ہوئے جیسے ہی پسٹل نکالا ماحول میں ایک دم ہلچل مچی۔ اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا چودھری جہانگیر کی میگزین سے گولی نکل گئی تھی۔ عیشال کو مزید اوٹ میں کرتے سمہان آفندی گولی کا نشانہ بن گیا تھا۔
"سمہان......!" اسے گرتے دیکھ کر کتنی ہی چیخیں نکلیں اور آوازیں گونجیں۔ مزید ایک اور گولی چلی اور اس کے ساتھ ہی فرش خون سے مزید رنگین ہوگیا تھا۔ عیشال تیورا کے سمہان کے قریب ہی جا گری تھی۔
"چچا جان......"
"بھائی صاحب......" قیامت خیز منظر تھا۔ چودھری اسفند بڑے بھائی کا احساس بھلا کے چودھری جہانگیر کا گریبان پکڑ گئے تھے اپنی آنکھوں کے سامنے سمہان آفندی پر چلتی گولی دیکھ کر شاہ زرشمعون کی آنکھوں میں بھی خون اتر آیا تھا۔
"کس کس کو مارو گے اور کتنا خون بہاؤ گے۔ کیوں پیاس نہیں بجھتی تم لوگوں کی۔" فضا میں ندا کی آواز بلند ہوئی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ شمارے میں)

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

بینا عالیہ

مسٹر لائن قلب کی تیز رفتاری کے ساتھ وہ بمشکل قدم ملا پا رہی تھی۔ سلکی بلیک گاؤن کو اس نے ایک دوبار سمیٹا جسے ریڈ اسکارف سے کور کر رکھا تھا۔ اسکارف کے ڈھلے ہو جانے پر وہ انگلیوں کی پوروں سے اسے اندر کی طرف کس رہی تھی۔ اس کی پینسل ہیل کی ٹک ٹک سناٹے میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ اس وسیع و عریض آراستہ دفتر کے ہر فرد نے عبایا میں ملبوس اس لڑکی کی طرف دیکھا۔ طائرانہ نگاہ بھی ڈالی جا رہی تھی۔ چند ہنسی روکے ہوئے بھی تھے۔ ان تمام نفوس کی دلچسپی تب تک برقرار رہی، جب تک وہ اپنی سیٹ پر بیٹھ نہ گئی۔ اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس کی آمد پر نیک خواہشات کا اظہار کرتے مبارک باد دی تو اس نے بھی مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا۔ ان دونوں نے ایک ہی میز منتخب کرنا تھی کیونکہ یہ دونوں فیبرک ڈیزائنر تھیں۔

شولڈر بیگ ایک طرف رکھتے ہوئے اس نے انہماک سے فائل پر جھکی اس لڑکی کو دیکھا۔ وہ بے تحاشا گوری رنگت کی مالک تھی اور جو خاصی دلکش بھی تھی۔ اس کی سنہری پائل چھوٹی آنکھیں بہت اداس تھیں۔ ناک چھوٹی مگر پتلی تھی، ہونٹ گلابی جبکہ سنہرے سلکی بال اس کے کندھے سے نیچے تک آرہے تھے۔ اس نے بادامی جینز پر سفید فراک پہن رکھی تھی۔ اس وقت وہ خاصی جاذب نظر دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد تابین نے بسم اللہ پڑھتے ہوئے اپنے سامنے فائل کھولی۔ ہر صفحہ پر مختلف اسٹروکس تھے، جن کے کناروں پر کوڈ نمبر میں کچھ نہ کچھ درج تھا۔ گو کہ تابین نے ڈیزائننگ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی پھر بھی اپنے کام کو سمجھنے کے لیے تھوڑا وقت چاہیے تھا۔ اپنے کام میں روانی لانے کے لیے اسے امید تھی کہ کوئی مشکل یا مسئلہ درپیش نہیں آئے گا۔ اب وہ کمپیوٹر اسکرین کی جانب متوجہ ہوتی کی بورڈ پر انگلیاں چلانے لگی تھی۔ دس بجے کیئر ٹیکر ان دونوں کے سامنے کافی کے دو مگ رکھتے ہوئے آگے بڑھ گیا تھا۔

”اس وقت پانچ منٹ کافی بریک ہوتا ہے۔ پہلے کافی پی لو۔“ وہ دوستانہ لہجے میں گویا ہوئی اور اپنے سامنے رکھا مگ ہونٹوں سے لگایا۔

تابین کی رنگت گندمی تھی۔ اس کی آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں۔ ناک زیادہ موٹی، تھوڑی چھوٹی تھی۔ اس کے رخسار گلابی اور بھرے ہوئے تھے۔ لال اسکارف اس کے گندمی چہرے پر دمک رہا تھا۔ ہلکی سی بیس کے ساتھ اس نے چاکلیٹی لپ اسٹک لگا رکھی تھی۔ ہیرے کی انگوٹھی اس کے سیدھے ہاتھ کی انگلی میں تھی۔ دائیں کلائی پر نفیس سنہری گھڑی تھی جو اس کے گاؤن کی کھلی آستین سے نظر آرہی تھی۔ دونوں کی کافی ختم ہونے والی تھی۔

”تم نے اپنا انٹروڈکشن نہیں کروایا؟“

”مجھے تابین علی کہتے ہیں۔“

”ہوں۔“

”مجھے ایماؤ گریمر کہتے ہیں۔ میں کرسچن ہوں۔“

دونوں مسکرائیں اور اپنے کام میں مصروف ہو گئیں۔

لنچ آور میں وہ قریبی ریسٹورنٹ میں چلی جاتیں، چائے یا کافی کے ساتھ ویجی ٹیبل فوڈ آرڈر کرتی۔ تابین میٹ کے معاملے میں محتاط رہتی تھی جبکہ ایماؤ وہ سب کچھ کھا لیتی تھی۔ اکثر بے منت ایماؤ گریمر ہی کرتی تھی۔ تابین فورس کرتی تو وہ آنکھوں میں مسکان بھر کر اسے دیکھتی تو تابین خاموش ہو جاتی۔

دفتری کا وقت ختم ہونے پر دونوں ساتھ نکلتیں اور میٹرو ٹرین سے سفر کرتی تھی جو بارہ منٹ کا تھا۔ کلنٹن روڈ کے قریب ٹرین سے اترتیں۔ یہاں سے پیدل چلتیں، سیکٹر کے علاقے میں دونوں ہی رہتی تھیں۔ ایماؤ گریمر کا سیکٹر پہلے آتا تھا جبکہ تابین کو تین سیکٹر گزر کر گھر پہنچنا ہوتا تھا۔ یہ علاقہ پوش علاقہ تھا۔ جو جرنل سیورن کے نام سے جانا جاتا

UUNOVELS.COM

تھا۔ تابین جس سیکٹر میں رہتی تھی' وہاں زیادہ آبادی مسلمانوں کی تھی۔ تابین علی یہاں اپنے والد' بڑے بھائی عارف علی اور بھابی صبا کے ساتھ ایک چھوٹے سے ایک گھر میں رہتی تھی۔

امریکی جنوبی ریاست ڈکوٹا چھوٹا سا شہر تھا لیکن بھرپور سرسبز سمجھا جاتا تھا۔ یہاں سے دو گھنٹے کی ڈرائیو پر مضافاتی قصبے گاؤں بھی تھے۔ سیکٹر ایٹ کا یہ علاقہ بھی پہلے گاؤں میں شمار کیا جاتا تھا پھر ڈکوٹا شہر میں شامل ہوگیا۔ مزید ترقیاتی کام جاری تھے۔ جس ٹیکسٹائل فرم میں دونوں بطور ڈیزائنر کام کرتی تھیں' وہ ہالی وڈ فیشن انڈسٹری سے منسلک تھا اور ان کی تنخواہ بھی بہترین تھی۔

تابین نے فائن آرٹس میں گریجویٹ کیا تھا۔ وہ نوکری کی تلاش میں تھی۔ اخبار میں اشتہار دیکھ کر تابین نے یہاں درخواست دی تھی' کاغذات میں اس کی کارکردگی بہترین پائی گئی تھی۔ سو اسے ملاقات کے لیے بلایا گیا اور پھر وہ منتخب کرلی گئی۔ انہیں ڈیزائن کمپیوٹرائز تیار کرنے ہوتے تھے۔

ایماؤ گریمر تقریباً ایک سال سے اس صنعت سے وابستہ تھی۔ تابین سے پہلے یہاں مسٹر جوزف تھے' جو چھوڑ کر کہیں اور جا چکے تھے۔ ان کی جگہ خالی ہونے پر ادارے نے اشتہار دیا تھا۔

عبایہ پہننے کی وجہ سے وہ اب بھی ادارے کی اس شاخ میں اپنے ساتھیوں کے مذاق کا نشانہ بنتی تھی۔ اس کے پاس کئی رنگ کے گاؤن تھے' جن پر مختلف اسکارف یا شیفون کے دوپٹوں کو مختلف طریقے سے سر پر پہن لیتی تھی۔

ایماؤ کے پاس چھوٹی گاڑی تھی' ادارہ خاصا دور تھا' وہ پیٹرول کا خرچ برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ صبح وہ دونوں الگ الگ آتی تھیں۔

اب بھی جب وہ اپنی ادارے میں داخل ہوئی' تمام نفوس کی روز اول والی نگاہیں اس کا تعاقب میں تھیں۔ اکثر ایماؤ اس سے پہلے اپنی سیٹ پر موجود ہوتی' کبھی اس کے بعد آتی۔ نو بجے سے پہلے پہلے پورا عملہ اپنی جگہوں پر موجود ہوتا۔ داخلی گزرگاہ پر کمپیوٹر پر ریکارڈ موجود تھا۔

ایماؤ گریمر کا تعلق فرانس کے ایک خوب صورت خوشبوؤں بھرے شہر پیرس سے تھا۔ ایماؤ کے والد گریمر روزگار کے سلسلے میں ڈکوٹا آئے تھے۔ وہ کھانے پکانے کے ماہر تھے۔ کھانے پکانے کا انہیں بہت شوق تھا۔ انہوں نے پیرس سے ہی ڈگری حاصل کی تھی۔ ڈکوٹا میں رہنے والے ایک دوست کی وساطت سے وہ امریکہ کی اس ریاست میں آئے تھے۔ یہ خاصا بڑا ہوٹل تھا۔ جو ڈکوٹا کی قدیم بے شمار عمارتوں کے بیچوں بیچ واقع تھا۔ اس بنا پر پوری دنیا کے سیاحوں کی آمد تقریباً پورا سال رہتی تھی۔

میرینہ ہوٹل کے مالک ٹم ڈگ کی بہن بارونس ڈگ بھی یہاں کام کرتی تھی۔ وہ ہوٹل انتظامیہ کی سربراہ تھی۔ وہ کام کے سلسلے میں محتاط اور ذمے دار تھی۔ کھانے کے معیار پر خصوصی توجہ دیتی تھی۔ ڈیلی کمپنی اور فوڈ اسٹوریج کے سروے پر آتی تھی۔

گریمر اسے سب سے الگ لگا تھا۔ حفظان صحت کا خاص خیال رکھتا تھا۔ انہماک کے ساتھ اپنے کام میں مصروف رہتا تھا۔ وہ اپنے کام کے ساتھ سیٹی پر مختلف دھنیں بجاتا رہتا تھا۔ اس کے ساتھ کام کرنے والے بھی خوب لطف اٹھاتے تھے۔ میرینیٹ کیے مختلف چیزیں اس کے پاس پہنچے۔ وہ صرف تیار کرتا تھا۔ کس کھانے میں اسٹیم کون کا نمک' ساس' سبزیاں' مرغی' مچھلی کی مختلف اقسام' میٹ رائس وغیرہ کس مقدار میں ڈالنی ہے' اس کے پاس ناپ تول کا جو ہنر تھا' وہ کم لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔

گریمر نے کئی کونٹی نینٹل کھانے خود ہی متعارف کرائے تھے۔ اسے یہاں کام کرنے والے لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بارونس ڈگ کو گریمر اچھا لگنے لگا تھا۔ پسند تو وہ ٹم ڈگ کو بھی بہت تھا' سو اس طرح بارونس کی گریمر سے شادی ہوگئی۔ وہ دونوں خوش تھے۔ ان میں ہم آہنگی بہت تھی۔ اس بناء پر بارونس اور گریمر ٹم ڈگ کاروبار میں شیئر ہولڈر بن گئے تھے۔ انہوں نے اپنا گھر خرید لیا تھا۔ گاڑی' بینک بیلنس' بارونس کے پاس پہلے سے موجود تھا پھر ان کی زندگی میں ایماؤ گریمر آگئی۔ وہ بیٹی کی پیدائش پر

UUNOVELS.COM

خوش تھے۔ اب مزید محنت کرنے لگے۔ کتنے ماہ و سال بیت گئے۔ ایماؤ کیمرج میں پہنچ گئی۔

یہاں اکتوبر کے وسط میں شدید دھند پڑتی تھی۔ امریکہ کے اس شہر میں سب سے زیادہ ریکارڈ توڑ برف باری لینڈ سلائیڈنگ ہوتی ہے۔ بارونس اور گریمر جو رات گئے ہوٹل سے گھر آ رہے تھے دھند کی وجہ سے ان کی گاڑی کا بہت بھیانک ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ دونوں شدید زخمی تھے انہیں ہاسپٹل لے جایا گیا لیکن وہ جانبر نہ ہوسکے۔ چودہ سالہ ایماؤ اپنے ماموں ٹم ڈگ کے پاس آ گئی۔ اس کا گھر سیل کردیا گیا۔ ماموں ایماؤ کا خیال رکھتے تھے۔ ممانی پروا نہیں کرتی تھی۔ اپنے بچوں کو اس پر فوقیت دیتی تھی۔ والدین کی موت نے ایماؤ کو بہت ڈسٹرب کردیا تھا۔ اپنے معاملات کسی سے شیئر نہیں کرتی تھی۔ رات کو جب گھر والے اکٹھے ہوتے، وہ اپنے کمرے میں ویڈیو گیمز کھیلتی یا ڈرائنگ کرتی رہتی۔ اس کے ہاتھ میں بہت روانی و صفائی تھی۔ ہر منظر کی تصویر شفاف کاغذ پر اتار لیتی۔ وہ ماموں کی بدتمیز اولادوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی اور جب ان کے مذاق کا نشانہ بنتی تو اس کی انا کو بری طرح چوٹ پہنچتی۔ اسے لگتا کہ اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوجائے گا۔ ممی پاپا کے جانے کے بعد خود کو بہت کمزور محسوس کرنے لگی تھی۔ اسے اب یہاں گھٹن محسوس ہونے لگی تھی۔ ماموں سمیت تمام لوگ غیر تھے۔ اس کا کیمرج کورس مکمل ہوگیا تھا۔ اس نے بیسٹ پرفارمنس دی تھی۔ اب کسی بھی کالج میں آسانی سے اس کا داخلہ ہوسکتا تھا۔

اس نے ماموں سے کہہ کر اوباما فائن آرٹس کالج میں داخلہ لے لیا تھا۔ یہ کالج اوباما روڈ پر واقع تھا۔ اس کی ممانی کرولینا کو یہ بات قطعی پسند نہیں آئی کیونکہ فائن آرٹس کے اس کالج کی فیس بہت زیادہ تھی۔ بیوی کی نہ سنتے ہوئے ٹم ڈگ نے ایماؤ کا ایڈمیشن کروادیا تھا۔ اخراجات تو ایماؤ کے اپنے ہوتے تھے۔ اس کے والدین کے شیئرز ماموں کے پاس تھے۔ ایماؤ نے ہاسٹل میں رہنا چاہا تو ماموں نے اسے ہاسٹل بھیج دیا۔ کرولینا آنٹی اس حساب سے خوش تھی کہ ایماؤ سے ان کی جان چھوٹی۔ اپنے بیٹے کا ایماؤ کی طرف بڑھتا رجحان بھی کرولینا کے لیے تشویش کا باعث تھا۔ ایماؤ گریمر ہاسٹل میں خوش تھی۔ ٹم ڈگ ویک اینڈ پر اس سے ملنے آتے۔ وہ بہت ذہین تھی۔ اس کا خواب تھا فیشن انڈسٹری کی نامور ڈیزائنر بننے کا۔ اس کا تھیسس بہت لف تھا۔ وہ ہر ٹیسٹ پاس کرتی چلی جارہی تھی۔

ہیلری اس کی روم میٹ اور بیسٹ فرینڈ بن گئی تھی۔ ہیلری چونکہ دور دراز کے ایک گاؤں سے آئی تھی، اس لیے اس کے والدین نے اس کا ہاسٹل میں رہنا مناسب سمجھا تھا۔ ہیلری سیر و تفریح کی دلدادہ تھی۔ ویک اینڈ پر وہ اکثر گھومنے نکل جاتی۔ ایماؤ کے آنے پر اس نے اسے بھی اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ ایماؤ کو چند نوٹس تیار کرنے تھے۔ اس نے ساتھ جانے سے معذرت کرلی۔ رات دس بجے سے پہلے وہ واپس آ گئی۔ دس بجے کے بعد ہاسٹل سے باہر رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ آج ہیلری خاصی خوش دکھائی دے رہی تھی۔ تھکان اس کے چہرے سے ظاہر ہورہی تھی۔ وہ اپنے اور ایماؤ کے لیے فش پیزا لائی تھی۔ آٹھ بجے ہیلری نے اسے میسج کردیا تھا کہ ڈنر مت کرنا، میں تمہارے لیے کچھ لے کر آؤں گی۔ ہاسٹل میں ڈنر نو بجے دیا جاتا تھا۔ وقت کی پابندی سب پر عائد تھی۔ اس وقت وہ دونوں پیزا کھا رہی تھیں، ہیلری کو سی فوڈ بہت پسند تھا۔ کھانے کے دوران وہ دن بھر کی اپنی مصروفیات کے متعلق ایماؤ کو بتا رہی تھی۔

"اگلے ویک اینڈ پر تم بھی میرے ساتھ چلنا۔ حال ہی میں یہاں شاپنگ مال تعمیر ہوا ہے۔ ایماؤ تم نے کچھ ڈریسز لینے تھے ناں۔ وہاں سے تمہیں موسم کے لحاظ سے مناسب قیمت میں ملبوسات مل سکتے ہیں۔ سنو فال شروع ہونے والی ہے۔ ابھی سے گرم کپڑوں کی خریداری شروع کردینی چاہیے۔" ہیلری بہت باتونی تھی۔ ایماؤ کی توجہ اس کی باتوں سے زیادہ پیزا کھانے میں تھی۔

ان دونوں کی ایک ہی کلاس تھی۔ ایک بجے آخری کلاس اٹینڈ کرتے کے بعد وہ ہاسٹل آ جاتی تھیں۔ دو بجے

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

لنچ کا ٹائم تھا۔ کھانا کھانے کے بعد ہیلری اکثر غائب ہوجاتی تھی۔ اس دوران ایماؤ اسٹڈی میں مصروف رہتی' فیس بک نیٹ وغیرہ میں لگ جاتی۔ وہ والدین کو مس کرتی۔ والدین کی سپورٹ اور توجہ کی کمی اس کے دل کو افسردہ کرجاتی۔ آنٹی کرولینا تو ہمیشہ اس کی مخالف جاتیں' وہ لوگ اس کے دل سے اتر گئے تھے۔ اسے اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا تھا۔ اس رات ہیلری کے لائے ہوئے میٹ برگر کی عیاشی کرتے ہوئے وہ بغور ہیلری کو دیکھ رہی تھی۔ ہر رات وہ اپنے اور ایماؤ کے لیے کھانے کو کچھ نا کچھ لے کر آتی تھی۔ اس روز ہاسٹل وارڈین نے ڈنر پر غائب ہونے کے بارے میں ان کے کمرے میں آکر پوچھا تو ہیلری نے جھٹ جواب دیا۔

"میم لاسن روڈ پر فائن آرٹس کی اکیڈمی ہے۔ میں چند گھنٹوں کے لیے وہاں جاتی ہوں۔ واپسی میں ترکی ریسٹوران سے فوڈ لے لیتی ہوں کیونکہ ہم دونوں کو فاسٹ فوڈ بہت پسند ہے۔ ڈالر ہم دونوں شیئر کرلیتے ہیں۔"

یہاں جھوٹ نہیں بولا جاسکتا تھا' ورنہ فوراً ہاسٹل سے نکال دیا جاتا۔ ہیلری نے ایماؤ کو آنکھ کے اشارے سے خاموش رہنے کے لیے کہا تھا۔

ہیلری یہ بات گول کرگئی کہ اس اکیڈمی میں وہ اسکول گوئنگ بچوں کو ٹیوشن دیتی ہے چار گھنٹے اور ان چار گھنٹوں کی اماؤنٹ خاصی تعداد میں پے ہوتی ہے۔ وہ انہی ڈالروں سے عیاشی کرتی تھی۔ نت نئے ڈریسز' شوز' پرفیومز خریدتی تھی۔ گھر سے تھوڑے سے پیسے آتے تھے اس میں وہ اپنی خواہشات کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچاسکتی تھی۔ کسمپرسی حالت میں اس نے اب تک زندگی گزاری تھی۔ اس کا باپ ایک کسان تھا۔ ہمیشہ چھوٹی چھوٹی خواہشوں کے لیے وہ ترسی تھی۔ ہیلری کی ممی اپنے علاقے میں گھر گھر گھوم کر فش اور کیکڑے بیچا کرتی تھی۔ اسے ممی کے اس کام سے گھن آتی تھی۔ اسے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ کوشش سے اسکالرشپ اسے مل گیا تھا۔ اس کا باپ صرف ہاسٹل کے اخراجات ادا کرتا تھا کیونکہ وہ ہیلری سے بہت محبت کرتا تھا۔

ہیلری کلنٹن اس کے باپ کی فیورٹ سیاستدان تھی۔ اسی کے نام پر اس نے اپنی بیٹی کا نام رکھا تھا۔ اب تک ہیلری نے بہت سارے ڈالرز جمع کرلیے تھے۔

ویک اینڈ کی اس صبح ہیلری دس بجے تک اٹھ گئی تھی۔ ایماؤ ابھی تک گرم لحاف میں دبکی سو رہی تھی۔ آج ہیلری کا پکا ارادہ تھا ایماؤ کو اپنے ساتھ لے جانے کا۔ ہیلری نے کینڈل لائٹ ڈنر کبھی نہیں کیا تھا۔ اس کا کوئی بوائے فرینڈ نہیں تھا' جو اس کی یہ خواہش پوری کرتا۔ وہ چاہ رہی تھی کہ کوئی پرنس معجزاتی طور پر اس کی زندگی میں آئے اور پھر وہ ہمیشہ اس کی چاہت کی مالا جپتا رہے۔ وہ حسن پرست تھی۔ حسن و جمال کی راہوں پر بھٹک رہی تھی۔ اس دنیا میں کوئی تو دیوانہ ہوگا' جو اسے کینڈل ڈنر کرائے گا۔ سرخ گلاب کا بکے اسے پیش کرے گا۔ تب وہ آسودہ طمانیت پاتے ہوئے کھل کھلا کر ہنستی' اس کے چوڑے سینے پر سر رکھ کر آنکھیں موندے گی۔ ہیلری کو اس کرہ ارض پر دو چیزیں بہت متاثر کرتی تھیں۔ محبت اور کائنات کی خوب صورتی۔ اس وقت ہیلری الیکٹرونکس کیتلی میں چائے کے لیے پانی بوائل کررہی تھی۔ دو کپ چائے کے اس نے میز پر رکھے۔ ایماؤ کے قریب آکر بولی۔

"ایماؤ میں چائے لے آئی ہوں۔ اکیلے میں چائے پینے کا میرا موڈ ہرگز نہیں ہے' ہری اپ۔" ہیلری نے کمبل کھینچا۔

"ہیلری ڈونٹ ڈسٹرب می...... میں ابھی سونا چاہتی ہوں۔"

"ساڑھے دس بج رہے ہیں۔"

"تو کیا ہوا آج چھٹی کا دن ہے۔"

"ایماؤ اٹھ جاؤ مجھے تم سے اسپیشل بات کرنی ہے۔" ہیلری نے پھر کمبل کھینچا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بے ترتیب بال انگلیوں سے سہلا کر پیچھے کیے۔

"تم فریش ہوکر آؤ مزے دار اسٹرانگ چائے پیو پھر بات بھی کرتے ہیں۔" وہ بڑبڑاتی اپنے بستر سے اٹھ گئی

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

تھی۔ ایماؤ کی زندگی ہاسٹل آ کر یکسر بدل گئی تھی کیونکہ ہیلری اس کا بہت خیال رکھتی تھی۔ اسے بھی ہیلری اچھی لگتی تھی۔ ہیلری کی وجہ سے ہی تو ایماؤ بولنے لگی تھی ورنہ والدین کے انتقال کے بعد اس کی زندگی کا سارا چارم ختم ہو گیا تھا۔

"آج پورا دن ہم گھومیں گے۔ فیری بوٹ میں سیر کرتے شاپنگ مال تک جائیں گے۔ ایک ڈریس میری طرف سے تمہارے لیے پکا۔" چائے کے دوران وہ ایماؤ گریمر سے کہہ رہی تھی۔

"نو نو سویٹ ہیلری، میرے پاس پیسے ہوتے ہیں۔ ہر ویک اینڈ پر ماموں مجھے دے کر جاتے ہیں۔ ہیلری آج تمام خرچا میری طرف سے۔" چائے نے اس کی جسم میں حرارت بھرتے ہوئے اسے چست کر دیا تھا۔ اس کا دماغ بھی اب صحیح کام کر رہا تھا۔ اب وہ ہیلری کی پسند کا گانا گنگنانے لگی تھی۔ ایماؤ کی آواز اچھی تھی۔

ہیلری اکثر اس گانے کی فرمائش کیا کرتی تھی۔ یہ میڈونا کا کوئی پرانا گانا تھا۔ گانا ختم ہوا تو ہیلری گویا ہوئی۔

"آج کا دن میں تمہیں گھماؤں گی، اسی عیاشی کے لیے تو ٹیوشن دیتی ہوں۔"

"ہیلری تم اتنی محنت کرتی ہو سیونگ کیا کرو۔"

"ایماؤ اگر آج فیری میں سفر کرتے ہوئے ڈوب کر مر جائیں تو میری سیونگ کس کام کی۔ اے نادان لڑکی لائف کو ہر طریقے سے انجوائے کرنا چاہیے۔ ایماؤ تم بھی زندگی کو بھرپور انداز میں گزارو۔ ابھی تو یہ تمہارے ہاتھ میں ہے، جانے کب اختیار سے باہر ہو جائے۔ یہ صرف ایک بار ملتی ہے۔ کل کا پتا نہیں ہے۔ ایماؤ تمہاری حدود ہے کلاس روم یا یہ کمرہ۔ تم باہر نکل کر تو دیکھو۔ ہمارے گاڈ نے زندگی کو بہترین طریقے سے گزارنے کا حکم دیا ہے پھر ہم کیوں نا اپنے یسوع مسیح کا حکم مانیں۔ انجیل میں ہے، جس امتی نے اپنے یسوع کا صحیح حکم مانا وہ جنت میں جائے گا پھر ہم گاڈ کے اطاعت گزار بندوں میں شامل ہو جائیں گے۔ میں جب ہاسٹل سے باہر جاتی ہوں تو تین مرتبہ گاڈ کو ہیلپ کے لیے پکارتی ہوں اور اپنے سینے اور پیشانی کا کراس بناتی ہوں۔ ایسا کرنے سے مجھے کوئی پرابلم فیس نہیں کرنی پڑتی۔ تم بھی گاڈ کو پکارا کرو۔ یسوع فادر ہیلپ می کہا کرو وہ فوراً تمہاری مدد کو پہنچیں گے۔" ہیلری کے لیکچر کا ایماؤ پر گہرا اثر ہوتا تھا۔ آج ایماؤ خاص اہتمام سے تیار ہوئی اور پُرکشش لگ رہی تھی۔

آج کا دن واقعی ایماؤ کے لیے اچھا تھا۔ عرصہ بعد یوں تیار ہو کر تفریح پر جانا اسے اچھا لگا تھا۔ وہ دونوں ہاسٹل سے نکل آئی تھیں۔ انہوں نے فیری بوٹ کا ٹکٹ لے لیا تھا۔ فیری بوٹ کا اسٹاپ چھوڑنے میں ابھی دس منٹ تھے۔ گرین پانیوں کے عکس لوٹاتا یہ پوائنٹ جس پر ان گنت اسٹائلش چھوٹی بڑی فیریز موجود تھیں۔ ایک بوٹ میں کئی کلرز تھے۔ سفید بوٹ اور ریڈ تاکہ پانی کی سطح پر رواں یہ فیری بوٹ دور سے دکھائی دے۔ وہ پانچ منٹ پہلے اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی تھیں۔ بارہ بجے فیری نے اپنا اسٹاپ چھوڑنا تھا۔ ویک اینڈ کی وجہ سے آج زیادہ رش تھا۔ اس شاپنگ مال کے آس پاس بے شمار تفریحی مقامات تھے۔ فش کے فریش آئٹمز یہاں اسپیشل ڈشز میں شمار ہوتے تھے۔ فیری سے اترنے کے بعد وہ برج کی سیڑھیاں چڑھ کر اس مال میں داخل ہوئی تھیں۔

وہ دونوں ڈریسز کی ایک شاپ میں داخل ہوئیں۔ اسٹینڈز پر لگے مختلف ڈریسز دیکھے تھے جو ان دونوں کی رینج میں تھے۔ شاپنگ مکمل کرنے کے بعد وہ مختلف تفریحی جگہوں پر گھومتی رہیں۔ ایک فش ریسٹورانٹ کے سامنے بہت رش لگا ہوا تھا۔ سفید رنگ کی پائیدار مہین جالی کا وہ بہت بڑا ٹینٹ نما شیلٹر تھا، جس کا عرض گولائی میں ڈیزائن کیا گیا تھا۔ سی گرین ٹائلز کا فرش تھا۔ میز کرسیاں سفید اور ہلکی ہری تھیں۔ سمندری پانی کی مناسبت سے سامنے ایک اسٹیج بنا ہوا تھا، جہاں ایک بینڈ کے پانچ لوگ موجود تھے۔ ایک ہینڈسم لڑکا لہک لہک کر گا رہا تھا۔ آنے جانے والے لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ اس سنگر کی آواز بے حد سریلی اور یونیک تھی۔ سی فوڈ کھانے کے

UUNOVELS.COM

ساتھ لوگ میوزک بھی انجوائے کر رہے تھے۔ سنگر نے اب ایماؤ کے پسندیدہ سونگ کا آغاز کیا تھا۔ ایماؤ کے پیر میوزک کے ساتھ ساتھ تھرک رہے تھے۔

وہ دونوں فرنٹ چیئرز پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایماؤ خود پر کنٹرول نہ رکھ سکی۔ وہ اٹھی اور سنگر کے مقابل کھڑی ہوگئی۔ سنگر کا مائیک والا ہاتھ تھوڑا سا اپنی جانب کیا اور اس کے ساتھ جھوم جھوم کر گانے لگی۔ اب وہ دونوں جھوم کے گا رہے تھے۔ ان دونوں کی مکس آواز ایک دوسرے میں مدغم ہو کر خوب میل کھا رہی تھی۔ رش بڑھ گیا تھا۔ سونگ ختم ہوا تو ہیلری بھاگ کر آئی اور ایماؤ گریمر کے گلے لگ گئی۔ اسے بیسٹ وشز سے نواز رہی تھی۔ سنگر نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے بے حد سراہا۔ اس نے اپنا تعارف کرایا۔

"میں مورنے سٹیسن ہوں اور تم؟"

"میں ایماؤ گریمر ہوں۔"

"خوب صورت نام ہے تمہارا۔"

"تھینکس۔"

"تم میرے بینڈ میں شامل ہوتے ہوئے میرے ساتھ گاؤ گی؟" اس کی جگہ ہیلری نے گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔

"ہاں گائے گی۔" ایماؤ حیرت سے ہیلری کو گھور رہی تھی۔ ہیلری نے اشارے سے اسے خاموش رہنے کو کہا۔

ہوٹل مینجمنٹ سے اس بینڈ کی بھاری ڈیل تھی۔ درمیان میں جالی دار بڑی سی ٹوکری رکھی ہوئی تھی۔ یہاں کھڑے لوگ اس میں ڈالر ڈال رہے تھے۔

"ایماؤ آج کے دن اس ٹوکری میں جتنی اماؤنٹ ہے وہ سب تمہاری۔" ایماؤ کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ اس سرخ ٹوکری کو گھور رہی تھی، جو آدھے سے زیادہ بھری ہوئی تھی۔

"ایک گھنٹہ تم میرے ساتھ پرفارمنس دو۔" ایماؤ کی جگہ پھر ہیلری بولی۔

"ٹھیک ہے۔" ایک گھنٹہ میں وہ ٹوکری ڈالروں سے بھر گئی تھی۔ آج کا دن اس کی زندگی کا یادگار دن تھا۔ مورنے سٹیسن نے وہ تمام اماؤنٹ لا کر بیگ میں ڈال کر اسے پکڑا دیا تھا اور آہستگی سے اسے اوپن کرنے کی نمبر رنگ بھی بتادی تھی۔ اس نے وہ شولڈر بیگ میں ڈال لیا تھا۔ پبلک ان سے آٹوگراف لے رہی تھی۔ اطراف میں خاصا رش ہو رہا تھا۔

بچپن میں جب وہ اپنی گرینڈ مام کے ساتھ چرچ جایا کرتی تھی تو باقی بچوں کے ساتھ مل کر گاڈ کی تعریف میں گیت گایا کرتی تھی۔ اس وقت ایماؤ اور ہیلری، سٹیسن کے بینڈ کے افراد کے ساتھ چائے پی رہی تھیں۔

"میڈم آپ ہمارے ہوٹل کے لیے سنگنگ کر لیں، ہم آپ کو بیسٹ پیکیج دیں گے۔"

"آپ کتنی آفر دے سکتے ہیں؟" ہیلری گویا ہوئی۔

"آپ بتائیں؟"

"یہ صرف سنڈے کے دن یہاں پلے کر سکتی ہیں کیونکہ یہ ابھی اسٹوڈنٹ ہے۔"

"اوکے رائٹ سنڈے کی آپ سے ڈیل کر لیتے ہیں۔ بارہ سے تین بجے تک آپ کو یہاں پرفارم کرنا ہوگا۔"

"سر...... آپ اپنی آفر بتائیں پھر ہم سوچتے ہیں۔" ایماؤ، ہیلری کی آنکھوں کی زبان سمجھ گئی تھی۔

"ایک ہزار ڈالر تین گھنٹے کے آپ کو ملیں گے۔" ان دونوں کا منہ حیرت و بے یقینی سے کھل گیا تھا۔ ہیلری نے اسے چٹکی کاٹی۔ مورنے سٹیسن نے ایماؤ کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

"ایماؤ ہم دونوں کی کیمسٹری فرسٹ ڈے میں ہی مل گئی ہے آفر چھوٹی نہیں ہے۔ ہامی بھر لو۔"

"ٹھیک ہے، میں یہاں پرفارم کرنے کے لیے تیار ہوں۔ میں بہت دور رہتی ہوں۔"

"پک اینڈ ڈراپ ہمارے ذمے۔" وہ دونوں شخص بیک وقت بولے تھے۔ ہوٹل سرمیزا کا منیجر کسی صورت اس آواز کو ہاتھ سے نکلنے نہیں دینا چاہتا تھا، اس لیے وہ خود اس کے پاس آیا تھا۔ اب وہ اور ہیلری ہر سنڈے یہاں آ کر پرفارم کرنے لگی تھیں۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

ایماؤ گریمر اور تابین میں خاصی دوستی ہو گئی تھی۔ واپسی پر وہ دونوں ہمیشہ ساتھ سفر کرتی تھیں۔ ٹرین سے اتر کر وہ پیدل چلتی تھیں۔ راستہ بھر ہنستی ہوئی گپ شپ لگاتی رہتیں۔ ویک اینڈ پر اکثر تابین اسے اپنے گھر آنے کی دعوت دیتی تھی۔

"لنچ مل کر کریں گے تمہیں بھی اچھا لگے گا۔ اتوار کو ہمارے گھر اسپیشل پاکستانی کھانا تیار ہوتا ہے کیونکہ ویک اینڈ پر بھائی بھی گھر پر ہوتے ہیں اور میں بھی۔ امی اور بھابی مل کر خاصا اہتمام کرتی ہیں۔" ایماؤ غور سے تابین کی باتیں سن رہی تھی۔ فیملی ریلیشن کے بارے میں سن کر وہ خوامخواہ اداس ہو جاتی تھی۔

چودہ سال کی عمر میں اس نے والدین کو کھو دیا تھا۔ بہن بھائی کوئی نہیں تھا۔ ایک ماموں تھے ایک ماہ پہلے ان کا بھی انتقال ہو گیا تھا' تب اس کے حصے کا بزنس ماموں کے بیٹے اور اس کی ماں نے ہتھیا لیا تھا۔ گانے کے دوران ایماؤ گریمر نے خوب کمایا تھا۔ اس کے گھر میں بھی کبھی زندگی مسکرائی تھی۔ محرومیوں کی کھڑی کیسے سر پر اٹھائی جاتی ہے' وہ نہ جانتی تھی۔ اس کی سنہری آنکھوں میں ہر پل امیدوں کے جگنوں جھانکتے تھے۔ اس شخص سے جب قربتیں بڑھیں تو کتنی ان کہی باتیں ان چھوئے جذبے ان دونوں کے درمیان گونگے لمحوں میں زبان لے کر اترے تھے۔ تو ان کی چاہتیں ارفع واعلیٰ مسند پر براجمان ہو جاتیں۔ اب بحر بیکراں کی لامحدود وسعتوں میں تن تنہا بھٹک رہی تھی۔ اضطرابی وملال کیفیات کو جس قدر پیچھے دھکیلتی اس کے حواس کو مزید منتشر کر جاتیں۔ مورنے نٹیسن کے ساتھ گائے سونگ وہ گھر میں گنگناتی۔ تنہائی اور اداسی کو اپنے قریب بھٹکنے سے روکے رکھتی۔

موسم سرد ہونے لگا تھا۔ ہلکی پھلکی برف باری شروع ہو گئی تھی۔ ایماؤ اپنے کاٹیج کو ہر وقت گرم رکھتی تھی۔ ڈکوٹا میں برف باری شدید ہوتی تھی۔ دھند کا راج تو اگست سے ہی شروع ہو جاتا تھا۔ یہاں پر گھر بھی موسمیات کے مطابق بنائے گئے تھے۔ پورے گھر کے اوپر ایک ڈھلوان میں چھت بنائی جاتی تھی۔ چھتوں میں ہیٹر نصب تھے۔ کل رات ہی اس نے ہفتہ بھر کے کپڑے دھو کر استری کر لیے تھے۔ الیکٹرونکس آئرن کیبنٹ میں رکھ کر ویک اینڈ کا پورا دن وہ سو کر گزارتی تھی۔ صبح گیارہ بجے اس لیے اٹھ گئی تھی کہ اسے کافی کی شدید طلب محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے کافی میکر کا پلگ ابھی لگایا ہی تھا کہ تابین علی کا فون آ گیا۔

"ہائے تابی۔"

"اٹھ گئی ہو؟"

"ہوں۔"

"آج میری طرف آ جاؤ مل کر لنچ کریں گے۔"

"یار رات سے برف باری شروع ہو چکی ہے۔" وہ کچن کی گلاس ونڈو سے باہر گرتی برف باری دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔

"میں کافی پینے کے لیے اٹھی تھی۔ آج پورا دن سونا چاہتی ہوں۔"

"ایماؤ بور نہیں کرو۔ دس منٹ کے واکنگ ڈسٹینس پر تو میرا ایکسٹر ہے۔ ویسے تمہارے پاس گاڑی بھی ہے۔"

"برف میں گاڑی اپنی شکل گم کر چکی ہے۔ پہلے وائپر سے گاڑی کی برف ہٹاؤں پھر بیلچے سے ڈرائیو وے کی طرف۔ سوری تابین۔"

"آج امی نے لاہوری کھانا بنایا ہے۔ گرین مسالے والی پوریاں چنے کری والی فش اور زردہ پکا رہی ہیں۔ انہوں نے مجھے خاص طور پر کہا ہے تمہیں بلانے کے لیے۔"

"اوکے اگر آنٹی نے کہا ہے تو میں ایک بجے تک پہنچ جاؤں گی۔ فی الحال تو مجھے کافی پی کر سونے دو۔" گرم کپڑوں پہن کر وہ ایک بجے گھر سے نکلی تھی۔ تابین کی امی لاؤنج میں ہی بیٹھی تھیں جبکہ صبا کچن میں تھی۔

"ہیلو آنٹی۔" ایماؤ ان کی طرف بڑھی تو انہوں نے اس کے ماتھے کا بوسہ لیا۔

"کس قدر ٹھنڈی ہو رہی ہو۔" وہ ایماؤ کے ٹھنڈے ہاتھ اپنے گرم ہاتھوں میں دباتے ہوئے بولیں۔ ایماؤ نے

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

اثبات میں سر ہلایا اور ان کے پاس بیٹھ گئی۔ تابین گرم گرم سوپ لے آئی۔

"تھینکس۔" صبا بھی کچن سے آ گئی تھی۔ باتوں اور کھانے پینے میں وقت کا پتا نہ چلا۔ ظہر کی نماز پڑھنے طارق علی اپنے پانچ سالہ بیٹے کو لے کر مسجد چلے گئے۔ امی اپنے کمرے میں نماز پڑھنے جا چکی تھیں۔ صبا اور تابین نے لاؤنج میں ہی جائے نمازیں بچھالی تھیں۔ وہ انتہائی تسلی کے ساتھ رک رک کر رکوع و سجود کر رہی تھیں۔ ایماؤ بغور انہیں دیکھتی رہی۔ ایماؤ کو اچھا محسوس ہو رہا تھا۔ ان کا اپنے رب کے سامنے اس انداز میں سربسجود ہونا' سب کی بے لوث محبتیں' اتنے مزے دار کھانے۔ طارق علی اس سے ایسی شفقت سے بات کرتے جیسے بڑے بھائی کرتے ہیں۔ اس قدر توجہ اسے ملی تھی۔ وہ سوچتی زندگی اس کو کہتے ہیں' جیسے ان کے گھر ہنستی مسکراتی چل رہی ہے۔ وہ اپنے تاثرات چھپائے ان کے ساتھ ہنستی رہی تھی۔ موسم سرما کے ملبوسات کی ڈیمانڈ بڑھ گئی تھی۔ کلرز تھیم اور ڈیزائننگ کی برانچ میں تھیں وہ دونوں۔ سیزن کے زبردست سیل پر ورکرز کو بونس بھی ملتا تھا۔ ایماؤ گریمر اور تابین علی کے پیٹرن اور کلر تھیم خوب سراہے جا رہے تھے۔ نئی سلیکشن میں نمبرون جا رہے تھے۔ لاس اینجلس میں موجود ہالی وڈ فیشن انڈسٹری اس فرم سے مزید ملبوسات تیار کروا رہی تھی۔

تابین اور ایماؤ کی پروموشن کر کے انہیں الگ لگژری آفس دے دیا گیا تھا۔ وہ پہلے سے بڑھ کر محنت کر رہی تھیں۔ چھٹی کے بعد جب وہ دونوں گھر جانے کے لیے ٹرین میں سفر کر رہی تھیں۔ اکثر مغرب کی نماز تابین کو ٹرین میں ہی پڑھنا پڑتی تھی۔ ایماؤ اسے نماز پڑھتے دیکھتی رہی۔ اس کی طبیعت ہشاش بشاش ہو جایا کرتی تھی۔ شروع شروع میں تابین کے عبایا پر خوب تنقید ہوئی' مذاق کا نشانہ بنی لیکن اس نے پروا نہیں کی تھی۔ اس کی شکایت بھی کی گئی۔ اس مسلم لڑکی کے عبایا سے یہاں کا ماحول متاثر ہو رہا ہے۔ اس کے اس لباس پر ورکرز ڈسٹرب ہو رہے ہیں۔ ڈائریکٹر نوٹس لینا چاہ رہا تھا لیکن اس فرم میں زیادہ شیئرز متحدہ دبئی امیر شیخ محمد صالح ابو عامر کے تھے۔ سو ایسا کرنے سے قاصر رہے تابین اپنا کام ایمان داری سے انجام دے رہی تھی۔ مخالفین نے منہ کی کھائی تھی۔ تابین ٹرین میں نماز پڑھ چکی تو ایماؤ گریمر نے اس سے سرگوشی میں کہا۔

"پلیز مجھے اپنا قرآن پاک پڑھنے کے لیے لا دو۔"

"واٹ......؟" تابین حیرت سے اسے گھورنے لگی۔

"میں دیکھنا چاہتی ہوں اس میں ایسی خاص بات کیا ہے؟ تمہیں عبادت کرتے دیکھ کر میرا دل و دماغ گہری طمانیت میں چلا جاتا ہے۔ میں اس طرف کھنچتی ہوں۔ میرے دل میں بے چینی بھر جاتی ہے آخر اس میں ایسی کیا خاصیت ہے۔ میں اپنی گرینڈ مام کے ساتھ چرچ جایا کرتی تھی' تب ایسی فیلنگ میرے اندر کبھی نہیں آئی تھیں۔ تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو دیکھ کر مجھے اچھا محسوس ہوتا ہے۔" تابین کو اس کی باتیں سن کر خوشی ہوئی۔ اب وہ ٹرین سے اتر کر لنسٹن روڈ کی جانب بڑھ رہی تھیں۔

"ایماؤ پرسوں سنڈے کو میں ترجمہ والا قرآن پاک لے کر تمہارے گھر آؤں گی۔ تم اسے ضرور پڑھو' ہمارا محقق راہ ہدایت ہے۔ دنیا کا ہر فرد اسے پڑھ سکتا ہے جو ہدایت پانا چاہیں' رب کریم انہیں ہدایت عطا کر دیتے ہیں۔" ایماؤ کا رجحان دن بدن دین اسلام کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ تابین کے سیکٹر سے اذان کی آواز ایماؤ کے گھر تک آتی تھی۔ جس طرح تابین اذان کے وقت سر پر دوپٹا لے لیا کرتی تھی' اب ایماؤ بھی اسی طرح کرنے لگی تھی۔

ایماؤ گریمر کو تقریباً چھ مہینے ہو گئے تھے ہوٹل سرفیرا میں پرفارم کرتے ہوئے۔ ہیلری ہمیشہ اس کے ساتھ آتی تھی۔ ہیلری ڈرم اچھا بجاتی تھی' اس نے یہاں ڈرم بجانا شروع کر دیا تھا۔ تین سو ڈالر اسے بھی مل جاتے تھے۔ اس دوران مور نے سٹیسن سے ایماؤ کی خاصی انڈراسٹینڈنگ ہو گئی تھی۔ شو ختم ہونے کے بعد ان میں ہر موضوع پر تفصیلی بات ہوتی تھی۔ ایماؤ خاصی مشہور ہو گئی تھی کیونکہ اس کی آواز پاورفل تھی۔ سٹیسن بھی اسے ٹپس دیتا رہتا تھا۔ سٹیسن

کی دلچسپی ایماؤ میں بڑھ رہی تھی لیکن اس نے ایماؤ کو اپنی گرل فرینڈ بننے کے لیے کبھی نہیں کہا تھا۔ ایماؤ کو بھی محسوس ہو رہا تھا کہ وہ مورنے کو مس کرتی ہے۔ ان دونوں میں ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ ان کی کیمسٹری خوب ملتی تھی۔

ایماؤ کو اس کالج میں دو سال ہو گئے تھے۔ اس کا کورس مکمل ہو گیا تھا۔ سبجیکٹ سے متعلق تمام تھیسس وہ مکمل کر گئی تھی۔

اب یہ آخری سمسٹر تھا۔ ایک ماہ بعد اسے ہاسٹل چھوڑنا تھا۔ وہ ماموں کے گھر نہیں جانا چاہتی تھی۔ ان دو سالوں میں ایماؤ کا بینک بیلنس لاکھوں ڈالر میں جا چکا تھا کیونکہ ہر روز کلاس اٹینڈ کرنے کے بعد وہ سٹیسن کے ساتھ کنسرٹ کرتی تھی۔ دس بجے کے بعد ہاسٹل سے باہر رہنا الاؤ نہیں تھا لیکن ہمیشہ دو تین بج جاتے تھے۔ سٹیسن اسے ڈراپ کرتا تھا۔ گیٹ کے سیکورٹی اہلکار کی سٹیسن چپکے سے مٹھی گرم کر دیتا تھا۔

ہیلری اس کی مشکل وقت کی اچھی دوست تھی۔ دونوں ایک دوسرے پر خوب خرچ کرتیں۔ وہ ممنون تھی ہیلری کی جس نے اندھیروں سے اسے نکال کر چکا چوند روشنیوں میں لا کھڑا کیا تھا۔ ہیلری نے اسے اپنے ساتھ رہنے کی پیشکش دی تھی کیونکہ ہیلری کا بھی واپس گاؤں جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کوئی معقول اپارٹمنٹ کرائے پر لے گی اور اپنے والدین کو بھی یہیں بلوا لے گی لیکن اس کے فادر نے گاؤں چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ ممی نے بھی کبھار اس کے پاس آ کر رہنے کا اظہار کر دیا تھا۔

”ٹھیک ہے، ہم مل کر اپارٹمنٹ لے لیتے ہیں۔“ فائنل پیپرز ختم ہوتے ہی انہوں نے رہائش کی تلاش شروع کر دی تھی۔ انہیں ایک معقول رہائش گاہ مل گئی تھی جو فرنشڈ تھی۔

ایماؤ ہیلری کے ساتھ اس مختصر اپارٹمنٹ میں شفٹ ہو گئی تھی۔ وہ مختلف کمپنیز میں جاب کے لیے اپلائی کر رہی تھی۔ بچپن سے اس کی خواہش تھی جاب کرنے کی۔ سٹیسن کے ساتھ اب وہ بڑے بڑے کنسرٹ کرنے لگی تھی۔ اس کی مانگ میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ان دونوں کو ایک ساتھ پسند کیا جاتا تھا۔ ٹی وی چینلز، پریس ہر جگہ خبروں میں رہتے تھے۔ مختلف چینلز پر ان کے معروف سونگ نشر ہوتے رہتے۔

اب آنٹی کرولینا اور ان کے بچے اکثر فون کرتے اس کی تعریفیں کرتے، جو کبھی ایماؤ کو منہ نہیں لگاتے تھے۔ ماموں کی وفات کے بعد ایماؤ نے ان سے ہر تعلق ختم کر لیا تھا۔ ایماؤ گریمر اچانک سے بہت چارمنگ دکھنے لگی تھی۔

اب اکثر مورنے سٹیسن اور ایماؤ گریمر ساتھ پائے جاتے۔ ان کا حلقہ احباب بڑھ رہا تھا لیکن وہ زیادہ لوگوں سے میل جول رکھنا پسند نہیں کرتی تھی۔ اسے اپنے ساتھ وقت گزارنا پسند تھا یا ہیلری مورنے، سٹیسن کی کمپنی انجوائے کرتی تھی۔ زندگی کا مقصد اب اس کی سمجھ میں آ رہا تھا۔ وہ زندگی کو بھرپور طریقے سے گزارنا چاہتی تھی۔ وہ منتظر تھی کہ سٹیسن اسے شادی کے لیے پرپوز کرے۔ بخوبی جانتی تھی سٹیسن اسے پسند کرتا ہے۔ وہ انتظار کر رہی تھی کہ سٹیسن اس کے خوابوں کو دائمی حقیقت بخش دے۔ اس کی محبت کو پایہ تکمیل تک پہنچا دے، امر کر دے۔ محبت تو ہر عورت کی سرشت میں موجود ہوتی ہے، چاہے وہ کسی مذہب، کسی نسل کی ہو۔

❀......❀......❀......❀

اس نے سوچا تھا مورنے سٹیسن سے اپنی محبت کا اظہار کر دینا چاہیے۔ خواہشوں کی دہلیز پر کہیں بیٹھی نہ رہ جائے، کہیں دیر نہ ہو جائے۔

”گاڈ پلیز ہیلپ می۔“ ویک اینڈ کی اس شام ہوٹل میں کینڈل لائٹ ڈنر کے لیے وہ دونوں آئے تھے۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے ایماؤ نے میز پر رکھے کرسٹل واز میں سے ایک فریش سرخ گلاب اٹھا کر مورنے سٹیسن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”آئی لو یو......“ وہ حیرت سے ایماؤ کو گھور رہا تھا۔ اس کی ڈارک براؤن آنکھیں پوری کھلی تھیں۔ اس کے ہونٹوں پر تیز لرزش جاری تھی۔ اس کی حالت دیکھ کر ایماؤ پریشان ہو گئی۔ وہ کبھی اپنے ہاتھ میں پکڑے روز کو دیکھتا تو کبھی ایماؤ کو گھورتا۔ ایماؤ کی سانسیں رک گئی تھیں۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

"کیوں گھور رہے ہو؟" وہ ہمت کر کے بولی۔ سٹیسن کی آنکھوں میں اب شیشے جیسی نمی چمک رہی تھی۔

"آر یو اوکے؟" ایماؤ نے اس کے ہاتھ پر اپنا چمکتا ہاتھ رکھا' جو بری طرح دہک رہا تھا۔ ہونٹوں کو زور سے بھینچے اس نے اثبات میں زور زور سے ہلایا تھا۔

"ایماؤ' میں تو کب سے اس لمحے کا منتظر تھا۔ اظہار میں پہل کرنے کی بھی خود میں ہمت نہ کر پایا۔ چلو میرے ساتھ۔" اس نے ویٹر کو بلایا' بل پے کرتے ہوئے اسے ہاتھ سے پکڑے گاڑی تک لے آیا۔

"کہاں لے کر جا رہے ہو مجھے؟" فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"سٹیسن اگر تم کہو کہ میں اسی وقت تم سے شادی کرلوں تو یہ ممکن نہیں ہے۔ کچھ ٹائم دو مجھے۔" سٹیسن نے اس کی کسی بات کا جواب نہ دیا۔ گاڑی پارکنگ لاٹ سے نکالتے ہوئے کھلے روڈ پر لے آیا۔ ہوٹل کا گیٹ عبور کرتے اب گاڑی اڑتی جا رہی تھی۔

"پلیز سٹیسن کچھ تو بولو' مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو؟"

"ایماؤ تم پریشان مت ہو۔ میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔" تقریباً پندرہ منٹ کی ڈرائیو کے بعد پوش علاقے میں تھے' جہاں شفاف سڑکیں اور محل نما بنگلوز بنے ہوئے تھے۔ اسے لگا جیسے وہ کسی طلسماتی جادوئی بستی میں آ گئی ہو۔ رائٹ مڑتے ہوئے ریموٹ سے اس نے گیٹ کھولا۔ سیاہ رنگ کا آہنی گیٹ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ وہ گاڑی ڈرائیو وے تک لے آیا۔ سامنے محل نما تین منزلہ گھر تھا۔

"اترو۔"

"کہاں لے آئے ہو مجھے؟" وہ ابھی تک الجھی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی سے اتر کر سٹیسن کے ساتھ چلنے لگی۔ تیسری منزل کے آہنی آئرن اسٹینڈ کے راڈ پر کاسی کے میٹریل میں بڑے بڑے حروف میں ایماؤ پیلس ہوم لکھا تھا۔ اس کی سانسیں رک گئی تھیں۔ فرط جذبات سے اس کی زبان گنگ ہو گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ گر جاتی' مورنے نے اسے تھام لیا۔ اب وہ مسکرا کر اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ اس کی پذیرائی پر ایماؤ کی آنکھوں سے اب باقاعدہ آنسو بہہ رہے تھے۔

"سٹیسن تم مجھ سے اس قدر محبت کرتے ہو۔"

"تمہاری سوچ سے کہیں بڑھ کر تم سے محبت کرتا ہوں۔ صرف رومیو جولیٹ نے سچی محبت نہیں کی تھی۔ ان جیسی لافانی محبت کرنے والے سچے اور کھرے بہت لوگ ہیں اس دنیا میں۔" آج سے پہلے مورنے سٹیسن نے بلاوجہ کبھی اس کا ہاتھ نہیں پکڑا تھا۔ انہیں تنہائی میسر ہونے کے باوجود بھی ان کے درمیان ایک فاصلہ رہا۔ سراپا تشکر بنی وہ اب بھی سٹیسن کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے کھڑی تھی۔ اس شخص نے اچانک اسے کس قدر معتبر کر دیا تھا۔ ایماؤ کا ہاتھ تھامے وہ وسیع و عریض ہال میں داخل ہوئے تھے۔ اس ہال کے مختلف شیپ وستون تھے۔ ان کی ڈیکوریشن دیدنی تھی۔ یہاں کی ہر چیز امپورٹیڈ و کرسٹل میں تھی۔ پیرس سے منگوایا گیا فانوس جگ مگ کر رہا تھا۔

"تم مجھ سے اتنی محبت کرتے ہو؟" مورنے سٹیسن نے ہونٹوں کو آپس میں ملا کر اثبات میں جواب دیا۔

"ایماؤ' مجھے تم سے پہلی نظر میں محبت ہو گئی تھی اس لیے تو میں نے کبھی تمہیں چھوا بھی نہیں تھا۔ تمہارے کندھے سے کندھا ملا کر بھی نہیں بیٹھا کیونکہ میں تمہیں شادی کے بعد پاکیزہ احساس کے ساتھ ملنا چاہتا تھا۔ رومیو جولیٹ کی بک میں نے ایک بار پڑھی تھی تم سے ملنے کے بعد میں نے بار بار پڑھی۔ میں بالکل انہی جیسا بننا چاہتا تھا اور تم میں بھی میں نے جولیٹ جیسی خوبیاں پائی تھیں۔ میں جانتا تھا تم مجھ سے محبت کرتی ہو پھر میں نے اور زیادہ محنت شروع کر دی کیونکہ تمہارے نام کا میں نے ایماؤ پیلس بنوانا تھا' جس کے لیے بے حساب سرمایہ چاہیے تھا۔ تمہیں کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ اکثر تم پوچھتی تھیں میں ہفتہ ہفتہ کہاں غائب رہتا ہوں۔ ایماؤ پیلس جب بن گیا تو اس کی تزئین و آرائش میں مصروف رہا کئی چکر تو میرے پیرس کے لگے ہیں۔"

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

"سٹیسن میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی؟" وہ حیران تھی۔

"ٹیک اٹ ایزی ایماؤ۔" اس نے کافی کا مگ اس کے ہاتھ میں پکڑایا اور اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔ سٹیسن کی آنکھوں کی خیرہ کرتی ملکوتی چمک، وہ خوامخواہ خجل ہو رہی تھی۔

"میں سوچتی تھی اگر تم مجھ سے محبت نہیں کرتے ہو گے تو کیا ہوگا۔ میں کیسے جیوں گی۔ میں نہیں جانتی مجھے تم سے ایسی شدید محبت کب ہوئی۔"

"ایماؤ اصلی محبت اسی کو کہتے ہیں۔ محبت تو ہر فرد کی جاگیر ہوتی ہے۔ بس اسے سنبھالنا آنا چاہیے۔ گاڈ پر بھروسا رکھو۔ وہ ہمیشہ ہمیں ایک ساتھ خوش رکھے گا۔ ہمارے جذبے گاڈ اور فادر دیکھ رہے ہیں، ہماری پکار وہ ضرور سنیں گے۔ تب ہمارے رستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ ایماؤ ہم دونوں کے پیرنٹس نہیں ہیں۔ ہمیں خود ہی ڈیسائیڈ کرنا ہے ہمیں کب شادی کرنی ہے؟" سٹیسن نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"آج فرائی ڈے ہے آنے والے سنڈے کے بعد جو سنڈے آئے گا اس میں ہم شادی کر لیتے ہیں۔" ایماؤ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ایماؤ تم فکر نہیں کرنا، تمام انتظامات میں کرلوں گا۔ کل ایک بجے میں تمہیں پک کروں گا۔ ویڈنگ ڈریس کا آرڈر اور سیلون کی بکنگ بھی کروا لینا۔ ویڈنگ رنگ بھی پسند کرنی ہے تمہیں۔ باقی جو شاپنگ کرنی ہے اس کے لیے ابھی ہمارے پاس چند دن ہیں۔ شادی والے دن ہی پرتکلف ڈنر دوں گا۔ صرف میرے قریبی دوست ہوں گے، تم بھی جسے چاہو مدعو کر لینا۔ اپنے ماموں کی فیملی کو ضرور انوائٹ کرنا۔"

"ٹھیک ہے اب مجھے گھر ڈراپ کر دو۔ ہیلری انتظار کر رہی ہوگی۔ مجھ سے خفا تو ضرور ہوگی، سب کچھ پلان کر کے اسے انفارم کر رہی ہوں۔"

"ہیلری بہت خوش ہوگی۔" سٹیسن گویا ہوا۔

"ہاں میں جانتی ہوں۔ وہ مجھ سے ناراض نہیں ہو سکتی۔ وہ میرے برے وقت کی بہت اچھی دوست ہے۔" وہ خوش تھے۔

ان کی شادی بہت اچھے، پروقار طریقے سے انجام پائی تھی۔ دونوں خوش ایک دوسرے پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔ کبھی کچھ نہیں چھپاتے تھے۔ یہ رشتہ انہوں نے بھروسے کی بنیاد پر قائم کیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے اچھے جذبات رکھتے تھے۔ نیک نیتی اور سچائی سے یہ رشتہ جوڑا گیا تھا۔ وہ گاڈ سے ہیلپ مانگتے۔ عوام نے نیک دعاؤں کے ساتھ انہیں نوازا تھا۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنے کی درخواست کی۔ ہنی مون کے بعد پھر سے وہ دونوں بڑے بڑے کنسرٹ کرنے لگے تھے۔

سٹیسن نے اپنا تمام بینک بیلنس ایماؤ کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرا دیا تھا۔ جب کہ یہ محل پہلے سے ایماؤ کے نام تھا۔ ایماؤ نے سٹیسن کو سمجھایا۔

"ایسا کرنے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔"

"ایماؤ اپنی محبت کا اظہار مختلف طریقوں سے کرنا مجھے اچھا لگتا ہے۔ مجھے دنیاوی لگژری کی طلب نہیں ہے۔ اگر دو دن تک بھوکا رہوں تو مجھے فرق نہیں پڑے گا۔ لالچ مجھ میں نہیں ہے۔ اگر آج رات تم مجھے کھانے کو نہ دو تو مجھے تب بھی رات کو اچھی نیند آئے گی۔ میری کوئی لمبی چوڑی خواہش نہیں ہے۔ جب تم میری ہو تو تمہارا جو کچھ ہے، وہ بھی ہم دونوں کا ہوا ناں۔" وہ ایماؤ کے چہرے کو اپنی ہتھیلیوں میں لیے اسے دیکھتا رہتا۔

"سٹیسن میں خوب صورت نہیں ہوں پھر بھی تم مجھ سے ایسی لازوال محبت کرتے ہو؟"

"میری آنکھوں سے کوئی تمہیں دیکھے تو اسے پتا چلے تم کس قدر حسین ہو۔"

"سٹیسن تم بھی تو اپنی وجاہت میں یکتا ہو۔" وہ آہستگی سے آنکھیں موندے اس کے کندھے سے سر ٹیک دیتی۔ قسمت کی دیوی ان پر مہربان تھی۔ اکثر ایونٹ پر

UUNOVELS.COM

انہیں مدعو کیا جاتا، فنکشن شروع ہونے سے پہلے ابتدائیہ کلمات میں مور نے سٹیسن کہتا۔

"میں اور میری وائف رومیو جولیٹ سے ایمپریس ہیں اور ہم ازدواجی زندگی بھی انہی کی محبت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے گزار رہے ہیں۔ آپ لوگ کیا کہو گے؟" وہ مائیک میں زور سے بولتا۔

"یس..... یو آر رائٹ۔" ہجوم کی طرف سے جواب آتا۔ تالیوں، سیٹیوں کی صورت انہیں ہمیشہ بھرپور پذیرائی ملتی۔ ان کی محنت، لگن مزید بڑھ جاتی۔ سوشل میڈیا پر ان کے مداحوں کا گراف لاکھوں تک پہنچ گیا تھا۔ وہ اتوار کو چرچ ضرور جاتے تھے۔ دیر تک بائبل پڑھتے۔ وہ دونوں گاڈ کے بارے میں گفتگو سنتے۔ یسوع مسیح نے فلاں فلاں مقام پر یوں ارشاد فرمایا۔ اپنی مسیحی امت کے لیے ایسا پیغام چھوڑا۔ اللہ کے حکم سے آپ کی پیدائش کس طرح عمل میں آئی۔

ایماؤ اور سٹیسن وہاں سے اٹھتے ہوئے تصور کرتے، ہم یہاں سے پاک ہو کر جا رہے ہیں، ہماری روحیں سچے گاڈ نے پاک کر دی ہیں۔ ہمارے اندر کی تمام گندگی کو گہرے گڑھے میں دفن کر دیا ہے۔

شادی کو ایک سال ہونے کو آیا تھا۔ اولاد ان کی نہیں تھی، پھر کس لیے جمع کرتے۔ جب گاڈ چاہے گا اولاد بھی ہو جائے گی۔ اس دوران مور نے سٹیسن نے کوئی گرل فرینڈ نہ بنائی۔ وہ عورت کے لیے خبطی کبھی نہیں تھا۔ ایماؤ کو دیکھ کر ہی اسی ہمراہی میں ان کی زیست کا عیش تھا۔ ایک دوسرے میں گم وہ مطمئن تھے۔ ہیلری کو آخر کوئی تو ملنا تھا۔ ہیلری کی شادی پر ایماؤ اس کی طرف تھی۔ ہیلری کے والدین گاؤں سے آئے ہوئے تھے۔ شادی کی تمام ذمہ داری انہوں نے ایماؤ پر چھوڑ دی تھی۔ رات گئے وہ ہیلری کے ساتھ شاپنگ کرواتی۔ شادی چرچ میں ہوئی تھی۔ شادی کی رسومات کے بعد ہیلری اپنے ہزبینڈ کے ساتھ اپنے گھر آئی تھی، جہاں دونوں فیملیز کے قریب لوگ ڈنر پر مدعو تھے۔ پرتکلف ڈنر ہوٹل انتظامیہ نے ہیلری کے گھر پر ترتیب دیا تھا۔

رات بارہ بجے ہیلری رخصت ہو کر اپنے شوہر کے ساتھ چلی گئی۔ ایماؤ نے بھی اس کے شوہر سے اجازت چاہی۔ گو کہ رات بہت ہو گئی تھی لیکن اسے گھر جانا تھا۔ سٹیسن چرچ میں آیا تھا ہیلری کی شادی کی تقریب میں پھر وہیں سے چلا گیا تھا۔ رات کو مور نے سٹیسن نے اپنے دوستوں کے ساتھ چھوٹی سی گیٹ ٹو گیدر رکھی ہوئی تھی۔ سٹیسن نے اس پارٹی کا ایماؤ کو بتایا تھا، تب ایماؤ نے اسے خشمگیں نگاہوں سے گھورا تھا۔

"پلیز سٹیسن زیادہ ڈرنک نہیں کرنا۔ تمہارے ان تینوں دوستوں کے بارے میں، میں اچھی رائے نہیں رکھتی ہوں۔ تم پھر بھی فرینڈشپ ختم نہیں کر رہے ہو۔"

"ایماؤ ڈارلنگ، تم بہت شکی وائف ہو۔" وہ اس کی سنہری آنکھوں میں جھانک کر مسکرایا۔

"سٹیسن، تمہارا یہ انداز مجھے بے بس ولا جواب کر دیتا ہے۔" وہ فلمی لہجے میں مسکرائی تھی۔ وہ اس کے ساتھ گاڑی تک آئی اور کہا تھا۔

"ہیلری اپنے ہزبینڈ کے ساتھ چلی جائے گی۔ تب میں گھر آؤں گی۔ تم اپنے دوستوں کو جلدی رخصت کر دینا۔"

"اوکے مائی سویٹ ہارٹ وائف۔" اس نے ایماؤ کو بائے کہا اور گاڑی چرچ کے گیٹ سے باہر لے گیا تھا۔

ایماؤ جیسے ہی اپنے گھر جانے کے لیے روڈ کی جانب آئی تھی، سٹیسن کے وہ تینوں دوست سیاہ کرولا میں اس کے گھر کی حدود عبور کرتے مین روڈ پر پہنچ چکے تھے۔ گاڑی وہ اندر لے آئی تھی۔ ڈرائیو وے پر لاک کرتے ہوئے وہ تیزی سے اندر بڑھی تھی۔ مین ڈور کھلا تھا۔

"یہ سٹیسن بھی ناں بہت غیر ذمہ دار ہے۔" وہ دروازہ لاک کرتی تیزی سے سیڑھیاں طے کرتی اپنے بیڈروم کی طرف بڑھی تھی۔ مور نے سٹیسن اپنے بیڈ پر سو رہا تھا۔ جانے کیوں ایماؤ پر گھبراہٹ طاری تھی۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

"ہٹیسن دوستوں کے جانے کے بعد دروازہ لاک کرلیتے۔" ایماؤ اس کے نزدیک آکر بولی۔

"ہٹیسن......" ایماؤ نے اس کا بازو ہلایا۔ وہ بدستور بے سدھ پڑا رہا تھا۔

"ہٹیسن......" اس نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ اسے بخار تھا۔

ایماؤ نے اسے جھنجوڑا۔ وہ بے ہوش تھا۔ ایماؤ نے اس کی ہارٹ بیٹ چیک کی جو بہت تیز تھی۔ ہاسپٹل فون کر کے ایمبولینس منگوائی۔ وہ تشویشناک حالت میں تھا۔ فوری طور پر اس کا معدہ صاف کیا گیا تھا۔ دو دن بعد وہ ڈسچارج ہو کر گھر آ گیا تھا۔ اس کی ایک سالہ رفاقت میں آج پہلی بار ایماؤ اس پر خوب چیخی تھی۔

"ہٹیسن اگر تمہیں اپنی زندگی کا خیال نہیں ہے تو میرا ہی خیال کرلو۔ تمہارے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکوں گی۔ آج کے بعد تمہارے ان ڈفر دوستوں کی شکلیں نہ دیکھوں۔" ایماؤ اسے سوپ پلاتے ہوئے ساتھ ساتھ دل کی بھڑاس بھی نکال رہی تھی۔

"پرامس کرتا ہوں زیادہ ڈرنک سے گریز کروں گا۔"

❁......❁......❁......❁

تابین نے ایماؤ کو ترجمہ والا قرآن پاک لادیا تھا۔ اب ایماؤ رات سونے سے پہلے مصحف کھول کر بیٹھ جاتی تھی۔

سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص اس نے پڑھیں۔ اس پر آگہی کے نئے نئے در کھلنے لگے۔ اس آسمانی کتاب کو ہاتھ میں لیتے ہی اسے گہرا سکون ملتا تھا۔ اس نے سورۃ مریم کھولی۔ اس کا ترجمہ پڑھا تو وہ حیرت میں رہ گئی۔ مسلمانوں کی اس آسمانی کتاب میں ان کی ماں کا ذکر عزت و تکریم کے ساتھ تھا۔ وہ دنگ رہ گئی۔ اس نے اپنی الہامی کتاب بائبل آج تک مکمل نہیں پڑھی تھی۔

قرآن کو پڑھ کر اس کی دن بھر کی تھکن اتر جاتی تھی۔ رات بھر سکون سے سوتی رہتی ورنہ اس تنہا گھر میں بستر پر کروٹیں بدلتی رہتی تھی۔ وہ اندر سے ایک سہمی ہوئی فرد تھی۔ رف حلیے میں ایک کمرے سے دوسرے میں بولائی بولائی گھومتی، حالانکہ وہ اب بھی خوش لباس سمجھی جاتی تھی۔ جاذب نظر لگنا، اسٹائلش ملبوسات خود کو فیشن اسٹائل لک دینا یورپین ممالک اپنے لیے لازم و ملزوم سمجھتے ہیں۔

ایماؤ اپنے ڈیزائن کیے ملبوسات کو فوقیت دیتی تھی۔ میک اپ، ہینڈ بیگز، سینڈلز، پرفیومز ان اشیاء سے آج بھی اس کے روم کی شیلف بھری ہوئی تھیں۔ وہ لوگوں کے سامنے خوش نظر آتی تھی۔ گزشتہ یادوں کے حسین خیالوں کو وہ جبراً خود سے دور دھکیلتی تھی خود کو اذیت پسندی سے دوچار کرنے کا فن اسے بخوبی آتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سمجھایا کرتی تھی۔ زیست خالی ہو جائے، تب بھی وہ چلتی رہتی ہے۔

قرآن پاک پڑھنے سے اس کے اندر ایسی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں، جنہیں وہ کوئی نام نہیں دے سکتی تھی۔ بے چینی اس کی اندر پروان چڑھ رہی تھی۔ دین اسلام کے بارے میں اور جاننے کے لیے اندر کی بے قراری سکون نہ لینے دیتی۔ ایماؤ نے ڈرنک کرنا چھوڑ دی تھی۔ اسے اب تنہا ڈرنک کرنے میں مزہ نہیں آتا تھا۔ اسے اپنا شوہر یاد آتا تھا۔ اپنی اس پچیس سالہ زندگی میں وہ دو سالوں کو بھی فراموش نہیں کر سکتی تھی جو اس نے مورنے سٹیسن کے ساتھ گزارے تھے۔ اس کا خیال اب بھی اس کی آنکھوں میں برکھا رت کی جھڑی بسا جاتا۔ وہ سٹیسن سے کہا کرتی تھی۔

"میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔" لیکن وہ اس کے بغیر رہ رہی تھی۔

تابین اس کا بہت خیال رکھتی تھی۔ تابین جانتی تھی اس دھند اور برف باری میں بھی وہ گاڑی لے کر سڑکوں پر آوارہ پھرتی تھی یا کسی بار، کیفے، ریسٹورنٹ میں رات بھر بیٹھی سگریٹ پھونکتی رہتی تھی۔ اکثر عشاء کی نماز بھی وہ ایماؤ کے گھر میں پڑھ لیتی۔ امی اس سے کہتی تھیں۔

"ایماؤ غیر مسلم ہے، اس کے گھر میں نماز نہ پڑھا کرو۔" وہ ہنس کر کہتی۔

"امی کیا ایماؤ کے گھر میں اللہ اسے نہیں دیکھے گا۔ اللہ تو

UUNOVELS.COM

ہر جگہ موجود ہے۔ وہ میری نیت دیکھے گا۔" ایماؤ کے پاس ایک میڈ تھی۔ اسے بھی اس نے نکال دیا تھا۔ اب اس کی لاپروائی کے سبب پورا گھر ابتر حالت میں نظر آتا تھا۔

تابین نے ایماؤ کی طرف دیکھا' جو اس وقت جانے کن سوچوں میں گم تھی۔ تابین نے اس کا پورا کچن صاف کیا۔ ویسٹ باسکٹ باہر لے جاتے ہوئے کافی میکر کا پلگ سوئچ بورڈ میں لگایا' فریج کی ترتیب درست کی' میکرونی سبزیوں کا پیکٹ میکرو ویو میں گرم ہونے کو رکھا اور ٹرے لیے لاؤنج میں آ گئی۔ ایماؤ کی انگلیوں میں اب بھی ایک سگریٹ سلگ رہا تھا۔

آفس میں تو وہ اپنا توازن برقرار رکھتے ہوئے بہترین کارکردگی دکھاتی تھی لیکن گھر میں اس کے معاملات اور تھے۔ کیا وہ ہاری ہوئی عورت تھی اور مایوسیوں کی جانب بڑھ رہی تھی؟

"نہیں.....ایسا نہیں ہے۔" وہ خودی کو جھٹلاتی۔

"میں خوش ہوں۔ گاڈ نے صحت' عیش و عشرت بھری لائف دی ہے۔ مجھے اور کیا چاہیے۔" وہ بیٹھے ہوئے بے خودی میں مسکرائی۔

اسے وہ ایماؤ پیلس یاد آتا' جہاں دو سال تک وہ دونوں رہے تھے۔

ان دنوں ایماؤ اور مورنے سٹیسن بہت خوش تھے۔ وہ امید سے تھی۔ صرف تین ماہ رہ گئے تھے ان کے بچے کو دنیا میں آنے کے لیے۔ اس نے خوب شاپنگ کی تھی۔ بچے کے لیے کمرے کو سجایا تھا۔ تمام شاپنگ لڑکے کے لیے کی گئی تھی۔ سٹیسن نے ہنستے ہوئے ایماؤ سے کہا۔

"آج تک کسی باپ نے اپنے بچے سے ایسی محبت نہیں کی ہوگی' جیسی میں کروں گا اپنے بیٹے سے۔" اس کی باتوں پر ایماؤ مسکراتی' اپنے گاڈ کو تھینکس کہتی۔

اس رات وہ دونوں لیٹ گھر لوٹ رہے تھے۔ آج پورا دن انہوں نے ساتھ گزارا تھا۔ پہلے بے بی شاپنگ پھر ڈنر۔ ڈکوٹا کی سڑکوں پر دھند کا راج تھا' ہلکی ہلکی برف باری' ہو کا عالم۔ کبھی کبھار کوئی گاڑی انہیں اوورٹیک کرتی' پیچھے چھوڑ دیتی۔ وہ ایماؤ کا فیورٹ سونگ گنگناتا ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ وہ سرائیمگی کی انتہاؤں کو چھو رہی تھی۔

اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا تھا۔ دوسری گاڑی کو بچاتے مورنے سٹیسن نے گاڑی موڑی تھی اور فٹ پاتھ سے ٹکراتی گاڑی الٹ گئی تھی۔ پھسلن کی وجہ سے گاڑی بہت دور تک رگڑتی گئی تھی۔ مورنے سٹیسن شدید زخمی تھا۔ ایماؤ بے ہوش ہو چکی تھی۔ جب اسے ہوش آیا اس کی چیخیں آسمان کو چھو رہی تھیں اور پھر اچانک اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔

"تم ٹھیک ہو ناں۔" نرس اس پر جھک کر بولی۔

ایماؤ کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اٹھنا چاہا تو پیٹ میں شدید درد محسوس ہوا۔ اس کا سر خود بخود تکیہ پر گر گیا۔

"ایماؤ تمہارا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔" اسے یاد آیا وہ اور سٹیسن رات کو گھر جا رہے تھے۔

"نرس میرا ہزبینڈ؟"

"آئی ایم سوری' ہم اس کو نہیں بچا سکے۔"

"واٹ......؟" وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔

"صبر کرو ایماؤ' تمہارا ہزبینڈ گاڈ سے اتنی ہی زندگی لے کر آیا تھا۔" نرس نے اس کے سر کو تھپتھپاتے ہوئے کندھے سے لگا لیا۔ ایماؤ دھاڑیں مار کر رو رہی تھی۔

"نرس میرا بچہ......؟" اس نے ڈرتے ہوئے نرس کی طرف دیکھا۔

"وہ بھی تم سے دور چلا گیا اپنے ڈیڈ کے ساتھ۔"

ہیلری بھی آ گئی تھی۔ میڈیا اور پریس میں مورنے سٹیسن کی موت کی خبر نے تہلکہ مچایا ہوا تھا۔ ہر شخص اس کی جوان موت پر رنجیدہ تھا۔

کلفٹن روڈ کے علاقے میں ایماؤ نے گھر خرید لیا تھا۔ سر چھپانے کی چھت کے طور پر اور اس نے اس فیشن

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

انڈسٹری کی فرم میں جاب کرلی تھی۔

''میڈیا پر خوب چرچا ہوا کہ گلوکارہ ایماؤ نے اپنا سب کچھ مستحق لوگوں کے لیے وقف کردیا۔'' وہ معروف گلوکارہ تھی۔ ہر بندہ حیران تھا۔ یہ جان کر کہ ایک چھوٹے سے گھر کے علاوہ اب اس کے پاس اور کچھ نہیں ہے۔ اس کا ایمان تھا۔ جو مال مجھے اللہ نے دیا اسی کو لوٹا رہی ہوں' اس کے بندوں کے لیے۔

ایماؤ نے گلوکاری چھوڑ دی تھی۔ وہ مورنے سٹیسن کے بغیر کیسے گا سکتی تھی۔ اسے کنسرٹ کرنے کی بڑی بڑی آفرز مل رہی تھیں لیکن اس نے منع کردیا۔ اس کا سیلری کا پیکیج تسلی بخش تھا' جو اس کی ضرورت سے کہیں زیادہ تھا۔ ایماؤ پیلس کو ایماؤ یونیورسٹی کا نام دے دیا گیا تھا' جہاں مستحق بچے اسکالر شپ پر تعلیم حاصل کررہے تھے۔ اس انسٹیٹیوٹ کی لائبریری بہت بڑی تھی۔ وہاں دنیا کے ہر مذہب کے افراد مختلف کتابوں سے استفادہ کرتے تھے' لیکچر بھی دیئے جاتے تھے۔ مورنے سٹیسن کی تصاویر آویزاں تھیں۔ ایماؤ زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی۔ دن تو اس کا اچھا گزر جاتا تھا لیکن راتیں اس پر عذاب بن کر اترتی تھیں۔ جس شخص سے خود سے بڑھ کر محبت کی جائے' جب وہ زندگی سے نکل جائے تو پھر کیسے جیا جاسکتا ہے۔ لیکن زندگی اسے گزار رہی تھی۔ اس کی سنہری آنکھوں کی وہ دائمی چمک کھوگئی تھی' جن میں یاسیت تھی۔ حزن وملال کے پہر ٹھہر چکے تھے۔

''کیا میں سٹیسن کے بغیر زندہ ہوں......؟'' تب ہیلری اسے سمجھاتی تھی۔

''دیکھو ایماؤ' تمہارے بچے اور سٹیسن کی اتنی ہی زندگی تھی۔ جب تم پریشان ہوتی ہو تو آسمانوں پر وہ بھی تمہاری وجہ سے پریشان ہوجاتے ہوں گے۔ پلیز خود کو ڈپریشن کے فیز سے نکالو۔''

پھر اس کی ملاقات تابین علی سے ہوئی' جو اس کے ڈپارٹمنٹ میں آئی تھی۔ دونوں کا کام ایک جیسا تھا' وہ میز بھی ایک ساتھ شیئر کرلیتی تھیں' اسی بناء پر ان میں جلدی دوستی ہوگئی تھی۔ تابین اب بھی ویک اینڈ پر اسے اپنے گھر بلالیتی تھی۔ تابین کی والدہ ثریا' ایماؤ کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ تابین سے ملاقات کے بعد وہ اس سے کافی متاثر ہوئی تھی اور اس میں کافی تبدیلیاں آئی تھیں۔ اب وہ شراب کو ہاتھ نہیں لگاتی تھی' سگریٹ بھی بہت کم کردی تھی۔ ہر اتوار کو چرچ سے واپسی پر سٹیسن کی قبر پر جاتی تھی۔ پھول اور کیک اس کی قبر پر رکھتی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پرندے کیک کے گرد منڈلانے لگتے۔

ایماؤ چند دنوں سے الجھی الجھی تھی۔ تابین کے بار بار پوچھنے کے باوجود ایماؤ گریمر نے کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا۔ گلوکاری میں وہ ایماؤ گریمر کے نام سے پکاری جاتی تھی' سو اسی سرنام کو ساتھ لے کر چل رہی تھی۔ ایماؤ نے تابین سے حدیث مبارکہ کی کتب کی فرمائش کردی تھی۔ تابین' ایماؤ کے اس رجحان پر خوش تھی۔ تابین خود سے اپنے مذہب کے بارے میں ایماؤ سے کوئی بات نہیں کرتی تھی۔

ہفتہ کو خصوصی دن کی وجہ سے آفس سے چھٹی تھی۔ ایماؤ بلاوجہ بے چینی محسوس کررہی تھی۔ وہ تابین کے گھر پہنچ گئی۔ ثریا بیگم' ایماؤ کو دیکھ کر خوش ہوگئی تھیں۔ صبا نے پکوڑے بنائے ہوئے تھے' جو ایماؤ کو بہت پسند آئے تھے۔ وہ رغبت سے کھارہی تھی۔ یہاں آ کر وہ اچھا محسوس کرتی تھی۔ تابین' ایماؤ کو بتارہی تھی۔

''یہاں کی مسجد کے ساتھ جڑا ہوا اسلامک سینٹر بھی ہے۔ ہفتہ اتوار یہاں مختلف ممالک سے اسلامی اسکالرز آتے ہیں۔ امی اور بھابی بھی باقاعدگی سے وہاں جاتی ہیں۔ میں صرف سنڈے کو جاتی ہوں۔''

''دمشق سے آئی مذہبی اسکالر ڈاکٹر عمارہ کا لیکچر ہے۔ صبا بتارہی تھی آج کا ٹاپک انسانی خصلت پر مبنی ہے۔ انسان کیوں اس دنیا میں آیا۔''

''ایماؤ' میں یہ بیان مس نہیں کرنا چاہتی۔ اگر تم محسوس نہ کرو تو میں ایک گھنٹہ کے لیے چلی جاؤں۔ تم ٹی وی' چائے' کافی انجوائے کرنا' تب تک میں آجاؤں گی کیونکہ امی اور صبا بھی جارہی ہیں ناں۔'' ایماؤ گریمر نے اس کی تمہید کا

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

کوئی جواب نہ دیا۔

"اگر میری بات تمہیں ناگوار گزری ہو تو آئی ایم سوری' میں نہیں جاتی......"

"ارے تابین' ایکچولی میں سوچ رہی ہوں' میں بھی تمہارے ساتھ چلوں؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ اگر تم آنا چاہتی ہو تو موسٹ ویلکم۔"

"وہاں کے لوگوں کو برا تو نہیں لگے گا میرا وہاں آنا؟"

"ارے نہیں ایماؤ' میری جان سب کو بہت اچھا لگے گا۔ سب کو دلی خوشی ہوگی کہ مسیحی لڑکی ہمارا مذہبی لیکچر سننے آئی ہے۔" تابین دل میں بہت خوش ہو رہی تھی۔

ایماؤ سے واقعی اس کا قلبی تعلق جڑ گیا تھا۔ اللہ دلوں کے حال جانتا ہے۔ اس نے کس کی بخشش کا حکم دینا ہے' اس کا علم انسان کو نہیں ہے۔ تابین چاہتی تھی اللہ پاک ایماؤ کو جہنم کی آگ سے بچا لے۔ ایماؤ نے اس سے پوچھا۔

"تابی' جس طرح تم وضو کرتی ہو' میں بھی کر لوں؟"

"کیوں نہیں۔"

"تم مجھے بتاؤ' وضو کیسے کرتے ہیں۔" تابین اس کے پاس کھڑی بتاتی رہی اور ایماؤ وضو کرتی رہی۔ اس نے گلے میں جھولتے اسکارف کو سر پر لے لیا تو تابین نے اسے پن اپ کر دیا تھا۔ شیشے میں ایماؤ نے خود کو دیکھا تو مسکرائی۔ اسے اپنا آپ بہت اچھا محسوس ہوا تھا۔

"ایماؤ' تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔"

امی اور صبا نے بھی اس کی تعریف کی تھی۔ ایماؤ کو خود میں چینج اور نیا پن محسوس ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آسودہ چمک اتر آئی تھی۔

ڈائس کے سامنے کھڑی مقررہ' جنہوں نے اسکن کلر گون' نیوی بلیو اسکارف لے رکھا تھا' نہایت سہل انداز میں بیان کر رہی تھیں۔ ان کا ایک ایک گداز پن لیے جملہ ذہن میں بیٹھ رہا تھا۔ انسانی تخلیق' انسانی طبیعت کے بارے میں حدیث مبارکہ کی روشنی میں بات کر رہی تھیں۔

"پہلی جبلت آدم کو حوا نے جنت سے نکلوایا۔ دنیا میں کیوں آئے؟ آ کر کیا کارنامے انجام دیے؟ دنیا میں جمع کرتے کرتے کتنا جی لیں گے۔ ساٹھ سال' ستر سال پھر کہاں جائیں گے؟ شہرت' عروج' راتوں کی پارٹیوں میں شراب و شباب سے لطف اندوز ہو کر اپنے نفس کو لمحوں کی تسکین بہم پہنچا لی۔ راہ چلتے کسی گاڑی نے کچل دیا' دوسرا سانس بھی نہ آیا۔ روح غائب' نفس روح کی غلامی سے آزاد' موت سے دولت' شہرت کو ضرب دو' جواب زیرو۔"

ایماؤ کا تنفس اچانک تیز ہو گیا۔ اس کی ٹانگیں کانپنے لگی تھیں۔

"کوئی ارب پتی مر جائے' وہ صرف چند گز کپڑے میں قبر میں اتارا جائے گا۔ بینکوں میں دولت کے انبار لگے رہ گئے' وہ دولت بھی اسے بچا نہ پائی۔ وہ زیرو کی نہج پر بے سرو سامانی کی حالت میں دوسروں کے چار کندھوں کا محتاج رہا۔ کیا موت کے بعد بھی کوئی اور دنیا ہے یا زیرو......؟ میڈیکل رپورٹس میں موت کے دو سو جوابات ہیں لیکن ایک جواب بھی آپ کو مطمئن نہیں کر سکتا۔ جنت کو پہنچاتے ہو' جہنم کا خوف دلوں کو لرزاتا ہے۔ سب کہتے ہیں یہ پر آسائش دنیا ہمارے لیے جنت ہے۔ اگر یہی جنت ہے تو مرنے کے بعد کہاں جاؤ گے؟ اس جنت کے حق دار بن جاؤ جو خداوند نے مرنے کے بعد اپنی مخلوق کے لیے بنائی ہے' جو مومنین ہیں' وہ حق دار ہوں گے اس جنت کے۔ وہ دن میں کتنی بار پکار کر مخاطب ہوتا ہے اپنے بندوں سے۔ میرے فرماں بردار بن جاؤ۔ میرے احکامات پر عمل کرتے ہوئے مسلمین کے گروہ میں داخل ہو جاؤ پھر میں تم سے جنت کا وعدہ کرتا ہوں۔ پہلا قدم میری اطاعت میں بڑھاؤ' دس قدم میں تمہاری طرف بڑھوں گا۔ رب العالمین فرماتے ہیں...... 'میں تمہارے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہوں تم اور دلیر ہو جاتے ہو۔ نعمتیں میں عطا کرتا ہوں' سجدہ غیر اللہ کو کرتے ہو' اس لمحے کائنات کانپ اٹھتی ہے بندے کی نافرمانی پر۔ اللہ عفو و درگزر کرنے والا ہے۔ بندے کی توبہ کا منتظر رہتا ہے۔ اپنی رحمتوں کے دروازے کھلے رکھتا ہے۔ اپنی ضروریات میں سے پہلے اللہ کو پہچانو۔ امارات'

UUNOVELS.COM

چکا چوند روشنیوں سے اپنی آنکھیں خیرہ نہ کرو۔ بوسیدہ قبروں کو دیکھو‘ اس کی اندر کے مکینوں کو دیکھو۔ پیدائش اور موت کے مختصر وقت کو دیکھو۔" تابین نے ایماؤ کی طرف دیکھا۔ وہ اب باقاعدہ رو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو اس کے چہرے کو جل تھل کر رہے تھے۔ وہ وہاں سے اٹھی تو اس کی آنکھیں متورم تھیں۔

گھر کی طرف چلتے ہوئے وہ چاروں خواتین خاموش تھیں۔ شاید اپنے اپنے نفس سے ان کی سرد جنگ چھڑ گئی تھی۔ تقریباً کئی دن تک تابین اور ایماؤ کی اس اجتماع کی بابت بات نہیں ہوئی تھی۔ جمعہ کی شام میٹرو ٹرین سے اترتے ہوئے وہ دونوں کلنٹن روڈ سے گزرتے ہوئے سیکٹر ایٹ کی جانب جا رہی تھیں‘ تب ایماؤ گریمر گویا ہوئی۔

"تابی میں تو غیر مسلم ہوں‘ کیا جہنم میرا انتظار کر رہی ہے؟"

"ایماؤ تم ایسا کیوں سوچتی ہو؟"

"میں نے تمہارے قرآن پاک میں بھی پڑھا ہے۔ جہنم مشرکین کے لیے ہے۔ صرف وہ کلمہ گو جنت میں داخل ہوں گے جو مومنین میں سے ہوں گے۔ اسلام کے پانچوں ارکان کے پابند ہوں گے۔ میں نے تو اپنے مذہب کو بھی کبھی فالو نہیں کیا‘ حالانکہ میں بھی اہل کتاب ہوں۔ ہماری کتاب میں بھی گناہوں سے بھاگنے کا ذکر ہے۔ بائبل پڑھنے کا حکم ہے۔ شراب اور برائی عورت سے دور رہنے کا تذکرہ ہے۔ دھوکہ فریب چوری سے منع کیا گیا ہے لیکن‘ ہم وہی کام کرتے ہیں جسے ممانعت قرار دیا گیا ہے۔ تمہارا دین مجھے متاثر کر رہا ہے۔ یہودی بھی اہل کتاب ہیں‘ ان کی بھی مذہبی کتابیں میں نے پڑھی ہیں لیکن جو بات تمہارے قرآن میں پائی ہے‘ وہ انہماک و دلچسپی باقی جگہوں پر مجھے محسوس نہیں ہوئی۔ حالانکہ تورات‘ زبور‘ انجیل بھی آسمانی کتابیں ہیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان میں تبدیلیاں لائی گئی ہیں۔ میری روح کو اکساتی ہے مسلم ریلیجن کی تھیوریز۔ میری سوچیں‘ میرا ذہن الجھاتی ہیں‘ مجھے سوچنے پر اکساتی ہیں۔ میرے ذہن میں اس میں لکھی گئی باتیں بازگشت کی صورت میں گھومتی ہیں تابین‘ میرا ذہن تیزی سے بدل رہا ہے۔" تابین مسکرائی۔

"ایماؤ‘ تمہارے ذہن کے ساتھ ساتھ تمہارا دل بھی‘ تیزی سے بدل رہا ہے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ میرا دل خداوند کی وحدانیت کو پکارتا ہے۔ اس کی برتری و واحد معبود ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ ہمارے گاڈ‘ اللہ پاک کے پسندیدہ بندے ہیں‘ جو آسمانوں پر رہتے ہیں۔" ایماؤ نے تابین سے کہا۔

"جب تمہارے رسول ﷺ معراج پر گئے تھے‘ اللہ پاک سے ملاقات کرنے تو پانچویں آسمان پر انہیں ہمارے یسوع مسیح ملے تھے۔" تابین نے سرعت سے ایماؤ کی طرف دیکھا۔

"ایماؤ تمہیں کیسے پتا؟"

"تم نے مجھے حدیثوں کی جو کتاب دی تھیں‘ ان میں پڑھا ہے۔ تب مجھ پر بہت اثر ہوا۔ میرا دل جیسے کوئی اپنی جانب کھینچ رہا ہے۔" ایماؤ کا گھر آ گیا تھا۔

"تابی تم میرے گھر چلو‘ مل کر کافی پیتے ہیں اور مجھے تم سے چند ضروری باتیں بھی کرنا ہیں۔" ایماؤ کے گھر میں داخل ہوتے ہوئے تابین نے صبا کو میسج کر دیا تھا۔

"میں ایماؤ کے گھر رک رہی ہوں۔ جب ڈپارٹمنٹل اسٹور سے بریک فاسٹ کا سامان لینے نکلو تو واپسی پر مجھے پک کر لینا۔"

"ایماؤ میں کافی بناتی ہوں۔ کھانے کو کچھ ہے؟ بھوک لگ رہی ہے۔" اس نے کچن میں آتے ہی فریج کھولا۔

"ہاں بیکری کا سامان ہے۔" آج بھی اس کے کچن کی وہی پرانی حالت تھی۔ اس نے بے ترتیبی سمیٹی‘ گندے برتن دھوئے اور ٹی ٹرالی گھسیٹتی لاؤنج میں آ گئی۔ ایماؤ ہمیشہ کی طرح کاؤچ میں دھنسی اونگھ رہی تھی۔

"ایماؤ‘ کافی پی لو۔" وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ تابین نے ایک پلیٹ میں براؤنی رکھ کر اس کی طرف بڑھائی۔ کافی کا مگ اس کے نزدیک سرکایا۔ وہ خود بھی کھانے لگی۔ ایماؤ‘ تابین کو بتا رہی تھی۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

"میں نے میٹ کھانا چھوڑ دیا ہے' بیکڈ فوڈ لاتی ہوں' جن میں فش یا سبزی آئٹمز ہوتے ہیں۔" تابین زیرلب مسکرائی۔ وہ جانتی تھی غیر مسلم کیونکہ حرام کھانے کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ پہلے یقیناً ایماؤ ایسا کھانا کھاتی ہوگی' اب اس نے ترک کردیا ہے تو اچھی بات ہے۔

"ایماؤ' تم مجھ سے کوئی بات کرنا چاہتی تھیں؟"

"تابی' میں تمہارے اسلام کے بارے میں بہت عرصے سے سوچ اور پڑھ رہی ہوں۔ جتنی گہرائی میں جاتی ہوں' تشنگی بڑھتی ہے' دل رک رک جاتا ہے۔ تمہارے محمد ﷺ کو میں بھرپور عقیدت سے آئیڈیلائز کرنے لگی ہوں۔ مجھے ان کا ذکر کرنا' ان کے بارے میں پڑھنا اچھا لگتا ہے۔ ایسا جان بوجھ کر میں نے خود پر مسلط نہیں کیا۔ نہیں جانتی ہوں یہ کیسے احساسات ہیں' کون سی غیر مردی طاقت یا احساس ہے جو میری روح کو اپنی جانب کھینچتا ہے۔"

"ایماؤ' تم صحیح محسوس کرتی ہو واقعی دین اسلام ایسا ہی ہے۔"

"تابی میں تمہارا دین اپنانا چاہتی ہوں۔ کیا تم میری مدد کروگی؟" تابی نے بے یقینی سے ایماؤ گریمر کو گھورا۔

"ایماؤ' تم پوری ایمان داری سے اس مذہب کو اپنانا چاہتی ہو؟"

"میں نے بہت سوچا پھر اس نتیجہ پر پہنچی ہوں۔ مورنے سٹیسن کے جانے کے بعد میں' میں نہیں رہی تھی' بری طرح ٹوٹ گئی تھی۔ ہر شب اپنے آپ سے لپٹ کر روتی رہی' اللہ نے تمہیں بھیج دیا میرے لیے۔ تمہاری توجہ نے مجھے سنبھال لیا پھر تمہارے گھر کے ماحول نے مجھے حیران کردیا۔ جب تم نے مجھے مصحف لاکر دیا' میں جب جب پڑھتی رہی آگہی' ادراک مجھ پر کھلتے رہے۔"

"ایماؤ اگر تم خلوص دل کے ساتھ ہمارے مذہب کے دائرے میں خود کو لانا چاہتی ہو تو تمہارا یہ عمل ہمارے لیے باعث فخر ہے۔ تمہاری لبیک کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔ ایماؤ' مجھے فخر ہے تم پر۔" ایماؤ اس کی باتوں پر مسکراتی رہی۔

"اتوار کو تم میری طرف آنا' میں تمہیں مسجد ایمن کے مدرسے لے جاؤں گی' جہاں پہلے بھی تم ایک بار گئی ہو۔ اس مدرسے کو میم اقصیٰ گل چلاتی ہیں۔ وہاں اکثر و بیشتر مشائخ الاسلام آتے رہتے ہیں۔ جمعہ کو بھی کسی تبلیغی اسکالر نے آنا تھا' اتوار تک وہ رہیں گے' وہ تمہیں کلمہ طیبہ پڑھا دیں گے۔ گھر جاکر امی سے بات کرکے میں اقصیٰ گل سے بھی بات کرتی ہوں۔ ان شاء اللہ تمہاری یہ خواہش بہت جلد پوری ہوجائے گی۔" تابین اپنی جگہ سے اٹھی اور ایماؤ کو گلے لگالیا۔

❁ .... ❁ .... ❁ .... ❁

ایماؤ گریمر مسلمان ہوگئی تھی۔ وہ بہت خوش تھی۔ اس کا نام خدیجہ گل رکھا گیا تھا۔ اقصیٰ گل نے کہا۔

"خدیجہ میں اپنے نام کا دوسرا حصہ تمہیں دیتی ہوں' یعنی گل۔" خدیجہ گل کو اپنا نام بہت اچھا لگتا تھا۔ وہ پورے نام سے پکاری جاتی تھی۔ تابین نے اسے بتایا تھا' تمہارے نام کی خاصیت یہ ہے۔

"پہلی ایمان لانے والی مسلمان خاتون حضرت خدیجہؓ ہمارے نبی ﷺ کی پہلی زوجہ' جن سے ہمارے نبی ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی تھی۔" وہ رات اقصیٰ گل کے مدرسے جاتی تھی۔ اقصیٰ گل خصوصی طور پر اسے وقت دیتی تھیں۔ وہ ان سے اسلامی تعلیمات لے رہی تھی۔ اب اکثر وہ اقصیٰ گل کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتی تھی۔ خدیجہ گل کی گزشتہ زندگی کے بارے میں تابین نے اقصیٰ گل کو مختصر بتادیا تھا۔ اقصیٰ گل نے خدیجہ سے کہا تھا۔

"تم مورنے سٹیسن کے لیے خصوصی دعا کیا کرو۔"

ہمیشہ سٹیسن کے ذکر پر وہ اداس ہوجایا کرتی تھی۔ وہ سٹیسن کے لیے ہمیشہ دعا کرتی تھی۔ اب وہ اقصیٰ گل سے قرآن پاک پڑھ رہی تھی۔ سورۃ یٰسین اس نے زبانی یاد کرلی تھی۔ اب وہ میٹھی اور پرسکون نیند سوتی تھی۔ اسلام اعتدال سکھاتا ہے' خودی کی اصلاح کی طرف توجہ مبذول

UUNOVELS.COM

کراتا ہے۔ وہ اپنی اصلاح کی کوشش میں لگی رہتی۔ اقصیٰ گل نے خدیجہ کو مشورہ دیا تھا۔

"تم عبایا پہننا شروع کردو۔ ایسے عمل سے خود میں اچھی تبدیلی محسوس کروگی۔" جب وہ عبایا پہن کر آفس گئی تو اس کا خوب مذاق اڑایا گیا۔ یہ لوگ خدیجہ کے اسلام میں آنے کی وجہ تابین علی کو سمجھتے تھے۔ یقیناً اس نے اکسایا ہوگا اسے خوب ستایا جاتا۔

باقی وقت وہ کسی نہ کسی ہاسپٹل یا تعلیمی ادارے میں دے دیتی۔ عارب بن سراقہ کی توجہ دن بدن خدیجہ پر بڑھ رہی تھی۔ وہ انہیں اپنا روحانی استاد سمجھتی تھی۔ خوش ہوتی کہ استاد محترم مجھ پر خاص توجہ دیتے ہیں۔ اللہ کی جانب سے وہ اندھیروں کی طرف سے روشنیوں کی جانب لوٹائی گئی تھی۔ چھٹی کے اس دن وہ ہفتہ بھر کا کچن کا سامان لینے قریبی اسٹور آ گئی تھی۔ سلیپ کھولتے ہوئے درج پیکٹ ٹرالی میں ڈالتی کاؤنٹر تک آ گئی تھی۔ اس وقت وہ وزنی شاپنگ بیگز گاڑی کی بیک سیٹ پر رکھ رہی تھی' ایک مانوس سی آواز سے وہ چونکی۔

"خدیجہ گل۔" اس نے سرعت سے مڑ کر دیکھا۔ عارف بن سراقہ اس کے سامنے کھڑے مسکرا رہے تھے۔ اپنے روایتی لباس میں' سر پر امامہ پہنے وہ بہت اچھے لگ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر کھلی کھلی گداز مسکان عود آئی تھی۔

"ہائے' کیا حال ہے آپ کا؟"

"الحمدللہ آپ کیسی ہیں؟"

"الحمدللہ۔" اس نے انہی کے انداز میں کہا تو وہ مسکرا دیے۔

"کچھ خریدنے آئی تھیں؟"

"جی۔"

"یہاں سے گزر رہا تھا تو سوچا کچھ سامان لیتا جاؤں۔ خدیجہ آپ کا گھر یہاں سے نزدیک ہے ناں؟"

"جی ہاں۔"

"چائے کی آفر نہیں دیں گی؟" خدیجہ گل نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"میں تنہا رہتی ہوں اور کسی غیر محرم کو اپنے گھر میں آنے کی دعوت نہیں دے سکتی۔" وہ مبہم سا مسکرائے۔ ان کی معنی خیز نظریں اسے بے چین کر گئیں۔

"یہی بیٹھتے ہیں۔" سٹنگ ایریا کی طرف خدیجہ گل نے اشارہ کیا۔ "یہاں کی کافی مزے دار ہوتی ہے۔ ایک بار میں نے اور تابین نے گاڑی میں بیٹھ کر پی تھی۔" وہ سٹنگ ایریا کی طرف بڑھنے لگی۔

مجبوراً عارب بن سراقہ کو اس کے پیچھے آنا پڑا۔ موسم کافی بہتر تھا' اسٹرانگ کافی نے ان کے جسم کو خاصی حرارت پہنچائی تھی۔ رسمی گفتگو کے بعد وہ خدیجہ سے کہہ رہے تھے۔

"آپ نے گلوکاری کیوں چھوڑ دی؟ وہ بھی عین عروج کے دور میں حالانکہ آپ تو بہت مشہور تھیں۔" اس نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔

"آپ میرے کنسرٹ دیکھنے آتے تھے؟" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ چبھن زدہ لہجے کا وار کر گئی۔

"نہیں..... نہیں۔" انہوں نے لاپروائی سے شانے اچکائے۔

"ایک مرتبہ اقصیٰ گل نے ذکر کیا تھا۔ وہ آپ کی تعریف کر رہی تھیں۔"

"استاد محترم' وہ خود بہت اچھی ہیں۔ وہ کسی کے ماضی پر نظر نہیں رکھتیں۔" عارب بن سراقہ نے بے قراری سے پہلو بدلا۔ گلے کو کھنکار کر صاف کیا۔

"خدیجہ گل' آپ نے انتہائی سچائی کے ساتھ اسلام اپنایا ہے۔" وہ سوچ رہی تھی زمانہ کہاں سچے دین دار کو مومنین کی صف میں شامل کرتا ہے۔ ماضی طنزیہ کچوکوں کی صورت یاد کرایا جاتا ہے۔ اس کی سنہری آنکھوں میں حدت بھری یورش بڑھی تھی۔ وہ کافی کے بڑے بڑے سپ لینے لگی تھی۔

"آج رات آپ آئیں گی؟" وہ عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ان کی دہکتی آنکھوں میں گونگے الفاظ آ بسے تھے۔ ان کے اس انداز سے اسے گھبراہٹ محسوس

UUNOVELS.COM

ہو رہی تھی ورنہ آج سے پہلے اس نے ان کی بابت ایسا لہجہ محسوس نہیں کیا تھا۔ خدیجہ نے جان بوجھ کر ان کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔

"خدیجہ آپ کا خیال مجھے اکثر آتا ہے۔" اس نے چونک کر حیرانی سے انہیں دیکھا۔ آج یہ مشائخ دین کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ ان کی گہری ہوتی مسکراہٹ کو جیسے زبان مل گئی تھی۔ ہونٹوں سے کافی کا مگ لگاتے ان کی گہری ہوتی مسکراہٹ اور شہد آلود آنکھیں اس کے چہرے پر گڑھی ہوئی تھیں۔ یہ تو معروف مذہب دین دار شخصیت ہیں، جن کی زبان پر صرف اللہ اور اس کے رسول کا ذکر رہتا ہے۔

"آئی مس یو خدیجہ گل۔" وہ پوری جان سے لرز اٹھی۔ اچانک دل دکھ بھرے تاسف سے بھر گیا تھا۔ وہ ابھی اسی دکھ سے نہیں نکلی تھی کہ وہ پھر بولے۔

"خدیجہ گل، میں آپ کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ مجھے اس قابل سمجھتی ہیں؟" وہ پریشان حال اس دین کی دعوت دینے والے شخص کو دیکھ رہی تھی۔ کیسی گھٹیا باتیں کر رہا تھا وہ۔

مورنے سٹیسن غیر مسلم تھا لیکن تنہائی پاتے ہی اس نے بھی کبھی اس سے ایسی باتیں نہیں کی تھیں۔ وہ خاصی ڈسٹرب دکھائی دے رہی تھی۔ خالی کپ اس نے ویسٹ باسکٹ میں پھینکا اور تیزی سے اپنی گاڑی کی جانب بڑھی، جو پارکنگ لاٹ میں کھڑی تھی۔ خدیجہ کی سنہری آنکھیں اب باقاعدہ ٹپ ٹپ آنسو گرا رہی تھیں۔ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اللہ کی رضا پر حجاب اوڑھنے والی لڑکی بے طرح سسک رہی تھی۔

"میرے رب میں تیری بندی، تیرا حکم میں نے مانا۔ تیرے بتائے راستے پر بھروسا کرتے ہوئے نہایت خلوص اور نیک نیتی سے اس دین کے دائرے میں داخل ہوئی ہوں اور یہاں تیرے لوگوں کا یہ حال ہے جو بشر اپنے نفس کا پجاری ہو وہ تیرہ چاہ میں کیسے فنا ہو سکتا ہے؟ مالک میں تو ایک غیر مسلم تھی، جب تیرے حکمات میں خود کو پابند کیا، تب سے تو میں اپنے موجودگی بھی نہیں رہی۔ میرا اندر باہر میرا روم روم تیری ثناء کی تسبیح کرتا ہے۔ تیرا یہ بندہ، جسے دنیا عالم دین، مشائخ الاسلام سمجھتی ہے، اس نے مجھے تنہائی میں دیکھ کر میرے ساتھ کیسی گفتگو کی ہے۔" خدیجہ پریشان تھی۔ سامان گاڑی سے نکال کر اس نے فریج میں اسٹور کیا اور لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئی۔ ٹی وی اسکرین آن کی، اس نے تمام اسلامی چینل سیٹ کر رکھے تھے۔ اس نے تابین کو میسج کیا۔

"دل اداس ہے، گھبراہٹ محسوس ہو رہی ہے۔ کیا کروں؟" تھوڑی دیر بعد اس کا جواب آ گیا۔

"ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ نماز پڑھو اور پھر ایک تسبیح یاحی یاقیوم کی پڑھو، اطمینانِ قلب کے لیے دعا کر کے خود پر پھونک لو۔ تمہیں سکون آ جائے گا۔" اس نے ایسا ہی کیا، واقعی تھوڑی دیر بعد وہ پرسکون ہو گئی تھی۔ اس وقت وہ سونا چاہتی تھی۔

وہ رات کو اقصیٰ گل کی طرف آئی تھی۔ عشاء کی نماز اقصیٰ گل مدرسے کے ہال میں پڑھتی تھیں۔ آس پاس کی خواتین بھی شامل ہوتی تھیں۔ عارب بن سراقہ عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد حسب معمول آدھے گھنٹے کا خطبہ دینے والے تھے۔ اس وقت انہوں نے سورۃ نور کی چند آیات تلاوت کی تھیں۔ کیا خوب صورت آواز تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا، وہ صرف اللہ کے ذکر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اپنے اطراف کی انہیں کوئی خبر نہیں۔ ایسی سریلی، میٹھی، امرت بھری آواز نے حاضرین کے دلوں کو اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب اللہ کا ذکر کرتے تھے تو ان کی خوش ایمان آواز سن کر جنگلوں کے جانور بھی اپنی پناہ گاہوں سے باہر نکل آتے تھے۔ مشرکین چھپ چھپ کر آپ کو سنتے تھے۔ مقرر فرما رہے تھے۔

"دین کی سمجھ اللہ اپنے ہدایت پانے والے بندوں کو دیتا ہے۔ اللہ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ میرا کون سا بندہ میرا حکم مانتا ہے، میرے محبوب محمد ﷺ کے راستے پر چلتا ہے، میرے رسول ﷺ تو وہی فرمائیں گے جو جبرائیل علیہ

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

السلام کے ذریعے وحی کی صورت اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے پیغام بھیجا۔ میرے محترم بھائیوں اور بہنوں! اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ اس سے پہلے کہ زندگی شام کی صورت ڈھل جائے۔ آخری خطبے میں میرے نبی ﷺ نے فرمایا' کسی دوسرے شخص کی عزت' مال و جان تم پر حرام ہے۔" عارب بن سراقہ بول رہے تھے۔ خدیجہ گل نہایت افسردہ تھی۔ آج ان کا لب ولہجہ اسے متاثر نہیں کر رہا تھا۔

"یہ دوغلا آدمی کچھ نہ بولے تو اچھا ہے۔" عارب بن سراقہ کی آواز پھر اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ وہ کہہ رہے تھے۔

"سب تبلیغ ضرور کریں۔ اللہ کے بندے سیکھ رہے ہیں۔ اللہ کا پیغام دلوں میں اتر رہا ہے۔ ہر اس جگہ جاؤ جہاں تم جاسکتے ہو۔ بے شک آبلہ پائی سے چور ہو جاؤ۔ اللہ کا پیغام اس کی مخلوقات تک ضرور پہنچاؤ۔ یہ نہ سوچو کہ تمہارا یہ عمل اللہ کو خوش کرے گا۔ یہ سوچو اللہ کی مخلوق راہ راست پر آتے ہوئے' اللہ کے حکم سے دوزخ کی آگ سے بچ جائے گی۔ اپنے اندر بے یقینی کو مت آنے دو۔ یقین کے ساتھ جہاد کے لیے نکلو۔ اللہ کے حکمات جو تم اللہ کے حکم سے اس کے بندوں تک پہنچا رہے ہو' ان بندوں کے دلوں کی سیاہ کاریاں مٹا کر انہیں اللہ کا قرب حاصل ہو جائے گا۔" اس وقت عارب بن سراقہ زار و قطار رو رہے تھے۔ ان کا چہرہ' داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئے تھے۔ مجلس میں موجود تمام نفوس آبدیدہ ہو گئے تھے۔ اقصیٰ گل کی وجہ سے خدیجہ گل وہاں بیٹھی تھی ورنہ اس شخص کی عزت اس کے دل سے ختم ہو گئی تھی۔ وہ کل سے شدید الجھن کا شکار تھی۔

"مغرب کی سب عورتیں تو بکاؤ مال سمجھی جاتی ہیں۔ بھئی تم تو خود کو اللہ کا نیک بندہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہو' پھر ہوس بھری نگاہوں سے مجھے کیوں گھورتے ہو؟" اس نے جھرجھری لی۔ "لوگ سمجھتے ہیں تمہاری آنکھیں اللہ کی محبت میں چور جاہ و جلال والی بن گئی ہیں پھر مجھے ان میں شیطان نظر کیوں آتا ہے۔ کیا اسی کو دین اسلام کہتے ہیں؟ میں تو اس دین کو عزت و تکریم دیتی ہوں لیکن یہاں ایک

naeyufaq.com
مغربی اور مشرقی ادب کی منتخب کہانیوں کا مجموعہ
ماہنامہ
نئے اُفق
کراچی
لفظ لفظ ہنگامے سطر سطر تجسس سے بھرپور تحریریں
ایسی کہانیاں جو اس سے قبل آپ نے نہیں پڑھی ہوں گی
مغربی ادب سے انتخاب
جرم و سزا کے موضوع پر ہر ماہ منتخب ناول
مختلف ممالک میں چلنے والی آزادی کی تحریکوں کے پس منظر میں
معروف ادیبہ زریں قمر کے قلم سے مکمل ناول
ہر ماہ خوب صورت تراجم دیس بدیس کی شاہکار کہانیاں
اس کے علاوہ
خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی
خوشبوئے سخن اور ذوق آگہی کے عنوان سے مستقل سلسلے
اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق
پرچہ نہ ملنے کی صورت میں رجوع کریں (03008264242)
Info@naeyufaq.com
(021)35620771/2
0300-8264242

UUNOVELS.COM

عالم دین نے اپنے کردار کے رویوں سے کیسی اذیت سونپی تھی اس کی روح' بھروسے و یقین کو۔"

"خدیجہ گل تم ٹھیک ہو ناں؟" اقصیٰ گل کی بہو جمیلہ اس کے قریب دوزانوں ہو کر بیٹھ گئی۔

"جی میں اچھی ہوں۔" آنکھوں میں اترتی نمی اس نے پیچھے دھکیلتے مسکرا کر جمیلہ کی طرف دیکھا اور اس کا ہاتھ دبایا۔ تب جمیلہ نے اس کے گال تھپتھپائے۔ یک بارگی اس کے اندر کے سناٹوں کا طلسم منتشر ہوا۔

عارف بن سراقہ کا اس روز کا بیان بازگشت کی صورت اس کے کانوں میں سائیں سائیں کر رہا تھا۔ جیسے اس کے سینے پر کوئی کند نشتر چلایا ہو۔ اس کا بھروسا اعتماد ٹوٹ گیا تھا پھر خیال آتا دنیا میں سبھی لوگ تو ایک جیسے نہیں ہوتے۔ جس مذہب کو تم نے نیک نیتی سے اپنایا ہے' مشکلات کا سامنا تو لازماً کرنا پڑے گا۔ اس کا دھیان پھر اسی طرف آ جاتا تھا۔

"اپنی نیک نامی کا سہارا لے کر تم سابقہ مغرب کی عورت کو گناہ کے لیے اکسانا چاہتے ہو کہ میں تمہاری طرح پیدائشی مسلمان نہیں ہوں۔ تم جیسا پیدائشی مسلمان جو بھی کر لے اسے جنت میں جانے کا یقین ہوتا ہے۔ کسی اور اقلیت کا فرد جس قدر اچھا بن جائے اسے جہنمی' دوزخی سمجھا جاتا ہے کیوں...... تم کون ہوتے ہو ایسے فیصلے کرنے والے؟ ترازو تو اللہ کے ہاتھ میں ہے' جہاں نیکی و بدی تولی جا رہی ہے۔ کسی کو حق نہیں بنتا کہ وہ دوسرے کے بارے میں سوچے۔ میری عبادت' میری ریاضتیں' میری آنکھوں کا اللہ کی یاد میں روز محشر کے خیال سے دریا بنا' صرف میرا اور میرے رب کا معاملہ ہے۔ یہ فیصلہ کرنے والے تم کون ہوتے ہیں کہ میرا روم روم گندگی' غلاظت' تعفن زدگی میں لتھڑا ہوا ہے۔ چاہے تمام عمر آب زم زم سے دھوتی رہوں تو خود کو صاف نہیں کر پاؤں گی۔ یہ دنیا میرے ماضی کو کبھی نہیں بھولے گی۔ ماضی میں شراب نوشی کے علاوہ میں نے کوئی بڑا گناہ نہیں کیا۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنے رب رحیم سے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگی ہے۔ وہ معاف کرنے والا ہے' اسے اپنے بندے کی معافی پسند ہے۔ میرے رب اپنا بھیجا گیا یہ مقدس دین مجھ پر مکمل کر دے۔ تیری راہ میں نکلی ہوں' ثابت قدم رکھ' ہمت دے اور ایمان کی حالت میں میرا خاتمہ فرما۔" وہ بستر پر کروٹیں بدلتی یہی باتیں سوچتی رہتی تھی۔

اس شام خدیجہ گل کے سیکٹر کے سامنے سے گزرتے ہوئے اقصیٰ گل اس کے گھر آ گئی تھیں۔ اچانک انہیں دیکھ کر خدیجہ خوش ہو گئی تھی۔ اقصیٰ گل تعریفیں نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ اس نے چوڑی دار پاجامے پر لانگ شرٹ پہن رکھی تھی۔ کندھوں پر گرم شال تھی۔ سر پر وولن کی سفید ٹوپی کانوں تک کھینچ رکھی تھی۔ یہ ڈریس تابین نے اسے گفٹ کیا تھا۔

"خدیجہ گل' بہت اچھی لگ رہی ہو۔"

"تھینکس میم۔ آپ بیٹھیں میں کافی بنا رہی تھی' ابھی آئی۔" تھوڑی دیر میں دو مگ ٹرے میں رکھے ان کے نزدیک آ گئی۔

"یہ کچھ بیکری کا سامان ہے تمہارے لیے۔"

"شکریہ میم۔" اس نے میز پر رکھے شاپرز کی طرف دیکھا۔ کافی کے دور میں ہلکی پھلکی گپ شپ ہوتی رہی۔ وہ اس سے کہہ رہی تھیں۔

"خدیجہ گل' تمہاری تنہائی مجھے پریشان کرتی ہے۔ بیٹا' مجھے تم پر بھرپور اعتماد ہے لیکن زمانے پر بھروسا نہیں ہے۔ یہ معاشرہ تنہا عورت کو اپنی جاگیر سمجھنے لگتا ہے۔" وہ ان کی باتیں سنتے ہوئے کافی کی چسکیاں بھرتی رہی۔

"خدیجہ گل تم نے حدیث مبارکہ میں یقیناً پڑھا ہوگا "بیوہ کا نکاح کر دو" یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔ خدیجہ گل کسی مرے ہوئے شخص کی خاطر بیٹھنا ہمارے دین میں نہیں ہے۔ تم نکاح کر لو کیونکہ مجھے تمہاری فکر ہے۔" اس کو گھبراہٹ ہونے لگی۔ اس نے اقصیٰ گل کی طرف دیکھا۔

"اس میں تمہاری فلاح ہے بیٹا۔"

"میم' میں بہت نیک نیتی و خلوص کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئی ہوں لیکن اسلامی معاشرہ مجھے قبول نہیں

کررہا۔ آج بھی میرے ماضی کو کھنگالا جاتا ہے۔ مغرب کی عورت اسلامی معاشرے کے لیے گالی ہے۔"

"خدیجہ گل! سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔"

"میم! میں اب صرف اپنے اللہ کو تلاش کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم اس کی تلاش میں نکلی ہو تو ان شاء اللہ ضرور اسے پالوگی۔"

"ان شاء اللہ۔" پھر اس نے عارب بن سراقہ کی تمام گفتگو انہیں بتادی۔ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ پائیں۔ چھ ماہ سے وہ خدیجہ کو جانتی تھیں۔ اگر کوئی ان سے پوچھتا کہ آپ خدیجہ پر کتنا اعتبار کرتی ہیں تو وہ جواب دیتیں، خود سے زیادہ۔

اقصیٰ گل کا دماغ الجھ رہا تھا۔ جس آدمی کی زبان پر ہر وقت اللہ اور رسول ﷺ کا ذکر رہتا ہے، اللہ کی خوشنودی کی خاطر پوری دنیا کا سفر کرتا ہے، تکالیف و مشکلات سے دوچار رہتا ہے۔ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے ایسے روتا ہے کہ اس کی آنکھیں دہکتے انگارے بن جاتی ہیں، وہ اپنے نفس کا غلام ہے۔ اللہ کی راہ میں نفس کو مارنا پڑتا ہے۔ اللہ کی چاہ رکھنے والوں کو ہر ہر قریہ میں صرف اللہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کی یاد غفلت آنے ہی نہیں دیتی۔ اقصیٰ گل نے اسے اپنے گلے لگایا۔ وہ دونوں پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔

"میم! کیا مغربی عورت کو اللہ ملے گا...... وہ اس کی مستحق نہیں؟"

"میری بچی! جس نفوس کو اللہ نے اس دنیا میں بھیجا، وہ اللہ پر اس کی خوشنودی پانے کا پورا حق رکھتا ہے۔ اللہ تو بندے کو دعوت دیتا ہے، میری طرف رجوع کرو، مجھ سے مانگو، میں عطا کروں گا۔ خوش ہو کر تمہاری پکار سنوں گا۔"

خدیجہ گل کے دل پر چھایا تمام بوجھ اتر گیا تھا۔ وہ مطمئن دکھائی دے رہی تھی۔

"خدیجہ گل! میں تمہارے لیے اچھا سا لڑکا تلاش کروں گی۔"

"میم! میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔ جانتی ہوں میرا ماضی کبھی نہیں بھلایا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے، میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔" دوسرے روز شام کو اقصیٰ گل نے اسے میسج کیا۔

"میں نے عارب بن سراقہ سے کہہ دیا ہے اپنی رہائش کا کہیں اور انتظام کرلیں۔ وہ یہاں سے جاچکے ہیں۔" خدیجہ گل سوچ رہی تھی، واقعی دنیا میں سب ہی لوگ برے نہیں ہوتے۔ اچھوں کی وجہ سے ہی یہ دنیا اپنے مدار پر قائم ہے۔ خدیجہ گل کئی دنوں سے سوچ رہی تھی کہ کوئی بچہ گود لے لے۔ اس نے اقصیٰ گل سے بھی ذکر کیا تھا۔ انہوں نے بھی اس کے خیال کی تائید کی تھی۔

اقصیٰ گل کے ہاں کام کرنے والی فضیلت کے چار بچے تھے، پانچواں آنے والا تھا۔ اقصیٰ گل نے اس سے خدیجہ کی خواہش کا ذکر کیا تو فضیلت اور اس کا میاں خوشی خوشی راضی ہوگئے۔ اقصیٰ گل نے خدیجہ سے بات کی تھی۔ وہ بہت خوش ہوئی۔ اس نے بے بی کی خوب شاپنگ کی۔ فضیلت کے ہاں بیٹی ہوئی تھی، جو خدیجہ گل نے امریکہ کے قانون کے مطابق ایڈوپ کرلی تھی۔ اس کا نام حلیمہ گل رکھا گیا تھا۔

خدیجہ گل اب خوش تھی۔ اسے لگتا تھا حلیمہ گل کو اس نے جنم دیا ہے۔ اس بچی کے زندگی میں آنے سے وہ اپنے رب کی مزید مقروض ہوگئی تھی۔ اب اس نے اپنے اللہ کا یہ قرض اتارنے کے لیے دل و جان سے اس کا ہر حکم مانتے ہوئے حلیمہ گل کی بہترین پرورش کرنی تھی۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

www.naeyufaq.com

[illegible]

زینب ملک ــــــ ندیم

میں اس من موہنی صورت والی لڑکی کے دل میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ بہت محنت کرنی پڑتی ہے ان لڑکیوں کے دل میں جگہ بنانے کے لیے۔ بہت مشکل کام ہے۔ مجھ جیسے لڑکے کے لیے، جس کا یہ پہلا تجربہ ہو مگر اس تجربے کی خوشی کمال کی تھی۔ پہلا تجربہ ہی جب کامیاب ہو جائے تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا مگر ہم لڑکے بہت چالاک ہوتے ہیں۔ ہر قسم کی لڑکی کے دل میں کیسے جگہ بنانی ہے، ہم بخوبی جانتے ہیں۔ ان لڑکیوں کو پٹانے میں ہم ماہر ہوتے ہیں۔ میں بھی اسے اپنے پیار میں دیوانہ کر گیا تھا۔ ہم دونوں ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ دوستی کو محبت میں بدلنا اس کام میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی اور پھر میں تھا ہی اتنا جاذب نظر کہ کوئی لڑکی ''نا'' ہی نہیں کر سکتی تھی۔

میں حرم کو اس وقت تک خود سے منسوب کر لینا چاہتا تھا جب تک میری آرزو پوری نہ ہو جائے۔ وہ کبھی مجھ سے دور نہ ہو۔ ہوٹل کے لان میں وہ بنچ پر بیٹھی تھی۔ اس نے بے اختیار اپنی سرد ہتھیلیوں کو ایک دوسرے پر رگڑا۔ میں اس سے ناراض تھا دیکھنا چاہتا تھا کہ اسے میری ناراضی سے فرق پڑتا ہے یا نہیں۔ میں بظاہر بے نیاز سا بیٹھا اس کی کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

''آئی ایم سوری ناں۔'' وہ گرگڑائی یوں کہ آنسو اس کی پلکوں کی باڑ توڑ کر گال پر بہہ نکلے۔

''تم نہیں جانتیں آج میں کتنا خوش ہوں تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر...... ایسے ہی رویا تھا، ایسے ہی گڑگڑایا تھا جب وہ تمہارے بھائی کے ساتھ بھاگ گئی تھیں کیسے؟ تجھے بھی ایسے برباد کر کے میں تمہارے بھائی سے بدلہ لینا چاہتا ہوں۔'' بدلے کی آگ سے میرا روم روم جل رہا تھا۔ خود کو میں عجیب انسان لگتا تھا۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ جب گھر خوشیوں کی محفل سے سجا ہو، ہر سو آسودگی ہو لیکن پھر جب سب سیلاب میں بہہ جائے تو کتنا دکھ ہوتا ہے اور یہ ہی دکھ اب میں اسے دینا چاہتا تھا جب ہی دل بلیوں اچھل رہا تھا۔

کتنی تکلیف سہی ہم نے، کیا کیا دشواریاں تھیں کوئی نہیں جانتا تھا۔ معاشرے میں لڑکی کے بھاگنے پر کیا بھونچال آ جاتا ہے۔ بھاگنے والے اس سے ناواقف ہیں، لوگوں کی طرح طرح کی دقیانوسی باتیں، معاشرے میں عزت کا کھو دینا کیا ہوتا ہے۔ وہ ایک بھائی ہی جانتا ہے کیونکہ اس کو ہی لوگوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ناں۔ اس لڑکی کا باپ تو فوراً ہی سفید کفن میں منہ چھپا لیتا ہے اور ماں تمام دروازے بند کر کے بیٹھ جاتی ہے کہ نجانے کون سے در سے کیا سوال آ جائے۔

میری تربیت میں بدلا لینا شامل تو نہیں تھا مگر اس وقت کی یادیں مجھے اندھیرے کمرے میں چھوڑ جاتی تھیں۔ میں اپنی بہن اور بہنوئی کو بتانا چاہتا تھا کہ جب گھر کی عزت گھر کی چوکھٹ پھلانگتی ہے ناں تو پیچھے رہ جانے والوں پر کیا قیامت ٹوٹتی ہے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁ ...... ❁

عجیب لڑکی تھی نجانے کیوں میری اتنی فکر کرتی تھی۔ نجانے کیوں میری تڑپ سے وہ اتنا کانپ جاتی تھی۔ ہاں وہ محبت کا جذبہ تھا جو اس کے دل میں میرے لیے بہت فکر رکھتا تھا۔

''کیسے ہیں آپ؟'' صبح صبح ناشتے کی میز پر تھکاوٹ سے چور ہوتے بدن کے ساتھ بیٹھا تھا کہ

UUNOVELS.COM

محترمہ کے میسج سے میرے موبائل کی اسکرین جھلملا اٹھی۔

"ٹھیک ٹھاک تھک گیا تھا۔ کل سے لگاتار آفس میں کام کر کے تھکاوٹ ہوگئی ہے۔" سر میں درد تھا جسم میں حدت محسوس ہو رہی تھی۔

"ضرور بخار ہوگا مجھے پتا ہے۔"

"ہاں یار ہلکا سا بخار ہے۔" میں نے میسج کا جواب دیا۔

"اللہ جی، تو اپنا خیال کیوں نہیں رکھتے یہ جو موبائل ہے ناں اسے چھوڑ دیں اور آرام کریں جب سر درد ہو ناں تو موبائل کی روشنی اور زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔"

"اچھا ناں بابا آئی لو یو۔" اپنی دلربا کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے میں نے دل والے ایموجیز بھیجے۔

"اب آرام کریں پلیز۔" ایمو کے ساتھ اس کا اداسی بھرا میسج موصول ہوا، اس کی بات مانتے ہوئے میں نے موبائل میز پر رکھ دیا۔ نجانے کیوں اس لڑکی سے اتنی نفرت کے باوجود بھی میرا سخت دل پگھل جاتا تھا اور اپنے دل کا پگھلنا مجھے اور غصہ دلاتا تھا۔

"تم نے اس غریب کو اتنے پیسے کیوں دیے تم سمجھ رہی ہو کہ وہ مستحق ہے؟" دل کی تیز گرج کے بعد ابر رحمت برس رہی تھی۔ بارش کی ننھی ننھی بوندیں زمین پر رقص کر رہی تھیں، ہلکی ہلکی سی پڑتی پھوار بہت خوشگوار تھی۔ ہم دونوں بھاگتے ہوئے درخت تلے آگئے۔

ہمارے پاس سے ایک غریب گزر رہا تھا۔ حرم نے فوراً اپنے بیگ سے پیسے نکالے اور اسے تھما دیے تھے۔ اس نے حرم کو کچھ دعائیں دیں اور چلا گیا اس کے جانے کی دیر تھی کہ میں اس پر برس پڑا۔

"نجانے کتنے بہروپیے ہوتے ہیں اور سب ایک سے بڑھ کر لالچی۔" میں غصے سے تنک کر بولا۔ میرے غصے پر وہ بیگ ٹٹولنے لگی۔ بیگ سے اپنا مہنگا فون نکالتے ہوئے اس نے میرے ہاتھ میں تھما دیا۔

"آپ کو پتا ہے کہ یہ کتنے کا فون ہے؟" ابرو اچکاتے ہوئے وہ تیزی سے بولی۔ "پورے ساٹھ ہزار کا فون ہے یہ۔ آپ کو پتا ہے اگر اللہ مجھے میرے اعمال دیکھ کر دیتا ناں تو میں تو دس روپے کے لائق بھی نہیں ہوں۔ جب میرا رب مجھے میرے اعمال دیکھ کر نہیں دیتا تو میں کسی کو اس کی حالت دیکھ کر کیوں دوں کہ وہ مستحق ہے یا نہیں؟ میرا رب تو میری نیت دیکھتا ہے ناں اور مجھے نوازتا ہے۔ ہم انسان اپنے پاس ہزاروں ہونے کے باوجود ان لوگوں کو دس روپے یا صرف پچاس روپے دیتے ہیں کیا ان پیسوں سے ان کی جائیداد بن جاتی ہے۔ جب میرا رب مجھے میرا ظاہر باطن دیکھ کر نہیں نوازتا تو میں ان لوگوں کی حالت

UUNOVELS.COM

دیکھنے والی کون ہوتی ہوں؟" اس نے مجھ سے سوال کیا مگر میرے پاس اس کے کسی بھی سوال کا جواب نہیں تھا۔

محبت کے سانچے میں ڈھلی اس دلفریب محبت کو میں کسی عظیم نام سے پکاروں۔ جہاں دل بھی خوش ہے۔ جہاں جاں بھی خوش ہے۔ جہاں روم روم محبت کی نکہت سے مہک رہا ہے۔ جہاں ہر شے محوِ حیرت ہے۔ محبت کی وادی میں کھلی وہ گلاب کی ننھی سی کلی۔ ان حسین لمحوں کو میں کیا نام دوں۔ لگاتار اس کے آئے میسج اور ان پر میری کمینگی سی مسکراہٹ۔

پورے پندرہ دن سے کام کا بہانہ کر کے لاہور آیا ہوا تھا۔ پاگلوں کی طرح اس کے لگاتار میسج مجھے میری فتح کی سیڑھی پر چڑھنے میں معاون ہو رہے تھے۔ اس کا میسج آیا کہ اس کی شادی طے کی جا رہی ہے اور میں مسلسل اس کے آتے پیغامات کو نظر انداز کر رہا تھا۔ پانچ دن بعد مجھے گھر جانا تھا اس کی مہندی سے ایک دن پہلے۔ اُف کامیابی ملنے کی خوشی انسان کو اندر تک سرشار کر دیتی ہے۔ اپنا آپ فتح یاب شہزادے جیسا محسوس ہونے لگتا ہے۔ جس نے جیت کے لیے بہت محنت کی ہو اور اسے کامیابی چند فاصلوں پر کھڑی نظر آ رہی ہو۔

"پورے بیس دن بعد تمہیں دیکھا ہے۔" اس نے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں اور بیس دن کیسے گزر گئے پتا بھی نہ چلا۔" میں نے شاطر چہرہ بناتے ہوئے مکمل لاپروائی کا مظاہرہ کیا۔

"ہم...... اور ان بیس دنوں نے میری زندگی مکمل بدل کر رکھ دی۔ کیا سے کیا بنا دیا مجھے جو کچھ ہوا وہ میرے وہم و گمان میں بھی نا تھا...... کچھ تھا جو پورا ہو کر بھی ادھورا تھا اور کچھ تھا جو ادھورا رہ کر بھی پورا تھا۔ صحرا میں بھٹکتے تشنگی سے بے حال مسافر کی طرح میں ادھر ادھر بھٹک رہی تھی کوئی چارہ گر نہ تھا جو میرے درد کی دوا کرے۔" وہ رو دینے کو ہوئی۔

"رات میری مہندی ہے ولی۔" میں جو فضاؤں میں اڑ رہا تھا اس بات پر مجھے دھچکا لگا اور ساتھ ہی ایک عجیب سی خوشی بھی کہ شاید اب وہ ہونے والا ہے جو میں نے سوچا تھا۔

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" مخروطی انگلیوں میں پہنی انگوٹھی کو وہ کبھی اتار اور کبھی پہن رہی تھی۔

"کم آن یار کہہ بھی دو کیا کہنا چاہتی ہو۔" وہ سب جس کو سننے کے لیے میرے کان ترس رہے ہیں میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

"میں نہیں جانتی کہ زندگی اس طرح بھی بدل جاتی ہے۔ ایسے تغیر رونما ہوتے ہیں کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے اور زندگی یہی ہے ناں اس سے بیشتر ہماری زندگی میں وہ تمام فیصلے ہماری ذات کے ساتھ نتھی کر دیے جاتے ہیں جسے سوچتے ہی ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں مگر پھر جب وہی وقت آن پہنچتا ہے کہ ہم محو حیرت رہ جاتے ہیں ہم جو سوچتے تھے کہ مر جائیں گے سب بدل جائے گا مگر ہونہہ' وہ سب باتیں ہی رہتی ہیں۔ سورج بھی اسی طرح طلوع و غروب ہوتا ہے۔ کوئی بھی نظام ہماری زندگی میں آنے والے تغیر سے اثر انداز نہیں ہوتا ہاں مگر یہ ہمارے اندرونی نظام کو بہت شدت سے اثر انداز کرتا ہے۔ بھیا کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ میں بہت پریشان ہو گئی تھی' لگا تھا جیسے زندگی جینے کی امید ختم ہو جائے گی۔ مما پاپا کے بعد وہ واحد ہستی ہیں جنہوں نے مجھے کبھی کوئی کمی نہ محسوس ہونے

UUNOVELS.COM

دی۔ ہمیشہ ہر موڑ پر میری ہمت بڑھائی جب پتا چلا کہ بھائی کو چوٹیں آئی ہیں' انہیں درد ہوا ہے تو نجانے کیوں میرے یہ ہاتھ میرے گال کو چھونے لگے جیسے بھیا بہت نرمی سے میرے گال کو چھوتے تھے۔ میرے آنسو صاف کرتے تھے اور خود میری مرہم پٹی کرتے تھے۔'' وہ یوں اذیت سے کہہ رہی تھی کہ میرا دل چھلنی ہورہا تھا۔

''جب میں ہاسپٹل پہنچی تو پتا چلا کہ بھیا کی حالت نازک ہے ایک لمحہ کو لگا جیسے عزائیل نے مجھے لے جانے کا پروانہ سنایا ہو' میں نے وہ پوری رات روتے ہوئے کوریڈور میں گزاری۔ یوں رو رہی تھی جیسے ننھا بچہ اپنے پسندیدہ کھلونے کو پانے کے لیے روتا ہے۔ جب شیر خوار دودھ کے لیے آہیں بھرتا ہے اور چیخ چیخ کر روتا ہے۔ جیسے ایک گناہ گار اپنے گناہوں پر بلک بلک کر روتا ہے۔ اس رات میں یوں آہ وزاری رب کے حضور کر رہی تھی۔ اس رات میں نے دعا کی کہ اے پیارے رب میری دعا کو شرف قبولیت بخش دے۔ تم جانتے ہو ایک بھائی بہن کا رشتا کتنا انمول ہوتا ہے۔ اتنا انمول کہ دنیا کے تمام ہیروں کی چمک اس رشتے کی پاکیزگی اور حسن کے سامنے ماند پڑ جائیں۔ بہت خوب صورت رشتہ ڈھیر ساری لڑائی اور اس سے زیادہ محبت ایسا رشتہ جو سراپا محبت ہو محبت کے لطف کرم پر بہتی اس ناؤ کی طرح جو تیز طوفان کے باوجود بھی اپنی منزل پر پہنچنے سے ڈگمگا نہ سکے۔ عظیم کی اس جیت سے پیوست وہ پاکیزگی کا پیکر جو کبھی شکست خوردہ نہ ہو سکے۔ ایک بہن بھائی سے بہت محبت کرتی ہے وہ اس کے لیے باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا محافظ' ہر غم کا ساتھی اس کا بھائی ہوتا ہے۔ وہ شخص جس سے وہ باپ کے بعد بہت محبت کرتی ہے۔'' نجانے وہ کیا بکواس کر رہی تھی' وہ سب جھوٹ تھا بہن کہاں بھائی

naeyufaq.com

تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے

آج ہی قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں

ماہنامہ آنچل کراچی

ملک کی مشہور معروف قلمکاروں کے سلسلے وار ناول' ناولٹ اور افسانوں سے آراستہ ایک مکمل جریدہ گھر بھر کی دلچسپی صرف ایک ہی رسالے میں ہے جو آپ کی آسودگی کا باعث ہوسکتا ہے اور وہ ہے صرف آنچل۔ آج ہی اپنی کاپی بک کرالیں۔

تیری زلف کے سر ہونے تک

خاندانی اختلاف کے پس منظر میں لکھا گیا اقراء صغیر احمد کا بہترین ناول جو آپ کی سوچ کو ایک نیا رخ دیگا

اکائی

عشنا کوثر سردار کا ایک لازاول ناول
جس کا ہر لفظ انمٹ نقوش چھوڑ دیگا

عشق دی ماری میں جھلی

صائمہ قریشی کی دلکش و دل موہ لینے والی تحریر
غم و خوشی سے آراستہ ایک ناقابل فراموش کہانی

Info@naeyufaq.com

پرچہ نہ ملنے کی صورت میں رجوع کریں (03008264242)

سے اتنا پیار کرتی ہے اگر میری بہن مجھ سے پیار کرتی ناں تو محبت اور عزت سے گوندھی دیواروں کو یوں توڑ کر نہ چل پڑتی کہ میرے زخموں کو کوئی طبیب نہ مل سکے حرم وہ سب کیوں نہ کہہ رہی تھی جو میں چاہتا تھا' طیش میں آتے اپنے دانتوں کو پیستے میں آگے بڑھا اور درشتی سے اس کی کلائی کو دبوچ لیا۔

"بکو جو بکنا ہے' کیوں نہیں اصل مدعے پر آتی' میرا دماغ گرم کیوں کر رہی ہو۔" میں اذیت کی انتہاء پر تھا۔ اس نے اپنی کلائی نہ چھڑائی اور نرمی سے اپنی کاجل بھری آنکھوں کو بند کر لیا یوں لگا جیسے وہ تکلیف سے اپنے آنسوؤں کو جذب کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ وہ بلا کا حسن' وہ چہرے سے ٹپکتی معصومیت اس سے پہلے کہ میں کوئی گستاخی کرنے کی جسارت کرتا اس نے میرے سر پر بم پھوڑا۔

"میرا نکاح ہو گیا ہے۔" اس کے گلاب جیسے لال ہونٹوں نے جنبش کی۔

"کیا......؟" میں چیخا۔ میری پوری بساط ہی الٹ گئی تھی۔

"ہاں جب بھیا کو ہوش آیا تو میں فوراً اندر کی جانب بھاگی۔ جیسے صحرا میں بھٹکتے پیاسے مسافر کو پیاس بجھانے کے لیے پانی میسر آ گیا ہو۔ بیڈ ریسٹ سے ٹیک لگائے بھیا کو دیکھ کر میرے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے۔ میں ان کے گلے لگ گئی۔ میری حیات' میرے جینے کا آسرا ہیں وہ' میری خوشی اور میرا سہارا ہیں وہ۔ ان کو اگر کچھ ہو جاتا تو وہ میرے لیے سوہان روح بن جاتا۔ اس دن پہلی بار بھیا نے مجھ سے کچھ مانگا تو...... کیسے میں اپنے بھائی کو وہ نہ دے سکتی جو پہلی بار انہوں نے مجھ سے مانگا تھا۔ تم ہی نے کہا تھا ناں کہ زندگی میں کوئی بڑا فیصلہ کرنا پڑے تو وہی کرنا جو دل کہتا ہے تو میرا قلب کیسے نہ کہہ سکتا تھا۔ مجھے کچھ نہ سوجھا یہ بھی نہیں کہ اگر میں نے بھائی کی بات مان لی تو مجھے بے وفائی کا طعنہ بھی مل سکتا ہے مگر کیا کرتی ولی حرم مجبور تھی۔ بھائی عجیب کشمکش میں مبتلا تھے' اس ایکسیڈنٹ کے بعد کہ کہیں وہ صبح دیکھ سکیں یا نہیں' کل آنے والی خوشی ان کا نصیب ہو یا نہیں تو انہوں نے اپنا فرض اسی دن پورا کر دیا اور ہاسپٹل میں ہی میرا نکاح کر دیا۔ ولی...... مجھے پتا نہ چلا کس وقت میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ ولی میں وہ فیصلہ نہیں کر سکتی تھی کہ مجھے تم اور بھائی میں سے کسی ایک کو چننا پڑے۔ میں نے محبت اور عزت میں عزت کو چنا...... ولی میں تم سے معافی مانگتی ہوں۔ میں نے اپنی زندگی کے اوراق تمہارے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ تم مجھے بے وفا کہو' سراپا محبت یا میری مجبوریوں کو سمجھو۔ میرے دل نے کہا کہ حرم کو ولی یاور کو وضاحت دینی ہے تو میرے قدم خود بخود تمہاری جانب اٹھنے لگے۔" وہ اپنا سر ندامت سے جھکائے رو رہی تھی۔ چاند یوں بھی روتا ہوگا جیسے چاندنی کے باوجود بارش ہو رہی ہو۔ حرم کو میں نے کہا تو تھا کہ دل کی سننا اور مجھے تو لگتا تھا کہ حرم کے دل میں ولی یاور کی محبت بستی ہوگی۔

"ولی میں جا رہی ہوں اپنی دنیا میں۔" وہ پلٹ گئی تھی۔ مجھے محبت سے روشناس کروا کر۔ وہ میرے دل میں اتنی خاموشی سے بس گئی تھی کہ میں جان ہی نہیں سکا۔ میں بدلے کی آگ میں سلگ رہا تھا اور بدلے میں وہ مجھے محبت کی آگ میں سلگا گئی تھی اور اس آگ میں جل کر مجھے لگ رہا تھا کہ اگر میں خود ہی اپنی بہن کی محبت کو تسلیم کر لیتا تو پھر بھاگنے کی نوبت کیوں آتی۔ اس پل شیطان نے اپنا کردار ادا کیا' میرا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اس لڑکی کو یہیں روک لے۔ آج اس کی مہندی ہے وہ مہندی پر نہیں پہنچے گی تو کتنی بدنامی ہوگی اور اس کا بھائی اپنی چوکھٹ پر بیٹھ کر رو دے گا'

UUNOVELS.COM

تڑپے گا' سسکے گا اور تب اسے احساس ہوگا کہ اس نے کسی کو تڑپایا تھا اور تڑپنے کی اذیت کیا ہوتی ہے۔ غصے سے ناک پھلائے میں کمینے پن سے آگے بڑھا ہی تھا کہ کسی انجانی طاقت نے میرے قدم جکڑ لیے۔ جیسے زمین سے کوئی مضبوط زنجیر نکل کر اس نے میرے پیروں کو مقید کرلیا ہو۔ میں انجان تھا اپنی کیفیت سے' میں ہلنا چاہتا تھا مگر میرے سارے ارادے بے سدھ تھے۔ مجھے لگا میں بے جان ہوگیا ہوں' سب کچھ ایک پل کے لیے میری اور اس کی راہ میں مزاحمت بن گیا ہو۔ اچانک جیسے ایک آواز ابھری ایک آشنا سی آواز تھی اس آواز کو میں تلاشنے میں لمبے ڈگ بھرتا آگے بڑھا۔ ایک منظر تھا مما چارپائی پر میرے ساتھ بیٹھی تھیں کتنی تھکی ہوئی' میلوں کی مسافت طے کرتی کتنی کمزور لگ رہی تھیں' آنکھوں سے اشک رواں تھے۔

''مما...... میرا دل کرتا ہے اس انسان کو قتل کردوں' وہ بھگا لے جانے والا کون ہوتا ہے؟'' میں اپنے حواس کھوتا دانت پیستا اپنے ہاتھوں کو سختی سے بھینچ رہا تھا۔ بدلے کی آگ میں جلتا ہوا میں خود کو خاکستر کررہا تھا۔

''ہونہہ! چھوڑ دو پتر جب ہمارا اپنا ہی سکہ کھوٹا ہو تو کسی اور کو کیا لینا' سب ایک جیسے نہیں ہوتے پتر' چھوڑ دو یہ بدلہ' اذیت دینے والے کو ایک دن خود ان مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔'' اچانک میں اس منظر سے باہر نکل آیا۔ ہاتھ آگے بڑھانا چاہا مگر حرم جاچکی تھی۔ میری دسترس سے دور بے حد دور کبھی واپس نہ آنے کے لیے۔

ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح گھٹنوں کے بل گرے میں رو رہا تھا۔ ایک لاحاصل بدلے کے پیچھے بھاگتا میں بھول گیا تھا کہ آب اور آتش ایک نہیں ہوسکتے۔ سکہ اپنا کھوٹا ہونے پر کسی اور کو کیسے مورد الزام ٹھہرا سکتے ہیں۔

جس محبت کو میں نے بدلے کی آگ میں شروع کیا تھا وہی مجھ پر آج شدت سے حاوی ہورہی تھی۔ آج میں تھک چکا ہوں۔ اس کے ساتھ بتائے وہ پل کبھی نہیں بھولتے' وہ سراپا محبت مجھ جیسے بنجارے کو گھر دے گئی تھی مگر اس گھر میں سکون نا تھا۔ آج میرے بیمار ہوجانے پر کسی کا میسج نہیں آتا' کوئی نہ تھا جو حالت غم میں میرا ساتھی ہوتا' مجھے کندھا دیتا میرے آنسو صاف کرتا۔

ہاہ...... مگر سچ تو یہ تھا کہ وہ نیک پارسا سی لڑکی مجھ جیسے گھٹیا انسان کی کیسے بن سکتی تھی۔ وہ تو میٹھی سی چہچہاتی سی بلبل تھی۔

ویسے بھی جو بدلے کی آگ دل میں رکھ کر محبت کرتے ہیں انہیں اس جلائے جانے والی آگ میں خود جلنا پڑتا ہے۔ میں ولی یاور' آج اسی آگ میں جل رہا ہوں تشنگی زندگی مگر حرم نے سکھایا کہ زندگی کتنی حسین ہے۔ کتنی انمول ہے۔ لوگوں کی محبت اس کا لازم حصہ نہیں ہے' حرم کی کمی چاہ کر بھی پوری نہیں ہوسکتی۔ اس نے مجھے مکمل کرنے کے باوجود ایک چاند کی طرح ادھورا چھوڑ دیا...... صرف ادھورا۔

www.naeyufaq.com

قسط نمبر 17

عشق نگر کو مسافر

ندا حسنین

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

صبیحہ ماں بننے والی ہوتی ہے۔ وہ عاصم کے ساتھ خوش گوار زندگی گزار رہی ہوتی ہے۔ یاور بخت کو نجومی ان کے ہاتھوں میں چھپی بدبختی کا بتاتا ہے۔ یاور بخت تلملا جاتے ہیں اور نجومی سے جھگڑا کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں بجل کی صورت ابھی خوش بختی نے ان کی دہلیز پر قدم رکھا تھا۔ پھر نجومی ایسی باتیں کیوں کرتا ہے یہ جاننے سے وہ قاصر ہوتے ہیں۔ یاور بخت ایک بار پھر صبیحہ سے ملنے اس کے گھر آتے ہیں اور اس کی گود میں بچہ کو دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں۔ صبیحہ انہیں دوبارہ یہاں آنے سے منع کر دیتی ہے۔ بجل نے جب سے یاور بخت کو ماں بننے کی نوید سنائی تھی وہ تب سے بجل کا زیادہ خیال رکھنے لگتے ہیں۔ بجل اب اس سے یہ گھر بھی نام کرانا چاہتی ہے۔ یہ یاور بخت کے سامنے بجل کی حقیقت آجاتی ہے۔ ساتھ ہی انہیں دکھ ہوتا ہے کہ انہوں نے صبیحہ کی بات اور محبت پر کیوں یقین نہیں کیا تھا۔ فاریہ رضیہ بی کو ایک تصویر دکھا کر اس کے حوالے سے پوچھتی ہے۔ رضیہ بی فاریہ کے باپ کا نام پوچھتی ہیں اور نام جاننے پر اس کو لوٹ جانے کا کہتی ہیں۔ فاریہ ان کے انداز پر حیران رہ جاتی ہے۔ قمر جہان فاریہ کو فون کرتی اسے فوراً گھر آنے کا کہتی ہے۔ انہیں بند کمرے سے کچھ ملا ہوتا ہے۔ اور وہ فاریہ کو دکھانا چاہتی ہے۔ ماریانہ حماد کے سامنے ساری سچائی بیان کر دیتی ہے کہ کس طرح ارسل کے ہوش میں آنے پر اس نے اپنا پاؤل کے حادثہ اور اس کی موت کا بتا دیا تھا۔ جب ہی ارسل ٹراما میں چلا جاتا ہے۔ یہ بات حماد کو حیران کر دیتی ہے۔ قمر جہان کاغذ کا ایک ٹکڑا فاریہ کو دکھاتی ہیں۔ حماد ارسل کے گھر ٹھہر جاتا ہے۔ شبنم حماد کو فاریہ کی کال کا بتاتی ہے۔ حماد اس کو آرام کرنے کا کہتا ہے۔ فیروز حسن حماد سے خواہش ظاہر کرتے ہیں کہ وہ ارسل سے بات کرنا چاہتے ہیں حماد ماریانہ کے ساتھ اسپتال جاتا ہے اور اسکائپ پر فیروز حسن کی بات ارسل سے کراتا ہے۔ وہ ساری باتیں ماریانہ چھپ کر سن لیتی ہے۔ جبکہ حماد بے خبر رہتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

اس نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں، تاروں سے بھرا نیلا آسمان، ماتھے پر چاند کا ٹیکا سجائے، تا حد نگاہ پھیلا ہوا تھا۔ وہ سمندر سے ذرا فاصلے پر لیٹا تھا۔ اٹھکلیاں کرتی موجوں کا شور اس کی سماعت تک پہنچ رہا تھا۔ اس نے پُرسکون سے انداز میں ایک بار پھر آنکھیں موند لیں۔ ہوا کا ایک فرحت بخش جھونکا اس کے چہرے کو شرارت سے چھوتا ہوا گزر گیا۔ ایک مسرور سی مسکان اس کے لبوں پر پھیلتی چلی گئی تھی۔

"مما جانی..... آئیں ناں مجھے پکڑیں۔"

"ابھی آتی ہوں میری جان۔" شاہینہ اس کی شرارت پر ہنستی ہوئیں اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگی تھیں۔

"ارے بھئی..... تم دونوں ماں بیٹے ساحل کنارے کیا میراتھن لگا رہے ہو۔" فیروز حسن جو کافی فاصلے پر ننھے

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

حماد کو گود میں اٹھائے کھڑے تھے۔ ان دونوں کو بے تحاشا بھاگتا دیکھ کر بولے بنا نہ رہ سکے۔ شاہینہ نے ہنستے ہوئے انہیں اشارتاً کچھ کہا اور ارسل کی جانب پھر سے متوجہ ہوگئیں۔ دفعتاً ارسل بھاگتے ہوئے گھٹنوں کے بل گرا تھا۔

"سنبھال کر میری جان......" شاہینہ کی جان نکل گئی۔ وہ فوراً اس کے پاس پہنچیں۔ اس کا گھٹنا ٹھیک ٹھاک زخمی ہوگیا تھا۔ وہ کراہتے ہوئے اپنے زخم سہلا رہا تھا۔ شاہینہ وہاں پہنچتے ہی ریت پر بیٹھ کر اس کے زخم سے مٹی صاف کرنے لگی تھیں۔

"کہا تھا ناں مما سے دور نہ بھاگو۔" وہ خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"آپ سے دور بھاگنے کی سزا ملی ہے مجھے؟" وہ کراہنا بھول کر معصومیت سے پوچھنے لگا۔ اس کی بات پر شاہینہ بے اختیار مسکرا اٹھیں۔

"یہ ضروری تو نہیں کہ زندگی میں جو بھی غم ملے وہ ہمارے لیے کوئی سزا ہوں۔" انہوں نے اس کے پیشانی پر بکھرے بالوں کو نرمی سے سمیٹتے ہوئے سمجھانا چاہا تھا۔

"پھر غم کیوں ملتے ہیں مما جان، اللہ تعالیٰ ایسا کیوں کرتے ہیں؟" ارسل اپنا درد بھلائے شاہینہ کی گود میں بیٹھ کر سوال کر رہا تھا۔

"ہم بہت خوش ہوتے ہیں اور پھر اچانک ہماری زندگیوں میں غم آجاتے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے، ہم سب ہمیشہ خوش کیوں نہیں رہتے؟" ارسل نے اپنی بانہیں شاہینہ کے گلے میں ڈال کر بھولپن سے پوچھا تھا۔ شاہینہ بے اختیار مسکرا اٹھی تھیں۔ وہ ارسل سے کسی ایسے ہی گہرے سوال کی توقع کر رہی تھیں لمحے بھر کا توقف کیا پھر اس کی ذہانت سے بھرپور آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہنے لگیں۔

"میری معصوم سی جان آپ نے کبھی سوچا ہے کہ موسم بھی تو بدلتے رہتے ہیں، یہ کبھی ایک سے نہیں رہتے۔ گرمی مشکلوں، آزمائشوں کا موسم سمجھا جاتا ہے تو موسم سرما احساس کا، خزاں زوال کا احساس دلاتا ہے تو بہار خوشیوں کا پیغام لاتی ہے۔ یہ دنیا کے موسم ہیں۔ بالکل اسی طرح ہماری زندگیوں پر بھی کچھ خاص موسم کے اثرات ہوتے ہیں جیسے خوشی، غم آزمائشوں اور پھر انعام کا بھی موسم ہوتا ہے۔ یہ موسم ہماری زندگیوں کے لیے بے حد ضروری ہیں۔"

"ضروری کیوں ہیں یہ موسم مما جانی۔" ارسل ابھی تک موسموں کی ان تبدیلیوں کی وجوہات سمجھنے سے قاصر تھا۔

"کیونکہ ہم نے دکھ کا ذائقہ چکھا ہوگا تو دوسروں کے دکھوں کا احساس کرسکیں گے۔ ہمارا مشکل وقت ہمیں سکھاتا ہے مدد کرنا، کیونکہ جب ہم مشکل وقت سے گزرتے ہیں تو دوسروں کی مدد ان کے ساتھ کے تمنائی ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس وقت سے نکل جانے کے بعد ہم کسی اور کو مشکل میں گرفتار نہیں دیکھ سکتے اور اس کی مدد کرنے کا احساس ہمارے اندر بیدار ہوتا ہے۔ بیٹا دراصل زندگی کے یہ موسم درحقیقت ہمیں جینے کا ہنر سکھاتے ہیں۔" شاہینہ نے ارسل کے ننھے وجود کو اپنی بانہوں میں بھرتے ہوئے زندگی کا کلیہ سمجھایا تھا۔

"سمجھ گیا مما جانی میں بھی جینے کا ہنر جلد سیکھ جاؤں گا۔" وہ ماں کے گلے سے لگ کر پُرجوش سا کہنے لگا تھا۔

"میرے بچے زندگی جینے کا قرینہ ہر کسی کو حالات سکھا ہی دیتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ تمہاری زندگی کے ہر موسم بہت حسین ہوں۔" شاہینہ نے ارسل کے ماتھے پر ممتا سے لبریز بوسہ دیا۔ ان کی مسکراتی آنکھیں سمندر کی اٹھتی شور مچاتی لہروں پر جم گئی تھیں۔

یکا یک لہروں کا شور ٹھہر گیا۔ خاموشی پھیل گئی اور پھر چڑیوں کی چہچہاہٹوں نے اس کی سماعت میں رس گھول دیا۔ اس نے ایک بار پھر دھیرے سے آنکھیں کھول دی تھیں۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

قیامت خیز رات...... عصمت دری...... لرزہ خیز قتل۔ یہ تھا وہ سانحہ' یہ تھا وہ خوف' وہ راز جو ارسل کو اب تک اپنے شکنجے میں جکڑے ہوا تھا۔ جسے بیان کرنے سے اب بھی اس کے لب کانپ اٹھتے ہیں...... ماریانہ کا دل دہل کر رہ گیا تھا۔

''مجھے جاننے کی خوش کرو ماریانہ' کھوجنے کی کوشش نہ کرو۔ مجھے جان جاؤ گی تو کھوج بھی لو گی مگر کھوجنے کی کوشش میں کبھی بھی جان نہ پاؤ گی۔'' ارسل کی چند ماہ قبل کہی گئی بات آج اپنے مفہوم اس کے سامنے عیاں کر گئی تھی۔

''کیا واقعی ایسا ممکن ہے کہ تمہاری دوستی پر بدبختی کو مجھے' میری زندگی سے دور کر دے گی؟'' وہ بہت خوفناک رات تھی۔ اس رات کی تاریکی سناٹے اور اس میں گونجتی مما جانی کی دلدوز چیخیں آج بھی مجھے جگا دیتی ہیں۔ ماریانہ میں اس ہولناک رات کا چشم دید گواہ ہوں۔ مگر میں اس رات کی ہولناکی کو پھر سے یاد کرنے یا دوہرانے کی ہمت نہیں رکھتا۔'' ماریانہ کو ارسل کی مختلف مواقعوں پر کہی گئی باتیں شدت سے یاد آنے لگی تھیں۔

''اوہ میرے اللہ...... کتنا کرب سہا ہے ارسل نے' اس نے اپنی ماں کو بے آبرو ہوتا دیکھا' ان کی دل دوز چیخیں تک سنیں' ان کا قتل اپنی آنکھوں سے دیکھا...... اُف یہ سب کتنا اذیت ناک ہوگا اس کے لیے۔ تب ہی وہ اپنے وطن سے دور بھاگتا ہے' لوگوں سے کتراتا ہے' اعتبار نہیں کر پاتا۔ اس کی شخصیت اس سانحے کے زیر اثر جا کر اتنی مختلف ہے۔ وہ اتنا بڑا واقعہ دل میں دبائے پھر رہا تھا اور میں اسے کھوجنے کی نیت سے نہ جانے کتنی بار تکلیف پہنچا چکی اسے۔'' ماریانہ کے لیے ارسل کی زندگی کا عیاں ہوتا راز' ناقابل برداشت تھا۔ وہ یک ٹک سامنے ساکت لیٹے ارسل کے وجود کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔

''ارسل تم سن رہے ہو ناں' سمجھ رہے ہو ناں کہ میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں۔ ارسل بیٹا دیکھو میری بات سنو۔ تمہاری ماں کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا اس حقیقت سے صرف میں اور تم واقف ہیں اور ہم پھر بھی زندہ ہیں۔ انتہائی اذیتوں کو سہنے کے بعد ہم نے بلکہ خاص طور پر تم نے سروائیو کیا ہے۔ تم ایک سروائیوور (Survicous) ہو۔ تم خطرناک سے خطرناک حالات کا بھی مقابلہ کرنے کی ہمت رکھتے ہو۔ بس تمہیں ابھی بھی ہمت کرنا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تم کس صدمے کا شکار ہو ہاں مگر میں یہ جانتا ہوں کہ تم اس جنگ سے ایک بار پھر جیت جاؤ گے میرے بچے......'' فیروز حسن کی گلوگیر آواز یک دم پُرجوش ہوئی تھی۔ جیسے انہیں یقین ہو کہ ان کی کہی گئی بات ارسل بخوبی سن رہا ہے۔ ماریانہ دھڑکتے دل کے ساتھ اپنے قدم اس آواز کی سمت بڑھانے لگی تھی۔

سنہری دھوپ سے جگمگاتا ہوا نیلا آسمان اس کے سر پر تنا ہوا تھا۔ ہر سو پرندوں کی چہکار گونج رہی تھی۔ اس کی سماعت سے فیروز حسن کی جوش سے بھرپور آواز ٹکرائی۔

''کم آن مائی بوائے...... زور سے کک کرو فٹ بال کو۔'' فیروز حسن کی بات سن کر اس نے پوری قوت سے فٹ بال کو کک لگائی تھی...... فٹ بال نرم گھاس سے رگڑ کھاتی فیروز حسن کے پاس جا پہنچی تھی۔

''کم آن بابا جانی' فٹ بال کو زور سے کک کریں۔'' وہ ان ہی کا انداز اپناتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ فیروز حسن نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور فٹ بال کو آہستگی سے اس کی جانب اچھال دیا۔ ارسل نے پُرجوش سے انداز میں فٹ بال کو کک ماری۔ عین اسی پل شاہینہ ننھے حماد کو گود میں اٹھائے گھر کے باغیچے میں داخل ہوئیں۔ فٹ بال سیدھی ان سے جا ٹکرائی۔

"اوہ مما جانی....." وہ گھبرا کر بے ساختہ شاہینہ کی جانب بھاگ کر لپٹ گیا۔
"سوری مما جانی۔ غلطی سے لگ گئی آپ کو فٹ بال۔" وہ پشیمان سا ماں سے معافی مانگ رہا تھا۔ شاہینہ نے مسکراتے ہوئے اس کے عقب میں کھڑے فیروز حسن کو دیکھا۔
"لیکن ارسل بال تو آپ کے بھائی حماد کو لگی ہے مما کو نہیں۔" فیروز حسن نے اسے نرمی سے دونوں شانوں سے تھاما اور گھٹنوں کے بل گھاس پر بیٹھ گئے۔ ان کی بات پر ارسل نے چونک کر ان کے چہرے کی جانب دیکھا۔ نرم سی مسکان نے ان کے چہرے کا احاطہ رکھا تھا۔
"نہیں بابا جانی۔ مما نے حماد کو بچا لیا تھا۔ چوٹ انہیں لگی ہے میں نے دیکھا تھا۔" ارسل نے معصومیت سے کہا تو فیروز حسن اور شاہینہ ہنس دیئے تھے۔
"بھئی شاہینہ ارسل تو تمہاری ذرا سی بھی تکلیف برداشت نہیں کر پاتا۔" فیروز حسن کہے بنا نہ رہ سکے۔
"ایسا ہی ہے میرا بیٹا۔ کسی کی بھی تکلیف برداشت کر سکتا ہے نہ ہی تکلیف دے سکتا ہے کیونکہ میں نے ہمیشہ دوسروں کی تکلیفوں کا مداوا کرنا سکھایا ہے اپنے بیٹے کو۔" شاہینہ نے ننھے حماد کو گود سے اتارتے ہوئے کہا اور پھر ارسل کا ماتھا چوم کر اسے گلے سے لگا لیا۔ حماد گھٹنے کے بل چلتا ہوا فیروز حسن کے نزدیک چلا گیا تھا۔ انہوں نے اسے پیار سے چمکارتے ہوئے گود میں اٹھا لیا تھا۔
"بابا جانی مما نے مجھے بتایا ہے کہ جو دوسروں کو تکلیف دیتے ہیں وہ لوگ بہت کمزور ہوتے ہیں اور میں کمزور نہیں بہت مضبوط بننا چاہتا ہوں۔" ارسل نے ماں سے لاڈ کرتے ہوئے بڑے فخریہ انداز میں باپ سے کہا۔
"اچھا..... تو پھر کیا آپ جانتے ہیں کہ مضبوط لوگ کون ہوتے ہیں؟" فیروز حسن نے دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ ماں کی سنگت کا اس پر خوب اثر ہوا تھا۔ وقت سے پہلے ہی عمر سے بڑی باتیں کرنے لگا تھا۔
"جی جانتا ہوں۔ مضبوط لوگ وہ ہوتے ہیں جو دوسروں کا خیال رکھتے ہیں۔ ان کی مدد کرتے ہیں اگر کوئی راستہ بھول جائے تو اسے راستہ بتاتے ہیں۔" ارسل معصومیت سے اپنی ننھی ننھی سی انگلیوں پر مضبوط لوگوں کی علامت گنوا رہا تھا۔
"اور مضبوط لوگ وہ بھی ہوتے ہیں جو مشکلوں سے کبھی نہیں گھبراتے' ہمت نہیں ہارتے تھے۔ کچھ بھی ہو جائے اللہ پر یقین ہمیشہ سلامت رکھتے ہیں۔" فیروز حسن نے حماد کو پیار سے سنبھالتے ہوئے ارسل کی معلومات میں مزید اضافہ کیا۔
"اللہ پر یقین کیسے رکھتے ہیں بابا؟" ارسل نے تعجب سے سوال کیا۔
"ہونہہ..... یہ تو بہت اچھا سوال ہے مگر اس کا جواب ان کی مما جانی دیں گی۔" حماد فیروز حسن سے کھیلنے کی خواہش میں انہیں بالکل بھی بات نہیں کرنے دے رہا تھا۔ اسی لیے اس کے سوال کا رخ انہوں نے شاہینہ کی جانب موڑ دیا تھا۔
"بات یہ ہے بیٹا کہ اللہ ہمارا برا کبھی نہیں چاہتا۔ وہ ہمیشہ ہماری بھلائی چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی فیصلہ ہمیں سمجھ میں نہ آئے یا ہمیں اس سے حسب منشا خوشی نہ ملے مگر اللہ وقت کے ذریعے ہمیں بتاتا ہے کہ اس کا ہر فیصلہ ہمارے لیے کتنا بہترین تھا۔ اندھیرے میں برے حالات میں بھی اچھی امید رکھنا اللہ پر یقین ہے۔" ارسل کو شاہینہ نے بہت پیار سے سمجھایا۔
"اور جو گھبراتا نہیں' ناامید نہیں ہوتا' اللہ پر یقین رکھتا ہے وہ ہی ہوتا ہے مضبوط انسان۔" فیروز حسن نے بھی حماد

UUNOVELS.COM

کی توجہ ہٹا کر لقمہ دیا۔
''بالکل...... اور مضبوط انسان ہی دراصل ہوتا ہے سروائیور۔'' شاہینہ نے مسکرا کر فیروز حسن کی بات کی حمایت کی۔
''سروائیور؟'' ارسل پھر سے متعجب ہوا۔
''ہاں سروائیور...... بڑے سے بڑے حالات کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھنے والا اور ہر مشکل کو شکست دینے والا انسان دراصل سروائیور کہلاتا ہے۔'' شاہینہ نے اس کے بالوں کو نرمی سے سہلاتے ہوئے کہا تھا۔
''ہاں مگر حالات سے مقابلہ کرنا' مشکلوں کو شکست دینا' ان سب کے لیے لڑنا پڑتا ہے۔ جنگ جو یعنی وائیر بننا پڑتا ہے پھر جا کر انسان سروائیو کر سکتا ہے۔'' فیروز حسن نے اس کی سمجھ میں مزید اضافہ کرنا چاہا تھا۔
''کس سے لڑنا پڑتا ہے بابا؟'' ارسل ایک بار پھر الجھ پڑا۔
''سچ کے لیے جھوٹ سے' حق کے لیے باطن سے' اچھائی کے لیے برائی سے' انصاف کے لیے زیادتیوں سے۔ کسی بھی انسان کو زندگی کے کسی نہ کسی مقام پر اس طرح کی جنگ لڑنی پڑتی ہے۔'' شاہینہ نے ایک بار پھر اس کی الجھن سلجھائی تھی۔
''سمجھ گیا مما جانی...... میں بنوں گا واریئر اور سروائیور۔ برے حالات کو ہرا دینے والا۔'' ارسل نے پُرجوش لہجے میں کہا تو فیروز حسن اور شاہینہ ہنس دیئے تھے۔ ہنسی' حماد کی کھلکھلاہٹیں پرندوں کی چہکار کے سنگ فضاؤں میں گونجنے لگی تھیں۔ اس نے ایک بار پھر آنکھیں موند لیں۔

❁......❁......❁......❁

''تم واریئر ہو ارسل' جنگ کرنا جنگ جیتنا جانتے ہو۔ تم ہمت نہیں ہار سکتے' تم دنیا نہیں تیاگ سکتے۔ تمہیں یاد نہیں تمہاری ماں نے تمہیں کیا سکھایا تھا۔ تمہاری ماں نے تمہیں حالات سے مقابلہ کرنا سکھایا تھا۔ ہمت ہارنا نہیں۔'' فیروز حسن جذباتی انداز میں اسے واپس لوٹنے پر اکسا رہے تھے۔ ان کا لہجہ رندھا ہوا تھا۔ ان کی باتیں سن کر ماریانہ کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ وہ دھڑکتے دل سے ان کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔ اسے یوں سامنے پا کر فیروز حسن بری طرح چونکے۔
''ماریانہ تم......!'' وہ بے یقینی کی کیفیت میں بولے۔
''فیروز انکل...... کیا ہوا تھا ارسل کی ماں کے ساتھ اس رات...... لرزہ خیز قتل' عصمت دری...... میں نے آپ کو کہتے سنا...... کیا ہوا تھا اس رات انکل' آپ کو مجھے بتانا پڑے گا۔'' ماریانہ شدت سے اصرار کرنے لگی تھی۔
''میں تمہیں نہیں بتا پاؤں گا ماریانہ...... میں نے حماد سے کہا تھا کہ میں ارسل سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں' پھر تم کیسے یہاں موجود ہو؟'' وہ ناراضی سے گویا ہوئے۔ ماریانہ کی موجودگی انہیں حیران کر گئی تھی۔
''میں نے حماد سے یہاں رکنے کی اجازت لی تھی کیونکہ میں جاننا چاہتی تھی کہ آپ اس سے اکیلے میں کیا بات کرنا چاہتے ہیں۔ ارسل کبھی کبھی مجھ سے اپنی زندگی پر چھائی بدبختی کا ذکر کیا کرتا تھا۔ میں یہ جان گئی تھی کہ کوئی غیر معمولی بات ہے جو ارسل کو ہر وقت پریشان کرتی ہے۔ وہی بات میں آپ سے جاننا چاہتی تھی۔ اس لیے میں یہاں رکی ہوں مگر اطمینان رکھیں حماد یہاں نہیں ہے اسے کچھ بھی نہیں پتا اس گفتگو کے حوالے سے۔'' وہ جلدی جلدی اپنی صفائی دے رہی تھی۔ فیروز حسن بے بسی کی انتہاء پر پہنچ کر لب بھینچے اسے دیکھتے رہے۔
''میں ارسل کو واپس ہماری دنیا میں لانا چاہتی ہوں۔ اگر آپ مجھے تمام حقائق سے آگاہ کریں گے تو میرے

لیے ارسل کو جگانا آسان ہو جائے گا۔ کیا آپ کو مجھ پر یقین نہیں انکل۔" وہ انہیں اپنا یقین دلاتے ہوئے بے چارگی سے بولی تو فیروز حسن کو اپنی جامہ خاموشی توڑنی پڑی۔

"ایسی بات نہیں ہے ماریانہ کہ مجھے تم پر اعتبار نہیں۔ تم شاید اب تک بے خبر ہو اس حقیقت سے کہ ارسل کی زندگی میں تمہیں بہت خاص مقام حاصل ہے۔ میں تمہیں سچائی بتانے سے محض اس لیے ہچکچا رہا ہوں کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہیں ارسل کی زندگی پر چھائی اذیتوں سے خوف نہ محسوس ہونے لگے، کہیں تم اس سے دور نہ ہو جاؤ۔" فیروز حسن بے چارگی سے اپنے خدشات کا اظہار کر گئے تھے۔

"نہیں..... اب کچھ بھی، کوئی بھی اذیت، واقعہ خواہ کتنا ہی برا ہو۔ مجھے ارسل سے جدا نہیں کر سکتا، اس سے بدگمان نہیں کر سکتا۔ میں ارسل کی زندگی کے ان سیاہ پہلوؤں سے بھی آگاہ ہونا چاہتی ہوں جنہیں کہنے سے وہ خوف زدہ رہتا تھا۔ یہ بہت ضروری ہے انکل کیونکہ میں سارے حقائق جان کر ہی اس کی شخصیت سے خوف کا عنصر جدا کر پاؤں گی۔" ماریانہ پُر اعتماد لہجے میں اپنی وفا کا اقرار کر گئی۔ فیروز حسن اس کی محبت کے اس اقرار پر بے ساختہ مسکرا دیے۔

"میں جانتا ہوں کہ صرف تم ہی ہو جو ارسل کو زندگی کی جانب واپس لا سکتی ہو۔ مجھے تم پر مکمل بھروسا اور اعتماد ہے۔" وہ اپنے یقین کا اظہار کر کے لمحہ بھر کو رکے، ماریانہ ان کے یقین پر مسکراتی ہوئی منتظر نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"ماریانہ بعض حادثات اچانک ہماری زندگی میں رونما ہوتے ہیں، اس طرح کے ان کی کوئی گنجائش کسی صورت نہیں نکلتی مگر وہ عقل کو حیران کر کے رونما ہو ہی جاتے ہیں اور ان کے بھیانک اثرات ہماری زندگی کو تلپٹ کر کے رکھ ڈالتے ہیں۔ وہ شب بھی ایسے ہی ایک سانحے کا پیغام لے کر ہماری زندگی میں داخل ہوئی تھی مگر ہم سب انجان تھے۔ مجھے اس شب اسلام آباد جانا تھا۔ حماد میرے ساتھ تھا۔ شاہینہ کا میکہ دراصل اسلام آباد میں ہے۔ حماد کافی دنوں سے اپنی نانی کے گھر جانے کی ضد کر رہا تھا تو ہم دونوں میاں بیوی نے طے کیا تھا کہ جب تک میں اسلام آباد میں مقیم ہوں تب تک حماد اپنی نانی کے گھر قیام کرے گا۔ البتہ ارسل اپنی ماں کے بغیر ایک پل بھی کہیں گزارنے کا عادی نہیں تھا، دوسرا اس کا اسکول بھی تھا۔ اس وجہ سے شاہینہ اور ارسل کراچی میں ہی مقیم رہے۔ شاہینہ ارسل کے ہمراہ مجھے ایئرپورٹ چھوڑنے کے لیے آئی تھی۔ ارسل بے حد اداس تھا۔ میں نے اس کی اداسی دور کرنے کے لیے اسے لایعنی باتوں میں الجھا دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میری غیر موجودگی میں تم گھر کے ذمہ دار ہو، اپنا اور اپنی ماں کا بہت خیال رکھنا۔ وہ بڑی فرماں برداری سے میری ہر بات پر سر تسلیم خم کرتا رہا تھا اور پھر وہ دونوں چلے گئے۔ جاتے وقت ارسل کہہ کر گیا تھا۔

"میں آپ کو ایک ذمہ دار بیٹا بن کر دکھاؤں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔ مما جانی کا خیال رکھنا میری ذمہ داری ہے۔" میں اور شاہینہ اس کی باتوں پر کافی دیر تک ہنستے رہے تھے۔ مگر ماریانہ کوئی اور بھی تھا جو اس وقت ہنسا تھا۔" فیروز حسن نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کون..... کون ہنسا تھا؟" ماریانہ نے بے اختیار پوچھا۔

"وقت..... وقت ہم سب پر قہقہے لگاتا ہنس رہا تھا۔ شاہینہ اور ارسل، گل خان کے ہمراہ واپس چلے گئے۔ گل خان میرا بہت ہی وفادار خاص اور قابل اعتماد ڈرائیور تھا۔ جاتے وقت میں نے اسے شاہینہ اور ارسل کی حفاظت کی ذمہ داری سونپ دی تھی۔ بہت ہی مضبوط اور جی دار آدمی تھا۔ میں حماد کو لے کر اسلام آباد پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی میرا استقبال قیامت خیز خبر نے کیا۔ مجھے اطلاع ملی کہ میرے بیوی بچے ایک اندوہناک حادثے کا شکار ہو گئے ہیں۔ میں حماد کو اس کی نانی کے گھر چھوڑ کر حواس باختہ سا پہلی فلائیٹ سے کراچی واپس آ گیا تھا۔ واپس لوٹا تو سب برباد ہو گیا تھا۔

میرا گلستان اجڑ گیا تھا۔ میری شاہینہ کا مردہ جسم ہسپتال کے مردہ خانے میں پڑا تھا۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ بتاتی تھی کہ میری شاہینہ کے جسم پر تشدد کے نشان تھے، قتل سے پہلے اس کے ساتھ زیادتی کی گئی تھی۔ گل خان شدید زخمی تھا۔ آخری سانسیں چل رہی تھیں، اس پر بھی قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ زندگی کی آخری سانسیں لینے سے قبل اس نے بڑی مشکل سے مجھ سے کہا تھا۔"

"صاحب جی ارسل...... ارسل بابا ٹھیک نہیں ہیں......!"

"مجھے بتاؤ خان کیا ہوا تھا؟ کون تھا وہ جس نے میری ہنستی بستی دنیا کو اجاڑ ڈالا۔" میں اپنے حواس کھونے لگا تھا۔ میں خان کا دم لکلتا دیکھ رہا تھا۔

"شیطان تھا وہ...... شیطان...... صاحب جی ارسل بابا کا خیال رکھنا......!" خان دم توڑ گیا...... میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھا جس نے میری بیوی کے ساتھ یہ غیر انسانی سلوک کیا تھا۔ ہماری کسی سے دشمنی نہیں تھی ماریانہ پھر نہ جانے کون بد بخت تھا وہ جس نے میرے گھر کا شیرازہ بکھیر دیا تھا۔" فیروز حسن رندھے ہوئے لہجے میں ماضی میں بیتی ہوئی وہ اندوناک رات کو یاد کر رہے تھے۔

"ارسل...... ارسل کا کیا ہوا تھا، وہ کہاں تھا؟" ماریانہ نے کانپتے ہوئے لہجے میں دریافت کیا۔

"وہ محفوظ تھا مگر اس کی ذہنی حالت بہت ابتر تھی۔ اس نے ماں کی بے حرمتی دیکھی تھی۔ شاہینہ کو میں نے پھولوں کی طرح رکھا تھا۔ کبھی اس پر آنچ نہ آنے دی تھی مگر ارسل نے اسے زخموں سے چور دیکھا تھا۔ ایک درندے کو اس کا خون کرتے دیکھا تھا۔ وہ ٹھیک رہ بھی کیسے سکتا تھا۔ آٹھ سال کا بچہ اتنا ظلم برداشت نہیں کر سکا۔ جس طرح آج وہ شدید شاکڈ کا شکار ہو کر ٹراما میں چلا گیا ہے۔ اسی طرح اس وقت بھی وہ ٹراما کا شکار ہو گیا تھا۔ زندگی اس وقت میرے لیے ایک کڑی آزمائش بن گئی تھی۔ ارسل کو بہت مشکل سے میں واپس زندگی کی جانب لے کر آیا تھا مگر ماریانہ تمہیں بھی اب بتانا ہوگا کہ ارسل کو اس حال تک پہنچانے میں کون سے عوامل شامل تھے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اسے شدید صدمہ پہنچا ہے۔ وہ صدمہ کیا ہے اب یہ تم مجھے بتاؤ گی۔" فیروز حسن ارسل کے راز سے پردہ اٹھا کر اسے الجھن میں مبتلا کر گئے تھے۔ ماریانہ لب بھینچے انہیں دیکھتی رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

"السلام علیکم، کیا یہ نمبر آرٹسٹ اے کے زیدی کا ہے؟" فاریہ نے گاڑی کے شیشے سے باہر جھانکتے ہوئے کال پر موجود بندے سے استفسار کیا۔

"فریدی صاحب، مجھے آپ کی ایک پینٹنگ کے حوالے سے کچھ معلومات چاہیے تھیں۔" جواب اثبات میں پا کر اس نے امید افزا نظروں سے گاڑی ڈرائیو کرتی قمر جہاں کو دیکھا۔ قمر نے بھی ایک مسکراتی نگاہ اس پر ڈال کر نظر سامنے اسکرین پر جما دی تھی۔

"ایک خاتون کی پرانی پینٹنگ اس نے قیمتی پوشاک پہن رکھی ہے اور......" فاریہ اس پینٹنگ کی چیدہ چیدہ خصوصیات بتانے لگی تھی کہ اس شخص نے اس کی بات منقطع کرتے ہوئے کہا۔

"معاف کیجیے گا محترمہ میں انسانی پینٹنگ میں دلچسپی نہیں رکھتا۔ میں فقط خطاطی کا کام کرتا ہوں۔"

"اوہ......! معافی چاہتی ہوں۔ اللہ حافظ۔" فاریہ نے مایوسی کے عالم میں معذرت کرتے ہوئے کال منقطع کر دی۔

"اف...... اس بندے سے بھی رابطہ کرنا فضول ثابت ہوا۔" فاریہ نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

UUNOVELS.COM

"یعنی ان چار عدد اے کے زیدی میں سے محض ایک بندہ ہی کام کا نکلا۔" قمر جہاں نے گہری سانس لی۔
"یہ تو اس اکلوتے بندے سے مل کر پتا چلے گا کہ کام کا ہے یا نہیں۔" فاریہ پر جھنجلاہٹ ہنوز طاری تھی۔
"ہوں، یہ بات بھی ہے خیر کوشش تو جاری رکھنی چاہیے اور ہمت بھی دکھانا ہوگی۔ فی الحال تو ہم دونوں مہرو عظیم کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے ہیں۔ اب دیکھو یہاں سے کوئی اہم معلومات ملتی بھی ہے کہ نہیں۔" قمر نے گاڑی روک کر اس سات منزلہ عمارت کو دیکھا۔ جو وقت گزرنے کے باوجود ابھی بھی بڑی شان سے کھڑی تھی۔
"بھائی اس عمارت کی انتظامیہ سے ملنا ہے۔" قمر جہاں نے چوکیدار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ چوکیدار ان دونوں کو اس اپارٹمنٹ کے یونین آفس میں لے آیا تھا۔
"جی فرمایئے۔" آفس میں ایک درمیانی عمر کا شخص بیٹھا فائل کی ورق گردانی میں مصروف تھا۔ چوکیدار کی اطلاع پر اس نے ایک سرسری سی نگاہ ان دونوں پر ڈال کر دریافت کیا اور پھر یک دم چونکا۔
"آپ کا چہرہ کچھ جانا پہچانا معلوم ہوتا ہے۔ کہیں آپ معروف گلوکارہ قمر جہاں تو نہیں؟" اس شخص نے نہایت پُر جوش انداز میں قمر جہاں کو پہچانتے ہوئے استفسار کیا۔ قمر جہاں اس کے مشتاق انداز پر دھیرے سے مسکراتے ہوئے بولی۔
"جی میں قمر جہاں ہی ہوں۔ دراصل یہاں آمد کا ایک مقصد ہے آپ سے کچھ معلومات لینی ہے۔"
"زہے نصیب' آپ تشریف تو فرمایئے جو بھی معلومات ہیں وہ بھی مل جائیں گی مگر پہلے یہ بتایئے کہ چائے لیں گی یا پھر کچھ ٹھنڈا منگواؤں۔" اس شخص نے انتہائی مسرور انداز میں کہا تو مجبوراً انہیں بیٹھنا پڑا۔
"بہت شکریہ مگر چائے یا ٹھنڈے کی ضرورت نہیں آپ کی مدد درکار ہے۔ ہمیں کچھ معلومات چاہیے ایک اپارٹمنٹ کے حوالے سے...... اگر وہ معلومات مل جائیں تو آپ کے مشکور ہوں گے۔" قمر جہاں نے رسانیت سے انکار کے ساتھ اپنی آمد کا مدعا سنایا۔
"دیکھیں جی یہ اپارٹمنٹس تقریباً تیس سال پرانے ہیں مگر آج بھی ان کی شان و شوکت نرالی ہے۔ تین بے حد کشادہ کمرے ڈرائنگ روم لاؤنج کے ساتھ ساتھ لفٹ کی سہولت بھی ہے اور ہاں......" وہ شخص اپنی دھن میں کہہ رہا تھا۔ قمر جہاں نے اس کی بات منقطع کرتے ہوئے کہا۔
"ہم اپارٹمنٹ خریدنے کے ارادے سے یہاں نہیں آئے۔"
"پھر کیسی معلومات چاہیے' کس ارادے سے آئی ہیں آپ؟" اس شخص نے حیرانگی سے پوچھا۔
"مہرو عظیم کے فلیٹ کے حوالے سے ہمیں معلومات چاہیے۔ ہم دراصل مہرو عظیم جو کافی عرصہ قبل یہاں مقیم تھیں۔ ان کے حوالے سے حقائق جاننا چاہتے ہیں۔" کافی دیر سے خاموش فاریہ بار بول پڑی۔
"دیکھیں بی بی جی۔ میں یہاں اس اپارٹمنٹ میں کوئی سات' آٹھ سال سے مقیم ہوں مگر میرے علم میں تو ایسی کوئی خاتون نہیں اور اگر کسی زمانے میں وہ یہاں رہائش پذیر بھی رہی ہوں گی تو ان کے حوالے سے اب کسی بھی طرح کی معلومات دینے سے انتظامیہ قاصر ہے۔" وہ شخص قطعیت سے اپنی بات مکمل کر کے ایک بار پھر سے فائل کی جانب متوجہ ہو گیا۔ اس کا گرم جوش رویہ یکا یک سرد مہری میں بدل گیا تھا۔ قمر جہاں نے یہ بات محسوس کرتے ہوئے فاریہ کو دیکھا جو مایوس سی بیٹھی تھی۔
"دیکھیے آپ کے اس اپارٹمنٹ میں کوئی بیس پچیس سال قبل ایک واردات ہوئی تھی۔ ایک قتل ہوا تھا۔ جس کی خبر اخباروں کی بھی زینت بنی تھی اور یقیناً یہ پولیس کیس بھی رہا ہوگا۔ ہم اسی واقعہ کے حوالے سے کچھ معلومات چاہتے

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

ہیں اگر آپ نہیں جانتے تو کسی ایسے شخص سے ملوادیں جو ہمیں اس حوالے سے آگاہ کر سکے۔" قمر جہاں نے سامنے بیٹھے شخص کے محتاط انداز کو درگزر کرتے ہوئے سوال کیا۔

"دیکھیے بی بی جی آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہمارے اپارٹمنٹس میں ایسی کوئی واردات رونما نہیں ہوئی۔ الحمدللہ یہاں بہت شریف لوگ رہتے ہیں اور سب کے دامن بہت پاک اور صاف ہیں۔" اس شخص نے قمر جہاں کو قطعیت سے کہا۔

"تو آپ کے خیال سے جن لوگوں کا بے دردی سے قتل کر دیا جاتا ہے وہ شریف نہیں ہوتے یا وہ ان کے دامن پاک صاف نہیں رہتے؟" قمر جہاں کو اس شخص کی بات سخت ناگوار گزری اور درشتی خود ہی اس کے لہجے میں در آئی تھی۔

"بی بی جی۔ صاف سی بات ہے اپارٹمنٹ کی انتظامیہ اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ ہماری طرف سے صاف معذرت۔ آفس بند کرنے کا وقت ہو گیا ہے اور مجھے بھی ضروری کام سے جانا ہے۔ آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔" وہ شخص کہتا ہوا وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مجبوراً قمر جہاں اور فاریہ کو بھی وہاں سے اٹھنا پڑا۔ یونین آفس سے نکل کر وہ دونوں گاڑی کی جانب بڑھنے لگیں تب ہی اس شخص کی گفتگو کی بھنک ان کی سماعت پر دستک دینے لگی۔

"بھئی نہ جانے کیا معاملہ ہے پھر سے اس دفن ہوئے کیس کے گڑھے مردے اکھاڑنے یہ دونوں خواتین آن کھڑی ہوئیں۔ ایک تو مشہور گلوکارہ ہے سمجھو میڈیا پرسن ایک بار پھر سے اگر یہ خبر میڈیا کی زینت بن گئی تو پتا ہے تاں کیا ہوگا پھر سے پولیس کی آمدورفت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ ہمارے اپارٹمنٹس پھر سے بدنام ہو جائیں گے اور مارکیٹ ویلیو پھر سے گر جائے گی۔" فاریہ نے ناگواری سے مڑ کر اس شخص کو دیکھا جو نجانے کس سے باتیں کر رہا تھا۔

"بے حس ہو گیا ہے زمانہ سب کو صرف اپنے غرض سے مطلب ہے ہونہہ۔" وہ غصے سے بولی۔

"ہمیں بھی تو اپنے غرض سے ہی مطلب ہے فاریہ۔" قمر جہاں نے ہنستے ہوئے کہا۔ فاریہ نے اس کے تمسخرانہ انداز پر الجھن بھری نگاہوں سے دیکھا مگر کچھ بھی کہنے سے اجتناب برتا۔ وہ دونوں گاڑی میں بیٹھنے ہی والی تھیں کہ چوکیدار ان کے پاس آن پہنچا اور رازداری سے کہا۔

"بی بی جی جو معلومات آپ جاننا چاہتی ہیں اس واقعے کے حوالے سے وہ میں آپ کو دے سکتا ہوں۔"

"تم دے سکتے ہو مگر کیسے؟" قمر جہاں اس نوعمر لڑکے کی بات سن کر حیران ہوئیں۔

"مجھ سے پہلے میرا ابا یہاں چوکیدار تھا۔ مہرو بی بی کو بہت اچھی طرح سے جانتا تھا۔ وہ صرف مہرو بی بی کے قتل سے ہی نہیں اس سے پہلے والے واقعے سے بھی واقف ہے۔" وہ نوجوان چوکیدار جلدی جلدی بتا رہا تھا۔

"اچھا پھر تمہارے ابا سے کیسے مل سکتے ہیں ہم؟" فاریہ نے فوراً سوال کیا۔

"باجی مغرب بعد میری چوکیدار کی شفٹ ختم ہو جاتی ہے آپ لوگ اس سے قبل مین روڈ پر پہنچ کر میرا انتظار کرنا۔ میں پھر ساتھ لے کر چلوں گا اپنے گھر۔ ابا گھر پر ہی ہوتا ہے۔" اب وہ لڑکا جلدی جلدی بتانے لگا۔ قمر جہاں اور فاریہ نے ایک دوسرے کو دیکھا آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کرتے ہوئے فیصلہ بھی کر لیا۔

"تمہارا نام کیا ہے۔" قمر جہاں نے سوال کیا۔

"انور ہے جی مگر سب پیار سے انو کہتے ہیں۔" اس لڑکے نے اپارٹمنٹ کی جانب نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے انو۔ ہم مغرب کے وقت مین روڈ پر موجود ہوں گے۔ تم وقت پر پہنچ جانا۔" قمر جہاں کی رضامندی پا کر انور اثبات میں سر ہلاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ قمر جہاں نے بھی گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

"اس لڑکے پر اعتبار کرنا ٹھیک رہے گا قمر؟" فاریہ نے سوچتے ہوئے سوال کیا۔

''یہ تو وقت ہی بتائے گا اب فاریہ۔'' قمر جہاں نے کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ ان کی گاڑی مین شاہراہ پر پہنچ کر تیزی سے اپنی منزل کی جانب گامزن تھی۔

''اس شام میں اور ارسل ایک دعوت میں مدعو تھے۔ وہ دعوت ہماری ایک بے حد عزیز دوست کی تھی اور اس حادثے کا شکار صرف ہم ہی نہیں ہماری وہ دوست بھی ہوئی تھی۔ میں اور ارسل پھر بھی خوش نصیب ٹھہرے مگر وہ بدنصیب جانبر نہ ہو سکی۔ اس دوست کی موت کی خبر سن کر ارسل صدمے کا شکار ہو گیا۔ میں بس آپ کو اتنا ہی بتا سکتی ہوں انکل۔ البتہ حماد کو میں نے ہر حقیقت سے آگاہ کر دیا ہے۔'' ماریانہ نے مختصراً الفاظ میں فیروز حسن کو ارسل کی اس ذہنی کیفیت کی وجہ بتائی۔ فیروز حسن کچھ دیر تک خاموش رہے پھر پرسوچ انداز میں گویا ہوئے۔

''نہ جانے کیوں مجھے احساس ہو رہا ہے کہ یہ واقعہ اتنا معمولی نہیں ہے جتنا تم بتا رہی ہو ماریانہ مگر میں تمہاری بات پر اعتبار کر لیتا ہوں' ہاں ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں تم سے ماریانہ......''

''کیسی ضروری بات انکل؟'' ماریانہ نے سوال کیا۔

''تم ارسل کو وہ خوفناک رات یاد دلاؤ۔ اسے بتاؤ ماضی جو اس نے اپنے خواب و خیال میں بسا رکھا ہے۔ جس کی حسین یادوں میں وہ دنیا اور ہم سب کو بھلائے جی رہا ہے۔ اسی ماضی میں وہ خوفناک رات بستی ہے۔ یہ دنیا اصل جگہ ہے جینے کے لیے' انسان حال میں جی سکتا ہے' ماضی میں نہیں...... اسے بتاؤ احساس دلاؤں کہ جس تکلیف سے بچنے کے لیے وہ ہم سب سے منہ موڑ گیا ہے۔ وہ تکلیف اس کی یادوں میں ہے' اس کے لاشعور میں چھپی ہوئی ہے۔ اسے کہو ماریانہ وہ لوٹ آئے' تم اس سے اپنی بات منوا سکتی ہو۔ تم ہی ہو جو اسے زندگی کی جانب واپس لا سکتی ہو۔'' فیروز حسن نڈھال سے لہجے میں کہہ رہے تھے۔ ان کی نگاہیں مسلسل ارسل کے ساکت وجود پر جمی ہوئی تھیں۔ ماریانہ کو ان کی باتوں سے کافی ڈھارس ملی تھی۔

اس نے آنکھیں کھولیں تو سیاہ رات اس کی منتظر تھی۔ ایسی سیاہ رات کہ چاند بھی یادوں کی تہہ میں جا سویا تھا۔ وہ خوف زدہ سا اندھیرے کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔ تب ہی یک دم کسی گاڑی کے ٹائر چرچرائے تھے۔ اس کا دل زور سے دھڑک رہا تھا۔ گاڑی کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھل کر تیز آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔ وہ خوف زدہ سا اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے کانوں میں قدموں کی آواز گونجنے لگی۔ قدموں کی آواز لحہ بہ لحہ اسے اپنے قریب آتی محسوس ہوئی۔ وہ حواس باختہ سا سرپٹ بھاگنے لگا۔ فضا یک دم دلدوز چیخوں سے گونج اٹھی...... وہ فریاد کرتی چیخ و پکار سرسراتی ہوئی ہوا کی مانند اس کا تعاقب کرنے لگی تھی۔ وہ اور تیزی سے بھاگنے لگا تھا۔ اندھا دھند بے تحاشا...... اس کی سانسیں دھونکنی کی مانند تیز چل رہی تھیں۔ چیخ و پکار کی آوازیں مزید بلند ہو رہی تھیں اس نے اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے کانوں پر سختی سے جمائیں...... وہ ہانپ رہا تھا' کانپ رہا تھا اور بہت تیز انجان سمت میں بھاگے چلا جا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ دلدوز چیخوں کے ساتھ ساتھ اس کی ہچکیوں کی آواز بھی فضاء میں گونجنے لگی تھیں۔ یکا یک گولیوں کی آواز نے خاموشی کا سینہ چھلنی کر دیا تھا۔ رات کی سیاہی اچانک سے سرخ مائل ہونے لگی تھی۔

''ماریانہ...... بابا جانی سے بات ہوگئی؟'' ماریانہ نے اسکائپ سے کال منقطع کر کے جب موبائل حماد کے حوالے کیا تو وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"ہاں انکل سے بات ہوئی ہے وہ کہہ رہے تھے کہ ارسل اپنی والدہ کی وفات کے موقع پر گہرے صدمے کا شکار ہوا تھا۔ تب تمہاری مما جانی کی باتیں یاد دلا کر اسے انہوں نے اس صدمے سے نکالا تھا۔ انہوں نے کہا ہے کہ اب بھی ہمیں ایسا ہی کرنا ہوگا۔ ارسل کو بتانا ہوگا کہ زندگی گزارنے کی اصل جگہ یہ دنیا ہے۔ خواب یا پھر گزرا ہوا ماضی نہیں۔" ماریانہ حماد کو کائنہ حازمی سے تھپتھپاتے ہوئے اسے بتایا۔

"میں بہت چھوٹا تھا جب ان کا انتقال ہوا تھا۔ میرے پاس ان کی یادوں کا کوئی قیمتی خزانہ نہیں۔" حمادہ دکھی ہوا۔ ماریانہ کا دل غم سے بھر گیا۔ اسے آج اندازہ ہوا تھا کہ بے خبری بھی ایک نعمت ہے۔ ارسل آگہی کا عذاب جھیل رہا تھا۔ شاید تب ہی فیروز حسن نے حماد کو اس کی والدہ کے قتل کے محرکات سے بے خبر رکھا تھا۔ یقیناً وہ اپنے دونوں بیٹوں کو ایک ہی آگ میں جلتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔

"کوئی بات نہیں۔ ہم دونوں مل کر کوئی نہ کوئی راہ ضرور نکال لیں گے۔ غم کیوں کرتے ہو میرے بھائی۔"

"آپ بہت اچھی ہیں ماریانہ آپی..... آپ سے مل کر یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میری زندگی میں بڑی بہن کے نہ ہونے کا خلاء پر ہو گیا ہے۔" حماد مشکور نظروں سے ماریانہ کو دیکھتے ہوئے بڑی محبت سے بولا۔

"تم نہیں جانتے میری زندگی کی بہت سی کمی کو ارسل نے اور تم نے دور کر دیا ہے۔ زندگی میں پہلی بار کسی نے مجھے آپی کہا ہے۔ آج مجھے اپنا آپ بہت خاص لگنے لگا ہے۔" ماریانہ کی آنکھیں جھلملا اٹھیں۔ تب ہی ارسل کے ساکت وجود میں دھیرے سے ہلچل محسوس ہوئی۔ وہ دونوں ہی بری طرح چونکے۔

"ارسل.....؟" ماریانہ اس کا نام پکارتے ہوئے اس سے قریب ہوئی۔

"بھیا جانی، آنکھیں کھولیں اور دیکھیں ہمیں، ہماری زندگی میں لوٹ آئیں۔ آپ کے شعور میں سے پرانی یادیں آپ کے جینے کی جگہ نہیں ہے۔" حماد ارسل کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے نیند سے بیدار کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"حماد صحیح کہہ رہا ہے ارسل، وہ جگہ تمہارے لیے مناسب نہیں وہ بیتا وقت ہے۔ جہاں دردناک لمحے بیتے ہیں۔ وہ دردناک لمحے جواب ماضی کا حصہ ہیں۔ تم ماضی میں جینا چھوڑ دو۔ حال میں لوٹ آؤ۔ لوٹ آؤ ارسل۔" ماریانہ بھی اس کا بایاں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر روہانسی ہوتے ہوئے بولی۔

"آپی ٹھیک کہہ رہی ہیں بھیا۔ لوٹ آئیں، میرے لیے، بابا جانی کے لیے، آپی کے لیے۔ ہم سب کو آپ کی ضرورت ہے۔ جو ہو گیا، جو گزر گیا اس کو بدلا نہیں جا سکتا تبدیل ہمیشہ حال ہوتا ہے، گزرا ہوا پل نہیں، ہاں، ہم ان لمحوں کی نحوست کو اپنی زندگی سے نکال کر مستقبل محفوظ کر سکتے ہیں۔ بھیا آپ سن رہے ہیں ناں......" حماد جذباتیت کی انتہاء پر پہنچا کہہ رہا تھا۔ ارسل کا جسم دھیرے دھیرے کانپنے لگا تھا۔

"ارسل تم ٹھیک ہو ناں۔ تمہیں کیا ہو رہا ہے ارسل۔ ارسل جاگ جاؤ۔ تمہیں جاگنا ہوگا ہمارے لیے، اپنے لیے تم سن رہے ہو۔ تم سب کچھ سن رہے ہو۔ میں جانتی ہوں۔" ماریانہ کی التجاؤں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

"بھیا جان پلیز آنکھیں کھولو۔ لوٹ آؤ ناں ہمارے پاس۔" حماد رو پڑا۔ اشک ارسل کی آنکھوں سے بھی رواں ہو گئے۔ ماریانہ ساکت سی رہ گئی۔

"بھیا جانی......نہ رو پلیز، مت رو ناں......واپس لوٹ آؤ۔ میں بہت اکیلا ہوں، بابا جانی اکیلے ہیں۔ ہمیں تھام لو ناں۔ آپ کو مما جانی کی قسم۔" حماد بلک بلک کر رو پڑا۔ ارسل کے اشکوں میں بھی روانی آ گئی تھی۔

"حماد جاؤ ڈاکٹر کو بلا کر لاؤ۔ ارسل کی طبیعت ٹھیک نہیں۔" ماریانہ کے کہنے پر حماد اپنے آنسو صاف کرتا سرعت سے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

''یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اگر اس موقع سے آپ لوگ فائدہ نہ اٹھا سکے یا پھر مریض نے آپ لوگوں کی کوششوں کا جواب دینا چھوڑ دیا تو پھر انہیں اس ذہنی کیفیت سے باہر نکالنا مشکل ہو جائے گا۔ ممکن ہے کہ پھر یہ قیمتی وقت دوبارہ میسر نہ ہو۔'' ڈاکٹر اپنے خدشات بیان کر کے وہاں سے چلے گئے۔

''یہ...... یہ کیا کہہ کر گیا ہے ڈاکٹر......!'' حماد نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''حماد دیکھو یہ وقت پریشان ہونے کا نہیں بلکہ ہمارے لیے جو اہم ترین بات ہے وہ ارسل کو اس نیند سے جگانا ہے اور حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ وہ ہماری بات سن رہا ہے اور اپنے خوف سے لڑنے کی کوشش بھی کر رہا ہے۔'' ماریانہ نے بڑی بہن کی طرح اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے سمجھایا۔

''صحیح کہہ رہی ہیں آپ آپی۔ ہمیں راستہ دکھائی دیا ہے تو ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔'' حماد ماریانہ کی بات سمجھتے ہوئے مسکرایا۔

''ہولا ماریانہ......'' عقب سے آتی ایک چہکتی ہوئی آواز نے ان دونوں کو چونکا دیا۔

''اوہ...... ہولا میا۔'' ماریانہ نے میا کو سامنے پا کر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''یہ کون ہے ماریانہ، تمہارا کوئی نیا دوست؟'' میا نے معنی خیز نگاہوں سے حماد کا سرتاپیر جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''میا یہ حماد ہے۔ ارسل کا چھوٹا بھائی۔'' ماریانہ نے مختصر اً تعارف کروایا۔

''اوہ ارسل کا چھوٹا بھائی۔ ہو بہو نہ سہی مگر کافی حد تک ارسل کے مشابہہ ہے۔'' میا نے دلچسپی سے حماد کو دیکھتے ہوئے کہا۔ حماد نے سوالیہ نگاہوں سے ماریانہ کو دیکھا۔

''حماد یہ میا میگن ہیں، ارسل کے آفس میں کام کرتی تھی اور پیڈرو کی دوست بھی ہیں۔'' ماریانہ نے حماد کے سوال پر میا کو اس سے متعارف کروایا۔

''مل کر خوشی ہوئی آپ سے میا میگن۔'' حماد نے رسمی سے انداز میں تعارفی جملہ ادا کیا۔

''کیسے آنا ہوا میا اور یہ پیڈرو کہاں ہے۔ دو دن سے چکر بھی نہیں لگایا اس نے ہسپتال کا؟'' ماریانہ نے یوں ہی بات برائے بات کی اور میا کے ساتھ کمرے سے نکل آئی۔

''اوہو ماریانہ اب میں اور پیڈرو اتنے بھی فارغ نہیں کہ ہسپتال کے چکر لگاتے رہیں۔ ویسے بھی آج کل پیڈرو ارسل کی نشست پر موجود ہے اور کافی ذمہ داریاں بھی ہیں اس کے کاندھے پر۔'' میا مکمل طور پر اب ماریانہ کی جانب متوجہ تھی۔ آخری جملہ بے حد جتاتے ہوئے انداز میں ادا کیا تھا۔

''ہوں...... سمجھ رہی ہوں پیڈرو کی مصروفیات کو۔ ارسل کی غیر موجودگی میں اسے کافی مشکلات درپیش ہوں گی۔'' ماریانہ نے اس کی بات پر متفق ہوتے ہوئے جواب دیا۔

''مشکلات کا تو معاملہ نہیں۔ ویسے بھی اب یہ نشست پیڈرو کے ہی پاس رہے گی۔ ارسل کی جو حالت ہے اسے سنبھلنے میں تو کافی وقت درکار ہے۔ یقیناً کمپنی اتنی طویل مدت تک تو ارسل کا انتظار نہیں کر سکتی اور پھر اس پوسٹ کا اصل حق دار پیڈرو کے علاوہ اور کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔ کام کا بوجھ زیادہ ہوا تو میں پیڈرو سے کہہ دوں گی کہ میری نوکری پھر سے بحال کر دے۔ فکر کی کوئی بات نہیں ماریانہ میں اور پیڈرو اب کافی ہیں کمپنی کے لیے۔'' میا کا تکبر آمیز لہجہ سن کر ماریانہ بھونچکی رہ گئی۔

''تو ارسل تمہارے غافل ہوتے ہی یہ دنیا تمہیں راستے سے ہٹانے کے لیے ترکیبیں سوچنے لگی۔'' ماریانہ کو دکھ ہوا۔ پیڈرو کو بہرحال وہ اتنا بے اعتبار اور خودغرض انسان نہیں سمجھتی تھی۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

"ارسل میں جانتی ہوں۔تم نے میری اور انکل کی تمام باتیں سن لی ہیں۔میں جانتی ہوں تم اس واقعے کو ایک بار پھر سے دیکھ رہے ہو۔ارسل دیکھو...... ماضی کے اس حصے کو خیر باد کہہ دو۔اپنی یادداشت سے نکال دو۔واپس آ جاؤ۔ہمت کرو ارسل تم کر سکتے ہو۔آخر ڈرتے کیوں ہو تم۔" ماریانہ موقع پاتے ہی دلبرداشتہ سی اسے جھنجھوڑنے لگی تھی۔

ایک دلگداز چیخ اس کی روح کو گھائل کر گئی۔بھاگتے ہوئے اس نے بے قراری کے عالم میں پیچھے پلٹ کر دیکھا۔مگر تاریکی نے اس کی آنکھوں کو نابینا کر دیا۔وہ پھر سے بے تحاشا بھاگنے لگا۔

"ارسل......" ایک لرزتی ہوئی آواز نے اس کی سماعت پر دستک دی۔اس کے قدم یک دم زنجیر ہو گئے۔آنکھوں میں وحشت بھر گئی۔لب ہولے سے پھڑپھڑائے۔

"مماجانی......" پکار بے حد قریب سے سنائی دی تھی۔

"مماجانی...... کہاں ہیں آپ...... کب سے ڈھونڈ رہا ہوں آپ کو...... میں صرف آپ کے لیے یہاں ہوں۔آپ کہاں ہیں مماجانی؟" وہ روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔روتے روتے نڈھال سا وہ وہیں زمین پر بیٹھ گیا تھا۔

"مماجانی میں بھٹک رہا ہوں یہاں، بہت خوفناک سائے ہیں جو اس تاریکی میں چھپے ہیں۔مجھے ڈراتے ہیں، ہولاتے ہیں وہ سب کچھ یاد دلاتے ہیں جو میں بھلانا چاہتا ہوں مماجانی آپ کہاں ہیں، مجھے بچالیں، مجھے بچالیں ان خوفناک سائے سے، ورنہ یہ میری جان لے لیں گے۔" وہ زاروقطار رو رہا تھا۔فریاد کر رہا تھا۔اس کی سسکیاں سناٹے کو چیر رہی تھیں۔وہ روتے ہوئے اپنی ماں کو پکارتے نڈھال سا ڈھے گیا تھا۔تب ہی اجالا سا بکھرا تھا۔

"ارسل......" ایک مدھر، شفیق سی آواز نے اسے دھیرے سے پکارا۔ارسل نے چونکتے ہوئے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ہر سو نور ہی نور تھا۔اس کی آنکھیں چندھیانے لگی تھیں۔

"ارسل میری جان۔" اس پُرنور حصار سے ایک روشن ہیولا برآمد ہوا تھا۔

"مماجانی......!" ارسل بے اختیار سا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اس کا جسم بدستور جھٹکے کھا رہا تھا۔ڈاکٹرز مسلسل اسے ٹریٹمنٹ دینے میں مصروف تھے۔پھر یک دم اس کا جھٹکے کھاتا جسم پُرسکون ہو گیا تھا۔حماد پریشانی کے عالم میں ڈاکٹر سے پوچھنے لگا۔

"بھیا کو کیا ہوا ہے ڈاکٹر؟"

"کیا آپ لوگوں نے ان کے سامنے کوئی ایسی بات کہی جس سے ان کا قلبی یا کسی طرح کا جذباتی تعلق تھا؟" ڈاکٹر نے پُرسوچ انداز میں حماد سے سوال کیا۔

"جی، ہم نے انہیں بیدار کرنے کے لیے پرانی یادیں دہرائی ہیں، ان سے باتیں کرنے کی کوشش کی، احساس دلانا چاہا کہ ان کی واپسی ہمارے لیے کتنی اہم ہے۔" جواب حماد کے بجائے ماریانہ نے دیا تھا۔حماد کو جزبز سا دیکھ کر اس نے ڈاکٹر سے خود بات کرنے کا ارادہ باندھا۔

"بہت اچھا کیا، مریض نے آپ لوگوں کی کوششوں کو رائیگاں نہیں جانے دیا۔اس نے ان تمام باتوں کو سن کر جواب دیا ہے۔وہ جنگ کر رہا ہے اپنی ذہنی حالت سے، اپنی کیفیت اور اس صدمے کی حالت سے، آپ لوگ اپنی کوشش جاری رکھیے۔یہی موقع ہے ان کے شعور کو بیدار کرنے کا۔" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ڈاکٹر کی حوصلہ افزا بات پر حماد اور ماریانہ نے مسرور سے انداز میں ایک دوسرے کو دیکھا۔

UUNOVELS.COM

پامال کیا۔ میں تم سے اپنی ہر بات شیئر کرتی رہی اور تم نے ہونہہ...... دوسروں پر الزام لگانا بہت آسان ہے مگر اپنے گریبان میں جھانکنا مشکل۔ دوستی کے تقاضے تم پورے نہ کرسکیں ماریانہ۔'' میا نفرت آمیز لہجے میں گویا ہوئی۔ ماریانہ تاسف سے اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔

''اب جب دوستی پر ہی سوال اٹھ گیا میا میگن تو پھر میں تمہارے کسی الزام کے لیے جواب دہ نہیں۔ نہ ہی تم اب مجھ سے یا ارسل سے تعلق رکھنے پر کوئی سوال کرنے کا مجاز رکھتی ہو۔ آج واضح ہوگیا کہ میری اور تمہاری سوچ کی طرح ہمارے راستے بھی الگ ہیں میا۔'' ماریانہ اتنا کہہ کر پلٹ کر جانے لگی۔

''یہ تو وقت ہی بتائے گا ماریانہ کہ کس کے راستے ایک ہیں اور کس کے راستے جدا۔'' میا معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ اس کی کینہ توز نگاہیں ماریانہ کی پشت پر جمی ہوئی تھیں۔

''مما جانی......'' وہ بےخودی کے عالم میں اس روشن ہیولے کی جانب بڑھا۔

''میری جان...... کیوں بھٹکتے ہو اس دشت میں۔ کیوں تکلیف دیتے ہو خود کو۔'' شاہینہ نے اسے گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔

''میں چھوڑ آیا ہوں وہ دنیا' میں اب یہیں رہنا چاہتا ہوں۔ اپنی ماں کے پاس' آپ کے ساتھ۔'' وہ کسی ضدی بچے کی طرح کہہ رہا تھا۔

''لیکن کیوں' کیوں رہنا چاہتے ہو یہاں ارسل' خوشیوں سے بھری دنیا کیوں چھوڑنا چاہتے ہو؟'' شاہینہ نے تڑپ کر اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں تھامتے ہوئے پوچھا۔

''اس دنیا میں' میرے لیے خوشیاں ہیں ہی کہاں' صرف غم ہے' دکھ ہے' پچھتاوے ہیں اور شکست ہے۔ میں شکست خوردہ سی زندگی نہیں گزارنا چاہتا۔'' وہ مایوسی سے بولا۔

''شکست خوردہ سی زندگی؟ کیوں سمجھتے ہو تم ایسا۔ اپنی زندگی سے اتنا مایوس کیوں ہوگئے ہو تم ارسل؟'' اس کے لہجے کے کرب نے شاہینہ کو بھی تڑپا دیا تھا۔

''مما جانی اس زندگی نے صرف مجھے ہار سے نوازا ہے۔ میں نے جب خوشیوں کا دامن تھامنا چاہا۔ جب آگے بڑھنا چاہا تو اس زندگی نے میری جھولی میں دکھ ڈال دیے۔ مجھ سے میرا حوصلہ چھین لیا۔ میں ڈرنے لگا ہوں' زندگی جینے سے خوف زدہ ہوگیا ہوں۔'' ارسل کے لہجے میں عیاں شکست خوردگی شاہینہ کو اس کے ہمت ہارنے کا پتا دے رہی تھی۔

''میں نے تمہیں مضبوط انسان بنانا چاہا ارسل مگر تم کمزور بن رہے ہو......'' شاہینہ افسردہ ہوئیں۔

''نہیں مما جانی' میں کمزور نہیں بن رہا مگر یہ دنیا مجھے کمزور بنا رہی ہے۔ میں مضبوط بننے کی کوشش کررہا تھا۔ میں اینا کی مدد کررہا تھا۔ وہ مشکل میں تھی۔ تاریکی میں ڈوب رہی تھی۔ میں اسے اجالے میں لے کر آنے کی کوشش کررہا تھا۔ صحیح راستے پر چلنے میں اس کی مدد کررہا تھا اور پھر اسے ماردیا گیا اور میں اسے بھی بچا نہ سکا۔ بالکل اس رات کی طرح میں ایک بار پھر بےبس ہوگیا۔ میں لڑ نہ سکا۔ میں وہ رات آج تک نہیں بھول پایا۔ مما جانی جب اس درندے نے آپ سے جینے کا حق چھین لیا تھا۔ میں اس وقت بھی کمزور تھا اور میں آج بھی کمزور ہوں۔ پہلے آپ کی زندگی میرے سامنے ختم کردی گئی اور اب اینا کی' میں اس وقت بھی کچھ نہ کرسکا اور میں اب بھی کچھ نہیں کرسکا۔ وقت مجھے ہر بار بےحد کمزور بنا دیتا ہے۔ میں کمزور انسان نہیں بننا چاہتا۔ میں ان لوگوں کو جن سے میں بےحد محبت کرتا ہوں' اگر ان کی حفاظت نہ

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

کر پاؤں تو ایسی زندگی کا کیا فائدہ؟ میں جینا نہیں چاہتا۔ واپس لوٹنا نہیں چاہتا۔ بس یہیں رہنا چاہتا ہوں۔ آپ کے پاس۔" ارسل ٹوٹے ہوئے لہجے میں اپنا دکھ بیان کر رہا تھا۔

"ایسا نہیں ہے ارسل......" تب ہی عقب سے آتی آواز نے اسے پلٹنے پر مجبور کر دیا۔ نور کا ایک ہیولا اس کی سمت بڑھ رہا تھا۔ نزدیک آنے پر اس ہیولے کا وجود واضح ہوتا چلا گیا۔

"اپنا پاؤل......!" ارسل ششدر سا رہ گیا تھا۔

"بھیا زندگی کوئی ویڈیو گیم نہیں جو کام ایک بار میں نہ ہو سکا وہ اگلی بار میں کر لیں۔ بار بار موقع نہیں ملتے۔ بس ایک بار جینے کا موقع ملتا ہے اور آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا اس موقع کو ضائع کرنے کا۔ نہ ہی میں یہ اختیار دے سکتا ہوں آپ کو نہ ہی بابا جانی' آپ کو لوٹنا ہوگا ہمارے لیے۔ ہم دونوں نہیں رہ سکتے آپ کے بغیر' آج آپ کو سمجھ لینا ہوگا بھیا۔" حماد جذباتی انداز میں ارسل پر جھکا کہہ رہا تھا۔ وہ ارسل کو جگانے کی اس آخری کوشش میں کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

"آپ کو آخر ایسا کیوں لگتا ہے کہ ظلم صرف آپ کے ساتھ ہوا ہے۔ آپ کو میرا خیال کیوں نہیں آتا' بابا جانی کی فکر کیوں نہیں ہوتی۔ جس آزمائش سے آپ گزرے ہیں وہ آزمائش ہماری زندگیوں کا بھی حصہ بنی رہی۔ ہم بھی تو لڑ رہے ہیں ناں پھر آپ کیوں ہمت ہار بیٹھے۔" سوال در سوال۔ آج حماد کے پاس ارسل کے لیے سوال ہی سوال تھے۔ شکوے ہی شکوے تھے۔

"مما جانی کا بیٹا کہتے ہیں ناں آپ' ان سے محبت کے دعوے کرتے ہیں ناں آپ' سب جھوٹ ہے۔ میری ماں بہت عظیم اور بہادر عورت تھیں اور آپ بہت کم ہمت۔ آپ مما جانی جیسے بن ہی نہیں سکے۔ مما جانی نے ہمیں یہ کبھی نہیں سکھایا کہ مشکلوں سے گھبرا کر مایوسی کو گلے لگا لو۔" حماد دیوانوں کی طرح اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔ کوئی ایک بات کوئی خاص ذکر' کوئی طعنہ' کوئی سخت لفظ' کسی میں تو طاقت ہوگی۔ کوئی تو تاثیر رکھتا ہوگا کہ وہ ارسل کے جسم میں کسی اینٹی ڈوز کی طرح اتر جائے اور اس کے شعور کو بیدار کر دے۔

"بھیا......لوٹ آؤ واپس۔ مجھے ضرورت ہے آپ کی بہت ضرورت ہے مجھے۔ ابھی تو آپ نے میری کوئی ذمہ داری نہیں نبھائی۔ بابا جانی کی ایک آرزو پوری نہیں کی اور چلے کسی اگلے جہاں کو سدھارنے...... میں آپ کو ایسا نہیں کرنے دوں گا بھیا۔ میں آپ کو واپس لے کر آؤں گا۔ کہیں نہیں جانے دوں گا۔" ماریانہ اسی وقت کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ حماد کو دیوانگی کے عالم میں بولتا دیکھ کر اس کا دل بھی کرلا گیا۔ وہ بے اختیار سی حماد کی جانب بڑھی۔ اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا۔

"آپی! انہیں واپس آنا ہوگا۔ یہ ہم سب کی زندگی کو ویران نہیں کر سکتے۔ میں انہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔" وہ آنسوؤں کو صاف کرتا کہہ رہا تھا۔ ماریانہ کی آنکھیں دھندلا گئیں۔

"حماد تم نہیں' ہم دونوں ارسل کو ایسا نہیں کرنے دیں گے۔" ماریانہ نے اس کی ہمت بندھاتے ہوئے کہا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" اس نے بھی مصمم ارادے سے کہا۔ اس پل ارسل کے ہاتھوں نے دھیرے سے حرکت کی۔ ماریانہ کی نگاہیں بے ساختہ اس حرکت پر جا ٹھہریں۔

"حماد...... دیکھو ارسل نے ہاتھ ہلایا ہے۔ وہ ہمیں سن رہا ہے۔" ماریانہ نے امید افزا لہجے میں کہا تو حماد کی آنکھوں میں بھی یقین اترنے لگا تھا۔

''زندگی گزارنے کا طریقہ، سلیقہ اور قرینہ یہ سب کچھ حد تک ہمارے اختیار میں ہوتا ہے مگر مرنا کیسے ہے، کب ہے، یہ ہم نہیں جانتے۔ یہ اللہ کی مرضی ہے کہ وہ کس انداز میں موت کو ہماری زندگی سونپے۔ ہر فیصلے کا اختیار اسی کے پاس ہے۔ وہ ہی اختیار کل ہے۔'' گھپ اندھیرے میں تین روشن داستانیں ایک دوسرے کے روبرو تھیں۔ اینا پاؤل یک ٹک ارسل کو دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں بول رہی تھی۔ ارسل ہمہ تن گوش تھا۔

''میں نے اپنی زندگی کا مقصد حاصل کرلیا تھا اور یہ مقصد مجھے تمہاری بدولت حاصل ہوا ہے۔ تم سمجھ نہ سکے اس بات کو میری زندگی میں تمہاری آمد کا مقصد مجھے حق اور سچائی کی راہ پر چلنے میں مدد کرنا، رہنمائی کرنا تھا۔ تم اپنا فریضہ نبھا گئے ہو۔ پھر یہ مایوسی کیوں؟'' اینا پاؤل افسردہ سی سوال کررہی تھی۔ شاہینہ نے اینا پاؤل کی بات سے متفق ہوتے ہوئے ارسل کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''میں بچا نہیں سکا۔ نہ تمہیں، نہ مما جانی کو، میں اپنوں کو بچانے میں ہمیشہ ناکام رہا ہوں۔ نامراد ٹھہراتا ہوں۔ اسی لیے میں اس زندگی سے مایوس ہوگیا ہوں۔'' ارسل نے ان دونوں کی جانب سے رخ پھیرتے ہوئے کہا۔

''کیا موت سے کبھی کوئی کسی کو بچاسکا ہے ارسل؟ ہمارا وقت اتنا ہی تھا۔ ہم اتنی ہی عمر لکھوا کرلائے تھے اللہ نے عمر ختم، کہانی ختم۔ ہماری کہانی اتنی ہی تھی۔ پھر تم کیوں شکوہ کرتے ہو؟'' شاہینہ اسے پھر سمجھانے کی کوشش کرنے لگیں۔

''اللہ کے ہر فیصلے میں کوئی بھید چھپا ہے۔ ہماری زندگی کا اختتام بھیانک حادثے کا شکار ہوا...... کیا خبر اس اختتام میں کوئی آغاز چھپا ہو۔ میں نے اور اینا نے تو اپنی زندگی کے مقاصد پالیے مگر تم ارسل......؟ تمہارے مقاصد ابھی باقی ہیں۔ تمہارا سفر رواں دواں ہے۔ تم راستے میں یوں دھرنا دے کر بیٹھ نہیں سکتے۔ تمہیں واپس لوٹنا ہوگا۔ اپنی زندگی کا مقصد جاننا ہوگا۔ زندگی انمول ہے۔ تمہیں زندگی کی قدر کرنا ہوگی ارسل۔'' شاہینہ ارسل کے ذہن میں پڑی گرہیں کھولنے کی کوشش کررہی تھیں۔

''مما جانی مجھے یوں لگتا ہے جیسے میری زندگی میں کوئی مقصد نہیں۔ میرے جینے کا بھی کوئی جواز نہیں۔ میں کھو دینے کے خوف کے سائے تلے جیتے جیتے تھک گیا ہوں۔'' ارسل کی مایوسی دور ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

''تمہاری زندگی کا کیا مقصد ہے؟ مجھے یقین نہیں آرہا کہ تم اب تک جان نہیں پائے۔'' اینا نے افسوس سے کہا۔

''میری زندگی کا کیا مقصد ہے...... تم جانتی ہو اینا؟'' ارسل حیران ہوا۔

''ہاں جانتی ہوں، تم راہنما ہو بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھانے والے۔ تم نے مجھے بھی صحیح راہ پر چلنے میں مدد کی، تم پیڈرو کو بھی ہمیشہ اس کے بھلے کے لیے نصیحت کرتے رہے اور ماریانہ کو بھی تو تم نے ان غنڈوں سے محفوظ کیا تھا۔ تم صرف جنگجو نہیں، راستہ دکھانے والے بھی ہو۔ تمہاری زندگی کے مقاصد بہت بلند ہے۔ انہیں سمجھو اور اپنی زندگی کی قدر کرو۔'' اینا کے چہرے پر خوب صورت سی مسکان تھی۔ شاہینہ اینا پاؤل کی جانب تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھ کر مسکائیں اور پھر ارسل سے مخاطب ہوئیں۔

''اینا ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اللہ نے تمہیں لوگوں کی رہنمائی کرنے کی صلاحیت و جرأت سے نوازا ہے۔ یہی ہے تمہاری زندگی کا مقصد، کوئی بھی مخلوق اللہ نے بے مقصد اس دنیا میں نہیں بھیجی پھر بھلا تم کیسے بے مقصد زندگی گزار سکتے ہو۔ اپنی زندگی کی طرف واپس لوٹو ارسل، بہت سی نگاہیں تمہاری واپسی کی منتظر ہیں۔ انہیں ناامید نہ کرو۔'' شاہینہ کا لہجہ ممتا سے لبریز تھا۔

''تمہاری مما جانی ٹھیک کہتی ہیں۔ بہت سے لوگ تمہاری واپسی کے منتظر ہیں کیونکہ انہیں ضرورت ہے تمہارے ساتھ کی، تمہارے بناء وہ لوگ ادھورے ہیں۔ تمہاری ذات ان کے لیے بے حد ضروری ہے۔'' اینا کا اشارہ

ماریانہ کی جانب تھا۔

''تمہارے بابا جانی بھی...... تمہاری طرح کتنے دکھی ہیں۔ تمہیں ان کی ہمت بندھانی چاہیے مگر تم انہیں آزما رہے ہو۔ یہ بات مجھے تکلیف دے رہی ہے اور حماد تمہارا چھوٹا بھائی اس نے نہ ماں کی ممتا میسر آئی نہ بھائی کی شفقت تمہیں احساس ہے کہ تمہارا بھائی تمہارے لیے کس قدر پریشان ہے۔ تمہاری بے اعتنائی اسے تڑپا رہی ہے کیا تم بھول گئے ہو کہ مرتے وقت میں نے تم سے کیا وعدہ لیا تھا؟'' شاہینہ اسے اپنی خفگی جتاتے ہوئے احساس دلا رہی تھیں۔

''مجھے سب یاد ہے کہ میں نے آپ سے بابا جانی' حماد اور شبنم کا ہمیشہ خیال رکھنے کا وعدہ کیا تھا'' ارسل نادم ہوا۔

''تو کیا وہ وعدہ ایفاء کیا تم نے ارسل؟'' شاہینہ نے جواب طلب کیا تو ارسل خاموش رہا۔

''ارسل کیا تمہیں ماریانہ یاد نہیں۔ کئی عہد و پیمان تم نے اس سے بھی کیے ہیں۔ کیا تم اب اپنے پیاروں کی محبتوں سے وعدہ خلافی کرنا چاہتے ہو۔ ان کے مجرم بننا چاہتے ہو؟ ارسل یادیں ملاقات کے لیے اچھی جگہ ہیں مگر یادوں کی دنیا میں زندگی نہیں گزاری جاتی۔'' اینا اس کے دل میں ماریانہ کی محبت جگانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ ارسل کی آنکھوں میں ماریانہ کے نام پر دیئے جلنے لگے تھے۔

''ہمارا ساتھ تم سے کبھی چھوٹ نہیں سکتا' ہم دونوں تمہاری یادوں میں زندہ ہیں۔ اس کے لیے تم اپنا تعلق حقیقی دنیا سے مت توڑو۔ واپس لوٹ جاؤ ارسل...... وہ لوگ تمہارے منتظر ہیں۔ انہیں تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے۔ اپنی زندگی کا مقصد پہچانو...... کمزور مت بنو۔ دوسروں کے راستے آسان کرو۔ اٹھو ارسل اپنی راہ پہچانو اور اپنی زندگی کی جانب لوٹ جاؤ۔'' اینا اسے جھنجھوڑتے ہوئے بولی تو ارسل میکانگی انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

''جاؤ ارسل اب یہاں سے چلے جاؤ...... یہ جگہ رہنے کے لیے نہیں...... میری بات مانو قدم بڑھاؤ ارسل۔ لوٹ جاؤ'' شاہینہ نے اس کا ماتھا چوم کر اسے واپس لوٹنے کا اشارہ کیا۔ ارسل کے جسم نے ایک جھرجھری سی لی۔

''ہم تم سے دور نہیں ہیں۔ تمہاری یادوں میں زندہ ہیں۔ تم جب چاہو۔ ہم دونوں سے ملاقات کر سکتے ہو۔'' اینا نے مسکراتے ہوئے اسے یقین دلایا۔

''میں جا رہا ہوں مما جانی...... اینا۔'' اس نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھا اور قدم آگے بڑھا دیئے......

جوں جوں وہ قدم بڑھا تا رہا تاریکی دور ہوتی جا رہی تھی۔ اجالا اندھیرے کو چیرنے لگا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے قدم روشنی کی طرف بڑھنے لگے۔ اس کی سماعت سے کئی آوازیں ٹکرانے لگی تھیں۔

''آپ کو لوٹنا ہوگا بھیا۔ ہم دونوں کے لیے' میں اور بابا جانی آپ کے بغیر نہیں رہ سکتے۔'' حماد کی گریہ وزاری اس کے اندر ہلچل مچانے لگی۔

''اگر آپ نہ لوٹے تو کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ کچھ بھی نہیں۔'' حماد کے الفاظ اسے بے قرار کر گئے۔ اس کے قدم مزید تیزی سے اجالے کی سمت اٹھنے لگے۔

''پروردگار...... میرا بیٹا' میرا ارسل لوٹا دے مجھے۔'' فیروز حسن کی آنسوؤں میں ڈوبی آواز اس کا دل تڑپا گئی۔

''میرے رب! اب مجھ میں سکت نہیں کسی اور آزمائش سے نبرد آزما ہونے کی۔ میں ہمت نہیں رکھتا۔ پروردگار میرے بیٹے کو کچھ نہیں ہونے دینا۔ اسے لوٹا دے صحیح سلامت واپس' ورنہ میں جی نہیں پاؤں گا۔'' فیروز حسن گڑگڑاتے ہوئے رب کائنات سے دعا کر رہے تھے۔ وہ ان کی فریاد پر جی جان سے لرز اٹھا۔

''بابا......'' وہ انہیں بے اختیار پکارتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔

''ارسل ہمت کرو' واپس آ جاؤ...... تم کر سکتے ہو'' ماریانہ اسے جھنجھوڑ رہی تھی۔

UUNOVELS.COM

''میری زندگی......'' وہ ہولے سے بڑبڑایا۔
''ارسل تمہیں لوٹنا ہوگا۔ میرے لیے' ہم سب کے لیے' تمہارے بغیر ہم سب ادھورے ہیں۔ تمہارے بغیر زندگی ادھوری ہے۔ تمہارے بغیر ماریانہ ادھوری ہے۔'' ماریانہ کا بھیگا لہجہ اس کی قدموں کی رفتار مزید بڑھا گیا۔ وہ اس مقام پر آ پہنچا تھا جہاں تاریکی جدا ہو رہی تھی اور اجالا ہر سو پھیل رہا تھا۔ اس کے قدم رکے اور اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ شاہینہ اور ایناپاؤل مسکراتے ہوئے اسے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلا رہی تھیں۔ ارسل نے بھی مسکراتے ہوئے ان دونوں کو الوداعی ہاتھ ہلایا اور تیزی سے قدم روشنی کی طرف بڑھا دیئے۔
''بھیا جانی آپ کو جاگنا ہوگا۔ میں اس وقت کو آج روک لوں گا۔ میں آپ کے لیے کچھ بھی کر گزروں گا۔ آپ کو آج آنا ہوگا۔'' حماد کی آواز نے ایک بار پھر اسے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔
''ارسل تمہیں میری قسم...... جاگ جاؤ...... مت آزماؤ ہمیں اتنا کہ ہم لوگ سہہ نہ پائیں' ٹوٹ جائیں' بکھر جائیں۔'' ماریانہ رو دی۔
''ارسل بیٹا بابا جانی کو یوں تنہا نہ چھوڑو۔ تم نے وعدہ کیا تھا مجھ سے کہ تم جلد میرے پاس آؤ گے پھر کیوں روٹھے بیٹھے ہو۔'' فیروز حسن کی فریاد جاری تھی۔
ارسل کی بگڑتی حالت کے پیش نظر ماریانہ جلدی سے ڈاکٹر کو بلا لائی تھی۔ ڈاکٹر نے ان دونوں کو کمرے سے باہر نکال دیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے الجھن کا شکار تھے اور تھوڑی دیر بعد ہی ڈاکٹر نے آ کر ارسل کے ہوش میں آنے کی اطلاع دی تھی۔

❁......❁......❁......❁

آئینہ کہتا ہے' کہنا تو نہیں چاہیے تھا
تو زندہ ہے؟ رہنا تو نہیں چاہیے تھا

وہ آئینے کے سامنے اپنے شکست خوردہ سراپے کو یک ٹک دیکھ رہے تھے۔ یوں جیسے خود کو نہیں کسی ہارے ہوئے جواری کو دیکھ رہے ہوں' جس نے اپنی متاع کل کا سب سے اہم اثاثہ ایک لاحاصل کھیل میں گروی رکھ دیا گیا ہو اور آج اسے بری طرح مات ہوئی تھی۔ اس کا اہم ترین اثاثہ اس کی 'عزت' آج دو کوڑی کی ہو کر رہ گئی تھی۔ آئینے میں صبیحہ کا چہرہ ابھرا تھا۔ وہ تمسخرانہ مسکراہٹ لبوں پر سجائے انہیں یک ٹک دیکھ رہی تھی۔
''کیسا لگا یاور بخت...... محبت کا جواب دھوکے سے ملے تو انسان بے موت مارا جاتا ہے مگر تم تو بڑے ہی ڈھیٹ نکلے' اب تک زندہ ہو۔'' صبیحہ ہنسنے لگی تھی۔
''تمہارا زعم' تمہارا طنطنہ تمہارا غرور...... سب کچھ بچل نے اپنے ناپاک قدموں تلے روند دیا ہے...... اف بیچارہ یاور بخت' اب یہ وقت آ گیا کہ اپنی بیوی کے ناجائز اولاد سے اپنی نسل چلائے گا۔'' ایک زوردار قہقہہ بلند ہوا اور یاور بخت چکرا کر رہ گیا تھا۔
''چپ ہو جاؤ...... اللہ کے واسطے خاموش ہو جاؤ۔'' وہ غصہ سے چلانے لگے' پرفیوم کی بوتل سنگھار میز سے اٹھا کر شیشے پہ دے ماری۔ شیشہ ایک زوردار آواز کے ساتھ ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا اور چہار اطراف کرچیاں بکھر گئی تھیں۔
''تو یہ تھا تمہارے دھوکے کا حاصل...... بچل اور محمود بیگ آہ......! ایک اذیت ناک دھوکہ۔'' صبیحہ شیشے کی قید سے نکل کر ان کے روبرو آ کھڑی ہوئی تھیں۔
''میرے دل سے تمہارے لیے بڑی بددعائیں نکلی تھیں یاور بخت مگر میرے گمان میں نہ تھا کہ تمہیں تمہارے

دھو کے تمہارے گناہ کی سزا یوں ملے گی۔ تجل دھو کے باز تھی۔۔۔۔ معلوم تھا مگر تمہیں یوں لوٹ لے گی یہ معلوم نہ تھا۔۔۔ تم تو قابل عزت بھی نہ رہے اب چہ چہ۔" صبیحہ کے لفظوں کا طمانچہ یاور بخت کے منہ پر بہت زور سے پڑا تھا۔ وہ دلبرداشتہ سے زمین پر بیٹھتے چلے گئے۔

"تجل اور محمود بیگ۔۔۔۔ تو یہ ایک ہی سکے کے دو رخ تھے اور ان میں سے ایک رخ کو میں سینے سے لگائے بیٹھا تھا۔" وہ خود پر ہنستے چلے گئے۔

"ایک ناگ پھن پھیلائے بیٹھا ہے ناگ۔۔۔۔ تو تم تھے وہ ناگ محمود بیگ۔" وہ عجب کیفیت میں جتلا تھے۔ خود پر رونا بھی آ رہا تھا اور ہنسنے کو بھی جی چاہتا تھا ایک ایسا ٹوٹا پھوٹا شخص جس کے ہاتھ میں صرف دھو کے اور پچھتاوے رہ گئے ہوں۔

"تم ڈس رہے تھے مجھے محمود بیگ' تم نے میری خوشیاں نگل لیں اور میری زندگی میں تجل نامی زہری قاتل بھیج دی۔ میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں' تمہارا وہ حال کروں گا کہ نہ تو تجھے زندگی اپنائیں گی نہ ہی موت۔" وہ خودکلامی کے سے انداز میں عہد کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئے تھے۔

"مجھے اب گھر واپس جانا ہوگا۔" تجل نے گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے بستر سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا ضرورت ہے جانے کی آج یہیں رک جاؤ ناں۔" محمود بیگ نے خمار آلود لہجے میں اسے روکنا چاہا۔

"رک نہیں سکتی۔۔۔۔ یاور بخت ہر تھوڑی دیر بعد گھر پر فون کر کے میری خیریت معلوم کرتا ہے۔ گھر پر موجود ہونا بہت ضروری ہے۔" تجل اپنا پرس اٹھا کر کمرے سے باہر نکلتے ہوئے بولی۔

"خوشی ہوئی جان کر کہ تمہارے شوہر کو میرے بچے کی اس قدر فکر ہے۔" محمود بیگ نے تمسخر سے کہا۔ تجل کا پُرشوخ قہقہہ بھی محمود بیگ کی ہنسی میں شامل ہو گیا تھا۔ وہ گھر پہنچی تو گیراج میں یاور بخت کی گاڑی کھڑی دیکھ کر بری طرح چونک گئی۔

"یہ کہاں سے آ گیا؟ اس نے تو شہر سے باہر جانا تھا۔" وہ فکرمندی گھر کے اندر داخل ہوئی۔ یاور بخت فون پر کسی سے بات کرنے میں مصروف تھا۔ اسے گھر میں داخل ہوتا دیکھ کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"یاور جی آپ۔۔۔۔! آپ نے تو آج شہر سے باہر جانا تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی تو بتایا تھا آپ نے فون پر۔" حیرانگی کے عالم میں یاور بخت کی جانب بڑھتے ہوئے تجل نے کہا۔

"تمہاری یاد' تمہاری محبت نے میرے قدم روک لیے میری جان میں نے جانا کینسل کر دیا۔" یاور بخت وارفتگی سے اس کی جانب بڑھتے ہوئے بولے۔ تجل بھرپور انداز میں مسکرائی۔

"میری محبت ابھی دیکھی ہی کہاں آپ نے یاور جی۔ دل چاہتا ہے کہ۔۔۔۔" وہ معنی خیز انداز میں کہتی ہوئی جملہ ادھورا چھوڑ گئی۔

"کیا دل چاہتا ہے تمہارا تجل۔ آج جو من میں ہے وہ کہہ ڈالو۔" انہوں نے مسکرا کر اس کی خوب صورت آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"دل چاہتا ہے کہ زندگی یوں ہی آپ کی بانہوں میں گزر جائے۔ اب ایک پل بھی ایسا درمیان میں نہ آئے ہمارے جو ہمیں جدا کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔" اس نے یاور بخت کے سینے سے لگ کر کہا تو یاور بخت کے لبوں پر ایک طنزیہ مسکان در آئی اور وہ ہولے سے بولے۔

"میرا دل بھی تمہارے حوالے سے، بہت کچھ چاہتا ہے سجل۔"
"اچھا کیا چاہتا ہے آپ کا دل؟" سجل ہمہ تن گوش ہوئی۔
"بتاؤں گا مگر ابھی نہیں۔ خیر یہ بتاؤ تم کہاں گئی تھیں یوں اچانک وہ بھی کسی ملازمہ کے بغیر۔" انہوں نے اسے سینے سے الگ کرتے ہوئے سوال کیا۔
"وہ بس بازار تک گئی تھی۔ کچھ ضروری سامان لینا تھا۔" سجل نے گھبراتے ہوئے بہانہ بنایا۔
"اچھا تو پھر کہاں ہے سامان؟" انہوں نے متلاشی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔
"ارے بابا میرے پرس میں ہے۔ اتنے سوال کیوں کر رہے ہیں کسی داروغہ کی طرح؟" سجل نے جھنجھلاتے ہوئے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے نہیں کرتا ہوں سوال۔ اچھا اب تم آرام کرو میں ایک ضروری کام سے باہر جا رہا ہوں۔" یاور بخت سجل کے بال سہلاتے ہوئے بولے۔
"کہاں جا رہے ہیں آپ؟" سجل نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
"حساب کتاب کرنے کسی سے۔" یاور بخت نے مسکرا کر جواب دیا۔
"کس سے؟" سجل بے اختیار پوچھ بیٹھی۔ یوں جیسے اس کے دل کا چور پکڑا گیا ہو۔
"محمود بیگ سے......" یاور بخت نے سجل کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا۔
"محمود بیگ......!" سجل نادانستگی میں پریشانی کے عالم میں اس کا نام دوہرا گئی۔
"اوہ کیا ہوا......؟ تمہارا چہرہ زرد کیوں پڑ گیا میری جان۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر فکرمندی سے بولے۔
"کچھ نہیں بس، سر چکرا گیا تھا۔" سجل نے سر تھامتے ہوئے بہانہ بنایا۔
"بہت حیران کن بات ہے۔ میں جب محمود بیگ کا نام تمہارے سامنے لیتا ہوں۔ تمہاری طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ نہ جانے یہ کیا چکر ہے۔" وہ بظاہر ہنستے ہوئے سجل پر چوٹ کر گئے۔
"کیسی باتیں کرتے ہیں یاور جی۔ آپ کے علاوہ میں یہاں کسی کو جانتی بھی کہاں ہوں۔" سجل نے خود کو فوراً سنبھالتے ہوئے خفگی جتا کر کہا۔
"تنگ کر رہا تھا تمہیں۔ اچھا لگتا ہے مجھے بہت تمہیں تنگ کرنا۔" وہ پیار سے اس کی ناک کھینچتے ہوئے بولے تو سجل مسکرا دی۔
"اس کا خیال رکھنا۔" انہوں نے بچے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا اور گھر سے نکل گئے۔
"شکر ہے جان چھوٹی اس بلا سے۔" سجل یاور بخت کے جانے کے بعد بڑبڑاتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی دی تھی۔

❁......❁......❁......❁

"ہمیں ڈرائنگ روم میں بیٹھا کر نہ جانے یہ رفیق صاحب کہاں چلے گئے۔" فاریہ نے ڈرائنگ روم کا معائنہ کرتے ہوئے جھنجھلا کر کہا۔ اس بیٹھک کا ہر سامان بیس پچیس سال قبل کا تھا۔ کچھ دیر بعد ہی رفیق صاحب کھنکھارتے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔
"جی رفیق صاحب، آپ سے کال پر بات ہوئی تھی۔ ہمیں مہرِ عظیم کے حوالے سے کچھ معلومات چاہیے تھیں۔" قمر جہاں نے اپنی آمد کا مدعا پیش کیا۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

''اچھا..... تو پھر پوچھیے جو پوچھنا ہے؟'' رفیق صاحب نے کہا۔ ان کی بات کے جواب میں قمر نے فاریہ کو دیکھتے ہوئے اشارہ کیا۔

''رفیق صاحب' دراصل میں ایک ڈاکومنٹری پر کام کررہی ہوں۔ مہرو عظیم کے حوالے سے میں خود بھی صحافت کے شعبے سے وابستہ ہوں اور مہرو عظیم جیسی بہادر صحافی پر ڈاکومنٹری بنانا چاہتی ہوں۔ وہ جس کیس پر کام کررہی تھیں۔ اس کیس کے حوالے سے معلومات درکار ہیں مجھے۔'' فاریہ نے تمہید باندھتے ہوئے جواب دیا۔

''اس کیس پر تو آج کے دور کا آزاد میڈیا بھی بات نہیں کرتا بی بی پھر آپ نے کیسے ہمت کرلی۔ اس پر کام کرنے کی یا پھر کسی نے آپ کو مشورہ دے دیا ہے؟ میری بات ذرا غور سے سنیں اس کیس پر بات کرنا خودکش حملے کے برابر ہے۔'' رفیق صاحب' فاریہ کو بغور دیکھتے ہوئے کہنے لگے۔ فاریہ اور قمر جہاں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر فاریہ مستحکم لہجے میں بولی۔

''مجھے پروا نہیں اس بات کی' میں نے ہر طرح سے سوچ کر مہرو عظیم صاحبہ کا انتخاب کیا ہے۔ وہ عورت ہوتے ہوئے بھی حق کے لیے لڑیں' کیا ہم میں سے کوئی ان کے حق کے لیے بات کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ میں ان کے لیے بات کرنا چاہتی ہوں آواز اٹھانا چاہتی ہوں۔''

''تمہاری یہ جذباتی باتیں مجھ پر چنداں اثر نہیں کررہی لڑکی۔ کال پر بات ہوئی تھی تب ہی میں سمجھ گیا تھا کہ ہوگی کوئی تمہاری طرح جوشیلی' امیچور لڑکی اور آج دیکھ بھی لیا۔ تم لوگوں سے ملاقات کا مقصد مہرو کے حوالے سے کچھ بتانا نہیں بلکہ سمجھانا تھا کہ اس کیس سے دور رہو ورنہ باقیوں کی طرح تم دونوں پر بھی زندگی مشکل ہوتی چلی جائے گی اب جاسکتی ہو تم دونوں۔ مجھے بس اتنا ہی کہنا تھا۔'' رفیق صاحب انتہائی سنجیدگی سے کہتے ہوئے ڈرائنگ روم سے چلے گئے۔ فاریہ اور قمر جہاں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئی تھیں۔

❁......❁......❁......❁

''مجھے اس شخص کے حوالے سے ہر معلومات' ہر خبر چاہیے۔ کون ہے یہ کہاں سے آیا ہے' کیا مقاصد ہیں' کس کس سے تعلقات ہیں؟ یہ تمام خبریں مجھے جلد از جلد چاہیے۔'' وہ اپنے خاص بندے کو احکامات جاری کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

''سر جی بےفکر رہیں آپ کو بہت جلد تمام معلومات مل جائیں گی۔'' وہ شخص یقین دلاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

''مجھے یقین نہیں آرہا عزیز کہ میں اتنا بڑا دھوکہ بھی کھا سکتا ہوں اور وہ بھی اس بےزرنظر آنے والی لڑکی بجل کے ہاتھوں۔'' وہ اب عزیز سے مخاطب ہوئے۔ عزیز پارٹی کے اہم معاملات کی وجہ سے آج کل کراچی میں مقیم تھے۔

''شدید حیرت کا شکار تو میں بھی ہوں یاور بخت یقین نہیں آتا کہ بجل اور محمود بیگ کے درمیان تعلقات ہیں اور دونوں نے مل کر تمہیں اپنے جال میں پھنسایا۔ اتنے عرصے سے وہ ہم سب کو بےوقوف بناتی رہی اور ہم سب ہی اس سے یکسر انجان رہے۔'' عزیز شدید حیرت کا شکار تھے۔ یاور بخت نے ان سے ملاقات میں سب کچھ بتادیا تھا۔

''مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ اس مکار عورت کے چکر میں' میں نے صبیحہ جیسی نیک عورت پر اعتبار نہ کیا اور اسے اپنی زندگی سے نکال پھینکا۔'' یاور بخت مسلسل پچھتاوے کا شکار تھے۔

''اسی بات کا تو افسوس ہورہا ہے مجھے۔ بھابی کو ہم سب نے غلط سمجھا اور ان کے ساتھ بہت برا بھی کیا مگر اب..... اب کیا کرو گے؟ تم نے یہ سوچا ہے کبھی کہ محمود بیگ آخر چاہتا کیا ہے۔ مجھے نہ جانے کیوں یہ محسوس ہورہا ہے کہ اس کی تم سے دشمنی ذاتی نوعیت کی ہے۔'' عزیز نے اہم نکتہ اٹھایا اور یاور بخت اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گئے۔

''تمہیں جاننا چاہیے یاور بخت کہ محمود بیگ نے تمہاری دشمنی میں تمہارا گھر برباد کیوں کیا۔ سیاسی اکھاڑ پچھاڑ اتنی ذاتی نوعیت کی نہیں ہوتی اور اگر غور کرو تو تمہارا سیاسی مستقبل برباد ہوا ہے نہ ہی کاروباری مستقبل۔ تمہارا صرف گھر اور نسل برباد ہوئے ہیں۔ تمہیں سوچنا چاہیے کہ وہ اور سجل یہ سب کیوں کر رہے ہیں؟'' عزیز نے ہر پہلو پر غور کرتے ہوئے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے ان دونوں ناگ ناگن کی جوڑی کو ٹھکانے لگانے سے پہلے سچائی معلوم کرنی ہوگی۔ وہ راز معلوم کرنا ہوگا جس سے میں اب تک انجان ہوں۔'' یاور بخت عزیز کے خیالات سے متفق ہوتے ہوئے بولے۔

''تم یوں کرو...... ان دونوں کا آمنا سامنا کراؤ۔ رنگے ہاتھوں پکڑو اور پھر اگلواؤ حقیقت ان کے منہ سے۔'' عزیز نے مشورہ دیتے ہوئے کہا تو یاور بخت پُرسوچ انداز میں اثبات میں سر ہلانے لگے تھے۔

''رفیق صاحب نے تو وقت ہی ضائع کر دیا۔ بلاوجہ کی خواری ہوئی۔'' فاریہ نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے جھنجھلا کر کہا۔ البتہ قمر جہاں نے اس کی بات پر کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے ڈرائیونگ کرنے لگیں۔ انہیں خاموش پا کر فاریہ نے پھر سوال کیا۔

''اب کہاں جا رہے ہیں ہم؟''

''اس چوکیدار سے ملنے جس نے اپنے ابا سے ملوانے کا وعدہ کیا تھا۔'' قمر جہاں نے اسے کچھ گھنٹے قبل کی بات یاد دلاتے ہوئے جواب دیا۔

''مجھے یقین ہے کہ وہاں سے بھی ہمیں کچھ نہیں ملے گا۔'' فاریہ نے مایوسی سے کہا تو قمر جہاں فقط کندھے اچکا کر رہ گئیں۔ کچھ دیر بعد ہی وہ دونوں طے شدہ جگہ پر پہنچ گئیں۔ کچھ لمحوں کے انتظار کے بعد انہیں سامنے سے انور آتا دکھائی دیا۔

''سلام بی بی جی۔'' اس نے آتے ہی سلام کیا۔ قمر جہاں نے سلام کا جواب دینے کے ساتھ ہی اسے پچھلی نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''ہاں تو کہاں ہے تمہارا گھر انور؟'' قمر جہاں نے بیک ویو مرر سے اسے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

''بی بی جی قریب ہی ہے میرا گھر۔ آپ سیدھا چلیں۔ میں راستہ آپ کو بتاتا جاؤں گا۔'' انور نے سادگی سے جواب دیا۔

''انور تم کچھ جانتے ہو مہرو بی بی کے حوالے سے؟'' فاریہ نے کچھ سوچتے ہوئے یوں ہی سوال کیا۔

''تھوڑا بہت۔ زیادہ نہیں۔''

''اچھا تو پھر جتنا بھی جانتے ہو۔ اس حوالے سے کچھ تو بتاؤ۔'' فاریہ کو تجسس نے آ گھیرا۔

''میری بی بی بہت اچھی خاتون تھیں۔ ابا کا بہت خیال رکھتی تھیں بلکہ صرف ابا کا ہی نہیں بلکہ جس کسی کو بھی ضرورت ہوتی اس کی مدد کرتیں۔ بہت جلد ان کی شادی بھی ہونے والی تھی۔ اگر اس رات وہ عورت ان سے ملنے نہ آئی ہوتی تو......'' انور داستان سناتے ہوئے قمر جہاں کو راستہ بھی بتا رہا تھا۔ فاریہ نے اسے ٹوکتے ہوئے پوچھا۔

''کون سی عورت۔ تم جانتے ہو اس عورت کو؟''

''بی بی جی۔ جانتا تو ابا ہی ہے مگر وہ اتنا بتاتا ہے کہ وہ عورت بہت حسین تھی اور بہت برے حال میں تھی۔ جس

رات وہ مہرو بی بی سے ملنے آئی تھی۔ اسی رات اس کا قتل ہو گیا تھا۔ اس کے قتل کے بعد مہرو بی بی اور ان کے منگیتر سب سے پہلے وہاں پہنچے تھے۔" انور اپنی دھن میں بتا رہا تھا۔

"مہرو بی بی کا منگیتر...... کیا تم جانتے ہو ان کے منگیتر کو؟" قمر جہاں جو خاموشی سے فاریہ اور انور کی گفتگو سن رہی تھیں اچانک سے پوچھا۔

"جانتا تو نہیں ہوں بی بی مگر اس کا نام رفیق بتاتے ہیں۔" انور نے جواب دیا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ قمر اور فاریہ نے چونکتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"نہیں...... " وہ چیخ مارتے ہوئے نیند سے بیدار ہوئی۔ اس نے نہایت برا خواب دیکھا تھا۔ پسینے میں شرابور وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ شدید پیاس نے اسے پانی کی طلب کا احساس دلایا۔

"پانی...... پانی......" وہ دھیمی آواز میں بڑبڑائی۔

"یہ لو نجل، پانی پی لو۔" یاور بخت نے اسے پانی کا گلاس پکڑاتے ہوئے کہا۔ وہ چونک کر انہیں دیکھتی رہی پھر ان کے ہاتھ سے گلاس تھامتے ہوئے استفسار کیا۔

"آپ...... آپ سوئے نہیں یاور جی؟"

"نہیں...... پیکنگ کر رہا تھا۔ کل صبح اسلام آباد جانا ہے۔" انہوں نے اسے مسکرا کر دیکھا پھر جواب دیا۔

"کل صبح......! آپ نے مجھے بتایا نہیں؟" وہ ان کے سوٹ کیس پر نگاہ ڈالتے ہوئے بولی۔ یاور بخت اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ نجل جز بز ہوئی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں یاور جی؟"

"تمہیں دیکھ رہا ہوں نجل...... کتنی حسین ہو، کتنی دل فریب ہو۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولے۔ نجل انہیں یک ٹک دیکھتی رہی۔

"میں آج تمہیں جی بھر کر دیکھنا چاہتا ہوں نجل۔ تمہیں بے حد پیار کرنا چاہتا ہوں۔" وہ اسے اپنی بانہوں میں بھرتے ہوئے بولے۔

"یاور جی...... یہ کیا کر رہے ہیں؟ مجھے الجھن ہو رہی ہے سانسیں رک رہی ہیں۔" نجل ان کی بانہوں کے تنگ ہوتے حصار پر جھنجھلاتے ہوئے احتجاجاً کہنے لگی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ شمارے میں)

UUNOVELS.COM

ادب تا ادیب

فرح طاہر

قدِ آدم آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے اپنے دونوں ہاتھ کمر کے دائیں بائیں ٹکا کر خود کو آئینے کے مزید قریب کیا اور خود کو غور سے دیکھا۔ رائل بلیو سوٹ میں اس کی گوری رنگت کندن کی طرح دمک رہی تھی۔ جیولری کے نام پر اس نے صراحی دار گردن میں سونے کی باریک چین پہن رکھی تھی۔ کانوں میں سونے کے بندے اس کے چہرے پر بہت جچ رہے تھے' میک اپ کے نام پر اس نے ہونٹوں پہ نیچرل پنک لپ گلوس لگایا ہوا تھا اور بس آنکھوں میں کاجل کی ہلکی سی کجراری دھار' تیاری ہر طرح سے مکمل تھی۔ اس نے مطمئن ہو کر پشت پہ جھولتی بالوں کی لمبی چٹیاں کو پہلے دائیں طرف کر کے دیکھا اور پھر بائیں طرف' اپنی شخصیت کو نمایاں رکھتے ہوئے اس نے مقابل کو چاروں شانے چت کرنے کا جیسے بھرپور اہتمام کر رہا تھا۔

مقابل وہ جو آج پہلی بار اس کو دیکھنے آ رہے تھے' وہ اگر اس کو پہلی بار دیکھنے آ رہے تھے تو خود اس کے لیے بھی یہ بالکل نیا تجربہ تھا' آج سے پہلے کوئی اس کو دیکھنے نہیں آیا تھا اور اب جو اگر یہ سلسلہ شروع ہوا تھا تو وہ چاہتی تھی یہ پہلا ہی آخری ہو' آخر کو وہ اپنی طرز کی ہیروئن تھی ایسی ہیروئن جو سگھڑ' سلیقہ شعار اور خوب صورت بھی تھی۔ اتنی خوبیوں کے ساتھ وہ ایک اچھے کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی اور پھر ایسے رشتوں کو کون بدبخت چھوڑتا' اس کے ساتھ رشتہ جوڑنا لوگ اپنی خوش قسمتی تصور کرتے تھے مگر اس کے باوجود وہ ذرا گھبرائی ہوئی تھی' اسی لیے اپنی اس گھبراہٹ کو دور کرنے کے لیے وہ خود کو اپنے اندر کی اس لڑکی کے مقابل کھڑی کر رکھی تھی جو ایک ادیبہ تھی۔

وہ اس سے پوچھ لینا چاہتی تھی کہ اب ایسی صورت حال کو اس نے کس طرح انجام دینا ہے اور پھر اس نئے تجربے کو اس نے کہانی کی شکل دے کر ہر پڑھتی آنکھ کی بینائی کو لفظوں کے موتیوں سے بھی تو سجانا تھا۔ ذہنوں کو سنوارنا تھا' کچھ اچھی اور نئی سوچوں کے در پر دستک بھی تو دینا تھی' اس لیے اسے ہر لمحے میں جی کر محسوس کرنا تھا اور وہ محسوس کر رہی تھی۔

"بہت خوش ہو؟"

"کیا نہیں ہونا چاہیے؟"

"ہاں' نہیں ٹھیک ہے بہت خوش ہو لو' مگر اگر جو انہوں نے پسند نہ کیا تو؟"

"کیوں کیا میں اچھی نہیں لگ رہی؟" اس کا اعتماد متزلزل ہوا تو وہ دو قدم پیچھے ہوئی۔

"اچھی تو بہت لگ رہی ہو۔"

"تو......؟"

"کچھ نہیں' ہاں بس یہ کرنا جب خاص مہمانوں کے پاس جاؤ تو سلیقے سے دوپٹے کو سر پر رکھ کر ان کے مقابل صوفے پر ٹک کر بیٹھ جانا اور آنکھوں کو جھکائے رکھنا' دھیمی مسکراہٹ کو چیونگم کی طرح ہونٹوں سے چپکا لینا اور جب بولو تو نظر اٹھا کر نظر میں اتار لینا۔ جانتی ہو ناں نظر میں کیسے اتارنا ہے؟" اس کے اندر کی ادیبہ لڑکی اس کو سبق پڑھا رہی تھی' اس نے سر ہلا کر آنکھوں کو پٹپٹایا اور ہاتھوں کو ڈھیلا چھوڑ کر گہری سانس لی اسی پل امی کمرے میں داخل ہوئیں۔

"وہ لوگ آ گئے ہیں' کیا تم تیار ہو؟"

"جی ہاں۔" وہ نظریں جھکا گئی۔ چہرے کی سپیدی میں گلابی گھلی اور دل اس زور سے دھڑکا کہ اس نے اپنے اعتماد کو متزلزل ہوتا محسوس کیا اور انگلیوں کو آپس میں پھنسا کر مروڑا۔

ماں نے دیکھا تو شفقت سے مسکراتی ہوئی اس کے قریب آئیں اور اس کے گرد بازو حائل کر کے پہلے اس کو اپنے ساتھ کا یقین دیا اور اس کے بعد وہ اسے اسی طرح ساتھ لے کر آگے بڑھیں۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

❁ .... ❁ .... ❁ .... ❁

سبیلہ بیگم اس کو ساتھ لیے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھیں جہاں مہمانوں کو ٹھنڈا پیش کیا جارہا تھا۔ انتظار اب بس ایک اسی کا تھا' اس نے اپنی آمد سے انتظار کو اختتام دیا تھا۔ سر پر دوپٹا سلیقے سے جما تھا' نظر جھکی تھی اور لبوں پہ چیونگم کی طرح چپساں مسکراہٹ کا شہد سچ مچ میں ہر دیکھتی آنکھ کے دل کو اپنی جانب مقناطیس کی طرح کھینچ رہی تھی' اسی لیے رس بھرے انداز میں سوال کیے گئے تھے۔

"پڑھتی ہو؟"

"نہیں...... پڑھ چکی ہوں۔" اگر اس کی مسکراہٹ مقابل کو فدا کر رہی تھی تو گہری آنکھیں چاروں شانے چت کر رہی تھیں۔

"کہاں تک پڑھا ہے؟"

"میں نے ایم اے اردو کیا ہے۔" اس کی ہر ادا قابل گرفت تھی اسی لیے دونوں خواتین میں سے جو شاید لڑکے کی بہن تھی اس کا جواب سن کر فوراً بولی۔

"اچھا...... اسی لیے آپ کی نگاہیں غزالی ہیں اور ادائیں قاتلانہ ہیں' میرا مطلب ہے اردو ادب میں رچی بسی ہے۔"

"میری بیٹی زغلہ خود بھی لکھتی ہے۔" سبیلہ بیگم نے اس کی بات کے جواب میں زغلہ کے شوق و ہنر کا تذکرہ کیا تو وہ دونوں خواتین متاثر ہوکر ستائش بھری نظروں سے زغلہ کو دیکھنے لگی' جبکہ لڑکے کی ماں نے سبیلہ بیگم سے کہا:

"مجھے آپ کی بیٹی بہت پسند آئی ہے ہماری طرف سے آپ ہاں قبول کیجیے۔" مبارک گھڑی تھی' زغلہ فطری شرم سے سرخ ہوگئی تھی' اسے لگا اب اسے یہاں سے چلے جانا چاہیے' اسی لیے اس نے اجازت طلب نگاہوں سے ماں کی طرف دیکھا' انہوں نے اس کی نظروں کا مفہوم سمجھا اور سر ہلا کر اس کو گویا جانے کی اجازت دے دی اس لیے اس نے ایک آخری مسکراتی نظر دونوں خواتین کے حوالے کی اور پھر انہیں سلام کر کے وہاں سے نکل گئی تھی۔

❁ .... ❁ .... ❁ .... ❁

زغلہ کے گھر والے خوش تھے اس کے لیے پہلا رشتہ آیا اور پہلا ہی اتنا اچھا آیا کہ وہ لوگ ان کو انکار ہی نہ کر سکے اس لیے دونوں طرف سے فوراً ہاں ہوئی تو لڑکے والوں نے فوری شادی کا مطالبہ کر دیا اور پھر جلد ہی تاریخ طے کر دی گئی تھی۔ دو مہینے کے مختصر وقت کو شادی کی تیاریوں کی نذر کرنے کے بعد بالآخر وہ اپنے گھر سے رخصت ہوکر میراج ولا میں آ گئی' جہاں میراج صاحب اپنے پانچ بیٹوں اور تین بیٹیوں کے ہمراہ اس کی دنیا سے بالکل الگ ایسی دنیا بسائے ہوئے تھے جسے دیکھ کر وہ گھبرا گئی تھی جبکہ وہ اس کی گھبراہٹ سے بے خبر تھے۔

سب اپنی اپنی باتوں میں مصروف ہوگئے تھے اس سے تو تقریباً سب ہی غافل ہوگئے تھے اس لیے اس نے

UUNOVELS.COM

ذرا ذرا نظر اٹھا کر اطراف میں دیکھنے کی کوشش کی تو شاید اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر فاتکہ بیگم نے فوراً اپنی جگہ چھوڑی اور اس کے قریب آ کر ان سب سے کہنے لگیں۔

"اپنی ان خدمتیوں کو اب بس کرو رات بھی کافی ہوگئی ہے اور بچی بھی بہت تھک گئی ہے جا کر خود بھی آرام کرو اور اس کو بھی آرام کرنے دو۔" اپنی بات کے اختتام تک انہوں نے اس کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا تو وہ شکر کا سانس بھر کر فوراً اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اور پھر ان سب کو یونہی بیٹھا چھوڑ کر وہ فاتکہ بیگم کی معیت میں اپنے کمرے میں آ گئی جہاں آ کر انہوں نے محبت سے اس کی پیشانی چومی اور پھر احتیاط سے اس کا لہنگا سنبھال کر اس کو بیڈ کے عین وسط میں بٹھا دیا پھر اس کو آرام کرنے کا بول کر صادق کو بھیجنے کا کہا اور خود وہاں سے چلی گئیں۔

اب وہ اکیلی تھی اور ہر چیز کو آرام سے دیکھ سکتی تھی' کمرے کے فرش و دیوار کو تازہ گلابوں سے بڑی خوب صورتی سے سجایا گیا تھا' وہ سراہتی نظروں سے دیکھ کر ذہن نشین کر رہی تھی تب اس کی سماعت نے دروازے کے اس پار کسی کی آمد محسوس کی تو وہ ایک دم سمٹ کر سر اور نظر دونوں جھکا کر اس کی منتظر ہوگئی جواب کمرے میں داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کر کے اس کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی تھی جبکہ آنے والا بیڈ کے کنارے آ کر ٹکا اور پیروں کو جوتوں سے آزاد کرتے ہوئے بہت ریلیکس انداز میں بیڈ پر پاؤں چڑھا کر اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

دو ہاتھوں نے اس کے چہرے پر پڑے نیٹ کے گھونگھٹ کو الٹ کر پردے کی معمولی آڑ کو دور کیا اور اس کے جھکے سر کو اٹھایا تو اس کی پلکوں کی چلمن ایک دم لرزی اور ہونٹ حیا کے بوجھ سے کانپے تھے۔

"عظمیٰ بتا رہی تھی بھابی لکھاری ہیں' میں نے سنا اور سن کر بہت دیر تک ہنستا ہی رہا۔" گو کہ انداز بہت نرم تھا مگر الفاظ تیر کی طرح اس کے کلیجے پر لگے تھے اس لیے فطری شرم کا شیشہ چھناکے سے ٹوٹا تھا۔

"مذاق اڑا رہے ہیں میرا؟"

"ارے...... میری کیا مجال۔" وہ حیران ہی تو رہ گیا۔

"تو پھر میرے لکھاری ہونے کا سن کر آپ کے ہنسنے کا مطلب؟" اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ اس کی بات سے اسے گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ صادق نے محسوس کیا اس لیے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر شرارت سے چمکتی آنکھوں کو اس کے چہرے پر جماتے ہوئے نرمی سے بولا۔

"ہنسی تو اس لیے آئی کہ دیکھو بھئی قسمت نے کس جوڑ کا تال میل بنایا ہے' کہاں میں ہر وقت دو جمع دو کرنے والا بینکر اور کہاں آپ ہر لمحے کو محسوس کرنے والی حساس لڑکی۔" اس نے اپنی بات کی وضاحت کے اختتام پر ایک دم شرارت سے آنکھ دبا کر معصومیت سے کہا۔

"ویسے اس وقت کیا محسوس کر رہی ہیں آپ؟" سوال گو کہ دلچسپ تھا مگر زغلہ نے ایک دم اسے گھوری سے نوازا۔ صادق نے مسکرا کر جیب سے ایک مخملی کیس نکال کر اس کی آنکھوں کے سامنے کیا اور پھر آہستہ سے اسے کھول کر اس میں سے سونے کا نازک سا بریسلیٹ نکال کر اس کی چوڑیوں سے بھری کلائی میں پہنا دیا پھر اس کے ہاتھ کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ کے لیے گفٹ لیتے وقت میں سوچ میں پڑ گیا تھا کہ ایسا کیا لوں جو آپ کو پسند آ جائے' تو اس وقت دل نے فوراً ہی مشورہ دیا کہ آپ کے لیے تحفے میں کتابیں لوں مگر دماغ نے دل کے مشورے کو فوراً ہی رد کر دیا' مجھے تو خطرہ ہی لاحق ہوگیا تھا کہ تحفے میں کتابیں جو دوں تو یہ نا ہو کہ پہلی ہی ملاقات میں کتابوں کے مقابل مجھے دیکھ کر آپ مجھے ایک طرف کر دیں اس لیے میں نے بھی دل کے مشورے کو کینسل کیا اور یہ بریسلیٹ لے لی' بتائیں تو ذرا کیسا ہے یہ؟" وہ شوق کے عالم میں مسلسل اپنی سنا رہا تھا جبکہ اس کو سنتی زغلہ

UUNOVELS.COM

کتابوں کا سن کر فوراً چوکنا ہوئی تھی‘ کتابیں اس کا پہلا عشق تھیں اور اس کے عشق سے واقف اس کا مجازی خدا تھا یعنی کہ اب سے ہر تحفے میں کتاب ملنے کی امید یقینی تھی یہ خیال ہی اس قدر روح افزا تھا کہ سوچ کر اس کے دل میں تراوٹ اترنے لگی اور آنکھیں خوشی سے چمکنے لگی تھیں۔

”آپ مجھے کتاب ہی تحفے میں دے دیا کریں میں وعدہ کرتی ہوں پہلے آپ سے ملاقات کروں گی پھر کتاب سے۔“

”ٹھیک ہے میں آئندہ آپ کو تحفے میں کتابیں دیا کروں گا‘ ابھی آپ مجھ سے ملاقات کرلیجیے۔“ اس کے ہاتھوں کی نرم گرم گرفت بہت معنی خیز تھی زنلہ ایک دم چونکی پھر اپنے لفظوں کا احساس ہوا تو شرم سے سرخ ہوگئی۔ صادق کا خوشگوار قہقہہ کمرے کی مہکتی دیواروں سے ٹکرایا اور اس کی زندگی کو مہکانے کے لیے اس کے سجے سنورے وجود کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

❁ ❁ ❁ ❁

زندگی کی نئی شروعات صادق کے ساتھ بہت اچھے طریقے سے شروع ہوگئی تھی‘ وہ بہت خوش تھی کیونکہ صادق اس کے مزاج کو سمجھتا تھا اور خود وہ سمجھنے کی کوشش کررہی تھی صادق کو وہ کافی حد تک سمجھ بھی گئی تھی۔ شادی کے ابتدائی دن تھے اس لیے صادق اس کو جنوری کی یخ بستہ رات دن ہونے والی برف دکھانے کے لیے مری لے آیا تھا۔ ایک طرح سے یہ اس کا ہنی مون پیریڈ بھی تھا‘ اس لیے وہ صادق کی سنگت میں مری گھومنے لگی۔ گھومنے کے لیے یہ اس کا بالکل نیا تجربہ تھا کیونکہ اس سے پہلے شہروں اور ملکوں کی سیر وہ گھر بیٹھ کر کتابوں میں کیا کرتی تھی۔

اس کی سراسر وجہ ایک تو اس کا اکلوتا ہونا تھا‘ دوسرا ابو کی شدید مصروفیت‘ وہ اپنی مصروفیت کی وجہ سے ان کو کہیں گھمانے لے کر نہیں جاتے تھے اور اکیلے کہیں جانے کی اس کو اجازت نہیں تھی مگر اب جو وہ حقیقت میں

naeyufaq.com
تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے
آج ہی قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں
ماہنامہ آنچل کراچی
ملک کی مشہور معروف قلمکاروں کے سلسلے وار ناول‘ ناولٹ اور افسانوں سے آراستہ ایک مکمل جریدہ گھر بھر کی دلچسپی صرف ایک ہی رسالے میں ہے جو آپ کی آسودگی کا باعث ہوسکتا ہے اور وہ ہے اور صرف آنچل۔ آج ہی اپنی کاپی بک کرالیں۔
تیری زلف کے سر ہونے تک
خاندانی اختلاف کے پس منظر میں لکھا گیا اقراء صغیر احمد کا بہترین ناول جو آپ کی سوچ کو ایک نیا رخ دیگا
اکائی
عشنا کوثر سردار کا ایک لازاول ناول
جس کا ہر لفظ انمٹ نقوش چھوڑ دیگا
عشق دی ماری میں جھلی
سائرہ قریشی کی دلکش و دل موہ لینے والی تحریر
غم و خوشی سے آراستہ ایک ناقابل فراموش کہانی
Info@naeyufaq.com
پرچہ نہ ملنے کی صورت میں رجوع کریں (03008264242)

UUNOVELS.COM

ان جگہوں پر آئی جن کے تذکرے بہت سی مصنفین کے ناولز میں پڑھے تھے تو وہ ان جگہوں میں پوری طرح ڈوب گئی تھی۔ اب اسے اپنے ناولز کے لیے ہر لمحے کو محسوس کر کے ہر منظر اور منظر نگاری کے لیے یاد رکھنا تھا اس لیے پندرہ دن ہنی مون کی نذر کرنے کے بعد وہ میراج ولا واپس آگئے جہاں میراج ولا کے ہر فرد نے ان کا والہانہ استقبال کیا تھا۔

ان کے آنے کی خوشی میں سب گھر کے افراد پر مشتمل ایک ویلکم پارٹی ارینج کی گئی تھی جس میں اس نے ان سب کے لیے لائے تحفے ان کے حوالے کیے تھے' اس نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی تھی کہ سب کے لیے ان کی پسند کا گفٹ لے اور اس کی اس کوشش میں صادق نے اس کی بھرپور مدد کی تھی مگر اس کے باوجود نجانے گڑبڑ کہاں ہوئی کہ اس کے دیئے تحفے وصول کر کے ان سب کو اپنے تحفے کے بجائے دوسرے کا تحفہ پسند آرہا تھا۔ یہی وجہ تھی جیسے ہی سب نے اپنے اپنے تحفے کھول کر سامنے رکھے وہاں ایک نہ ختم ہونے والی بحث چھڑ گئی تھی۔ سب کی آپس میں یہ کوشش شروع ہوگئی کہ وہ اپنا تحفہ دوسرے سے بدل لے اسی چکر میں وہاں بحث سے ہٹ کر پہلے اختلاف شروع ہوا اور پھر ایک دم سے ماحول میں تلخی سر اٹھاتی دکھائی دینے لگی تو وہ گھبرائی' اس طرح کے ماحول کی وہ عادی نہیں تھی اس لیے وہ چپ چاپ ان سب کے درمیان سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی' اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس وقت اسے کیا کرنا چاہیے' اس لیے کرسی پر بیٹھی اور دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔

اس لمحے سوچ کا ہر سرا اس قدر الجھا ہوا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ چاہنے کے باوجود کچھ بھی سوچ نہیں پا رہی تھی' اچانک فاتکہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں' ان کے پیچھے صادق بھی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

''دیکھو ذرا باہر کس قدر خاموشی ہوگئی ہے ناں۔'' فاتکہ بیگم اس کے برابر کرسی رکھ کر بیٹھ گئیں۔ ان کا انداز سوالیہ نہیں تھا' وہ بس کہہ رہی تھیں یا شاید بتا رہی تھیں۔

''تم جوان کو چھوڑ کر آگئی ہو تو شرمندہ ہو کر چپ ہی ہوگئے پاگل' حالانکہ تحائف کو لے کر جو طوفان بدتمیزی وہ مچا رہے تھے وہ سب تو ان کی خوشی کی سلیبریشن کا ایک انداز تھا بس تم نے سمجھا نہیں اور سمجھنے کے وقت تک تم رکی نہیں۔'' ذرا دیر کے توقف کے بعد مدبرانہ انداز میں وہ کہنے لگیں۔

''زغلہ بچے' یہ تمہاری اب نئی زندگی ہے اور ایک نئی دنیا بھی' مانتی ہوں ایڈجسٹ ہونے میں وقت لگے گا مگر اس وقت لگنے تک کے لیے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کرو اس لیے کہہ رہی ہوں کیونکہ تم ایک لکھاری اور اچھی لڑکی ہو' جانتی ہو ناں لڑکیاں حساس ہوتی ہیں' محسوس کرتی زیادہ ہیں' کرواتی کم ہیں اور لڑکیاں خود کو ہر ماحول میں ڈھال بھی لیتی ہیں۔'' انہوں نے بات کو پھر سے ادھورا چھوڑ کر اس کی طرف دیکھا جو خاموش بیٹھی بس ان کو سن رہی تھی' فاتکہ بیگم نے اس بار خاموشی کو طول دیا۔

''میرا گھر اور میرے لوگ بہت خالص دل کے مالک ہیں' ان کے لیے بس اتنا کہوں گی کہ ان کو سمجھ کر دیکھو تمہیں محبت ملے گی۔'' وہ اس کی کیفیت کو سمجھ رہی تھیں اس لیے نرمی سے اس کو سمجھانے چلی آئی تھیں' مختصر لفظوں میں اپنی طرف سے وہ بڑی جامع بات کہہ گئی تھیں' زغلہ کو سمجھنے کے لیے بس یہی لفظ کافی ہونے چاہیے تھے مگر وہ سب بات سن کر بھی سر جھکائے بیٹھی رہی' وہ اپنی باتوں کے جواب میں اس کے چہرے کے تاثرات سے بھی کوئی اندازہ نہیں لگا سکی تھیں' اس لیے صادق کو اپنی مسکراہٹ سے نواز کر وہاں سے چلی گئیں۔

زغلہ شاید ان کی باتوں پر غور وخوض کر رہی تھی اس لیے وہ ان کے جانے کے بعد بھی اپنی جگہ اسی طرح بیٹھی رہی تھی۔

''اسے ایک کہانی بنا کر اپنے دماغ کی فرسٹریشن کو کاغذ پر نکال دینا چاہیے۔'' ایک نقطہ اس کے ذہن میں کوندا تو وہ قلم اور کاغذ اٹھا کر بیٹھ گئی' وہ ہمیشہ یہی تو کرتی

UUNOVELS.COM

تھی جب الجھتی تھی لکھنے بیٹھ جاتی تھی۔ دماغ میں ہلچل مچاتے لفظوں پر غور کرنے لگی اس کے پاس اب ایک کہانی تھی جس میں اس کو اس لڑکی کے لیے لکھنا تھا جو ہمیشہ سے اس لیے کم گو اور تنہائی پسند تھی کیونکہ وہ اکلوتی تھی اور پھر اس لڑکی کی شادی ایک ایسے گھر میں ہوگئی جہاں لوگوں کی بھیڑ تھی اور ہر وقت شور شرابہ، ہنسی مذاق اور زندہ دلی کے اصولوں پر زندگی گزارنے کے قائل تھے تو اب اسے یہ لکھنا تھا کہ کم گوئی اور تنہائی کی عادت میں پختہ ہوجانے والی اس لڑکی کو زندگی نے جس مشکل میں ڈال دیا تھا اب اسے کیا کرنا چاہیے تھا، یہ تو طے تھا کہ اپنی عادت کو چھوڑ کر ان لوگوں کے رنگ میں خود کو رنگنے کے لیے اس کو بے حد مشکل کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا تو پھر وہ ایسا کیا کرے کہ اپنی عادت پر ڈٹی رہے یا پھر اپنے مجازی خدا کو لے کر ان سب لوگوں سے الگ ہوجائے؟

وہ سوچ رہی تھی اور لکھنے کے لیے لفظ ڈھونڈ رہی تھی جب صادق آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور اس کے قریب چلا آیا، نظر مسلسل اس کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھی، جو اپنی کسی اندرونی خلفشان سوچوں میں گھری بری طرح الجھی ہوئی تھی۔

"آپ کے لکھاری ہونے کے ناطے بحیثیت عام انسان میری آپ سے بہت ساری امیدیں جڑ گئی تھیں۔ مجھے لگا تھا آپ سمجھ لیں گی اور سمجھا بھی لیں گی مگر پہلے مرحلے پر ہی آپ کو اس قدر الجھن میں مبتلا دیکھ کر مجھے میرے اندازے نے منہ چڑایا۔" ادھر وہ رکا اور ادھر زنلہ کی پین پر گرفت کمزور ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے مجھے اعتراف ہے کہ ادیب بھی عام انسانوں کی طرح انسان ہی ہوتے ہیں مگر ان کو لکھنے کی جو خاصیت عطا کی جاتی ہے وہ ان کو عام انسانوں سے ممتاز کردیتی ہے، تب اپنی اسی لکھائی کی نسبت سے ان پر فرض ہوجاتا ہے کہ وہ سوچ کی اس باریکی تک رسائی حاصل کریں جہاں عام انسان کی سوچ کی حد ممکن نہیں ہوتی اور ادیب ایسا کر بھی لیتا ہے مگر پھر اس کے بعد میں نے اب جانا کہ حدود کی حد کو چھلانگ کر بننے والا ادیب مقام تک پہنچ کر ادب سے بے ادب ہوجاتا ہے۔" زنلہ کی گرفت سے پین چھوٹ کر رجسٹر پر گر گیا تھا جبکہ صادق اس کو کہہ رہا تھا کہ اس نے عمر اور رتبے میں خود سے بڑی فاتک بیگم کے لیے ادب میں کھڑے ہوکر ان کی بے ادبی کی، اس نے ان کی نرمی کے جواب میں اپنی خاموشی کی سختی دے کر اپنی لکھائی کو پتھر جیسا بیکار بنا دیا تو پھر اب اسے یہ لکھنا چاہیے۔

"منظر کو محسوس کر کے اس میں جی لینا آسان ہوتا ہے مگر منظر بن کر اس میں سانس لینا مشکل ہوتا ہے، کہانی بنا لینا آسان ہوتا ہے مگر کہانی بن کر خود کو انجام دینے کے لیے اپنے کردار میں جھڑ کنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ ادیب صرف کہانی بنانے کے لیے نہیں ہوتا ہے اس کو کہانی بننا بھی پڑتی ہے۔" صادق نے قلم کو اٹھا کر ہولڈر میں لگاتے ہوئے کہا۔

"اب جب لکھیں تو یہ لکھیے گا۔ لکھائی کے زعم میں لفظوں کو پکڑ کر کاغذ پر اتار دینا کافی نہیں ہوتا بلکہ لکھنے کا فرض ادا بھی کرنا پڑتا ہے اور عطائی کا فرض تب ادا ہوتا ہے جب لفظوں کا مان رکھ کر ان سے نبھا کر کے ان کو سرخروئی کا تاج پہنایا جائے، تب جا کر ادیب اپنے ادب سے سرخرو ہوتا ہے، ورنہ دوسری صورت میں ادب خود ادیب کو بے ادب کر کے لکھنے کا فن چھین کر عام انسان کے درجے سے بھی گرا دیتا ہے۔" وہ خاموش ہوگیا جبکہ وہ اس کے لفظوں کے سمندر میں ڈوب کر ابھرنے کی کوشش کرتی ہوئی اپنے لفظوں کے مقابل اپنے اعمال کا موازنہ کر رہی تھی کیونکہ بہر حال اپنے لکھنے کا مان تو اس نے توڑ ہی دیا تھا۔

UUNOVELS.COM

www.naeyufaq.com

حصہ 5

میرے من کے گاؤں

سمیرا بنت عاصم

نفیسہ کے بتائے ہوئے گھر کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے فہد کی اماں کی سانس پھول گئی کہ مکان کی آخری منزل پر گھر تھا۔ لڑکی کے جن والد کے بارے میں نفیسہ کا بیان تھا کہ بستر مرگ پر ہیں' وہ اطمینان سے ٹی وی کے سامنے بیٹھے انڈین ڈراما دیکھ رہے تھے۔ تعارف کا شرف پاتے ہی شان استغناء سے فرمایا۔

''ہمیں اپنی بیٹی کے لیے رشتہ درکار ہے' رنگ گورا' دبلی پتلی مگر معمولی تعلیم یافتہ ہے۔'' وہ اپنی جگہ چھوڑ کر ان کے قریب آبیٹھے۔

''آج کل تعلیم تو بہت ضروری ہے' آپ نے لڑکی کو پڑھایا کیوں نہیں؟''

''میں لڑکیوں پر فضول پیسہ خرچ کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ انہیں پرائے گھر جانا ہوتا ہے فائدہ بھی وہی اٹھائیں گے' پیسہ ناحق ہم برباد کریں۔''

''تب تو آپ کو کوئی مناسب رشتہ ہی مل سکتا ہے' کوئی پرچون فروش' ملکینک یا پھر......'' فہد کی اماں بدک کر دور جا بیٹھیں۔

''پروا نہیں ہے' میں نے پہلے بھی لڑکیاں بیاہی ہیں۔ رشتوں کے معاملے میں زیادہ چھان پھٹک کا قائل نہیں ہوں' جیسا رشتہ میسر ہو ہامی بھر کے بیٹیوں کے نصیب پر چھوڑ دیتا ہوں۔''

''ماشاء اللہ'' ایسی آنکھیں بند کرکے رشتہ طے کرنے والے پہلی بار دیکھے تھے۔ ''مکان تو آپ کا اپنا ہے ناں؟''

''ہرگز نہیں' لاکھوں کا مکان بنا کر فساد کا بہانہ بیٹوں کے لیے چھوڑ جاؤں؟ اتنا احمق نہیں ہوں۔ بیٹے بھی ایسے جنہوں نے شادی کے بعد اپنی دنیا الگ بسالی۔ میں نے مکان بیچ کر سارا پیسہ بینک میں رکھوا دیا ہے اور کچھ بیٹی کے جہیز میں کام آئے گا' باقی ہم دونوں بڈھا بڈھی کے لیے کافی ہے۔''

''خیر سے کتنا پیسہ رکھا ہے بینک میں؟'' ان کے منہ میں پانی بھر آیا۔

''پورے بارہ لاکھ چھ لاکھ بیٹی کو جہیز دوں گا یا نقد' بیٹی صفیہ ادھر آنا ذرا۔'' بیٹی سامنے آئی تو ان کی طبیعت مکدر ہوگئی۔ دبلی پتلی' پھیکا نقشہ اور عمر کسی طرح سولہ سال نہ تھی۔ انہوں نے ایک نظر اسے ناپسندیدگی سے دیکھا۔

''یہ میری بڑی بیٹی ہے' سسرال والوں سے بنی نہیں لڑکا بدقماش تھا' سو طلاق ہوگئی۔ بٹی صفیہ کو بلاؤ ذرا۔''

''اباجی اس کی کال آگئی ہے موبائل پر مصروف ہے۔'' وہ ٹکا سا جواب دے کر چلی گئی۔

''رشتے تو کئی ہیں مگر میرا رشتہ کرانے کا معاوضہ مجھے مل جانا چاہیے۔ اکثر لوگ رشتہ کروا کے رقم سے مکر جاتے ہیں۔'' وہ ہنس دیے ارادہ ان کا بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ پانچ ہزار کوئی معمولی رقم نہیں ہوتی' البتہ وعدہ کر لینے میں کوئی حرج نہ سمجھا۔ انہوں نے اپنے شولڈر بیگ سے چند تصاویر نکال کر انہیں تھما دیں ہر تصویر کے عقب میں کوائف درج تھے۔

''میرے خیال میں یہ لڑکا بہتر ہے۔ اپنی صفیہ کا جوڑ بنتا ہے۔'' انہوں نے ایک تصویر الگ کرکے ان کے سامنے رکھ دی تو وہ ٹپٹا گئیں۔

''ہائیں......مگر یہ تو میرا بیٹا فہد ہے۔'' اماں سوچ میں پڑ گئیں' چھ لاکھ کا سن کر پہلے ہی منہ میں پانی بھر آیا تھا۔ اب جو انہوں نے خود عندیہ دیا تو ان کے خیالات کا رخ پلٹ گیا۔ اتنا مال ہے تو دوسروں کے پاس کیوں جائے۔ اس رقم سے ان کے کتنے تشنہ خوابوں کی تکمیل ہو سکتی تھی۔ فہد کو ایک پرچون کی دکان کھلوا دیتیں ورنہ مکان کا اوپری پورشن بنا کر کرائے پر چڑھا دیتیں' پیسے کو پیسہ بناتا ہے۔ کچھ تو بڑھاپے کا سہارا بنتا۔ فہد میں ایسے کون سے لعل

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

جڑے تھے جو کوئی آنکھیں بند کر کے اپنی بیٹی دے دیتا' اگر بیٹھے بٹھائے رشتہ نصیب ہو رہا تھا تو غنیمت تھا۔ بہو گھر آ جائے گی تو گھر کے کاموں میں بھی آسانی رہے گی۔ اگر حمیدہ کا نصیب کھل ہی گیا تو ان کے گھر کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ وہ ایک ساتھ کئی مسائل میں گھر جائیں گی' اسی اثناء میں لڑکی بھی آ گئی جو ان کے دل کو تو نہ بھائی مگر کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔ ان کا ذہن ایک نئی نہج پر سفر کرنے لگا تھا۔

''ٹھیک ہے مگر میں لڑکے کو لڑکی دکھاؤں گی۔'' وہیں بیٹھے بیٹھے فیصلہ کیا' وہ اسی طرح بنا سوچے سمجھے فیصلے کیا کرتیں۔ اپنے فیصلے انہیں ہمیشہ درست لگتے تھے۔ خواہ ان کا فائدہ ہوتا یا نقصان۔

''بصد شوق۔'' بڑے صاحب کھل اٹھے۔ ''صفیہ بیٹی اب تو چائے لے ہی آؤ۔'' گویا دوسری صورت میں چائے ضروری نہ تھی۔ ''اور تمہاری امی کہاں ہیں؟'' صفیہ سی ان سی کر کے ٹی وی کے سامنے بیٹھی ڈرامہ دیکھتی رہی۔ چائے بڑی بیٹی نے بنائی۔ انہوں نے ٹھنڈی بدذائقہ چائے بہ مشکل زہر مار کی کہ دل تو اڑ کر گھر پہنچ جانے کو چاہتا تھا اور برقع سر پر جما کر جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ وہ دماغ کی کچی اور عقل کی دشمن تھیں مگر اپنے آپ کو نہایت عقل مند سمجھتیں اسی لیے بڑے بڑے فیصلے یونہی کر جاتیں۔ میاں کو جوتے کی نوک پر رکھتیں اور حمیدہ کسی گنتی میں نہ تھی۔ رہے فہد میاں تو بھلا انہیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

UUNOVELS.COM

حمیدہ نے آفس سے اٹھتے ہوئے چھوٹے سے آئینے میں اپنا بھرپور جائزہ لیا اور مسکرائی' سعد بن مصطفیٰ سے ملاقات کا تصور ہی دل خوش کر دیتا تھا۔ انہوں نے کل ہی آفس میں ان کی آمد کا عندیہ دیا تھا اور کل سے اب تک کا وقت ایک ایک پل گن کر گزرا تھا۔ ان کے دفتر سے سعد

بن مصطفیٰ کے آفس کا راستہ تھوڑی ہی دور تھا حمیدہ کو اب بھی اپنی پہلی غلطی یاد تھی سو نہایت توجہ سے پانچویں فلور کی روم نمبر سات تک کا فاصلہ طے کیا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ دیدہ و دل فرش راہ کیے منتظر ملیں گے مگر خلاف توقع ریسپشنٹ نے ان کی غیر موجودگی سے مطلع کرتے ہوئے کچھ دیر انتظار کا مشورہ دیا۔ حمیدہ کے دل کو ٹھیس پہنچی مگر وہ انتظار گاہ میں بے دلی سے براجمان ہوگئی۔ کمرے کا ماحول ٹھنڈا ٹھار اور پُرسکون تھا۔

کام میں مصروف ومنہمک اسٹاف' فون کی گھنٹیاں...... کبھی کبھی کوئی حمیدہ کی جانب توجہ کرلیتا تو انہیں اپنا آپ عجیب ضرور لگنے لگتا۔ پانچ منٹ دس منٹ پندرہ منٹ گزر گئے حمیدہ کی کوفت بڑھنے لگی اسے اپنا آپ عجیب سا لگنے لگا وہ جو ایک سرخوشی وسرشاری کی کیفیت میں آئی تھی' آہستہ آہستہ زائل ہوتی چلی گئی۔

حمیدہ بجھ کررہ گئی تھی کتنے شوق ولگن سے آج اس نے خود کو سنوارا تھا۔ خوشی سے دھڑکتے دل کے ہمراہ وہ آفس میں داخل ہوئی تھی اور یہاں جیسے کسی کو پرواہ ہی نہ تھی وہ تو سمجھی تھی سعد بن مصطفیٰ دل وجان سے منتظر ہوں گے۔

اس نے موبائل نکال کر سعد بن مصطفیٰ کا نمبر پش کیا ایک بار دوبار پھر بار بار نمبر پش کرنے پر ایک ہی جواب موصول ہوتا رہا تھا کہ موبائل بند ہے۔ حمیدہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ اس کا دل دکھ کی گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

''تو کیا وہ اتنی ارزاں اور غیر اہم تھی کہ سعد بن مصطفیٰ اسے آمد کا عندیہ دے کر بھول گئے؟'' حمیدہ کے دل کا بوجھل پن بڑھتا چلا گیا۔

''نہ جانے کیوں' ہم لڑکیاں خوابوں کے محل اتنی جلدی تعمیر کرلیا کرتی ہیں۔ خوش گمانی سے محبت کا فاصلہ بس چند قدموں میں طے کرلیتی ہیں اور نتیجہ دل آزاری......''

حمیدہ نے بیگ اٹھاتے ہوئے ایک نظر دیوار گیر گھڑی پر ڈالی پورا آدھا گھنٹا گزر گیا تھا آفس میں سعد بن مصطفیٰ کی بابت کسی کو خبر نہ تھی۔ شاید بڑے لوگوں کی یہ بھی ایک ادا ہوتی ہے بے نیازی اور ایسے ہی وقتوں میں حمیدہ کو خود کا وجود بے حیثیت لگا کرتا تھا۔

شاید بساط سے بڑھ کر اڑان بھرنے والے یونہی گر کر چکنا چور ہوجاتے ہیں۔ حمیدہ نے اپنا بیگ کندھے پر ڈالا اور تھکے ہوئے قدموں سے لوٹ آئی تھی۔ کل تک سعد بن مصطفیٰ کے لہجے میں کیسی سرخوشی وسرشاری تھی۔ جیسے حمیدہ ان کے لیے بہت خاص واہم ہو اب وہ کتنی آسانی سے بھول بیٹھے تھے کہ حمیدہ نے اسے آج شام آمد کا عندیہ دیا تھا۔ حمیدہ کے دل و ذہن میں ثمینہ کی کہی گئی باتیں گونج رہی تھیں۔

''مرد ذات کے پینترے ہم عورتوں کو بھی سمجھ میں نہیں آتے۔'' مگر پتا نہیں کیوں اس کا دل کبھی اس نہج تک پہنچ ہی نہ پاتا۔ سعد بن مصطفیٰ ہمدانی کی شخصیت اتنی صاف وشفاف اور کھری تھی کہ وہ پل بھر کے لیے بھی کبھی کسی بدگمانی کا سرا نہ تھام پاتی اور اس کی ذات کے اسرار بس ایک ان کہی مجبوری تھے۔

حمیدہ کا دل کبھی آمادہ ہی نہ ہوتا کہ کبھی وہ اس کے لیے کچھ برا سوچ سکے۔ اگرچہ اس محبت کا بے معنی پن اس پر بھی آشکار تھا مگر دل ٹوٹ کر بھی کبھی راہ نہ بدل پاتا تھا' نہ جانے کیوں؟

چاہتوں کے موسم کی اک عجب کہانی ہے
ہونٹ ہنستے رہتے ہیں......
آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
بھٹکتی نگاہوں میں......
خواب جلتے بجھتے ہیں
درد کے اس سفر میں......
کچھ موڑ ایسے آتے ہیں
خواب ٹوٹ جاتے ہیں......
ساتھ چھوٹ جاتے ہیں
کرچیاں اٹھانے میں......
وقت بیت جاتا ہے
درد جیت جاتا ہے

UUNOVELS.COM

درد جیت جاتا ہے۔

وہ ایک بار پھر ٹوٹتے خوابوں کی کرچیاں سمیٹے لوٹ آئی تھی۔

حمیدہ نے اماں کے ارادے جان کر بڑا واویلا مچایا۔

''اماں تمہاری عقل تو ٹھکانے پر ہے فہد کی کرم کرتوت ایسے ہیں کہ اس کی شادی کی جائے۔''

''اے لو میں کون سی ان کے گھر رشتہ لے کر گئی تھی' انہوں نے خود ہی فہد کو چھانٹ لیا۔''

''تو اماں آپ کو بتانا تھا ناں کہ یہ نکھٹو نکما ہے۔ کبھی دو روپے بھی کما کے اس نے آپ کی ہتھیلی پر نہیں رکھے۔''

''ارے تیری دادی کے قبر میں کیڑے پڑیں' بڑھیا کون سی بتا گئی تھی اپنے بیٹے کے کرتوت کہ پرلے درجے کا نکما ہے آخر میں نے بھی تو زندگی گزاری ہے۔''

''تب تو آپ کو اور زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔ جیسی دکھ بھری زندگی آپ نے گزاری ہے دوسرے کو اس سے بچانا چاہیے جب آپ نے خود بھگتا ہے ایک ناکارہ آدمی کو۔''

اس نے سہولت سے سمجھانا چاہا مگر اماں بدک گئیں۔

''لو میں کاہے کو بتاؤں' جو رشتہ دے رہے ہیں' وہ چھان پھٹک کرتے پھریں۔''

''اماں......'' حمیدہ بے بس سی نظر آنے لگی۔ ''فہد کے ڈھنگ اچھے نہیں ہیں۔ وہ جگہ جگہ ہیرا پھیریاں کرتا ہے۔ بھول گئیں کتنے لوگوں کے قرض اتارے ہیں ہم نے جنہیں وہ جھوٹے سچے جھانسے دے کر ٹھگ لیتا ہے۔''

''شادی ہو کے سب سدھر جاتے ہیں۔'' انہوں نے لاپروائی سے کہا۔ ''اچھے اچھے نکمے کمانے لگتے ہیں۔ جب کنبے کی ذمے داری پڑے گی تو خود عقل آجائے گی۔ بگڑے لڑکوں کو سدھارنے کے لیے ہی ان کی شادیاں رچائی جاتی ہیں۔''

''تو شادی کر کے ابا کیوں نہ سدھر گئے' کیوں تم نے ساری زندگی دکھ جھیلے؟'' حمیدہ جانتی تھی کہ اماں سے بحث لاحاصل ہے' وہ جو ٹھان لیتی ہیں وہ اٹل ہوتا ہے سو ایسا ہی ہوا سارے معاملات بالا ہی بالا طے ہوتے چلے گئے۔

اماں اپنے فرمان کے عین مطابق حمیدہ سے چوری چھپے فہد میاں کو لڑکی دکھانے لے گئیں۔ فہد میاں جو ہر معاملے میں لمبا ہاتھ مارنے کی سوچ رکھتے تھے گھر کی عسرت زدہ طریقوں پر خاصے ناامید ہوئے تھے۔ جو کسر رہ گئی تھی وہ لڑکی کو دیکھ کر پوری ہو گئی۔ لگتا تھا کہ خالی ہڈیوں پر کھال منڈھ دی گئی ہو۔ چھوٹی چھوٹی آنکھیں' تنگ ماتھا' باریک آواز گھنٹہ بھر کے انتظار کے بعد سوکھی چائے نصیب ہوئی تھی۔ جو اتنی بدذائقہ تھی کہ ان کا دم الٹنے لگا تھا۔ لڑکی کے ابا نکے نکے پر جان دیتے نظر آتے تھے۔ اپنی مجبوریوں کے رونے روتے رہے تھے۔

''پانچ بیٹے ہیں ہمارے سب نے شادی کر کے اپنی دنیا الگ بسالی۔ بوڑھے ماں باپ کا کوئی خیال نہیں' میرے مکان کا حصہ مانگنے کھڑے ہو جاتے تھے۔ میں نے فساد کی جڑ ہی کاٹ دی۔ سارا روپیہ بینک میں محفوظ ہے اور ہماری گزر بسر کے لیے کافی ہے۔ میں دل کا مریض ہوں' آج مروں کل دوسرا دن۔ مطلقہ بیٹی نوکری کرتی ہے اپنا اور اپنے بچوں کا خرچ خود اٹھاتی ہے' یہ آخری اولاد بچی ہے' خوب دھوم دھام سے شادی کروں گا اور منہ بھر کے جہیز دوں گا۔ چاہو تو نقد رقم لے لینا مگر پہلے نکاح کرنا ہوگا۔'' فہد میاں کے مطلب کی بات انہوں نے سب سے آخر میں کی تھی مگر ان کی طبیعت لڑکی دیکھ کر مکدر ہو رہی تھی جو اخلاق و تہذیب سے عاری مزے سے ٹی وی کے سامنے بیٹھی انڈین ڈرامے دیکھ رہی تھی۔ گھر سے نکل کر بھی ان کے منہ کا ذائقہ کڑوا رہا۔

''یہ کیا چیز تھی اماں؟''

''اے میاں انسان کا بچہ تھی' بس۔''

''مجھے تو انسان سے زیادہ ''چڑیل'' نظر آرہی تھی۔ دھان پان' باریک آواز' طوطے کی طرح آنکھیں گھما کر بات کرتی ہے۔''

''تو تجھ میں کون سے لعل جڑے ہیں' تجھے کوئی شریف آدمی رشتہ دے رہے تو غنیمت ہے' اعلیٰ سے اعلیٰ کے چکر

UUNOVELS.COM

میں پڑ گئے تو یہ رشتہ بھی ہاتھ سے جائے گا پھر سنا نہیں چھ لاکھ دینے کا وعدہ ہے۔" اصل وجہ یہی تھی اور بیگم آ کر وہ مات کھا گئے۔ دل ابھی گلناز کی بیوفائی پر دکھ سے چور تھا۔ لاکھوں کی لاٹری نکلتے نکلتے رہ گئی تھی تو ان کے کرتوتوں کے سبب۔ بلآخر انہوں نے دل کو تسلی دے ہی دی کہ یہی لڑکی مناسب ہے۔

"کم از کم اس حرافہ گلناز سے تو بہتر ہے کوئی کا کردار ایسا تھا کہ سب اس پر انگلیاں اٹھاتے تھے بدزبان اور آوارہ پرلے درجے کی۔" فہد نے سوچا اماں ٹھیک ہی کہتی ہیں یہ اس کی کج ادائی و کردار کا ڈھیلا پن ہی تو تھا جو وہ گاہے بہ گاہے اپنا راستہ بدلتی رہی تھی۔ بلآخر کس بے نیازی سے انہیں لات مار کر نفیس بیگ کے سنگ بیاہ کر چل دی تھی۔

وہ جو کہتے ہیں کہ وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ تو...... ایک بار لاکھوں کی لاٹری ہاتھ آ جائے تو زندگی کا رنگ بدل جائے گا جو اسی وجود زن کے سبب ہوگا۔ تو اسی سبب سے بھگت لینے میں بھلا حرج بھی کیا تھا؟

❁......❁......❁......❁

یہ ہم تسلیم کرتے ہیں
تمہیں فرصت نہیں ملتی
مگر اے میری سوچ کے محور
کبھی یہ بھی ذرا سوچو
تمہیں ہم یاد کرتے ہیں......!
تو خود کو بھول جاتے ہیں

سعد بن مصطفیٰ کے موبائل پر تیرہ مسڈ کالز تھیں۔ وہ بے ساختہ مسکرا اٹھے۔ وہ دلکش چہرے اور شفاف کردار کی معصوم لڑکی کچھ ہی دنوں میں انہیں کتنی عزیز ہو گئی تھی۔ انہیں زندگی کے الجھاؤ کھینچ لیتے اور وہ جیسے ہر پل انہیں یاد رکھتی۔ اپنے نت نئے پیغامات سے پل پل اپنی چاہت کا احساس دلاتی۔ حمیدہ اس شام دفتر سے اٹھنے کو تھی جب موبائل کی میسج بیپ کے بعد سعد بن مصطفیٰ کا پیغام جگمگایا وہ آفس کی بلڈنگ تلے اس کے منتظر تھے۔ حمیدہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور جیسے ساری آزردگی ہوا ہو گئی اس کے قدموں میں خود بخود تیزی آتی چلی گئی تھی۔ مرسڈیز اس کے قریب آ کر رکی ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان سعد بن مصطفیٰ ہمدانی کے لبوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ تھی حمیدہ نے ایک لگاوٹ بھری خفگی سے انہیں دیکھا۔

"یہ آج سورج کہاں سے طلوع ہوا؟"

"میں تو کہتا ہوں کہ آج سورج طلوع ہی نہیں ہوا۔" انہوں نے فان کلر کے چکن کے سوٹ میں شام کے ڈھلتے سایوں میں جگمگاتے دلکش چہرے پر ایک نظر ڈالی اور مسڈیز کا فرنٹ ڈور کھول دیا۔ مرسڈیز سبک رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔

"تمہارے کل کے انتظار کا ازالہ بھی تو کرنا تھا۔"

"آپ بڑے لوگ ہیں انتظار تو کرنا پڑے گا سوچتی ہوں جو لڑکی اتنی شدت سے آپ کا انتظار کرتی ہے آپ اس کے ساتھ یہ کرتے ہیں تو اپنے دشمنوں کے ساتھ کیا کرتے ہوں گے؟"

"کیوں...... کیوں کرتی ہو مجھ سے اتنی محبت؟"

"محبت میرے بس کی چیز ہوتی تو کبھی نہ کرتی اور آپ سے تو کبھی بھی نہیں۔"

"بہت برا ہوں ناں میں؟" گرے پینٹ پر پنک لائننگ والی شرٹ میں سیاہ گلاسز لگائے ان کی شخصیت اتنی بھرپور، مکمل اور چھا جانے والی تھی کہ حمیدہ کا وجود پانی ہو جاتا۔ وہ خود کو ارزاں سا محسوس کرتی۔

"نہیں بہت اچھے ہو۔" وہ مسکرائی۔ "مگر لاحاصل ہو۔" اس نے دل میں کہا۔

"شاید اسی لیے دل بھی آپ سے کنارہ کشی پر آمادہ نہیں ہو پاتا۔"

"بہت شکریہ اس محبت بھرے دل کا۔" وہ مبہم سا مسکرائی۔

"آپ کو تو شاید یاد بھی نہ رہا ہوگا کہ آپ نے کسی کو ٹائم دیا تھا۔"

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

"جتنے طنز کے پتھر مارنے ہیں مار لو سر تسلیم خم ہے۔ مگر اچانک میری بیٹی کی کال آ گئی تھی' اسے فوڈ پوائزن ہو گیا تھا اور بچوں کو ہسپتال مجھے ہی لے کر جانا ہوتا ہے۔" وہ حمیدہ کو گھر کی ہر بات بتاتے تھے' بچوں سے متعلق مسائل' مشکلات' مگر ازدواجی معاملات میں کتنے ناآسودہ و بدبخت تھے کبھی کہہ نہ پائے کہ سوال ان کی عزت نفس کا تھا۔

"آپ کا یہ مس بی ہیو مجھے کتنا ہرٹ کرتا ہے آپ کو اندازہ ہے؟"

"آج تمہیں بتا ہی دوں کہ کبھی کبھی میں جان بوجھ کر گریز کرتا ہوں کہ کہیں......" وہ کہتے ہوئے رکے۔

"کہیں......؟" وہ سراپا سوال ہوئی۔

مگر وہ کیسے کہتے کہ وہ جان بوجھ کر گریز کی راہ اپناتے ہیں کہ اس نازک سی لڑکی کی زندگی کی چک پھیریوں سے بھی آشنا تھے اسے آس کا جگنو تھما کر خود کو اس سے جوڑ کر اس کی مشکلات میں اضافہ نہیں کر سکتے تھے مگر اپنے دل سے بھی مجبور تھے جو شاید زندگی میں پہلی بار محبت کا ارتکاب کر بیٹھا تھا۔

"اور اگر میں کہوں کہ میں تمہاری جیسی کسی لڑکی کا ہی منتظر رہا ہوں تو مانو گی؟ تم میری ذات کی تکمیل' میری محبت ہو۔" کار ایک ہوٹل کے سامنے رکی۔ اتنا واضح اور شفاف انداز تھا۔ سعد بن مصطفیٰ کی سنگت میں چلتے ہوئے وہ ایک پل کو لڑکھڑائی پھر اگلے ہی پل ان کے سامنے بیٹھی پُراعتماد سے کہہ رہی تھی۔

"نہ ماننے والی بات ہی نہیں' مجھے آپ سے زیادہ خود اپنی محبت پر یقین ہے۔" اس کا سادہ و شفاف اظہار پور پور سچائی میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ سرشار ہو گئے۔

"جتنی سچی کھری و شفاف محبت مجھے آپ سے ہے اس کے جواب میں' آپ کو مجھ سے محبت ہونی ہی چاہیے۔" کتنا صاف و شفاف کھرا لہجہ تھا۔ یہیں آ کر وہ مات کھا جاتے تھے' اس لڑکی کی انمول چاہت ان کے لیے متاع زندگی بن گئی تھی۔ وہ میز پر کہنیاں ٹکا کر کچھ آگے جھکے۔

"مانو گی تم سے میرا دل کا رشتہ ہے باقی سب دنیاداری ہے۔" سعد بن کے لبوں پر بڑی روشن مسکراہٹ تھی۔ حمیدہ کے آس پاس اجالا ہی اجالا پھیلتا چلا گیا تھا۔

"اتنے سے دنوں میں اتنا بڑا دعویٰ؟" وہ دنگ رہ گئی۔

"کبھی میرے دل میں جھانک کے دیکھو یہاں تم جیسی کسی لڑکی کا بسیرا تھا ایک مکمل گھریلو اور محبت کرنے والی' حمیدہ ایک عورت ہی مرد کو مکمل اور اس کے گھر کو جنت بناتی ہے' اسی عورت کے معاملے میں تقدیر دغا دے جائے تو مرد کی زندگی جہنم سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔" ان کے لہجے میں ان کہا درد بول رہا تھا۔ وہ اس لڑکی تو کیا' کبھی کسی پرائی ذاتی زندگی کی اسرار نہ کھول پائے تھے۔ شاید اسی سبب گھٹن بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

سعد بن مصطفیٰ کے موبائل پر بجتی بیل نے گفتگو کا تسلسل توڑا اسکرین پر نظر پڑتے ہی وہ قدرے مضطرب سے نظر آنے لگے پھر حمیدہ سے معذرت کر کے ایک کونے میں چلے گئے نرگس کی کال تھی۔

"تم کہاں ہو؟" اس کا لہجہ تند و ترش تھا۔ وہ جانتے تھے آفس سے ان کی غیر موجودگی جان کر ہی وہ کال کر رہی ہے۔

"ہوٹل میں۔"

"ہوٹل؟ تمہیں اس وقت گھر پر ہونا چاہیے۔"

"میں ایک میٹنگ میں ہوں۔"

"میں نے ابھی آفس فون کیا ہے مجھے کسی میٹنگ کی اطلاع نہیں ملی۔"

"میں آفس سے اعلان کر کے نہیں نکلتا۔" انہوں نے بہ مشکل لہجے کی تلخی پر قابو پایا۔ "میں بس نکل ہی رہا تھا۔" موبائل آف کر کے وہ لوٹ آئے۔

"چلیں؟"

"اتنی جلدی؟" ابھی تو وصل کے لمحات کا خمار بھی نہ اترا تھا۔

"کبھی تو اتنا سوچ لیا کریں میری زندگی میں میرا اپنا

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

کچھ نہیں میں تو دعاؤں میں بھی خود کو بھول جاتی ہوں۔ ہاں مگر یہ وقت صرف یہ وقت میرا اپنا ہے جب آپ میرے ساتھ ہوں اور آپ جانے کتنی مجبوریوں اور مصلحت میں جکڑے رہتے ہیں۔"

"مجبوری...... مصلحت۔" وہ کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر بغور اسے دیکھنے لگے۔ مجبوری کے معنیٰ ان سے بڑھ کر کون جانتا تھا کیسے کہتے کہ ان کی زندگی میں حمیدہ جیسی کسی لڑکی کی ہی کمی تھی اور جو شریک زندگی تھی، اسے ان کے دکھ سکھ کی پروا سرے سے ہی نہیں تھی وہ سوچتے اگر حمیدہ کو اپنا نام دے بھی دیں تو اپنی شکی مزاج بیوی کا کیا کریں جسے ان کو چھو کر گزرتی ہوا سے بھی بیر تھا۔ وہ ان پر بھرپور نظر رکھتی، انہیں اپنے چاروں طرف آنکھیں ہی آنکھیں نظر آتی تھیں، دل اب بھی کسی آنچل میں پناہ لینے کو ہمکتا، ایسے میں حمیدہ کی چاہت انہیں سیراب کر دیا کرتی تھی، انہیں یقین تھا وہ اس کی ناآسودہ زندگی کو خوشیوں سے بھر دے گی مگر وہی مصلحتیں۔

"آج رات میری بیٹی آرہی ہے۔"

"بیٹی آرہی ہے...... کہاں سے؟"

"ارے بھئی اپنے سسرال سے۔" سعد بن مصطفیٰ نے اتنا بھی نہیں بتایا تھا کبھی کہ ان کی ایک بیاہی بیٹی بھی ہے۔ ان کی درد آشنا جیسے کڑی دھوپ میں چھاؤں اولاد کا سکھ کیا ہوتا ہے وہ شازمہ کے طفیل ہی آشنا ہوئے تھے اور چونکہ سکھ ان کے مقدر میں قلیل مقدار میں درج تھا سو وہ کم عمری میں ہی بیاہی گئی تھی۔

"ایک بات پوچھوں؟" حمیدہ نے ڈرتے ہوئے کہا۔

"تم سو باتیں پوچھو۔"

"آپ اپنی فیملی سے اتنا دبتے کیوں ہیں؟"

"ڈر کے رہنے میں عافیت ہے۔" انہوں نے بات اڑانا چاہی مگر حمیدہ کا انداز سنجیدہ تھا۔

"میں بس محتاط رہتا ہوں۔"

"میری لغت میں اسے بزدلی کہتے ہیں۔"

"جب تم اپنے ہسبینڈ کے ساتھ ہوگی تو پتا چلے گا یہ بزدلی ہے کہ احتیاط۔"

"مجھے اپنے نام کے ساتھ کسی اور کا نام سننا، اتنا ہی برا لگتا ہے، جتنا آپ کے نام کے ساتھ، کسی اور کا نام۔" سعد بن مصطفیٰ چند لمحے اسے دیکھتے رہے۔ کتنا مضبوط اور اٹل لہجہ تھا۔ جیسے وہ سدا سے ان کی تھی اور سدا ان کی رہنے والی تھی۔ ایک سرد آہ بھری۔

"کتنی عجیب بات ہے ناں، ہم ایک دوسرے کو پا نہیں سکتے مگر کھونے کا بھی تو حوصلہ نہیں رکھتے۔"

"میں ساری زندگی انتظار کر سکتی ہوں اگر یہ یقین ہو کہ اختتام پر آپ ہیں۔" اور یہیں آکر سعد بن مصطفیٰ ہمدانی مات کھا جاتے سو اس کی بات اڑا گئے۔

"چلو میں تمہیں بھی ڈراپ کر دوں گا۔" حمیدہ مسکرا اٹھی۔

"ہاں خریدنے ہوں گے انڈے ٹماٹر۔"

"ناصرف خریدنے بلکہ گھر جا کر پکانے بھی ہیں۔"

"یہ خالصتاً عورتوں والے کام اپنی مسز کو کرنے دیا کریں۔"

"بعض اوقات حقائق اتنے تلخ ہوتے ہیں کہ لبوں پر آنے سے پہلے دم توڑ جاتے ہیں۔" تب ہی وہ کہے بغیر نہ رہ سکے۔

"وہ میرا انتظار نہیں کرتی، وہ صرف مجھ پر نظر رکھتی ہے۔"

"قیمتی چیزوں کی حفاظت تو کرنی پڑتی ہے ناں۔" حمیدہ ہنس کر اٹھ گئی۔

❁......❁......❁......❁

اور وہ جو کہتے ہیں کہ چور چوری سے جاتا ہے ہیرا پھیری سے نہیں تو یہی معاملہ فہد میاں کے ساتھ تھا قاسو قصاب اور اس کے چمچوں نے ناصرف رج کے ان کی چندیا بجائی بلکہ ٹھیک ٹھاک مرمت بھی کر دی تھی ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اپنی اس درگت کو خود کے لیے کافی سمجھتے ہوئے فہد میاں اپنی روش سے توبہ کر کے آئندہ کے لیے

UUNOVELS.COM

کانوں کو ہاتھ لگاتے مگر ناں بدلی عادتیں جاتی ہیں فطرت بدلنا ناممکن ہے۔ فہد میاں کی درگت نے ان کے کل پرزے ضرور ڈھیلے کیے تھے مگر عقل ٹھکانے آنے میں ہنوز وقت درکار تھا۔

اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے بعد ایک بار پھر بالکونی سنبھالی اور وہی ازل کی لیل ونہار گلناز کی محبت اس کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی مگر دماغ ہنوز ٹھکانے نہ آیا تھا۔ وہ اب بھی اونچائی تک پہنچنے کے لیے کوئی لمبا ہاتھ مارنے کی سوچ رکھتے تھے۔ صفیہ کی صورت ایک انعامی لاٹری جیسے مژدہ جانفزا تھا وہ اسے کیش کرنے کے لیے ہی تانے بانے بن رہے تھے۔ اس روز بھی وہ بالکونی میں کھڑے سڑک پر آ کر رکتی کار کو دیکھ رہے تھے مگر یہ کیا؟ فہد کی آنکھیں پہلے سکڑیں پھر یقین کی سند پا کر حیرت سے پھیلیں۔

مرسڈیز کی فرنٹ سیٹ سے آپا حمیدہ برآمد ہوئی تھیں۔ انہوں نے جھک کر کچھ کہا پھر پلٹ گئیں منظر کچھ اور واضح ہوا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر سوبر وجیہ شخصیت، کون ہوسکتا ہے بھلا اس کی گرے کنپٹیاں اور آنکھوں پر لگے سن گلاس اس کے وقار و تمکنت میں اضافہ کررہے تھے آپا کا گزشتہ صاف ستھرا ریکارڈ کسی بھی گھٹیا سوچ کو قریب نہ پھٹکنے دیتا تھا ان کی ذات و کردار ہمیشہ دوسروں کے لیے بے ضرر رہے تھے۔ فہد میاں کی نظروں میں قریب آتی حمیدہ کا چہرہ واضح ہوا۔ کتابی چہرے پر گزرتی عمر کے سبب اب کہیں کہیں لکیریں واضح ہونے لگی تھیں۔ کشادہ آنکھوں کی چمک اب ماند پڑتی محسوس ہوئی۔ چہرے پر تھکن کا بھرپور تاثر تھا وہ اگر خود پر کچھ اور توجہ دیتی تو بے شک ایک خوب صورت لڑکی کہلاتی کہ خود پر ذرا سی توجہ نے ہی ان کی شخصیت کو نکھار بخشا تھا مگر ان کی توجہ گھر اور گھر سے جڑے مسائل کھینچ لیا کرتے وقت کی طنابیں گویا ہاتھ سے چھوٹنے کو تھیں مگر فہد میاں آپا جیسی خود داری و مشقت کے ساتھ گھر کی گاڑی گھسیٹنے کی سوچ رکھتے تو رونا کاہے کا تھا۔

آنا فانا فہد میاں کا نکاح پکا ہوگیا۔ اگرچہ آخری وقت تک حمیدہ واویلا مچاتی رہی۔

"اماں تم بہت پچھتاؤ گی اب بھی باز آجاؤ۔ فہد ناکارہ نکما ہے کیوں کسی کی [illegible] لیتی ہو۔ اس کا کنبہ کون پالے گا؟" مگر اماں کی آنکھیں کچھ اور ہی خواب دیکھ رہی تھیں۔ وہ حمیدہ نہیں جانتی تھی۔

"ارے شادی کے بعد سب سدھر جاتے ہیں۔"

"اماں تمہیں اس بیٹے سے امید ہے جس نے کبھی دو روپے کما کے تمہارے ہاتھ پہ نہیں رکھے۔ نہ گھر کے حالات کی فکر ہے نہ ماں باپ کی پروا۔" مگر ان دونوں کی آنکھوں پر لالچ کی پٹی بندھ گئی تھی۔ اس بار فہد تن کر کھڑا ہوگیا۔

"ایک تو میں تم سے عاجز ہوں ہر معاملے میں نکتہ چینی کرنے کھڑی ہوجاتی ہو۔"

"تم مجھ سے عاجز ہو تو میں تم سے کون سا خوش ہوں۔ تم نکمے نہ ہوتے تو مجھے کاہے کو اس گھر کی گاڑی گھسیٹنی پڑتی۔"

"یوں کہو کہ تمہیں اپنی فکر ہے تمہاری اپنی عمر جو گزرتی جارہی ہے۔" حمیدہ کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا مگر اماں فہد کی حامی تھیں۔

"فہد ٹھیک کہتا ہے حمیدہ تیری زیادہ اچھل کود نے لوگوں کو یہ سوچنے پر مجبور کردیا ہے اس کی شادی ہوگئی...... دو چار بچے ہوگئے تو تیری قدر و قیمت اور گر جائے گی۔ حمیدہ اب بھی سوچ لے کہے تو فہد کے نکاح والے دن بالے کی بارات بھی بلوا لوں؟" انہوں نے نظروں میں امید بھر کے اسے دیکھا اور بالے کے نام سے بھی حمیدہ کے تن بدن میں آگ لگ جاتی تھی۔

"نام بھی نہ لیا کریں میرے سامنے اس بدشکل سانڈ کا۔ تم سے ہزار بار کہا ہے۔"

"اے بی بی مرد کی کمائی دیکھی جاتی ہے صورت شکل کیا چاٹنی ہے۔"

UUNOVELS.COM

"تو کیا کردار، شرافت، کرم، کرتوت نہیں دیکھے جاتے؟"

"تجھ جیسی لڑکیاں چار حرف پڑھ کے خود کو افلاطون سمجھنے لگی ہیں۔ یہ چار حرف نہ ہوتے تو تیری اوقات کی لڑکیاں بالے جیسے کے گھروں میں ہی نظر آتی ہیں، کبھی آنکھیں کھول کے دیکھنا۔" ماں کی بات دل شکن سہی، مگر سچ تھی، حمیدہ کے دل کو تھیس لگی۔

"کچھ گزر گئی کچھ اور گزر جائے گی تو بالے جیسا رشتہ بھی نہیں نصیب ہوگا تجھے، اب بھی وقت ہے حمیدہ، اب بھی سوچ لے گیا وقت پلٹ کر نہیں آتا۔ اقبال محبت سے تیرا ہاتھ مانگتا ہے وہ کب سے تیری راہ دیکھ رہا ہے یہ اس کی محبت ہی تو ہے۔"

"محبت......" کیسا انجانا سا لفظ تھا جو اچانک زندگی میں در آیا تھا تو جیسے ہر سو اجالا ہی اجالا پھیل گیا تھا۔ سعد بن مصطفیٰ کی شخصیت اتنی بھرپور اور مکمل تھی کہ وہ خود پر جتنا ناز کرتی کم تھا اور سچ تو یہ تھا کہ ان کے سوا اسے کچھ بھاتا ہی نہیں تھا۔ بالے کے لیے تو وہ پہلے بھی کسی قیمت پر آمادہ نہیں تھی اور اب تو ممکن ہی نہیں تھا۔

سعد بن مصطفیٰ کی وجیہ و پرکشش شخصیت چھا جانے والی تھی، ان کا ساتھ قسمت میں درج ہو تو خوشیاں آس پاس رقص کریں گی، ایک مکمل، بھرپور اور آسودہ زندگی اس کا نصیب بن جائے گی۔ کبھی کبھی اس کا دل چاہتا، تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر ان کا ہاتھ تھامے کہیں دور نکل جائے جہاں معاشی کھینچ تان، تفکرات اور زندگی کے لیے اس بھاگ دوڑ کا وجود بھی نہ ہو مگر اماں تو وہ بے خبر تھیں۔ اقبال کو اس کے لیے کل سمجھتیں، انہیں کون سمجھائے اب تو کسی اور کا سوال ہی نہ تھا۔ سو اب بھی وہ چڑ کر رہ گئی مگر اماں آنے بہانے انہیں راستہ دکھاتی رہیں۔

"بھلا ہمیں بیاہتے ہوئے کیا ہمارے ماں باپ نے ہم سے پوچھا تھا۔ برے بھلے جیسے بھی تھے بھگت ہی لیا ناں تمہارے ابا کو۔" حمیدہ کو ان کی ذہنی سطح پر افسوس ہوتا تھا اور وہ منہ پھیر کے یہ کہتی۔

"کیا اچھی لگتی کہ ابا اگر نکھے و ناکارہ تھے تو وہ کون سی کارآمد ثابت ہوئی تھیں۔ شاید اسی لیے نبھ گئی ورنہ ان کے مزاجوں کے سبب انہیں بھگتنا دل گردے کا کام تھا۔"

"اماں تمہارا جو جی چاہتا ہے کرو مگر یاد رکھنا اس بالے کا نام بھی لیا تو میں زمین و آسمان ایک کردوں گی۔" حمیدہ کماتی تھی اس لیے ان کی اس معاملے میں کچھ چلتی تھی ورنہ اماں کی ہٹ دھرمی سے کیا بعید تھا کہ بالا ہی بالا تمام معاملات طے کر کے بالے کی بارات گھر بلوا لیتیں تاہم فہد کی شادی کی مخالفت پر اماں نے صفیہ کے گھر والوں کو تاکید کردی تھی کہ یہ معاملہ ان ہی وقتوں میں نمٹایا جائے جب حمیدہ گھر میں نہ ہو کہ وہ سختی سے اس نکاح کی مخالف تھی انہوں نے بھی رسماً تک نہ پوچھا کہ آخر ایسی کیا وجہ تھی کہ سگی بہن بھائی کی شادی کی مخالف تھی اور یہ کہ فہد میاں میں ایسی کیا خصوصیات تھیں جو اس راز داری سے کام لیا جا رہا تھا۔

انہیں تو بس اپنے مطلب سے مطلب تھا ان کی بیٹی ٹھکانے لگ جاتی، انہیں اور کیا درکار تھا۔ دیکھا جائے تو اس معاملہ میں قصور وار سراسر اماں اور فہد ہی نہ تھے خود صفیہ کے گھر والے بھی تھے، بنا کسی چھان پھٹک آنکھیں بند کر کے انہیں رشتہ دینے پر آمادہ تھے ورنہ فہد میاں کی اصلیت کس سے ڈھکی چھپی نہیں تھی، قاسو قصاب کے معاملہ میں اس کی درگت کا سبب بھی سب کو معلوم تھا اور کون نہ جانتا کہ وہ نا صرف نکھے و نااہل تھے بلکہ آنے بہانے دوسروں کو لوٹنے میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے ہوائی قلعے بنانے میں، ان کا کوئی ثانی نہ تھا مگر ان سب باتوں سے قطع نظر دوسری جانب سے جو جلدی مچائی جا رہی تھی، وہ سوچنے والی بات تھی مگر اماں اتنی گہرائی میں جا کے سوچنے کی عادی نہ تھیں ان کے دماغ کو جو چڑھ جاتی سو چڑھ جاتی ان کے اصرار پر جھٹ نکاح کے لیے راضی ہوگئیں، آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ نکاح کا معاملہ پکا کرنے بھی وہ ازخود آ پہنچے اچھا تو اماں کو بھی نہ لگا تھا، یوں بے وقت آمد کی تک بھی کیا بنتی تھی اماں بھی اپنے نام کی ایک تھیں۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

"اے لو کیا تمہارے دماغ میں کیڑا کلبلایا یا باؤلے کتے نے کاٹا تھا جو آدھی رات کو آن ٹپکے۔"

"ہم نے سوچا رات کا کھانا آپ ہی کی طرف کھائیں۔"

"اچھا تو یہ آپ کے رات کے کھانے کا وقت ہے؟"

"بھئی' ہم تو ہمیشہ دیر سے ہی کھاتے ہیں جب سب کھا کے سو بھی جاتے ہیں۔"

"اچھا اسی لیے ہم ہمیشہ آپ کے گھر سے بھوکے اور سوکھے منہ ہی واپس آتے ہیں۔" ان کی اس تکرار پر فہد اماں کو کھینچ کر کونے میں لے گیا۔

"اماں کیوں بحث کرتی ہو جو کچھ ہے لے جا کر ان کے سامنے رکھ دو۔"

"ارے گھر میں ہے ہی کیا' سچی بتاؤں تو مجھے پتا ہی نہیں ہوتا' گھر میں کب پکا' کیا پکا سارا بوجھ تو حمیدہ اٹھاتی ہے۔"

"آپا تو بہت چڑی ہوئی ہیں۔ اس وقت اٹھ کر تو کبھی کچھ نہیں پکائے گی کچھ پیسے دو میں ہوٹل سے لے آتا ہوں۔"

"میرے پاس نہیں ہے' حمیدہ کے پاس بھی نہیں ہوں گے مہینے کی آخری تاریخیں ہیں۔"

"میں کچھ کرتا ہوں۔" فہد میاں گھر سے نکلے اور پڑوس کا دروازہ بجایا تو رضیہ باہر نکلیں۔

"اماں کی طبیعت سخت خراب ہے انہیں ہسپتال لے کر جا رہا ہوں...... انہوں نے کہا ہے' پانچ سو روپے آپ سے پکڑ لوں۔"

"ہئے ہئے کیا ہوا خالہ کو شام تک تو اچھی بھلی تھیں۔" رضیہ ہول اٹھیں۔

"خالہ یہ سب بعد میں پوچھ لینا ابھی تو وقت قیمتی ہے۔" اور وہ جو کہا گیا ہے کہ دنیا میں جب تک بے وقوف زندہ ہیں عقل مند بھوکے نہیں مر سکتے سو انہوں نے جھٹ پانچ سو کا نوٹ نکال کر اسے پکڑا دیا۔

"یہ لے بیٹا' خالہ سے کہنا' میں صبح پوچھنے آؤں گی۔"

فہد نے نوٹ پکڑ کر ہوٹل کا رخ کیا۔

اماں نے ہائے اوئی کرتے دستر خوان لگایا...... منٹوں میں سب پلیٹیں صاف ہو گئیں کہ خیر سے ایک نہ دو چھ افراد تھے بڑے میاں' اہلیہ' طلاقن بیٹی اس کے دو جگر گوشے انہوں نے ڈکار لے کر طمانیت سے پلیٹوں میں ہاتھ دھوئے۔

"بھئی واہ' مزا آ گیا بھئی ہم نے سوچا بات چیت پکی کر آئیں ہماری طرف سے رشتہ پکا ہے۔"

"اے بات پکی کرنے آتے ہیں تو کیا خالی ہاتھ جھلاتے چلے آتے ہیں۔"

"بھئی آپ کی مٹھائی ادھار رہی اب رات کے اس وقت' ہم کہاں مارے مارے پھرتے۔"

"آدھی رات میں میرے منہ میں خاک' کوئی جنازے تو نہیں اٹھ رہے تھے۔" صفیہ کے بھانجے کھی کھی کر کے ہنسنے لگے اور انہیں خاک پروا نہ تھی۔

"بھئی کام کی بات کریں بتائے دیتا ہوں' نکاح ہوگا اور ہاں مہر پورے ڈھائی لاکھ ہوگا۔"

"ڈھائی لاکھ......!" اماں و فہد کی آنکھیں چوپٹ کھل گئیں اور نکاح مگر وہ نکاح پر ہی مصرر رہے۔ اماں کے پلے خاک نہ تھا وہ سٹپٹائیں تو سٹپٹائیں مگر شاباش تھی اس ہٹ دھرمی و ڈھٹائی پر کہ باتوں باتوں میں ہزار فرمائشیں گنوا گئے تھے اور اپنے پلے کی ہوا تک نہ دی تھی۔

بڑے میاں خاصے گھاگ شکاری تھے جو اپنا معاملہ کم سے کم بھگتاتے' البتہ فرمائشیں ہزار گنواتے تھے۔ خیر چھ لاکھ کے عوض یہ سودا مہنگا نہ تھا' سو فہد میاں نے بھی کچھ وعدے کر لینے میں مضائقہ نہ سمجھا وہ فہد میاں تھے جو انسان کو بیچ بازار میں کھڑا کر کے دام کھرے کر لینے کی خوبی رکھتے تھے چھ لاکھ ہاتھ آنے کی دیر تھی ہر خسارے کا ازالہ ہو جانا تھا مہر کون دیتا اور کون لیتا ہے۔ چلتے چلتے ذکیہ نے فہد کو جا لیا۔

"تم تو اس دن کے بعد آئے ہی نہیں صفیہ بھی رستہ دیکھ رہی ہے۔"

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

"اے ہمارے ہاں رشتہ پکا ہو جائے تو لڑکا نہیں گھستا۔" اماں نے لقمہ دیا۔

"ارے جانے دیجیے یہ نیا دور ہے نیا دور' دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے آپ سولہویں صدی کی باتیں کررہی ہیں۔" بڑے میاں نے لقمہ دیا۔

"ہونہہ گھر کی چھتیں ٹین کی اور طور طریقے امریکیوں کے۔" اماں مہر کے معاملہ میں ان کی ہٹ دھرمی پر ابھی تک کلس رہی تھیں۔

حمیدہ' ثمینہ کے سامنے اپنے دکھڑے رونے لگی تھی۔

"جس گھر کے لیے میں نے اپنا آپ بھلادیا اس گھر کی دیواریں کتنی سفاک ہیں۔"

"میں نے تم سے کہا تھا ناں کیوں اس گھر کے لیے اتنی جان مارتی ہو' یہ صرف تمہارے کرنے کے کام نہیں ہیں۔"

"فہد کی کمائی کی اس گھر میں کبھی روٹی تک نہیں پکی اور اس کی شادی کے معاملے میں اماں نے مجھے کونے میں بٹھادیا۔ سچ کہا ہے کسی نے کہ عورت کا کوئی گھر نہیں ہوتا' وہ گھر کے لیے اپنی ہستی بھی مٹادے تو گھر اس کا نہیں ہوسکتا۔"

"تب ہی تو کہتی ہوں منظر سے ہٹ کر دیکھو کیا کچھ سنبھلتا ہے۔"

"میری زندگی میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو مزاجاً مختلف ہوتے تو میری زندگی اتنی کٹھن نہ ہوتی۔"

"چلو ایسے لوگوں نے تم سے تمہارا سکون چھین لیا مگر تمہاری زندگی میں اجالا تو بھر دیا ناں...... محبت کا اجالا۔"

ثمینہ نے اس کا موڈ ٹھیک کرنا چاہا مگر وہ انتہا کی دلگرفتہ تھی۔ اماں' فہد میاں کو بیاہنے چلی تھیں' گویا اس سے چشم پوشی پر آمادہ تھیں تو یہ اس کی قسمت تھی اور قسمت پر بھلا کیا زور۔ اسے بھی قرار آہی گیا ثمینہ کی باتیں اس کے دکھتے رستے دل کے لیے مرہم تھیں۔

"تم سے ہزار بار کہا ہے' سعد بن مصطفیٰ کو کسی طرح شادی تک لاؤ تاکہ اس کی نیت کھلے یا پھر راستہ بدلو۔"

"راستہ بدل لوں تو کہاں جاؤں' میرے پاس نہ تو منزل کا نشان ہے نہ زادِ راہ اور نہ ہی میری مٹھی میں امید کا کوئی جگنو ہے' اس تلخ مسائل سے بھری زندگی میں سکھ کا ایک خوشگوار در اپنے ہاتھوں بند کردوں تو پھر باقی کیا رہ جائے گا؟"

"انسانی زندگی میں کئی آپشن ہوتے ہیں کسی مناسب رشتے پر ہی غور کرلو۔"

"اور اپنے دل کا کیا کروں جو کسی اور کے لیے آمادہ نہیں ہوتا؟"

"حمیدہ...... شادی شدہ مرد کی محبت' پانی پر لکھی تحریر ہوتی ہے۔ وہ کئی حصوں میں بٹا ہوا ہوتا ہے' تمہیں اس محبت پر اتنا یقین کیوں ہے؟"

"کچھ فیصلے انسان اللہ پر بھی تو چھوڑ دیتا ہے' جو راہ دکھاتا ہے' وہی منزل تک پہنچاتا بھی ہے۔"

"مگر رب نے انسان کو عقل و شعور بھی تو عطا کیا ہے محض سراب کے تعاقب کا کیا فائدہ؟"

"میں جلد بازی میں کوئی فیصلہ کروں اور باقی کی زندگی سمجھوتے کے نام کردوں تو یہ سراسر حماقت رہے گی۔"

"مگر یہ بھی تو مانو کہ عمر کی دھوپ ڈھل رہی ہے جب اپنی قدر و قیمت گر جائے تو معیار پر قائم رہنا حماقت ہے۔"

"انتخاب کی گنجائش وہاں ہوتی ہے جہاں کئی راستے ہوں' میرے سامنے تو بس لق و دق صحرا ہے۔"

"کبھی کبھی صحراؤں میں بھی گل کھلتے ہیں تم نے اپنی شادی کو گمبھیر بنا رکھا ہے' اٹھا پٹخ' چیخ و پکار صرف اس لیے ہے کہ ہم نصیب کے فیصلے سے سمجھوتا نہیں کرتے' ہم زندگی کو حسب منشاء چاہتے اور اسی کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ زندگی کو زندگی کے تلخ حقائق کے ساتھ تسلیم نہیں کرتے لیکن زندگی حسب منشاء گزرے تو وہ زندگی نہ کہلائے' اور اب تم نے ان سعد کو ہوا بنا رکھا ہے۔"

UUNOVELS.COM

"مجھے پتا ہے' ان سے مجھ تک کا سفر دشوار ہے یا شاید اس مسافت کی کوئی منزل ہی نہیں مگر سوچتی ہوں' انہیں کھو دیا تو میرے پاس کیا رہ جائے گا۔ اس محبت نے تو مجھے زندہ رکھا ہوا ہے۔"

"او ہو اتنا تو کہہ سکتی ہو کہ اگر مجھے کھونے کا خسارہ نہیں اٹھانا چاہتے تو پانے کی ہمت کرلو۔"

"کس بنیاد پر کہوں؟ انہوں نے مجھے چاہت کا مان تو دیا' مگر امید کا ایک جگنو بھی کبھی نہیں تھمایا' اپنی ان کہی مجبوریوں کے طفیل۔"

"تم نے کبھی تو ان مجبوریوں کی بابت پوچھا ہوتا مرد مجبور نہیں ہوتا۔ مرد تو بس فیصلہ لیتا ہے۔" حمیدہ نے نفی میں گردن ہلائی۔

"میری زندگی کے کچھ معاملات ایسے ہیں جو میرے حلق میں اٹکے ہوئے ہیں۔ میں نہ انہیں چھوڑ سکتی ہوں' نہ ان سے جڑی رہ سکتی ہوں۔ جیسے یہ محبت مجھے پتا ہے میری محبت سراب ہے' بجز اس یقین کے جو مجھے اپنے رب سے ہے۔"

"جب مانتی ہو کہ یہ محبت سراب ہے تو کیوں اس کے تعاقب میں ہو؟"

"کبھی کبھی سراب بھی گلاب بن جاتے ہیں۔"

"اور گلاب کے ساتھ کانٹے بھی ہوتے ہیں یہ یاد رکھنا۔" مگر حمیدہ نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔

"سوچتی ہوں' زندگی ایک بار ملتی ہے' اس زندگی میں بھی انسان اپنی محبت نہ پا سکے' یہ کیسی بدنصیبی ہے۔ کاش میرے بس میں ہوتا' تو میں ساری زندگی اس محبت کے نام کر دیتی۔"

"کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہوتا ہے۔ عمر کی دھوپ ڈھلنے سے پہلے گزرتے وقت کی طنابیں تھام لو ورنہ ہاتھ ملتی رہ جاؤ گی۔" ثمینہ کی بات دل شکن سہی مگر سچ تھی۔ اگر سعد بن مصطفیٰ کی محبت دامن گیر نہ ہوتی تو شاید وہ سمجھوتے کے نام پر کسی کو بھی اپنا لیتی۔

سچ تو یہ ہی تھا' ان جیسی عام' عمر گزر جانے والی لڑکیاں' کسی ناتھے گھوڑے پر سمجھوتا کر ہی لیتی ہیں مگر سعد بن مصطفیٰ کی محبت اور اس محبت سے جڑی خوش گمانیاں وہ زمین پر رہتے ہوئے آسمانوں میں سفر کیا کرتی تھی محبت کی دنیا اتنی ہی دل خوش کن ہوا کرتی ہے کہ انسان سوچتا ہے سب کچھ اس کے حسب منشاء ہی ہو جائے گا نئی حیات کہیں بہت پیچھے رہ جاتی ہے حمیدہ بھی ان ہی خوش گمانیوں میں سفر کر رہی تھی۔

ہونا تو وہی ہے جو مقدر میں لکھا ہے
لیکن وہ میرے خواب' میرے خواب' میرے خواب

"مبارک ہو ذکیہ سنا ہے صفیہ کا نکاح کر دیا؟ بڑی بے مروت ہو' جھوٹے منہ بھی نہ پوچھا۔" ذکیہ علی الصبح فیکٹری جانے کے لیے گھر سے نکلیں تو ہمسائی ان کے ہم قدم ہولیں۔

"آپ کو پتا تو ہے خالہ جان' ہمارے ابا بیٹیاں بیاہنے میں کہاں خرچا کرتے ہیں۔ چاہے اگلے گھر جا کر بیٹیاں جوتے کھاتی رہیں۔" ذکیہ کے لہجے میں کڑواہٹ اتر آئی۔

"چلو کوئی بات نہیں' رخصتی پر ہی ہم تو بی بی خوشی میں شکوہ کر بیٹھے۔"

"رخصتی کی بھی امید نہ رکھیں۔ بس آج کل میں سمجھیں ہو ہی جائے گی۔ یوں ہی تو نہیں نکاح میں پھانسا لڑکے والوں کو۔"

"سچ کہتی ہو' جب جہیز کی جگہ چھ لاکھ کی بڑی رقم کیش دینی ہے تو کاہے کو کھڑاگ پالنا' صاف سیدھا لڑکے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چلتا کرنا۔"

"چھ لاکھ کی رقم خالہ جان' ہمارے کنجوس ابا چھ لاکھ بیٹی کے جہیز میں دیں گے تو اپنا بڑھاپا کس بل بوتے پر کاٹیں گے۔ سمجھو چھ لاکھ کا تو چارہ ڈالا تھا۔"

"وہی میں سوچ رہی تھی ذکیہ بیٹی' بھائی تمہارے اماں باوا کو پوچھتے نہیں' جس رقم پر گزارا ہے اس میں سے آدھی بیٹی کو دے دیں گے تو باقی عمر کیا خاک پھانک کر گزارا

UUNOVELS.COM

کریں گے۔"

"بھائیوں کی جوتی پوچھتی ہے۔" ابا نے بڑا گھر بیچ کر بھائیوں کو دربدر کر دیا کہ کہیں انہیں مکان میں حصہ نہ دینا پڑ جائے۔ اپنے بڑھاپے کی فکر رکھی۔ جوان بیٹوں کا ٹھکانہ چھین لیا تو وہ انہیں خاک پوچھیں گے۔" ذکیہ باپ سے سخت کبیدہ تھی کھوٹے نصیبوں کے طفیل میکے کی دہلیز پر آ بیٹھی تھی تو اپنا اور بچوں کا خرچا خود اٹھاتی تب بھی ماں باپ زندگی اجیرن کیے رکھتے تھے۔

"تم کچھ بھی کہو، تمہاری بہن کے نکاح سے مجھے تو خوشی ہوئی، تمہارے ماں باپ کا آخری فرض ادا ہوا، ورنہ گزر جاتے تمہارے ابا تو کون سرکاتا اس کا بوجھ۔"

"فکرمند کیوں نہ ہوتے راج کماری کے لچھن ہی ایسے تھے، مزاج ہی نہ ملتے تھے۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے تو اپنے غیروں میں سے کوئی اس لڑکی کا رشتہ لینے پر آمادہ نہ تھا، نکی آوارہ ہے، تب بھی اماں اس کے ناز نخرے اٹھاتی ہیں۔"

"ہاں، بس اب جھٹ پٹ رخصتی ہو جائے تو سمجھو بلا ٹلی۔"

"ارے خالہ جان آپ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔"

"اے بی بی تم ہی بتا دو کہ کیا ارادے ہیں بڑے میاں کے؟"

"ابا جی نے گھیر گھار کر نکاح تو کر لیا ہے، اب انتظار اس بات کا ہے کہ کوئی چکر چلا کر بیٹی ان کے سر تھوپ بھی دیں، ہینگ لگے نہ پھٹکری اور خالہ جان صاف بات ہے جب لڑکا لڑکی کا تعارف ہو جاتا ہے تو زیادہ دیر یوں بھی نہیں لگتی۔" وہ تلخی سے ہنسی۔ وہ باتیں کرتے کرتے سڑک تک آ گئیں جہاں سے ذکیہ کی فیکٹری کی گاڑی اسے پک کرتی، وہاں آ کر خالہ جان نے اپنی راہ لی اور ذکیہ گاڑی کے انتظار میں کھڑی ہو گئی۔

فہد میاں کے نکاح کے بعد سے اماں جلے پیر کی بلی بنی پھر رہی تھیں، نکاح ہو کے بھی پرانا ہو گیا تھا اور رقم کی وصولی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے۔ ادھر فہد میاں کے رنگ ڈھنگ بدل گئے تھے۔ وہ جو اس نکاح پر بے دلی سے بلکہ مارے باندھے راضی ہوئے تھے اب آنے بہانے در یار کے چکر لگانے لگے تھے۔ رات رات بھر ان کے کانوں سے موبائل لگا رہتا، دن چڑھے تک سوتے نظر آتے اور شام ڈھلے پھر سسرال کا رخ کرتے۔ اماں چاہتیں کہ مطلوبہ رقم کی وصولی ہو تو فہد میاں کو کوئی کاروبار کروائیں یا اپنے دیگر منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں مگر ایسے کوئی آثار ہنوز نظر نہ آتے تھے۔ ایک دو بار ٹوکا بھی تو کمال کی شان استغناء کا مظاہرہ کیا۔ فہد میاں کی روش سے تو پہلے ہی عاجز تھیں، اب تو وہ بالکل ہی ہاتھوں سے نکلتے جا رہے تھے۔ شام گئے سج بن کے صفیہ کے گھر کی راہ لیتے جہاں وہ مسکراہٹوں کے پھول لیے ان کو منتظر ملتی۔ عام سی دھان پان لڑکی اب انہیں خاص الخاص نظر آنے لگی تھی۔ باقی کمی وہ بناؤ سنگھار سے پوری کر لیا کرتی تھی۔

اس روز بھی وہ سسرال پہنچے تو سب آنے بہانے سے کھسک گئے۔ فہد میاں کی نظروں میں تپش امڈ آئی۔ صفیہ نے گہرا سبز کسا ہوا لباس پہن رکھا تھا۔ فہد میاں کی دہکتی نظروں پر اس نے کنی کترانی چاہی تو انہوں نے ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔

"اتنی دور سے صرف تمہاری خاطر آتا ہوں، کچھ دیر تو پاس بیٹھو۔" وہ فہد میاں کے کھینچنے پر دھپ سے ان کے پاس آ بیٹھی اور ایسے ہی وقتوں میں دیگر لوگ چھپ جاتے تھے۔ نکاح کی تصویریں ڈھل کر آ گئی تھیں، اماں اسی بہانے جا پہنچی تھیں چار سیڑھیاں چڑھ کر سانسیں بے ترتیب ہو گئی تھیں مگر اندر کا منظر دیکھ کر آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"ہائیں......! یہ کیا ہو رہا ہے؟" صفیہ اسی ڈھٹائی سے ان کے کندھے سے لگی مسکراتی رہی جبکہ فہد میاں کچھ ٹپٹا کر پھر سنبھل گئے۔

"کیوں اماں، یہ بیوی نہیں ہے میری؟ آپ کو یوں

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

بے دھڑک نہیں آنا چاہیے تھا۔"

"ہاں یعنی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔" اماں کے فرشتوں کو بھی کیا خبر تھی کہ ایسا ڈھٹائی سے بھرپور منظر دیکھنے کو ملے گا وہ کچھ اور کہتیں کہ فہد میاں کے سر جانے کہاں سے نکل آئے اور حسب عادت اماں کے پہلو میں جگہ تلاشی۔

"اجی..... آپ آئی ہیں آئیے آئیے نکاح کے بعد تو رستہ ہی بھول گئیں۔"

"سارے گھرانے کی کسر یہ مردود فہد جو پوری کر رہا ہے۔ میں تو کہتی ہوں نکاح کر کے کمانے کھانے سے بھی گیا۔ ہر وقت یہیں پڑا رہتا ہے۔"

"اجی فہد کے کمائیں دشمن سیکڑوں کی تعداد میں ملازم کس بات کی تنخواہ لیتے ہیں بھئی فہد میاں کا کاروبار تو بہت اچھا چل رہا ہے سنا ہے لاکھوں کی آمدنی ہے۔ بنگلہ بک کروا رکھا ہے خیر سے...... اگلے مہینے گاڑی بھی خریدنے والے ہیں۔ عنقریب اسلام آباد جائیں گے تو بڑی رقم لے کر لوٹیں گے۔ میں تو کہتا ہوں رخصتی بھی اب آپ کے نئے بنگلے میں شفٹ ہونے کے بعد رکھ لیں۔" یہ وہ جھوٹ تھے جو فہد میاں اپنی عادت کی مطابق وقتاً فوقتاً ان سب کے کانوں میں انڈیلتے چلے آرہے تھے اور جنہوں نے دختر سمیت ان سب کے خوابوں کو مہکا رکھا تھا۔ اماں اس کی ڈینگ باز فطرت کو جانتے ہوئے بھی خون کے گھونٹ بھر کے رہ گئیں۔

"مجھے رخصتی کی کوئی جلدی ہے نہ کوئی شوق میں تو اب بھی انتظار میں ہوں کہ کب آپ چھ لاکھ کی رقم دیں گے اور سن لو کہ رخصتی تب ہی ہوگی جب تم چھ لاکھ کھرے کرو گے۔" اماں بھی اپنے نام کی ایک تھیں۔

"اجی واہ واہ کیا کہنے آپ کے حسن و جمال کے سچ غصے میں تو آپ کا حسن اور نکھر آتا ہے۔ سفید رنگت گلابی ہو کر غضب ڈھانے لگتی ہے۔ کھنڈر بتاتا ہے کہ عمارت شاندار تھی۔"

"کھنڈر ہو تم، تمہارے ہوتے سوتے، قبر میں پیر لٹکائے بیٹھے ہو اور کرتوت دیکھو ذرا۔ یوں کھلے عام بیٹی کو اجازت دے رکھی ہے، فہد میاں کے بغل میں بیٹھنے کی، شرم و حیا بھی کسی چڑیا کا نام ہے۔" اماں اس سے زیادہ سن ہی نہ سکتی تھیں مگر بڑے صاحب کے تیور بدل گئے۔

"بے شرمی کی اس میں کیا بات ہے چار لوگوں میں نکاح پڑھایا ہے۔ بیوی ہے وہ اس کی۔"

"جیسا نکاح پڑھایا ہے، دنیا تھو تھو کرتی ہوگی۔ چوڑے چماروں کے ہاں بھی کچھ سمدھیانے کی عزت ہو جاتی ہوگی۔ پرلے درجے کے کنجوس لوگ، اسٹیج پر میرا بچہ بیٹھا رہا کسی نے دو روپے سلامی کے اس کی ہتھیلی پر نہ رکھے۔ اسٹیل کی پلیٹوں میں فقیروں کی طرح کھانا کھلایا، آدھے تو بھوکے پیٹ ہی پلٹ گئے تھے۔"

"دھوکا تو تم نے کیا ہے میرے ساتھ۔" بڑے صاحب کی آنکھیں بدل گئیں۔ "کل چار افراد بلائے تھے نکاح پر اور تم سارا خاندان اٹھا لائیں۔ میں نے کب کہا تھا کہ نکاح پر کھانا کھلاؤں گا۔ ریڈی میڈ دیگ منگوائی تھی۔ تم نے بھی تو اپنی بیٹی بٹھا رکھی ہے۔ اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلا دیتیں۔"

"میری بیٹی کے یہ لچھن نہیں ہیں۔" اماں کے منہ سے شاید پہلی بار حمیدہ کی تعریف نکلی تھی۔ "عزت دار گھرانے کی بیٹی ہے، کسی کو پھانس کر شادی نہیں کی ہے۔"

"ارے، بہت عزت دار بن رہی ہو۔ نوکری کرتی ہے اور نوکری پیشہ عورت کیسی ہوتی ہے سب جانتے ہیں۔"

"منہ سنبھال کر بات کرو، ورنہ زبان کاٹ کر ہتھیلی پر رکھ دوں گی۔"

"جو کرنا ہے کرلو اور یاد رکھنا رقم کے خواب دیکھنا چھوڑ دو رقم تو اب رخصتی پر ہی مل سکے گی۔ چاہے تم دس سال بعد کرو۔" انہوں نے بھی صاف کورا جواب دے دیا تھا۔ صاف عیاں تھا کہ موصوف لگی لپٹی رکھنے کے قائل نہ تھے۔ سو ان کی ایک ایک کر کے امید ٹوٹ گئی۔

اس تمام معرکے کے دوران فہد میاں خاموش تماشائی

UUNOVELS.COM

بنے بیٹھے رہے۔ کیا مجال جو ان کے منہ سے اماں کی حمایت میں سسر کو ملامت کرتا ایک لفظ بھی نکلا ہو۔ بعد ازاں وہ ان ہی کو سمجھانے بیٹھ گئے۔

"وہ رقم ان کی زندگی بھر کی کمائی ہے اماں' اس کے منافع سے تو ان کا گھر چلتا ہے' وہ رقم ہمیں دے کر کیا وہ خاک پھانکیں گے؟" اماں عقل کی کھوٹی اور تجربے کی کچی تھیں مگر خود کو عقل مند سمجھتی تھیں۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ ایک بار پھر مات کھا گئی تھیں مگر ابھی ترپ کا پتا ان کے ہاتھ میں تھا۔

"تو پھر بٹھا کے رکھیں ساری زندگی اس چھچھوندر کو' میں اسے بیاہ کر لانے والی نہیں۔ زبیدہ نام ہے میرا' مات کھانی نہیں سیکھی میں نے نہ بیاہوں گی نہ چھوڑوں گی' گھر بیٹھے بیٹھے بڈھی ہو جائے گی اگر اتنا ہی دم خم ہے تو جائے عدالت میں کھڑا ہو جائے طلاق کے لیے کھوپڑی کا پسینہ تلوؤں میں آ جائے گا تو بھی وہ فیصلہ نہیں ملے گا اور جو جمع جتھا خرچ ہو گا وہ الگ۔" یہ بلند و بانگ دعوے کرتے ہوئے اماں بھول گئیں کہ اب رکھنے یا چھوڑنے کا اختیار ان کے پاس نہیں فہد میاں کے پاس ہے۔ ان لوگوں نے اسی خیال کے تحت براہ راست فہد میاں پر کمند ڈالی جو فٹ بیٹھی۔ اب کوئی کچھ بھی کہتا رہے' شکار جال میں پھنس گیا تھا۔ یہاں معاملہ سیر کو سوا سیر والا پڑ گیا تھا۔ فہد میاں اگر اپنے نام کے ایک فراڈی تھے تو سسرال انہیں دس ہاتھ آگے نصیب ہوا تھا۔ ذکیہ کا فرمان بجا تھا۔ بڑے صاحب اگر چھ لاکھ بیٹی کے جہیز میں دیتے تو اپنا گزارا کیسے کرتے۔ چھ لاکھ کی رقم کا تو صرف چارہ ڈالا گیا تھا جس نے کام کر دکھایا تھا۔

اماں کی آنکھوں پر لالچ کی پٹی بندھی تھی' انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ نکاح پڑھوا دیا تھا۔ اب وہ جتنا پچھتاتیں کم تھا مگر انہیں ہر حال میں اپنی گوٹی اوپر رکھنے کا شوق تھا۔ سو مقابل کے عزائم سے بے خبر تھیں۔ فہد میاں سے صفیہ کو متعارف کروانے اور ان کی کھلے عام ملاقاتیں کروانے کے عقب میں بھی یہی سازش کار فرما تھی کہ جلد از جلد رخصتی کی سبیل بن جائے۔ کسی انتہائی اقدام کے نتیجے میں وہ سارا الزام فہد میاں کے سر منڈھ کر فی الفور رخصتی کے لیے انہیں آمادہ کر لیں۔ تب ہینگ لگے نہ پھٹکری اور بیٹی رخصت ہو جائے۔ نئی زمانہ ایسے کم عقل لوگ کہاں دستیاب ہوتے ہیں جو زبانی کلامی دعوؤں پر اتنے اہم فیصلے کر لیا کرتے ہیں۔

اماں کو دھوکا دے کر وہ اپنے ہدف تک پہنچ گئے تھے۔ رہے فہد میاں تو وہ ہر دم پھسل پڑنے کو تیار رہتے۔ زیادہ عرصہ نہ گزرتا کہ وہ دام میں آ جاتے۔ بات چھوٹی سی تھی' بس سمجھ میں مشکل سے آتی تھی۔ فہد میاں نکمے و ناکارہ تھے تو صفیہ کی روش سے بھی گھر والے عاجز تھے۔ محلے وعلاقے بھر میں ان کے گھرانے کی شہرت ایسی تھی کہ رشتہ لینا تو کجا کوئی سلام کرنے کا روادار نہ تھا۔ صفیہ کے والد موصوف نے کچھ اپنے اخلاق اور کچھ وتیروں سے بیٹوں سے اس طور بگاڑ رکھی تھی کہ وہ سب ان کے معاملات سے دور ہی رہتے تھے۔ اس لیے اب ان کا دانہ پانی بیٹیوں کے طفیل چل رہا تھا۔ دو بچوں کی ماں مطلقہ بیٹی نوکری کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتی اور وہ اس سے گھر میں جگہ دینے کی مد میں رقم بٹورا کرتے تھے سو وہ والدین سے خاصی کبیدہ خاطر رہا کرتی تھی۔ ان کی تمام بیٹیاں ہی تقریباً سسرال میں جہنم بھگت رہی تھیں تو یہ ان کی عاقبت نااندیشی تھی اور اب سے کڑا معاملہ صفیہ کا تھا جو دیگر سے مختلف اور قدرے بگڑی ہوئی ثابت ہوئی تھی۔ سو جیسے ہی زبیدہ ان کے ہاتھ لگیں انہوں نے ان کی لالچی فطرت کو بھانپتے ہوئے جھٹ جال پھینک دیا تھا جس میں وہ پھنس بھی گئیں اور ان کے ایماء کے مطابق بنا سوچے سمجھے نکاح کر بھی دیا تھا۔ اب کیسی رخصتی اور کاہے کے وعدے۔

انہوں نے فہد میاں کو گھیر رکھا تھا تو اسی نیت سے کسی بہانے صفیہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں تھما کر چلتا کریں یا کوئی ایسا داؤ کھیلیں کہ جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یعنی فہد میاں دام میں بھی آ جائیں اور

UUNOVELS.COM

UUNOVELS.COM

کچھ دینا دلانا نہ پڑے۔

ادھر فہد میاں کو صفیہ کی روش نے عاجز کر چھوڑا تھا وہ ہر روز صفیہ کے رخ روشن کے دیدار کو سسرال پہنچتے تو صفیہ کو گھر کھر تلاش کر کے برآمد کرنا پڑتا' کبھی بھائیوں' کبھی بہنوں کے گھر تو کبھی بہنوئیوں کے ہمراہ تفریح پر اس کا موبائل کافی دیر تک مصروف ملتا' سسرال جاتے تو آئے دن نئے تماشے بڈھے کی بیٹوں سے ٹکرا جاتے تو چائے پی کر ہی جاؤ گے جاؤ جی چائے کے لیے دودھ لے آؤ۔

"میں اپنی امی سے ملنے آتا ہوں' چائے پینے نہیں۔" اس دن بڑا بیٹا منہ کو آ گیا۔

"ارے اتنا خیال ہے اماں کا تو اپنے گھر کیوں نہیں لے جاتے میں تو دل کا مریض ہوں' آج مرا کل دوسرا دن۔"

"کیوں انہیں بھگتنے کے لیے میں ہی رہ گیا ہوں باقی بیٹے نہیں ہیں' تم نے مکان بیچ کے حصہ ضبط کر لیا اب اس کا منافع کھا رہے ہو' یہ نہ سوچا تمہارے مرنے کے بعد' بیوہ اور طلاق بیٹی کا کیا بنے گا۔"

"انہیں تم بھگتنا ورنہ دنیا تھوکے گی تمہیں' مکان نہ بیچتا تو کھاتا کہاں سے۔" فہد میاں باہر نکل آئے چھ لاکھ کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا تھا ان کے اپنے جھگڑے ہی نہ نمٹتے تھے مگر انہیں چاروں طرف صفیہ ہی صفیہ نظر آتی تھی شاید اسی لیے سیدھا انہیں پھانسا گیا اور وہ پھنس بھی گئے تھے۔ اب تو بس ایک ضرب مارنے کی دیر تھی سو آخر کار انہیں ایک موقع میسر آ ہی گیا۔

حمیدہ آفس سے لوٹی تو گھر میں داخل ہوتے ہی ٹھٹک کر رہ گئی۔ سامنے کا منظر چونکا دینے والا تھا۔ صدر دروازے کے سامنے صحن میں پڑے تخت پر صفیہ ٹھسے سے براجمان تھی۔ ایک جانب فہد میاں بے تاثر چہرہ لیے ٹہل رہے تھے۔ جبکہ دوسری جانب اماں سر تھامے بیٹھی تھیں۔ حمیدہ پر نظر پڑتے ہی صفیہ نے رخ موڑ لیا تھا۔ وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کمرے میں آئیں تو اماں بھی پیچھے چلی آئیں۔

"یہ سب کیا ہے اماں؟"

"کیا بتاؤں حمیدہ' جان کو آ گئی ہے' صبح سے یونہی بیٹھی ہے' لاکھ ہاتھ پیر جوڑ لیے کہ چل میں واپس چھوڑ آؤں مگر ٹس سے مس نہیں ہوتی۔"

"مگر کوئی وجہ بھی تو ہو۔" حمیدہ ڈھٹائی کے اس مظاہرے پر بل کھا کر رہ گئی۔

"وجہ تو ادھر جا کر ہی معلوم ہو گی کہتی ہے گھر میں ٹھن گئی تھی' سو نکال باہر کیا کہ سسرال سدھارو۔"

"آپ فہد کو کہیں کہ چھوڑ کر آئے اسے دنیا کیا کہے گی بھلا؟"

"ان منحوس ماروں کی تو کوئی عزت ہے نہیں ہماری عزت بھی ملیامیٹ کرنے پر تلے ہیں اور فہد میری ایک سننے پر آمادہ نہیں ہے۔ گھر آئی لکشمی کو کون لات مارتا ہے۔"

"یہ تو غضب ہو جائے گا اماں' پھر آپ ہی جائیے' ادھر جا کر زور دیجیے کہ اسے لے کر جائیں ہم طور طریقے سے رخصت کر کے لے جائیں گے یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔"

"فہد میرے منہ کو آ رہا ہے مگر تم ٹھیک کہتی ہو میں جاتی ہوں۔" اماں نے برقع سنبھالا اور فہد کی نظر بچا کر نکل گئیں مگر کافی دیر بعد بے نیل و مرام لوٹیں۔

"صفیہ کے گھر پر من بھر کا تالا پڑا ہے' نہ جانے کہاں منہ چھپا کے پڑ گئے سب ناس پیٹے۔"

"اماں مجھے تو یہ صاف سازش نظر آ رہی ہے۔" ادھر حمیدہ نے فہد میاں کو نہ جانے کیا کہہ سن کے سمجھایا' بجھایا کہ وہ قدرے نرم پڑے' بعد ازاں فون کھڑکانے کے سلسلے کا آغاز ہوا مگر یہاں سے وہاں تک دور دور تک کوئی فون نہ ملا۔ کوئی مصروف تھا تو کسی کا فون بند تھا اور یہی ان کی سازش تھی۔

اماں سر تھامے بیٹھی تھیں' جوں جوں وقت گزر رہا تھا' اماں اور حمیدہ کی فکر و تشویش میں اضافہ ہو رہا تھا' ادھر صفیہ

UUNOVELS.COM

بیگم اکڑی بیٹھی تھیں کسی طور ہلنے پر آمادہ نہیں تھی۔ اماں نے لاکھ چاہا کہ وہ کسی بھائی بہن کے گھر ہی اسے چھوڑ آئیں مگر وہ مان کر نہ دی۔ بلآخر رات گزر ہی گئی اور اگلے روز سارے فون کھل گئے۔ سمدھیانی کا تالا بھی کھل گیا اور صفیہ بیگم کی اکڑ میں بھی خاطر خواہ کمی نظر آئی مگر تب تک سارے محلے میں دھوم مچ گئی تھی کہ فہد میاں کی منکوحہ خیر سے سسرال میں قدم رنجہ فرما چکی ہیں اب کوئی بحث تمہید بے کار تھی' اماں نے لولی لنگڑی سی کوشش بھی کی مگر سمدھی موصوف اکڑ گئے۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اب صفیہ دوبارہ اس گھر میں آ جائے۔ آپ کیسی باتیں کرتی ہیں' دنیا کو کیا منہ دکھاؤں گا میں۔" اماں کو غصہ آ گیا۔

"ایسا کون سا نیک نامی پر داغ لگ گیا۔ سب کو معلوم تھا کہ صفیہ فہد کی منکوحہ ہے۔"

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں آپ کے گھر کی عزت ہے تو اپنے گھر رکھیے۔"

"ہر بات کا کوئی طریقہ ہوتا ہے۔ رخصتی طریقے سے کی جائے تو اچھا ہے۔"

"اب کون سی رخصتی اور کاہے کی رخصتی' رخصتی تو ہو گئی بھول گئیں آپ صفیہ کل سے آپ کے گھر پر ہے۔ کس کس کا منہ بند کروں گا اگر اسے واپس گھر رکھ لوں تو لوگ کیا کیا نہ باتیں بنائیں گے۔" صاف ظاہر تھا کہ یہ معاملہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت طے پایا تھا۔ اماں کو چھ لاکھ کا غم کھائے جاتا تھا اور ادھر سارا خرچا بچا لیا گیا تھا۔ صفیہ بیگم کو خالی خولی ان کے سر تھوپنے کی سازش کامیاب رہی تھی۔ اماں جتنا غم مناتیں کم تھا مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ ادھر فہد میاں اکڑ گئے۔

"صفیہ میری بیوی ہے اور یہ سب ہی جانتے ہیں۔ اماں آپ سے کس نے کہاں ہے کہ ان کی منت کرتی پھریں جہنم میں جائیں' نہیں تو نہ سہی۔"

لو جی قصہ ہی ختم ہوا اماں کے سارے ارمان اور خواہش دھری کی دھری رہ گئی۔ حمیدہ نے اوپری کمرے کا کاٹھ کباڑ نکال کر صاف ستھرا کیا' کچھ پرانا فرنیچر رکھ کر کمرہ قابل استعمال بنایا گیا اور دلہن بیگم شان سے وہاں براجمان ہوئیں۔ کیسی رخصتی اور کاہے کی رخصتی' الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا' وہ جو حمیدہ کی پیشن گوئی تھی کہ صفیہ یونہی خالی خولی ان کے متھے مار دی جائے گی' حرف بہ حرف پوری ہوئی مگر حمیدہ کی سنتا کون تھا؟

ہم جو ٹوٹے تو اس طرح ٹوٹے
جیسے ہاتھوں سے گر کے پتھر پر
کوئی شفاف آئینہ ٹوٹے
جیسے پلکوں سے ٹوٹتا آنسو
جیسے سینے میں اک کماں ٹوٹے
جیسے امید کی کوئی ٹہنی
برگ موسم میں ناگہاں ٹوٹے
جیسے آنکھوں میں خواب کی ڈوری
وقت تکمیل الجھ کر ٹوٹے
جیسے پیروں تلے زمین نکلے
جیسے سر پہ آسماں ٹوٹے
اب جو ریزہ ہوئے تو سوچتے ہیں
کس نے دیکھا تھا ٹوٹنا اپنا
ہم جو ٹوٹے تو رائیگاں ٹوٹے

حمیدہ کو کسی مدد میں سعد بن مصطفیٰ کی ضرورت پڑی تو وہ کال کر بیٹھیں۔ ان کے فرشتوں کو بھی کیا خبر تھی کہ آج وہ اپنا موبائل گھر بھول گئے ہیں۔ کال نرگس نے ریسیو کی اور نسوانی آواز سن کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"جنم جلی' کتیا تیری جرأت کیسے ہوئی اس نمبر پر فون کرنے کی۔ میں تم جیسی عیاش' آوارہ' بدکردار لڑکیوں کے لچھن خوب جانتی ہوں' تم جیسی ٹکے ٹکے کی لڑکیوں پر کوئی تھوکتا نہیں تو پرائے مردوں کو ڈورے ڈال کے پھنسائی ہو کوئی ڈھنگ کا بر نہیں جڑتا تو کسی بھنگی سے ہی نکاح پڑھوا لو کاہے کو اپنی عزت ٹکے ٹکے پر نیلام کراتی پھرتی ہو

UUNOVELS.COM

شاید اس لیے کہ ان کی زندگی میں حمیدہ کہیں نہیں تھی مگر اسے یہ بات اب سمجھ میں آئی تھی۔

"زندگی میں انسان کو سب ہی کچھ تو نہیں مل جاتا۔" حمیدہ نے آخری بار محبت کی قبر پر آنسو بہا کے سوچا۔ "اور مجھ جیسی بدبخت جس کی زندگی میں اس کا اپنا کچھ بھی نہیں تھا نہ جانے کیوں...... خود کے لیے خواب دیکھنے کی خطا کر بیٹھی شاید محبت ہم جیسی لڑکیوں کی قسمت میں درج ہی نہیں ہوتی یا شاید ہم جیسے حرماں نصیب محبت کے قابل ہی نہیں ہوتے۔" ذلت و تحقیر میں بجھے لفظ اس کو تارتار کرتے آئینہ دکھا گئے نرگس کی آواز اس کی سماعت پر مسلسل ہتھوڑے برساتے رہے تھے ہتک در ہتک اور اس بار کی توہین نے حمیدہ کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا وہ ٹوٹ کر رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

"دیکھ بالے میں نے حمیدہ کو بڑی مشکلوں سے اس شادی پر راضی کیا ہے اب پہلے تو اپنا وعدہ پورا کر۔"

"ارے خالہ...... تم فکر ہی نہ کرو۔" بالے کی باچھیں کھلی پڑ رہی تھیں۔

"دیکھ بالے لین دین کے معاملے میں میں اس ہاتھ دو اس ہاتھ لو کرتی ہوں یاد رکھ شادی کی تاریخ تو تجھے جب ہی ملے گی جب تو اپنے وعدے پورے کرے گا اور جو حمیدہ کی شرطیں ہیں وہ الگ۔"

"ارے خالہ...... تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے کیا؟ میں زبان سے پھرنے والا نہیں ہوں۔" بالا ان کے قدموں میں بیٹھ کر چاپلوسی سے ٹانگیں دبانے لگا۔

"یوں ہے تو یوں ہی سہی رشتہ کروانا میرا کام ہے ادھار میں ایک پائی کا نہیں کرتی پھر حمیدہ تو میری اپنی بیٹی ہے۔"

"ارے خالہ...... تم بڑی ضدی ہو چلو ایسا کرو ابھی یہ زیور رکھ لو دو ڈھائی لاکھ سے کم کا نہیں ہے۔" اس نے الماری سے لکڑی کی صندوقچی نکال کر ان کے سامنے رکھ دی ڈھیروں ڈھیر زیورات جگر جگر کرنے لگے۔ ان کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

"ارے یہ نقلی تو نہیں ہیں؟" ہار پھیلا کے بے یقینی سے دیکھا۔

"ارے خالہ میری ماں کا پرانے زمانے کا زیور ہے کسوٹی پہ جا کے پرکھ لے۔" وہ خوشی سے بے قابو ہوتی صندوقچی برقعے میں چھپا کر نکل گئیں۔ ان کے نکلتے ہی بالے کے تیور بدل گئے موبائل نکال کر ایک نمبر پش کیا۔

"اے نادر سن بڑھیا تیری پڑوسن جو ہے میرا زیور لے کے نکلی ہے راستے ہی میں...... سمجھ گیا ناں۔" موبائل آف کر دیا۔ اس کا انداز معنی خیز اور لبوں پر ایک استہزائیہ اور فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

❁......❁......❁......❁

"ہائیں...... خبردار جو تو نے اس حمیدہ کا نام بھی لیا مزاج بڑے اونچے ہیں اس کے چار حرف پڑھ کے خود کو افلاطون سمجھتی ہے۔" نفیسہ اقبال کے منہ سے حمیدہ کا نام سن کر بھڑک گئیں۔

"اوہ آپا...... اس کے چار حروف کیا ہم نے چاٹنے ہیں۔ افلاطون ہے تو اپنے گھر کی ہے یہاں آ گئی تو سارے کس بل نکال دوں گا۔" اقبال کے دل و دماغ میں اب تک ان لفظوں کا لاوا پک رہا تھا۔

"نا میری جوتی بھی نہیں جائے گی اس گھر۔" اس نے صاف کورا جواب دیا۔

"آپا آخر کیوں نہیں تمہیں تو میری شادی کرنی ہے ناں۔"

"ابھی وہ وقت بہت دور ہے۔" انہوں نے ایسے کہا جیسے بالا پالنے میں پڑا ہے۔ "جب وہ وقت آئے گا تب سوچیں گے۔ مگر اس حمیدہ سے تو تب بھی نہیں۔ اے کیا خاک ملے گا اس گھر سے رشتہ جوڑ کر باپ اس کا نکما بھائی اس کا چوراچکا ٹھگ۔"

"آپا...... وہ خود پیسوں کی مشین ہے معلوم بھی ہے اس کی تنخواہ کیا ہے؟" اس بار بالے نے انہیں سبز باغ دکھانے چاہے۔

"ارے تو بھولا گر ہمیں اس سے جھاڑو برتن کروانے

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

ہیں۔ کمانے کے لیے گھر سے باہر نہیں بھیجتا اور تو بالے اپنی بہنوں کی تو ہڈیاں کوٹ کر رکھ دیتا ہے اگر وہ دروازے پر بھی نظر آ جائیں اور اس حمیدہ کو کمانے کے لیے بھیجے گا؟ اچھا...... اب معلوم ہوا تو کیوں ان کے گھر کے چکر کاٹتا تھا اور وہ حمیدہ کی اماں اسی لیے اس دن تیری شادی کے لیے ہمارے ارادے پوچھ رہی تھیں۔“

”آپا...... مجھے شادی صرف اور صرف حمیدہ سے کرنی ہے۔“

”بالے...... تیری عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔ آخر اس حمیدہ میں ایسی کیا خوبی ہے۔ بال پک رہے ہیں نامراد اپنے گھر کی گاڑی چلانے کے لیے اس کی اماں نے اس کی عمر نکال دی ہے۔ نوکری کرنے والی لڑکیاں اچھے کردار کی نہیں ہوتی ہیں۔“

”آپا گھر کو سنبھالنے کے لیے کوئی تو ہونی چاہیے ناں۔ تم آتی ہو تو خود روٹی پکا کے کھاتی ہو بھاوج ہو گی تو کم از کم روٹی تو ملے گی۔“

”ہمیں نہیں کھانی ایسی روٹیاں۔“ نفیسہ کے صاف جواب پر بالے کا دماغ گھوم گیا۔

”تو تم بھی سن لو آپا میں آدمی ہوں ٹیڑھے دماغ کا مجھے اپنی منوانے کے سو طریقے آتے ہیں۔“ وہ بھنا کر گھر سے نکل گیا مگر نفیسہ بھی اسی کی آپا تھیں۔

”جا...... جا...... بڑا آیا عقل کا دشمن ارے ہم نے دنیا دیکھی ہے کوئی ایسے ہی اٹھا کر نہیں دے سکتا اپنی بیٹی کا رشتہ وہ بھی تجھ جیسے آوارہ بدقماش کو ذرا معاملے کی تہہ تک جا کر دیکھ کہ اندرونی بات کیا ہے؟“ یہ نفیسہ کی فطرت تھی۔ اپنے سوا سب لڑکیاں انہیں کردار کی ڈھیلی نظر آتی تھیں۔ انہیں خود پر انتہا درجے کا فخر وغرور تھا۔ دوسروں کو حقارت سے دیکھتیں اب بھی وہ نہ جانے کب تک بکتی جھکتی رہی مگر اپنے ڈھیلے کردار اور بدخصائل کی بدولت ان کی حیثیت اس گھر میں کمزور تھی۔ پھر سب سے بڑھ کر ان کی بدزبان وآوارہ مزاج بہن اس گھر میں موجود تھی۔ جسے یقیناً بالے کی شادی میں اپنا کوئی فائدہ نظر آیا تو وہ نفیسہ کے سامنے ڈٹ گئی۔

”تم سے ہزار بار کہا ہے آپا تم اپنی گھر گرہستی سنبھالا کرو ہمارے گھر کے معاملات میں دخل مت دیا کرو۔ شکر منانا چاہیے کہ بھائی کو رشتہ نصیب ہو رہا ہے۔“

”اے تو اس کم بخت حمیدہ میں کون سے لعل جڑے ہیں اچھی بھلی عمر تو گزر گئی ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کوئی گل کھلا بیٹھی ہیں جو آنکھیں بند کر کے بالے کے سر تھوپ رہے ہیں۔“

”ارے تو اپنا بھائی کون سا آسمان سے اترا ہے۔ زمانے بھر کا آوارہ نشئی بھول گئیں وہ دن جب پولیس اسے اٹھا کر لے گئی اور دنیا زمانے میں کوئی اس کی ضمانت دینے والا نہیں تھا کہ یہ لڑکی ہی دو نمبر ہے۔“ اس کی ایسی صاف وکھری توجیہات پر نفیسہ کا پارہ چڑھ گیا وہ ہر حال میں اپنی منوانا جانتی تھیں اور جہاں بھی پڑتیں وہاں زبان سے جیتنے کی کوشش کرتی تھیں۔ اس وقت بھی سب کو برا بھلا کہتے اپنے گھر کی راہ لی۔

”اری جا جا...... میں بھی دیکھوں گی کہ اس گھر میں اگر کوئی بدنصیب بیاہ کر آ ہی گئی تو کتنے روز ٹکنے دے گی تو اسے بدحرام اشارے باز میرے منہ کو آتی ہے سارے کرتوت جانتی ہوں میں تیرے جب ہی تو کوئی تجھے سونگھتا نہیں ہے آوارہ نہ ہو تو۔ نہیں پڑی سڑتی رہے گی کوئی عزت سے تو تجھے بیاہنے سے رہا کسی یار کے ساتھ بھاگ کے ایسا گل کھلائے گی کہ دنیا دیکھے گی۔“ مگر اس نے نفیسہ کی ساری گل افشانیاں سن کر نخوت سے سر جھٹک دیا تھا۔

(ان شاء باقی آئندہ شمارے میں)

UUNOVELS.COM

امید سحر

عائشہ تنویر

چھٹی ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ اسکول بچوں سے خالی ہو چکا تھا۔ مس آمنہ کی خواہش تھی کہ وہ بھی کسی طرح سر راحیل کی نظروں میں آئے بغیر فوراً نکل جائے لیکن ہر خواہش کہاں پوری ہوتی ہے۔

''مس آمنہ۔''

''جی سر۔'' ہونٹوں کو زبردستی پھیلاتے اس نے ایڈمنسٹریٹر کو دیکھا۔

''آپ اپنی ڈیلی ڈائری لے کر آفس آئیں۔'' وہ بہت سنجیدگی سے کہتے پلٹ گئے۔ اس نے مڑ کر ردا کو دیکھا لیکن وہ اس کے کچھ کہنے سے پیشتر ہی بول اٹھی۔

''سوری یار...... میں تمہارے انتظار میں نہیں رک سکتی۔ مجھے دیر ہو جائے گی۔'' آمنہ بادل نخواستہ سر ہلاتی آگے بڑھ گئی۔ کیا کرتی زبردستی تو روک نہیں سکتی تھی۔ اسکول میں اب چند افراد ہی رہ گئے تھے۔

یہ بھی سر راحیل کی شیطانی سوچ ہی تھی۔ وہ روزانہ اس وقت بلاوجہ کے کام نکال کر اسے روک لیتے۔ کبھی اپنے آفس میں بلواتے۔ اسے اپنی ہوس زدہ نظروں کا نشانہ بناتے تو کبھی کوئی چیز پکڑتے اس کا ہاتھ چھو لیتے۔ اس کے ایک دم ہاتھ پیچھے ہٹانے اور گھبرانے پر ان کی آنکھوں کی حیوانی چمک بڑھ جاتی۔ ان کے لیے وہ سہمی ہرنی جیسی معصوم لڑکی بہت آسان شکار تھی۔ جب چاہے اپنا مقصد حاصل کر لیتے۔ یہ آنکھ مچولی تو دل بہلانے کا بہانہ تھا۔

❁......❁......❁......❁

باپ معمولی مزدور تھا۔ جب تک زندہ رہا اپنا خون جگر پلا کر گھر والوں کے لیے خوشیاں اکٹھی کرتا رہا۔ آمنہ اور چھوٹے دونوں بھائی اپنے طبقے کے دیگر بچوں کے برعکس اسکول پڑھنے جاتے۔ اسکول چاہے سرکاری ہی تھا لیکن کتابیں' کاپیوں کے اخراجات بھی ان کے لیے بہت تھے۔ ابا نے میٹرک کے بعد اسے کالج میں بھی داخل کروا دیا تھا۔ وہ جس ٹھیکیدار کے ساتھ کام کرتا تھا' اس کی بیوی کالج میں پڑھاتی تھی۔

ابا' آمنہ کو خوب محنت سے پڑھنے کا کہتا' روز آ کر آمنہ کی آنکھوں میں کالج کی استانی بننے کا خواب سجاتا۔ اس کی ماں عام ماؤں کی طرح گھر میں ان کا انتظار کرتی۔ ہر وقت کی جمع توڑ سے بچت کی کوشش کرتی۔ معمولی دال سبزی بھی جب وہ سب مل کر کھاتے تو گوشت سے بڑھ کر لگتی۔ پیسے کی فراوانی نہ تھی لیکن زندگی میں سکون تھا پھر وہ منحوس دن آ گیا' جب ایک حادثہ میں ابا کے انتقال کے بعد ماں نے بیوگی کی چادر اوڑھی اور وہ یتیم ہو گئے۔

اسے ابا سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ بھی تو اسے ہاتھ کا چھالا بنا کر رکھتا تھا۔ وہ ابا کو یاد کر کے روتی تو گھنٹوں روتی ہی رہتی۔ پتا نہیں آنکھوں میں اتنا پانی کہاں سے آ گیا تھا جو ختم ہی نہ ہو رہا تھا۔ دکھ اتنا تھا کہ اسے لگتا وہ رو رو کر مر جائے گی لیکن موت اپنی مرضی سے کسے آتی

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

ہے۔ اگر موت پوچھ کر آتی تو وہ ابا کی جگہ خود مر جاتی۔

چند دن میں ہی جب گھر میں راشن ختم ہو گیا' مالک مکان کرایہ لینے آیا اور بھائی نے کاپی ختم ہونے کے بعد ہوم ورک نہ کرنے پر اسکول میں ڈنڈے کھائے تو آنکھوں کے سوتے خود بخود خشک ہو گئے۔ دکھ کہیں اندر دل میں درد بن کر بیٹھ گیا اور وہ کمانے کے لیے باہر نکلی۔ چند دن میں ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ موت تلخ حقیقت سہی لیکن زندگی موت سے زیادہ ظالم ہے۔ وہ اپنے ابا کی شہزادی تھی' ان کی گھنی چھایا ہٹی تو اسے پتا چلا کہ زندگی صحرا کی گرم ریت سے زیادہ جلاتی ہے۔

ایک چھوٹے سے اسکول میں نوکری تو اسے مل گئی لیکن وہاں سے ملنے والی معمولی تنخواہ سے مکان کا کرایہ ہی چلا جاتا۔

ماں گھروں میں کام کرنے لگی تھی۔ چھوٹے بھائی دکانوں سے لفافے بنانے یا کپڑوں پر موتی ستارے لگانے کا کام لا دیتے۔ اسکول سے گھر آ کر وہ اس میں جت جاتی۔ گھنٹوں لگتے اور صرف چند روپے ہی ہاتھ میں آتے۔ بھائی صبح اسکول جاتے تو شام میں موٹر مکینک کے پاس کام سیکھنے۔ یہ بھی اس کی ہی ضد تھی کہ وہ اسکول نہ چھوڑیں۔ وہ تو نہیں پڑھ سکتی لیکن کوئی تو ابا کا خواب پورا کرے۔

ماں معاشرے کی حقیقت اس سے زیادہ جانتی تھی۔ اس نے اس کا خواب تو نہ توڑا لیکن شام میں مکینک کے پاس جانا لازم کر دیا تاکہ بے ہنر نہ رہیں اور خود کچھ کمانے کے قابل ہو جائے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے بھائی جب گالیاں سنتے اور استاد کی مار کے نشان لیے واپس آتے تو اس کا دل خون کے آنسو روتا تھا۔

یہاں اسکول میں جب سر راحیل تنہا کمرے میں اپنی اصلیت دکھاتے تو اس کا دل چاہتا سب چھوڑ چھاڑ کر کہیں کونے میں چھپ جائے۔ ایک ابا کے چلے جانے سے زندگی کتنی مشکل ہو گئی تھی۔ سانس لینا دوبھر لگنے لگا تھا۔ آج تو حد ہی ہو گئی تھی' سر راحیل نے اسے آفس میں بلایا تھا۔

وہ اسے الماری سے امتحانی کاپیاں نکال کر دے رہے تھے تاکہ ری چیکنگ ہو جائیں۔ کاپیاں اس کے سامنے میز پر رکھ کر وہ پیچھے سے ہی اس پر جھکے اسے کام سمجھا رہے تھے۔ وہ سانس روکے سر جھکائے بیٹھی

UUNOVELS.COM

رہی۔ ذرا سر ہلاتی تو ان سے ٹکراتا۔ صورت حال اس حد تک چلی گئی تھی کہ اب یہاں کام کرنا خطرے سے خالی نہ تھا لیکن یہاں نہ کام کرتی تو کہاں کرتی۔ ہر جگہ ایک بے آسرا لڑکی کو دیکھ کر بھیڑیے اپنے دانت نکوسنے لگتے۔ وہ سب مل کر بمشکل گھر کے اخراجات پورے کر پا رہے تھے۔ اس کے گھر بیٹھنے سے تو اور مشکل ہو جاتی۔

گھر آ کر کاغذ کے لفافے بناتے وہ اسی سوچ میں گم تھی۔ جینا اتنا مشکل تھا گویا ایک ایک سانس کا تاوان بھرنا پڑ رہا ہو۔ اس نے ایک نظر چھوٹے بھائی کے چہرے پر ڈالی جہاں آنسوؤں کے نشان واضح تھے۔ وہ روتے روتے سو گیا تھا۔ ابھی اسے کام صحیح سے نہیں آتا تھا اور استاد زبان کے بجائے ہاتھ سے سمجھاتا' معمولی غلطی پر اندھا دھند مارتا تھا۔

''ابا......'' اس کے دل سے ٹیس اٹھی' کوئی حل نظر نہیں آ رہا تھا۔ ذہن بٹانے کے لیے اس نے اخبار کی سرخیاں پڑھنی شروع کر دیں۔

''چار بچوں کی ماں نے بچوں کو مار کر خودکشی کر لی۔''

''نوکری نہ ملنے پر نوجوان نے خود کو ہلاک کر لیا۔''

''باپ نے گھر والوں کو خود مار دیا۔'' یہ اور ایسی کتنی ہی خبریں اسے نئی راہ دکھا گئیں۔

''اماں دل چاہتا ہے ہم خودکشی کر لیں' اس روز روز کے عذاب سے تو جان چھوٹے۔'' اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھے لیٹی ماں کو دل گرفتگی سے مخاطب کیا۔ ماں اپنی ساری تھکن بھولا بیٹھی۔

''نہ میری رانی' ایسا نہیں بولتے۔''

''سچ تو کہہ رہی ہوں۔ اللہ بھی بس امیروں کا ہے۔ ہم نے جانے ایسا کیا گناہ کر دیا کہ ابا کو بھی لے لیا اور یہ غربت بھی ہمارا ہی مقدر بنا دی۔'' اس نے تلخی سے جواب دیا۔

''شکر کرنا سیکھ' باپ گیا ہے تیری ماں تو زندہ ہے ناں۔ فٹ پاتھ پر بیٹھی لوگوں سے مانگ کر نہیں کھا رہی۔ ہاتھ پاؤں سب دیے ہیں اللہ نے' یہ بھی نہ ہوتا تو کیا کر لیتی؟'' اماں نے اب کے ڈانٹا۔

''لیکن اماں......اس گھر میں رہنے کا کرایہ نہ دیں تو ابھی فٹ پاتھ پر آ جائیں' اس عمر میں میری ماں لوگوں کے برتن مانجھ رہی ہے اور تو کہتی ہے میں شکر کروں۔'' اماں کی بات اس کے دل پر لگی لیکن مایوسی اتنی زیادہ تھی کہ جواب دینا ضروری سمجھا۔

''جب تیری ماں گھر بیٹھی تھی تب تو اللہ کا شکر نہیں کیا۔ اللہ نے کرایہ دینے کے قابل بنایا لیکن شکوہ پھر بھی باقی ہے۔ میری بات یاد رکھ بیٹا شکر سیکھ' اللہ پر بھروسہ رکھ۔ اچھا برا وقت سب پر آتا ہے۔ شیطان کے پیچھے نہ چل۔ شکر کرے گی تو نعمت بڑھے گی ورنہ جو پاس ہے وہ بھی ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اللہ پر توکل کرنا سیکھ۔'' اس کی ان پڑھ ماں نے اسے بہت کام کا سبق پڑھایا تھا کہ زندگی کے اسباق اسکول کالج سے نہیں تجربے سے ملتے ہیں۔

''لیکن اماں' ہمارے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا؟''

اس نے بچوں کی طرح ماں کی گود میں سر رکھتے ہوئے پوچھا۔

''بیٹا...... اللہ دے کر بھی آزماتا ہے لے کر بھی' پیسہ ہی خوش نصیبی کی علامت نہیں ہوتا۔ اللہ سے دل کا سکون' برکت و عافیت مانگتے ہیں' کتنے پیسے والے ہسپتالوں میں بیمار پڑے ہیں۔ اللہ کی ہزار نعمتیں سامنے دھری ہیں لیکن کھانے سے محروم ہیں' ہمیں اللہ پاک نے محنت کر کے کمانے کی توفیق دی اس مولا کا کرم ہے۔'' ماں نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے پیار سے سمجھایا اور آخر میں عاجزی سے اللہ کا شکرادا کیا۔ ماں کے لہجے کی تاثیر تھی کہ بات اس کے دل میں اتر گئی تھی۔ کوئی ایک لحہ احتساب کا ہوتا ہے۔ آج اللہ کی رحمت سے اسے وہ مل گیا تھا۔

''واقعی اگر اماں اور بھائی بھی نہ ہوتے تو وہ کیا کرتی یا وہ پڑھی لکھی نہ ہوتی تو وہ بھی اماں کے ساتھ گھر گھر جاتی' اللہ نے ان پر رحم کیا اور وہ اس کی نافرمانی کرتے حرام موت مرنے جارہی تھی۔'' اپنی سوچوں پر شرمندہ ہوئی وہ اللہ سے معافی مانگنے اٹھ گئی۔ جو سب سے زیادہ رحیم ہے۔ اپنی ساری مشکلات' پریشانیاں اسے بتا کر جو سب سے زیادہ جاننے والا ہے' وہ پُرسکون ہوگئی تھی۔

''میں اب کسی اور اسکول میں جاؤں گی' ضروری تو نہیں کہ سب ایک جیسے ہوں۔'' اس نے ارادہ کیا۔ اس کی قوت اب اللہ پاک کی ذات تھی۔ اسی لیے اس نے سر راحیل سے ڈرنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ وہ اب دیر تک رکتی بھی نہیں۔ نکالتے ہیں نوکری سے تو نکالیں۔

اللہ پاک کی ذات پر یقین رکھنے والا کبھی خالی ہاتھ نہیں رہتا۔ تب ہی تو اللہ نے وہاں سے سبب بنایا تھا جہاں سے اس نے سوچا بھی نہ تھا۔ اماں کو پروفیسر صاحب کے گھر کام مل گیا۔ پروفیسر صاحب کے بچے اپنے گھر بار اور زندگی میں مگن تھے۔ بیوی پر فالج کا اٹیک ہوگیا تھا۔ وہ خود تو سارا دن گھر پر نہ ہوتے۔ ان کی بیوی اور گھر کو سنبھالنے کے لیے چوبیس گھنٹے ملازمہ کی ضرورت تھی۔ اسی لیے انہوں نے اماں کو نوکری پر رکھ لیا تھا۔ رہائش کھانے کے اخراجات ختم ہوئے تو اس نے بھی کالج جانا شروع کر دیا۔ واپس آکر اماں کے ساتھ گھر کا کام کروا دیتی۔ اب اس کی ماں کو گھر گھر نہیں جانا پڑتا تھا۔

زندگی کی ایک نئی ابتدا ہوئی تھی۔ آمنہ نے اپنی سابقہ مایوسی پر خود کو لتاڑا تھا۔ اس وقت اگر وہ جذبات میں آکر کوئی غلط قدم اٹھالیتی تو اس نئی زندگی میں اس کا کوئی حصہ ہوتا نہ آخرت میں نجات ملتی۔ اللہ کا شکر کہ اس نے اسے توبہ کی' مانگنے کی اور شکر کی توفیق دی اور شکر کرنے والوں کو تو پھر سب کچھ مل ہی جاتا ہے۔

UUNOVELS.COM

محبت امر ہو گئی

مونا شاہ قریشی

''اسرار احمد نے دوسری شادی کر لی۔'' جس نے بھی یہ سنا دانتوں تلے انگلیاں دبا لیں' بات ہی کچھ ایسی تھی۔ ایک مکمل فیملی ہونے کے باوجود دوسری شادی کی کیا تک بنتی تھی۔ خوب صورت' سلیقہ مند بیوی' صلح مند' ذہین دو بچے' اچھی آمدنی' گھر کا سکون سب کچھ تو میسر تھا' پھر ایسی کیا ضرورت پیش آئی کہ دوسرا بیاہ رچانا پڑا۔ نہ بیٹے کا خیال آیا نہ بیٹی کا۔ بچوں کی تربیت و پرورش کی پروا تک نہ کی۔ جو بھی سن رہا تھا کانوں کو ہاتھ لگا رہا تھا اور وہ جو اس کی شریک حیات تھی۔

اس کے دل پہ کیا گزر رہی تھی۔ چپ چاپ ایک کونے میں بیٹھی وہ اپنی خامی تلاش کر رہی تھی۔ آخر کیا کمی رہ گئی تھی اس کے خلوص اور وفا میں' ایسا کون سا سکھ تھا جو وہ اپنے شوہر کو دے نہ پا رہی تھی۔ اپنی گیارہ سالہ ازدواجی زندگی میں اس نے پوری کوشش کی تھی کہ کبھی اس کے شوہر کو اس سے شکایت کا موقع نہ ملے مگر وہ ایسا نہیں کر پائی تھی۔ اس کے شوہر نے تو اس کی رفاقت اور خلوص کو لمحوں میں دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا تھا۔ ہر قسم کا دکھ' تکلیف برداشت کر کے پوری زندگی اسے اپنے چھوٹے سے آشیانے کو گوشہ عافیت بنا رکھا مگر بدلے میں اسے کیا ملا۔ بے وفائی کا زہر' ہجر' بے بسی' کون سی ایسی خطا اس سے سرزد ہو گئی تھی جس کی سزا اتنی کڑی ملی۔ بہت کچھ سوچنے کے بعد جب اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو تھک کر اس نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا لیا۔ سر درد سے پھٹا جا رہا تھا' آنکھیں ضبط سے سرخ تھیں کیونکہ وہ جانتی تھی اس کی ذرا سی خراب حالت پہ بچے پریشان ہو جائیں گے اور وہ ایسا ہرگز نہیں چاہتی تھی۔

''مما...... اشعر بھیا مجھے چھیڑ رہے ہیں' موٹی موٹی کہہ کر بلا رہے ہیں۔'' چھ سالہ ہانیہ نے ماں کے پاس آ کر معصومیت سے شکایت کی مگر کوئی جواب نہ پا کر اس نے ذکیہ کا بازو جھنجھوڑا تو وہ یک دم ہوش میں آئی۔

''ہاں...... ہاں بولو بیٹا کیا ہوا؟'' بہ مشکل آنکھیں کھولتے ہوئے اس نے ہانیہ سے پوچھا مگر آنکھوں کی نمی اور سرخی بچی سے چھپی نہ رہ سکی۔

''مما آپ کو کیا ہوا...... آپ رو کیوں رہی ہیں؟'' فکرمندی سے پوچھتی وہ اس کا دل چیر گئی۔ بے اختیار اس نے اسے گلے سے لگایا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''مما کیا ہوا' آپ کو چوٹ لگی ہے' کیا کہیں درد ہو رہا ہے؟'' معصوم بچی کے ذہن میں اپنا نظریہ تھا کہ جب اسے چوٹ لگتی ہے تو وہ بھی ایسے ہی روتی ہے۔

''نن...... نہیں بیٹا دراصل مما کے سر میں بہت درد ہے۔'' اس نے تیزی سے آنسو صاف کر کے کہا۔

''تو مما میں آپ کا سر دبا دوں' آپ کو آرام مل جائے گا پاپا کہتے ہیں میری ہانیہ ڈول اتنا اچھا سر دباتی ہے کہ دوبارہ پھر سر میں درد ہوتا ہی نہیں۔'' وہ فخر سے بتاتی اس کے درد میں اضافہ کر رہی تھی۔ تب اس نے دھیرے سے ہانیہ کا ہاتھ پکڑا اور لبوں سے لگا لیا۔

''جی بیٹا مجھے معلوم ہے ہماری ہانیہ کے ہاتھوں میں جادو ہے مگر بیٹا اس وقت مما کو سونا ہے میں ٹیبلیٹ لے لوں گی آرام آ جائے گا۔ آپ جاؤ اور جا کر ہوم ورک کمپلیٹ کرو ٹھیک ہے۔'' ہلکے سے اس کا گال تھپتھپا کر وہ پھر سے آنکھیں موند کر ماضی کے دھندلکوں میں کھو گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

ان دنوں وہ ایم اے فائنل ایئر میں تھی۔ جب کسی جاننے والی کے توسط سے اسرار احمد کا رشتہ آیا تھا۔ تعلیم یافتہ' خوش شکل اور ایک اچھی پوسٹ پر فائز لڑکے کا رشتہ اس کے والدین کو مال غنیمت سے کم نہ لگا تھا۔ اس کے فائنل ایئر کے پیپرز کے فوراً بعد ہی اسے مایوں بٹھا دیا گیا تھا۔ شادی کے بعد وہ اپنی خوش قسمتی پر جتنا رشک کرتی

UUNOVELS.COM

کم تھا۔ اسے ایک آئیڈیل شوہر کے ساتھ ساتھ آئیڈیل سسرال بھی ملی تھی جو بہت کم لڑکیوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کے سسرال میں صرف ایک اس کی ساس تھیں جو کہ ہرگز روایتی ساسوں جیسی نہ تھیں، سسر پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ ایک جیٹھ تھے جو اپنی فیملی کے ساتھ پنڈی میں مقیم تھے۔ نندیں دو تھیں جو ماشاء اللہ اپنے گھر بار کی تھیں۔ چھوٹی سی فیملی اور اس میں شامل محبتوں کو پا کر وہ بہت خوش تھی۔ شادی کے ایک سال بعد ہی اشعر اس کی گود میں آیا تو اس کی زندگی کا حسن دوبالا ہو گیا۔ چار سال بعد ہانیہ کی پیدائش نے گھر کی رونقیں مزید بڑھا دیں مگر اس کے ساتھ ہی اس کی ساس جو دل کی مریضہ تھیں زیادہ عرصہ ان کا ساتھ نہ دے سکیں اور ہانیہ کے بعد وہ انہیں داغ مفارقت دے گئیں۔ دو بچوں کے ساتھ گھر کو سنبھالنا اس کی تو جان پہ بن آئی تھی۔ وہ قدم قدم پر اپنی ساس کو بہت یاد کرتی تھی۔

ایسے میں اسرار احمد نے اسے حوصلہ دیا اور نہایت خوب صورتی کے ساتھ اس کی ذمہ داریوں کو اس کے ساتھ نبھایا۔ زندگی کی اس بھاگتی دوڑتی ٹرین میں کب گیارہ سال گزرے اسے خبر بھی نہ ہوئی۔ ابھی ایک ہفتہ پہلے ہی تو انہوں نے اپنی شادی کی گیارہویں سالگرہ منائی تھی۔ وہ اور بچے کتنا خوش تھے۔ تب اس نے بہت لاڈ سے فرمائش کر کے گولڈ کا بریسلٹ گفٹ میں لیا تھا جو پچھلے دنوں شاپنگ کے دوران اسے بہت بھایا تھا اور اس کے دل میں اٹک کر رہ گیا تھا۔ اس کی فرمائش پوری کرتے بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا کہ انہیں کوئی کمی ہے پھر ایسا کیوں کیا انہوں نے؟ سوال زہریلے ناگ کے جیسے اسے ڈس رہا تھا۔

جانے کتنی ہی دیر وہ ان لایعنی سوچوں میں گم رہتی کہ اچانک فون کی بیل نے اسے چونکایا۔ دوپٹا شانوں پر ڈالتی خود کو گھسیٹتی وہ بہ مشکل ڈرائنگ روم تک پہنچی۔ کال ریسیو کرتے ہی بھابی کی آواز سن کر اسے لگا وہ ابھی ضبط کھو دے گی اور واقعی اسے درست لگا تھا۔ اگلے پانچ منٹ میں وہ بھابی کو روتے ہوئے سب کچھ بتا رہی تھی۔

”میں نے فیصلہ کر لیا ہے بھابی! میں بچوں کو لے کر امی کے پاس ہی آ جاؤں گی۔ دوبارہ بھی اس گھر کی اور اسرار کی شکل بھی نہیں دیکھوں گی۔ وہ لے آئیں اپنی پیاری محبوبہ کو یہاں اور گزاریں ساری زندگی اسی کے ساتھ۔“ غصے اور جذبات کے باعث اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی۔ انتہائی طیش میں آ کر اس نے بھابی کو اپنا فیصلہ سنایا اور اس کا فیصلہ سنتے ہی بھابی بے چین ہو گئی تھیں۔ انہوں نے اسے سختی سے منع کیا کہ وہ گھر سے کہیں نہ جائے اور خود چند گھنٹے بعد آنے کا کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔ فون بند ہوتے ہی وہ وہیں دیوار کے سہارے لگ کر بیٹھ گئی۔ تقریباً تین گھنٹے بعد بھابی وہاں پہنچیں تو ابھی تک اسی پوزیشن میں دیوار سے لگی

UUNOVELS.COM

نڈھال بیٹھی تھی۔ بھابی کو دیکھتے ہی وہ ان کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔ انہوں نے اسے چپ کروا کے وہیں صوفے پر بٹھایا اور پانی کا گلاس اسے تھمایا۔ چند گھونٹ پینے کے بعد سانسیں بحال ہوئیں تو بھابی نے اسے خود سے لگایا۔

''خود کو سنبھالو ذکیہ۔ تم اکیلی نہیں ہو تمہارے ساتھ بچے بھی ہیں جنہیں تمہاری ضرورت اپنے باپ سے بھی زیادہ ہے۔ تمہیں یوں بکھرا دیکھ کر وہ خود بھی ٹوٹ جائیں گے۔ ان کی عمر اتنی نہیں ہے کہ وہ حالات کی نزاکت کو سمجھ سکیں۔ اب ان کا سہارا تم ہی ہو۔ اگر تم ہی یوں کمزور پڑ جاؤ گی تو کون ان کا آسرا بنے گا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ تمہارے بچے وقت سے پہلے ذہنی معذور ہو جائیں اور احساس کمتری میں مبتلا ہو کر اپنی شخصیت مسخ کر لیں۔'' رسان سے سمجھاتی وہ اسے حقیقت سے آگاہ کر رہی تھیں۔

''مگر بھابی میرا قصور کیا ہے؟'' سر اٹھا کر اس نے سوالیہ نظروں سے بھابی کی جانب دیکھا۔

''قصور تو کسی کا بھی نہیں۔ نہ تمہارا نہ ہانیہ کا اور نہ ہی اسرار کا۔''

''کیا مطلب ہے آپ کا بھابی......! کیا اسرار احمد قصوروار نہیں؟'' حیرانی سے پوچھتی وہ لب کاٹنے لگی۔

''نہیں پگلی میں یہ نہیں کہہ رہی۔ میں تمہاری اور بچوں کی بات کر رہی ہوں اور اگر دیکھا جائے تو قصور زیادہ اسرار کا بھی نہیں۔ وہ اس لیے کہ تم نے سنا ہوگا مرد دریافت کا پرندہ ہے' ڈال ڈال پر بسیرا کرنا اس کی فطرت میں شامل ہے۔ مگر پرندہ چاہے کتنے ہی درختوں پر قیام کیوں نہ کر لے۔ شام ہوتے ہی اپنے گھر لوٹ کر آ جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں نا' لوٹ کر بدھو گھر کو آئے' بالکل یہی بات ان پہ صادق آتی ہے۔ مرد چاہے جتنا بھی اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو جائے مگر وہ ان سے فرار اختیار نہیں کر سکتا۔ وقت لگے گا رشتوں کو اپنے اصل کی طرف پلٹنے میں اور اس دوران تمہیں صبر اور برداشت سے کام لینا ہے۔ عورت کا تو خمیر ہی ایثار اور وفا سے گندھا ہے۔ جتنی لچک اللہ نے عورت کے دل میں رکھی ہے اور کسی شے میں نہیں۔ عورت کا ظرف اتنی وسعت رکھتا ہے کہ مرد کی تمام غلطیاں اور کج ادائیاں اپنے اندر ضم کر لیتی ہے۔'' اس کا ہاتھ پکڑ کر سمجھاتے ہوئے انہوں نے سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا جو نگاہیں میز پہ جمائے گم صم سی بیٹھی تھی۔

''ذکیہ میری بات سن رہی ہو ناں؟'' اس کا کندھا ہلاتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔

''جی بھابی سن رہی ہوں۔'' تھکے ہوئے سے انداز میں کہتی وہ دوبارہ اسی جگہ کو گھورنے لگی۔

''نہیں ذکیہ ایسے نہیں سننا۔ توجہ سے سنو اور اس پہ عمل بھی کرو۔ میں نہیں چاہتی تم اپنی بے وقوفی سے بسا بسایا گھر اجاڑ دو۔'' بھابی یک دم اپنی بات پہ زور دے کر بولیں۔

''بسا بسایا؟ اگر اسے بسا بسایا گھر کہتے ہیں تو اجڑا گھر کون سا ہوتا ہے بھابی۔ اگر یہ گھر بسا ہوا ہے تو مجھے نہیں رہنا اس بسے ہوئے گھر میں۔ میرا دم گھٹ رہا ہے یہاں۔ تکلیف ہو رہی ہے مجھے۔ نہیں برداشت ہو رہی مجھ سے یہ شراکت داری۔ نہیں کر سکتی میں برداشت' نہیں ہے مجھ میں اتنا ظرف اور حوصلہ۔'' وہ پھر سے چلاتے ہوئے رونے لگی۔

''بس کر دو ذکیہ اور کتنا روؤں گی۔ کیا تمہارے آنسو اتنے ارزاں ہیں جو اس بے مہر شخص کے لیے تم بہا رہی ہو؟ تم کیوں بھول جاتی ہو تم صرف اس شخص کی بیوی نہیں اس کے بچوں کی ماں بھی ہو۔ ماں لفظ ہی کتنا انمول ہے۔ بچوں کے لیے چھاؤں' تحفظ' تمہیں خود کے لیے نہیں صرف اور صرف بچوں کے لیے سب کچھ سہنا ہے۔ تم طاقت ہو ان کی۔ تمہیں چٹان بننا ہے۔ چھوڑ دو یہ وفا کے تقاضے' محبت کے قصے' گزر گئے زمانے خلوص کے اور اب سمجھوتے کا وقت ہے اور یہ وقت ہر عورت کی زندگی میں آتا ہے۔ کسی نہ کسی لحاظ

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

سے سمجھوتہ اس کی قسمت میں لکھ دیا جاتا ہے اور ہم عورتیں بظاہر بہت چیختی چلاتی ہیں مگر ہمارے ہاتھ پاؤں معاشرے کے اصول و رواج کی رسیوں سے بندھے ہیں۔ ہمیں کرنا آخر وہ ہی ہوتا ہے جس کا سبق ہمیں کم عمری سے ہی پڑھایا جاتا ہے۔ یہ سمجھوتہ شاید ہماری گھٹی میں شامل ہوتا ہے۔" اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر آزردگی سے کہتی ہی وہ خود بھی نمناک ہوگئیں۔

اچانک فون کی گھنٹی بجی تو بھابی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا اور پھر خود ہی فون ریسیو کرنے چل دیں۔ دوسری طرف لائن پر اسرار احمد تھے۔ رسمی سلام دعا کے بعد وہ ان کے یہاں آنے کا سن کر بولے۔

"بھابی میں تو آپ کو فون کرنے ہی لگا تھا کہ ابھی میں فی الحال گھر آ نہیں سکتا تو آپ کچھ دن یہاں بچوں کے پاس رہ لیں۔ چلو اچھا ہی ہوا کہ آپ پہلے سے یہاں موجود ہیں۔"

"کیوں تم کہاں مصروف ہو جو گھر آنے کی بھی فرصت نہیں مل رہی تمہیں۔" اس کی بات سن کر وہ حیرت سے بولیں۔

"بھابی آپ جب یہاں پر آ ہی گئی ہیں تو یقیناً آپ کو پتا بھی چل گیا ہوگا اور اگر نہیں بھی پتا تو میں آپ کو بتا دیتا ہوں میں نے دوسری شادی کرلی ہے اور چندا کو لے کر میں مری سوات کی طرف جا رہا ہوں شاید تین یا چار دن لگ جائیں۔ آپ پلیز بچوں کا خیال رکھیے گا۔ مجھے ٹکٹ کنفرم کروانی ہیں میں بعد میں بات کروں گا۔ اللہ حافظ۔" عجلت سے کہہ کر انہوں نے کال ختم کردی تھی اور دوسری جانب بھابی غصے سے فون کو گھور کر دیکھنے لگیں۔ اسی اثنا میں ہانیہ اور اشعر دعا سمیت ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے تھے۔

"مما دیکھیں میرا بیٹ ٹوٹ گیا پاپا نے کہا تھا آج وہ نیا لا کر دیں گے مجھے۔" پریشانی سے اپنے بیٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھتے اشعر نے ماں کو مخاطب کیا۔

"مما...... پاپا ابھی تک آئے کیوں نہیں؟ وہ کل شام بھی نہیں آئے تھے۔ آپ پاپا کو کال کریں ناں کہ وہ جلدی سے گھر آئیں۔ ہانیہ انہیں بہت مس کر رہی ہے۔" روٹھے پن سے کہتی وہ صوفے پر بیٹھ کر پاؤں چلانے لگی۔

"بیٹا پاپا تو کام میں بزی ہیں ناں وہ کام چھوڑ کر کیسے آسکتے ہیں۔ ہم ایسا کرتے ہیں ہم خود ہی آؤٹنگ کے لیے چلتے ہیں۔ ڈنر بھی کریں گے اور شاپنگ بھی۔ اشعر بھیا کو بیٹ بھی لے کر دیں گے اور آپ کو پیارے پیارے فراکس اور ڈول بھی لے دیں گے۔" اس کے پاس آ کر پیار سے اس کے بال سنوارتی وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولیں۔

"مما...... دعا (بھابی کی بیٹی) بھی ہمارے ساتھ جائے گی ناں؟" وہ فکرمندی سے بولی تو ذکیہ نے فوراً سر ہلایا اور انہیں تیار ہونے کے لیے کمرے میں بھیج دیا۔

"وری گڈ ذکیہ...... بالکل یہی رویہ تمہیں بچوں کے ساتھ رکھنا ہے۔ انہیں بالکل بھی احساس نہیں ہونے دینا کہ ان کی زندگی میں کوئی خلا آ گیا ہے۔" نرمی سے اس کے کندھے پر دباؤ ڈالتی وہ اس کے پاس آ کر بولیں اور وہ محض انہیں دیکھ کر رہ گئی تھی۔

وقت یونہی دبے پاؤں گزر رہا تھا مگر وقت کی یہ خاموشی کتنی تکلیف دہ ہے یہ صرف وہ ہی جانتی تھی۔ اسرار احمد کا زیادہ تر وقت اپنی دوسری بیوی کے پاس گزرتا تھا۔ اسے اکٹھے رہنا منظور نہ تھا۔ اس لیے اسرار نے اس کے لیے الگ گھر کا انتظام کر رکھا تھا۔ چندا نہ صرف خوب صورت لڑکی تھی بلکہ ذہین اور شاطر بھی تھی۔ آفس میں ایک ساتھ کام کرتے ہوئے اس نے اسرار احمد پہ توجہ دینا شروع کردی تھی۔ شروع شروع میں تو انہوں نے نظرانداز کیا مگر پھر آہستہ آہستہ اس کی باتوں میں دلچسپی لینا شروع ہوگئے تھے۔ وہ اپنے گھریلو

UUNOVELS.COM

معاملات بھی ان سے ڈسکس کرتی تھی۔ گھر کے حالات اور مظلومیت کے پہناوے نے ان کے دل میں اس کے لیے نرم گوشہ پیدا کر دیا اور انہیں خبر ہی نہ ہوئی کہ وہ کب اس کے عادی ہوتے چلے گئے اور اپنا شادی شدہ ہونا ہی بھول بیٹھے۔ چندا اور اس کی بہنیں ایک ہی فطرت کی مالک تھیں۔ ہینڈسم دولت مند مردوں سے دوستیاں گانٹھنا اور انہیں اپنی اداؤں اور باتوں سے پھانسنا سب کا وطیرہ تھا۔ جب وہ ایک بندے کو لوٹ لیتی تب مجبوریوں کے دکھڑے سنا کر اس سے کنارہ کر لیتی مگر یہاں معاملہ کچھ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

اسرار احمد اسے پیغام دے بیٹھے تھے اور وہ سوچ میں گم ہو کر رہ گئی تھی۔ تب اس کی ماں اور بہنوں نے اسے تجویز دی کہ وہ شادی کے لیے ہامی بھر لے مگر اس کے ساتھ ہی الگ گھر کا مطالبہ بھی کر دے، جسے بغیر کسی عذر کے مان لیا گیا اور یوں وہ اسرار احمد کی زندگی میں شامل ہو گئی۔ ذکیہ نے اسرار احمد سے کوئی باز پرس نہیں کی تھی نہ کوئی حرف شکایات زبان کی نوک پہ آیا تھا۔ وہ اب بھی پہلے کی طرح اسرار کے تمام کام کرتی اور پورا خیال رکھتی، بس فرق یہ آیا تھا کہ وہ اب پہلے کی نسبت خاموش ہو گئی تھی۔ صبر کا کڑوا گھونٹ پینا اس کی مجبوری تھی بلکہ صاحب اولاد ہونا اس کی مجبوری تھی۔ ماں کبھی بھی اپنے بچوں کے مستقبل کے لیے رسک نہیں لیتی۔ اس نے بھی یہی کیا تھا اپنے اندر کی جذباتی، محبت کی ماری عورت کو مار کر صرف ایک ماں کو اپنے اندر زندہ رکھا تھا۔ محبت کے مینار گر گئے تھے۔ اعتبار کا گنبد مسمار ہو گیا تھا اگر کچھ بچا بھی تھا تو وہ صرف درد تھا ایک عورت کا درد، بے بس، مجبور، سمجھوتے کی صلیب پر چڑھی ایک کمزور عورت کا درد۔

❀......❀......❀......❀

نجانے کتنا وقت گزر گیا تھا اسے خبر نہیں ہوئی تھی کیونکہ اس نے زندگی بچوں کے لیے وقف کر دی تھی۔ اس نے اگر اسرار احمد کو زندگی سے نکالا نہیں تھا تو اس کے ساتھ بھی نہیں تھی۔ وہ چھ ماہ بعد لوٹ آیا تھا اور ایک چھت کے نیچے رہتے ہوئے بھی اس کے لیے اجنبی تھی۔

ہمیشہ کی طرح کچن کے کاموں سے فارغ ہو کر وہ صحن میں آ گئی تھی۔ ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا سرور سا بخش رہی تھی۔ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھے وہ دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ چند منٹ بعد اسے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ جسے وہ سن کر بھی نظر انداز کر گئی۔ کچھ دیر خاموشی کے بعد اس کا نام پکارا گیا جس کے جواب میں ''جی کہیے'' وہ بس اتنا ہی کہہ پائی۔ کیونکہ مڑ کر دیکھنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔

''ذکیہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ہمارے بیچ سے پچھلے گزرے چھ ماہ نکل جائیں؟'' رات کے سناٹے میں اسرار احمد کی بوجھل آواز گونجی۔

''گزرا وقت کبھی لوٹ کر نہیں آتا اسرار اور نہ ہی اپنے نشان ساتھ لے جاتا ہے۔'' وہ خاصے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔

''میں بہت شرمندہ ہوں تم سے اور بچوں سے۔ میں نے بہت زیادتی کی ہے تم لوگوں کے ساتھ مگر تم نے اف تک نہ کی۔ میں نے تم سے تمہارا سب کچھ چھین لیا اور تم نے شکوہ تک نہ کیا۔ میں بہت بے وقوف نکلا جو ہیرے اور کوئلے میں پہچان ہی نہ کر سکا۔ وہ عورت اس قابل ہی نہیں تھی کہ تمہاری برابری کرتی۔ ہوس اور لالچ کی پجاری ہونے کے ساتھ ساتھ وہ جھوٹی اور فریبی بھی تھی۔ چھوڑ آیا ہوں میں اسے ہمیشہ کے لیے۔ بے دخل کر دیا ہے اسے میں نے اپنی زندگی سے۔ میں اپنے کیے پر سخت نادم ہوں، پلیز مجھے معاف کر دو۔'' شرمندہ شرمندہ سے لہجے میں وضاحت دیتے وہ اپنی پرانی جون میں لوٹ آئے تھے۔

''اگر وہ آپ کو دھوکا نہ دیتی اور آپ کے ساتھ جھوٹ نہ بولتی تو کیا آپ اسے چھوڑ کر میرے پاس آتے؟'' ٹھنڈے لہجے میں سوال کرتی وہ ان کا سر مزید

جھکا گئی۔ اس سوال کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا یہ وہ بھی جانتی تھی۔ اس کا وجود اتنا بے معنی تھا جو بھیڑ چھٹنے پر دکھا دے‘ اگر وہ اس سے محبت کے دعوے دار تھے تو انہیں اس کی اچھائی پہلے از بر ہونی چاہیے تھی تا کہ وہ یہ قدم ہی نہ اٹھا پاتے مگر ان کو اپنی مرضی اپنے دل کے فیصلے عزیز تھے اور آج بھی وہ اپنے دل کی تنہائی کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کی طرف پلٹ آئے تھے۔ درد کی ایک لہر اس کے سینے میں اٹھی تھی۔

توطے ہوا مرد کی محبت پانی کے رنگین بلبلے کی مانند ہوتی ہے یا شاید محض چند سال پر محیط ہوتی ہے آخر چند سالوں کے بعد اسے نئی چڑیا بھی تو دریافت کرنا ہوتی ہے۔ محبت کے اس تغیر کے باوجود وہ یہ دعویٰ کرتی ہے کہ مجھے صرف تم سے محبت ہے۔ سالوں بعد بار بار تبدیل ہوتی یہ محبت آخر واپس گھر کی طرف لوٹتی ہے اور وہ کہتے ہیں ناں کہ ”صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔“ جو بھی ہے بھئی آخر اس نے گھر کو تو یاد رکھا ہی ناں۔ باقی خیر ہے اسے سارا دن کیا کیا اور کیا نہیں کیا اس سے گھر والوں کا کیا لینا دینا۔ کیونکہ گھر میں تو ایک بے زبان کٹھ پتلی بستی ہے۔ وہ پوچھ کر کیا کرے گی۔

انتہائی دکھ سے سوچتے اس نے سر جھٹکا اور پلٹی تھی مگر سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر وہ بے ساختہ نگاہیں چرا گئی۔ جہاں وہ سراپا خفت کا مجسمہ بنے التجائیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”میں اپنی تمام کوتاہیوں کا ازالہ کردوں گا۔ سب کچھ پہلے کی طرح ہو جائے گا۔ میں مانتا ہوں میں قصور وار ہوں‘ تم جو سزا چاہے دے لو مگر خدارا ایک بار صرف ایک بار مجھے معاف کردو۔ صرف ایک بار۔“ امید‘ عاجزی کیا کچھ نہ تھا سامنے کھڑے شخص کے لہجے میں‘ وہ شخص جس کے لیے اس نے پوری اپنی حیات وقف کردی تھی۔ جسے اس نے سب سے زیادہ چاہا تھا۔ آج وہ اس سے اس کی وفا اور خلوص مانگ رہا تھا۔ اس کی وہی محبت مانگ رہا تھا جو کچھ عرصہ پہلے بے مول ترین تھی اور وہ ٹھہری ایک کمزور عورت وہ ہارنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ سامنے کھڑے شخص کو بتانا چاہتی تھی کہ اتنی بے وقعت نہیں ہے وہ مگر وہ ایسا نہیں کرسکی کیونکہ وہ صرف بیوی نہیں‘ ماں بھی تھی اور اس ایک لفظ ”ماں“ کے لیے اس نے روتی‘ کرلاتی بیوی کو پس پشت ڈال دیا تھا۔

”مجھے کچھ وقت چاہیے یہ سب کچھ بھولنے کے لیے۔ میں نہیں جانتی کتنا وقت لگے گا اور تب تک میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ میں نے آپ کو معاف کیا۔ اس کے لیے آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔“ سنجیدہ لہجے میں کہتی وہ کچھ پل کے لیے رکی اور ٹھنڈی سانس خارج کرتی پھر سے رخ موڑ گئی۔

وہ جانتی تھی وہ اسے معاف کردے گی مگر یہ اس نے غلط کہا تھا کہ وہ بھول جائے گی۔ وہ جب تک جیئے گی اسے یہ احساس رہے گا کہ غلطی سے ہی سہی‘ بھولے سے ہی سہی اس کے شوہر نے اپنی محبت تقسیم کی تھی اور اب محبت تو شاید وہ اپنی زندگی میں تھوڑی بہت شامل کرلے مگر اعتبار‘ اعتبار کبھی نہیں کرے گی اور اعتبار بنا محبت کس کام کی‘ پھر وہی بات محبت تو نہ ہوئی یہ۔ یہ تو ایک سمجھوتہ ہے۔ معاشرے کی ہر عورت کا سمجھوتہ۔

سمجھوتے کی تکرار نے اس کی آنکھوں میں نمی بھر دی اور ایک آنسو ہولے سے پلکوں کی باڑ توڑ کر اس کے رخسار پہ آن گرا تھا۔

UUNOVELS.COM

بدگمانی

زرین نعیم ۔ ساہیوال

پنڈ میں چاند کی مدھم روشنی چہار سو پھیلی ایک پُرکشش منظر پیش کر رہی تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا اور ہو کا عالم تھا۔ جانوروں کی آواز خاموشی میں عجیب خوف پیش کر رہی تھی۔ دو سائے دھیرے دھیرے کنویں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اندھیرے کی بدولت یہ اخذ کرنا مشکل تھا کہ چادروں میں لپٹے دونوں وجود نسوانی ہیں یا مردانہ۔ دونوں سائے کنویں سے تھوڑا آگے جا کر اونچی زمین پر بیٹھ گئے۔ اس دوران جانوروں کی آواز میں بھی شدت آ گئی تھی بلکہ رات کے آخری پہر یہ آوازیں اور شدت پکڑ جاتیں تھیں۔ جس سے گاؤں کا منظر بہت حد تک ہولناک اور ہیبت ناک بن جاتا تھا۔

''مجھے خدا پر یقین نہیں۔'' خاموشی سے غیر مرئی نکتے کو تکتے ہوئے اچانک تلخ نسوانی آواز ابھری اور اس کی بات سن کر چاند، تارے، زمین، پودے اور جانور حیران و پریشان رہ گئے تھے۔

''بچ بچ اتنی بدگمانی۔'' تاروں نے افسوس سے کہا ناشکرا اور خود غرض ہے انسان ازل سے پیڑ پودوں کے لہجے میں مشاہدہ بول رہا تھا۔

''اپنی خواہشوں اور ضدوں کے پجاری ہیں یہ انسان ہمیشہ قسمت اور اللہ کو ہی قصوروار ٹھہراتے ہیں۔'' اوپر سے اڑتے پرندے نے سر جھٹکا۔

''اللہ کی شان ہے کہ وہ معاف کر دیتا ہے۔'' چاند نے عاجزی سے کہا پر ان سب کی سرگوشیوں سے بے خبر دوسرے وجود کو اندازہ تھا ایسی ہی بات کہے جانے کا۔

''تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو...... تمہیں ایسا کیوں لگا؟'' نرم مردانہ آواز ابھری۔

''اس نے ہمیشہ میرے ساتھ ظلم کیا، غلط کیا ہمیشہ۔'' نسوانی آواز میں دکھ اور تلخی در آئی۔

''انسان خود ہی خود پر ظلم کرتا ہے اور مظلوم بن جاتا ہے۔'' ایک تناور بوڑھے درخت نے تلخی سے سرگوشی کی اور سب اس سے متفق تھے۔

''تم اتنی بدگمان کیوں ہو، کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔'' مردانہ وجود نے بے بسی سے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

''نہیں نہیں...... کوئی حل نہیں نکلے گا ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے میرے ساتھ۔'' نسوانی وجود کا سر نفی میں ہلنے لگا اور آواز بھر گئی۔

''ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے پہلے اپنے چھوڑ گئے، ماں کا پیار بھی نہ نصیب ہوا۔ ہمیشہ مجھے ہی منحوس کہتی رہی، مجھے لاوارثوں کی طرح چھوڑا ہوا تھا۔ مر گئی پر جو کچھ تھا آسرا تو تھا ناں اب دوسروں کے در پر پڑی ہوں جنہوں نے ہمیشہ اذیت دی، ہمیشہ دوسرے درجے پر رکھا۔ اکیلی رہی کوئی دوست

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

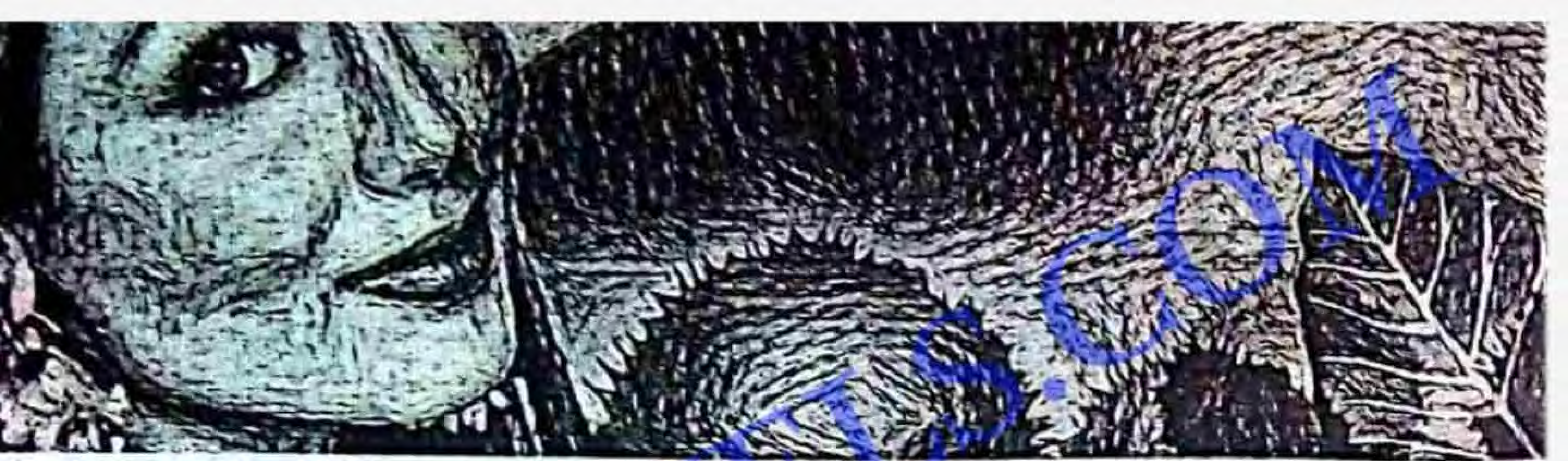

نہیں بنتا' درد نہیں سنتا' اللہ ظالم کیوں ہے' میرے ساتھ ہی ایسا کیوں کرتا ہے' میرا قصور کیا ہے' کیسی سزا ہے' میرے ساتھ ہی ایسا اللہ کیوں کرتا ہے؟'' نسوانی وجود نے بے دردی سے اپنے آنسو پونچھے۔

''میں اللہ کے بارے میں زیادہ تو نہیں جانتا پر اتنا پتا ہے کہ وہ آزماتا ضرور ہے ہر کسی کو کبھی نہ کبھی' کبھی اپنوں سے اور کبھی اپنے آپ سے۔ ان آزمائشوں سے ہی رہنمائی اور ہدایت ملتی ہے...... احساس کی نعمت عطا ہوتی ہے۔ اللہ نے تمہیں آزمایا ہے اور تم صبر' شکر کے بجائے لڑ رہی ہو شکوہ کر رہی ہو۔'' مردانہ وجود نے افسوس سے کہا۔

''تم پر نہیں بیتی نا ہی تم جانتے ہو۔'' نسوانی وجود نے طنزیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھ پر کچھ نہیں بیتی؟'' مردانہ وجود کے لہجے میں کرب در آیا۔

''بعض اوقات محض جاننے والے بھی سمجھ سکتے ہیں دوسرے پر کیا بیت رہی ہے کیونکہ ممکن ہے ان پر بھی ایسی مشکلات آچکی ہو اور وہ دوسرے کو افسوس و پچھتاوے سے بچانا چاہتے ہوں۔'' مردانہ وجود نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''خیر مجھے اللہ پر اعتبار نہیں رہا۔ ہم بھاگ چلتے ہیں۔'' نسوانی لہجہ سفاک ہوا۔

''کیا......!'' مردانہ وجود نے بے یقین سے پوچھا۔

''ہاں یہ دنیا جائز طریقے سے ہمیں ملنے نہیں دے گی' یہاں سب کی سوچ بہت بری ہے' یہاں سب تمہیں برا سمجھتے ہیں۔'' نسوانی لہجہ افسوس و بے چینی سے پُر تھا۔

''بالکل نہیں میں تو مرد ہوں' پر اصل مصیبت تو تم پر آئے گی' لوگ تم پر انگلیاں اٹھائیں گے جو میں قطعی برداشت نہیں کرسکتا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے مسئلے ہوں گے۔'' مردانہ لہجہ قطعی ہوا۔

''جب ہم یہاں ہوں گے ہی نہیں تو ہمیں کیا فرق پڑے گا۔'' نسوانی لہجہ بے چینی لیے ہوئے تھا۔

''نہیں۔'' مردانہ وجود نے کہنے کے ساتھ نسوانی وجود کا رخ اپنی طرف موڑا۔

''تمہارا یہ فعل تمہیں بدنام کردے گا۔ سب یہ

UUNOVELS.COM

نہیں دیکھتے کہ حقیقت کیا ہے۔ انہیں بس باتیں بنانا آتی ہیں اور تمہارے خاندان والوں کی عزت خاک میں مل جائے گی۔ باقی لڑکیوں پر سے اعتبار اٹھ جائے گا۔ نسلیں تباہ ہو جائیں گی۔ کوئی حقیقت جاننے کی کوشش نہیں کرے گا۔ لوگ ذلیل کریں گے' بے عزت کریں گے۔'' درشتی و تلخی سے کہتے ہوئے قدرے توقف کے بعد دوبارہ مردانہ آواز گونجی۔ ''اور تمہارے پنڈ میں' میں مہمان ہوں' اس سب کے بعد کوئی اس پنڈ میں کسی مہمان' مسافر کو جگہ نہیں دے گا۔ نہ ہی عزت اور اعتبار۔'' مردانہ وجود نے اس کے دل پہ لگے قفل کو پگھلانا چاہا۔

''میں کیوں پروا کروں' میری کسی نے پروا کی؟'' نسوانی وجود نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''جانتی ہوں ان سب کو اچھی طرح تبھی تو لگتا ہے کہ ملنا ہمارا مقدر نہیں۔'' وہ خود اذیتی کے دور سے گزر رہی تھی۔

''لگتا ہے تم اپنے ساتھ لے جانا نہیں چاہتے۔ میری خوشی کسی کو بھی قبول نہیں۔'' وہ ہنوز تلخ ہنسی ہنس رہی تھی اور آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو پلکوں کا بار توڑنے کو بے تاب تھے۔

''میری جان۔'' مردانہ وجود نے نم لہجے میں تڑپتے ہوئے اسے سینے سے لگانا چاہا پر اس نے مردانہ بازوؤں کو زور سے جھٹک دیا۔

''نہیں ہوں میں تمہاری...... جاؤ جاؤ سب کی طرح چھوڑ دو مجھے تم بھی۔'' بھرائے لہجے میں کہا۔

''نہیں ہے کوئی میرا نہ اللہ اور نہ ہی کوئی انساں۔'' نسوانی وجود کے چہرے پر آنسو بہنے لگے۔

''میری جان۔'' مردانہ وجود بے بس سا اسے دیکھتا رہا سوچتا رہا۔ اسے بھی صبر آنے لگا آنسوؤں میں کمی واقع ہونے لگی۔ پھر جب وہ آنسو صاف کرنے لگی تو اس نے کہا۔

''تمہیں لگتا ہے ناں کہ اللہ تم سے محبت نہیں کرتا' کوئی بھی تم سے پیار نہیں کرتا تو کیا تم نے کسی کو محبت دی' ہر کوئی تم سے نفرت کرتا ہے تو بدلے میں تم نے کبھی محبت دی' کبھی دیے بغیر بھی کوئی چیز ملی ہے آج تک؟ وہ کہتا ہے۔ برائی کا بدلہ برائی ہے اور اچھائی کا اچھائی' تو تم نے کبھی اچھائی کی' کبھی کسی کو معاف کیا' برے رویوں پہ' دل کو مارا' کسی کو فوقیت دی' کسی کی مانی؟ معاف کرتیں تو شاید خطا معاف ہوتی۔ دل کو مارتی تو شاید کوئی دوسرا بھی قربانی دیتا۔ کسی کو فوقیت دیتیں تو شاید دوسرا تمہیں بھی اولیت دیتا۔ تم اپنے خول سے نکلتیں تو دوسرے تمہیں نکالتے ناں۔ یہاں خود جینا پڑتا ہے خود کے لیے ہاں لیکن مارتے اپنے ہی ہیں اپنے لیے۔'' مردانہ وجود لہجے میں کرب لیے گویا ہوا پھر گہری سانس لے کر اٹھا اسے نظر بھر کر دیکھا اور نم آنکھوں' بھاری دل اور شکستہ قدموں سے چلتا چلا گیا اور اس سے بہت دور ہو گیا لیکن جانے سے پہلے اس نے کہا تھا۔

''اگر جائز طریقے سے یہاں مل پائے تو مل

UUNOVELS.COM

لیں گے۔عزت اور شان سے دلوں کی رضا مندی سے اور اللہ سے بدگمان ہونا چھوڑ دو بہت سوں سے بہتر حال میں ہوتم۔'' نا صرف یہ کہ اس کے آنسو صاف کیے اور اس کے سر پر ہاتھ بھی رکھا تھا۔ وہ ساکت بیٹھی تھی بغیر کسی جنبش کے۔اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ جب وہ بلکل نظروں سے اوجھل ہونے لگا تو دل کرلایا۔ہونٹ پھڑ پھڑائے۔

''ابا......'' آواز سرگوشی سے کم نہ تھی۔

''ابا نہ جاؤ۔'' آواز میں نمی تھی جیسے بھاری سل رکھ دی گئی ہو دل پر۔

''ابا نہ جاؤ ناں' جو کہو گے کروں گی۔ابا واپس آجاؤ ناں' ابا جو کہو گے مانوں گی نہ جاؤ ابا۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''اللہ...... میں کیا کروں گی اتنی مشکلوں سے تو اپنے سگے باپ کو پایا تھا۔'' وہ غم سے پاگل ہو رہی تھی۔''اللہ مجھے معاف کردے اے میرے اللہ ابا آجائے......اللہ......'' اس کے لہجے میں درد تھا۔ بدگمانی ہٹی' اپنی کوتاہی نظر آئی تو درد سوا ہو گیا۔

''اللہ۔'' پکار میں اذیت نما التجا تھی۔

naeyufaq.com

مغربی اور مشرقی ادب کی منتخب کہانیوں کا مجموعہ

ماہنامہ نئے اُفق کراچی

لفظ لفظ ہنگامے سطر سطر تجسس سے بھرپور تحریریں
ایسی کہانیاں جو اس سے قبل آپ نے نہیں پڑھی ہوں گی

مغربی ادب سے انتخاب
جرم وسزا کے موضوع پر ہر ماہ منتخب ناول
مختلف ممالک میں چلنے والی آزادی کی تحریکوں کے پس منظر میں
معروف ادیبہ زریں قمر کے قلم سے مکمل ناول
ہر ماہ خوب صورت تراجم دیس بدیس کی شاہکار کہانیاں

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی
خوشبوئے سخن اور ذوق آگہی کے عنوان سے مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

پرچہ نہ ملنے کی صورت میں رجوع کریں (03008264242)
Info@naeyufaq.com

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

بزم سخن

ثمینہ عثمان

ندا یاسین...... گجرات
بہت تڑپایا ہے اُس کی یادوں نے رات بھر
جسے دیکھ کر دل کو چین ملتا تھا

نجم انجم...... کراچی
تم دل لے گئے میرا آنکھیں بھی ساتھ لے جاتے
تیری تصویر سے کیسے نجم دل کو بہلائے

ثمینہ گلزار...... کراچی
دل کی آنکھوں سے کام لیتی ہوں
ان کے دامن کو تھام لیتی ہوں
دور ہوتی ہیں ساری مشکلیں
جب محمد ﷺ کا نام لیتی ہوں

رباب فاطمہ...... جہلم
زبان کا ورد ہوئے مگر دلوں میں گھر نہ ہوا
ہتھیلیوں پہ لکھے نام ہم سفر نہ ہوئے
عجب طریقہ ہے تجھ کو بھولنے کا
ہم تیری یاد سے اک پل بھی بے خبر نہ ہوئے

منزہ اقبال...... لاہور
حسنِ یوسف کی قسم
چاہیں گے تجھ کو زلیخا کی طرح
تم ہمیں بھی تو خریدو
عزیزِ مصر کی طرح

اسما بنت سعد...... کہروڑپکا
ظالم دنیا میں ذرا سنبھل کے رہنا
یہاں پلکوں پہ بٹھایا جاتا ہے نظروں سے گرانے کے لیے

صنم چودھری...... پاک پتن
تیرے خیالِ دیدار سے ہی رک جاتی ہیں سانسیں
خدا جانے جب تم روبرو ہو گے تو پھر کیا ہوگا

نور ایمان...... کراچی
ابھی بھی وقت ہے لوٹ آؤ تم
بن تیرے جینا سیکھ لیا تو بہت پچھتاؤ گے تم

نائلہ وسیم...... ڈگری، سندھ
کتنا عجب ہے دنیا والوں کا انداز محبت مینا
روز نیا زخم لگا کر کہتے ہیں خوش رہا کرو

فرزانہ زین...... کراچی
تم سو گئے تو رات بھر سورج بجھا رہا
اب آنکھ کھول دو کہ ذرا روشنی تو ہو

مریم محسن...... میرپور خاص
اگر بازو پر بھروسہ ہے تو انصاف نہ مانگو
پچھتاؤ گے اس دور میں زنجیر ہلا کر

ماہ رخ...... قصور
تم کو ہی فرصت نہ تھی کسی افسانے کو پڑھنے کی
ہم تو بکتے رہے تیرے شہر میں کتابوں کی طرح

رخسانہ ندیم...... محراب پور
کچھ تو ہوتے ہیں محبت میں جنوں کے آثار
اور کچھ لوگ بھی دیوانہ بنا دیتے ہیں

حمیرا شاہ...... سیہون شریف
خیالِ خاطر احباب چاہیے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

سکینہ امتیاز...... لاہور
تڑپتا دیکھتا ہوں جب کوئی شے
اٹھا لیتا ہوں اپنا دل سمجھ کر

شبنم...... بہاولنگر
صبح سے ہے بے تابی جی کو آہ! نہیں کچھ بھاتا ہے
دیکھیے کیا ہو شام تلک، جی آج بہت گھبراتا ہے

شاہدہ ناز...... ملتان
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

صباء سردار...... لیاقت پور
کس سوچ میں ہیں آئینہ کو آپ دیکھ کر
میری طرف تو دیکھیے سرکار کیا ہوا

ہما قاضی...... گجرات
اب عطر بھی لوں تو محبت کی بو نہیں
وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

زویا ظفر......کراچی

مدت سے انتظار میں اپنی کٹی ہے زیاں
اب تک جو ہم نہ آئے الٰہی کہاں رہے

اریشہ وقار......پاک پتن

عشق میں خواب کا خیال کسے
نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی

کہکشاں وقار......پنڈ دادن خان

لکھ کر ہمارا نام زمیں پر مٹا دیا
ان کا تھا کھیل' خاک میں ہم کو ملا دیا

جویریہ ہاشم......لاہور

آدھی سے زیادہ شب غم کاٹ چکا ہوں
اب بھی اگر آجاؤ تو یہ رات بڑی ہے

شہلا سرفراز......رحیم یار خان

راہبر رہزن نہ بن جائے کہیں اس سوچ میں
چپ کھڑا ہوا ہوں بھول کر رستے میں منزل کا پتا

صائمہ غزل......نواب شاہ

تم سے اب مل کے تعجب ہے کہ عرصہ اتنا
آج تک تیری جدائی کا یہ کیوں کر گزرا

کوثر ناز......حیدرآباد

تم پاس نہیں ہو تو عجب حال ہے دل کا
یوں جیسے میں کچھ رکھ کے کہیں بھول گئی ہوں

میمونہ فرحان......لانڈھی، کراچی

اب جی رہا ہوں گردشِ دوراں کے ساتھ ساتھ
یہ ناگوار فرض ادا کر رہا ہوں میں

ناہید نور......ساہیوال

مٹ چلے میری امیدوں کی طرح حرف مگر
آج تک تیرے خطوں سے تری خوشبو نہ گئی

ہالہ سلیم......کراچی

سبب ہر ایک مجھ سے پوچھتا ہے میرے رونے کا
الٰہی ساری دنیا کو میں کیسے راز داں کرلوں

شاہدہ عزیز......سکھر

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں' زندگی دشوار ہو جائے

ارم صابرہ......تلہ گنگ

اے میرے بھولنے والے تیری خوشیوں کی قسم

مجھ کو اب کچھ بھی تیرے غم کے سوا یاد نہیں
چاند دیکھا ہے تو یاد آئی ہے صورت تیری
ہاتھ اٹھے ہیں مگر حرف دعا یاد نہیں

عائشہ سلیم......کراچی

کوئی گوشہ آنکھوں کے دریچوں میں نم سا ہوگا
دل کی گہرائی میں رہتا ہوا غم تھوڑا کم سا ہوگا
یاد آئیں جو کبھی تو ڈھونڈنا انہیں ویرانوں میں
ہم نہ مل پائیں گے شاید کوئی ہم سا ہوگا

حنا سلمان......صادق آباد

کوزہ گر سے مٹی لانی پڑتی ہے
اپنی صورت آپ بنانی پڑتی ہے
پانی سے آئینے بن جاتے ہیں
اس کے اندر دھوپ ملانی پڑتی ہے

مدیحہ فرقان......ایبٹ آباد

زخموں کا کاروبار کرتے رہے
ہم تو کانٹوں سے بھی پیار کرتے رہے
ایسے بھی لوگ تھے جو ہم سے وفا کی خاطر
نقد لیتے رہے ادھار کرتے رہے

تمثیلہ زاہد......سیالکوٹ

آؤ کہ بچپن کا کوئی کھیل کھیلیں
مدت ہوئی بے وجہ ہنس کے نہیں دیکھا

تبسم زہرہ......خانیوال

میری بے بسی پر نہ مسکرا یہ وقت وقت کی بات ہے
کبھی ساتھ شمس و قمر چلے کبھی سایہ بھی ساتھ چھوڑ دے

فضا شاہین......جتوئی

مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں' مجھے کام ہے اپنے کام سے
تیرے ذکر سے' تیری فکر سے' تیری یاد سے' تیرے نام سے

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

کچن کارنر

زہرہ جبین

پسندے کی بریانی

اجزاء:۔

چاول	ایک کلو
پسندے بکرے کے	ایک کلو
گھی	ایک پاؤ
دہی	ڈیڑھ پاؤ
پیاز	ایک پاؤ
ادرک	ایک چمچ
لہسن	دو جوئے
کالی مرچ (پسی ہوئی)	آدھا چمچ
زیرہ	آدھا چمچ
لونگ	چار عدد
زعفران	نصف چمچ
مغز بادام	بیس عدد
ناریل	نصف چھٹانک
نمک	حسب ذائقہ
سرخ مرچ	آدھا چمچ

ترکیب:۔

بغیر ہڈی کے گوشت کے تکونے پسندے بنوالیں۔ ان کو دھو کر چھری کی نوک سے چھید لیں۔ آدھی دہی میں نمک، ادرک اور لہسن پیس کر ملائیں اور پسندوں پر لگادیں۔ ایک گھنٹہ تک ڈھک کر رکھا رہنے دیں۔ پتیلی میں گھی گرم کر کے پیاز سرخ کرلیں۔ ناریل اور بادام کا مغز کاٹ کر ڈال دیں۔ اچھی طرح بھوننے کے بعد گوشت اور دہی بھی ڈال دیں۔ ڈھکن مضبوطی سے بند کر کے ہلکی آنچ پر گوشت کو پکنے دیں۔ جب دہی کا پانی بالکل خشک ہوجائے تو تین پاؤ پانی ڈال کر ہلکی آنچ پر نصف گھنٹہ تک گوشت کے پسندے پکائیں۔ جب پانی خشک ہوجائے اور پسندے گل جائیں تو پتیلی اتار لیں چاول صاف کر کے ایک گھنٹہ تک بھگوئے رکھیں۔ دوسری پتیلی میں گھی گرم کر کے ثابت سیاہ مرچ ایک چمچ سیاہ زیرہ لونگ اور ثابت گرم مسالا ڈال کر کڑکڑائیں اور ڈیڑھ سیر پانی ڈال دیں۔ جب پانی ابلنے لگے تو چاول ڈال دیں۔ چاول گلنے پر اتار لیں۔ اب دوسری پتیلی میں نصف چاول ڈالیں اور اس کے اوپر ایک تہہ چاولوں کی بچھائیں پھر باقی چاول بھی اوپر ڈال دیں اور دس منٹ تک پتیلی دم پر رکھنے کے بعد اتار لیں گرم گرم بریانی پیش کریں۔

اقرا ایمان اینڈ نور سعد قاص ۔۔۔۔۔ میانوالی

رس ملائی

اجزاء:۔

دودھ	ایک کلو
خشک دودھ	ایک کپ
بیکنگ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
انڈہ	ایک عدد
چینی	ایک کپ
گھی	ایک کھانے کا چمچ
الائچی	پانچ عدد
بادام/پستے	حسب ضرورت

ترکیب:۔

دودھ میں چینی، الائچی اور بادام پستے ڈال کر ابال لیں۔ خشک دودھ میں بیکنگ پاؤڈر، انڈہ اور گھی ملا کر گوندھ کر رکھ لیں۔ (اگر گھی جما ہوا ہے تو زیادہ بہتر ہے) ہاتھ چکنے کر کے چھوٹی چھوٹی ٹکیہ بنائیں۔ دودھ میں جوش آجائے تو درمیانی آنچ کر کے ساری ٹکیاں ڈال دیں۔ چمچ چلاتے رہیں تھوڑی دیر بعد جب یہ پھول جائیں اور دودھ گاڑھا ہوجائے تو اتار لیں اور ٹھنڈا کر کے پیش کریں اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں۔

فرخندہ آرائیں ۔۔۔۔۔ لاہور

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

مٹن قورمہ

اجزاء:

نمک	حسب ذائقہ
تیل	پکانے کے لیے
پسا دھنیا	حسب ضرورت
پسی لال مرچ	حسب ضرورت
ادرک لہسن کا پیسٹ	حسب ضرورت
ثابت گرم مصالحہ	ایک کھانے کا چمچ
شاہ زیرہ	آدھا چائے کا چمچ
ادرک	آدھا کھانے کا چمچ
مٹن	۸۵۰ گرام
دہی	۲۵۰ گرام
گھی	چوتھائی کپ
آلو	۴ عدد
پیاز	۴ عدد
انڈے	۶ عدد
لونگ	۴۵ عدد
کالی مرچ	حسب پسند

ترکیب:

گھی گرم کریں پھر اس میں پیاز تل کر نکال لیں جب وہ گولڈن ہو جائے اب اسی گھی میں پسا دھنیا، پسی لال مرچ، ادرک لہسن کا پیسٹ اور ثابت گرم مصالحہ ڈال کر پکائیں۔ اس کے بعد آلو ڈالیں اور ساتھ میں گوشت شامل کرتے جائیں۔ جب گوشت گل جائے تو اس میں دہی اور تلی ہوئی پیاز ڈالیں اور دم پر رکھ دیں۔ اوپر سے پسی جائفل، جاوتری اور پسی الائچی شامل کر کے مزید کچھ دیر تک پکائیں۔

نزہت جبین ضیاء...... کراچی

مزیدار چکن برگر

اجزاء:

مرغی کا گوشت بغیر ہڈی	ایک پاؤ
انڈا	ایک عدد
پیاز	ایک عدد
سرکہ	تین چمچ
سویا ساس اور نمک	تین چمچ، حسب ذائقہ
سفید زیرہ پاؤڈر	آدھا چمچ
ثابت لال مرچ	آٹھ عدد
ہری مرچ	دو عدد باریک کٹی ہوئی
سلاد کے پتے	حسب ضرورت
بند گوبھی	ایک پیالی
مایونیز	چار چمچ
کیچپ	چار چمچ
برگر	ایک عدد

ترکیب:

مرغی کو دھو کر موٹا قیمہ تیار کر لیں اس کے بعد ثابت لال مرچ اور کالی مرچ بھون کر موٹا پیس لیں مرغی میں ہری مرچ، پیاز باریک کاٹ کر نمک سرکہ سویا ساس سفید زیرہ اور انڈا ڈال کر اچھی طرح ملا لیں اس آمیزے کو 20 منٹ کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ مایونیز میں بند گوبھی بھی ملا لیں مایونیز میں کالی مرچ، نمک، چینی ڈال لیں اس کو دس منٹ کے لیے فریج میں رکھ دیں قیمہ فریج سے نکال کر اس کے کباب بنا لیں اور ہلکی آنچ پر تل لیں برگر کو درمیان سے کاٹ لیں اور ہلکا سا تیل ڈال کر گلابی کر لیں پھر اس کے بند گوبھی والی سلاد رکھ دیں، پھر کباب رکھیں اور اس کے اوپر سلاد کا بیا رکھ دیں برگر کا دوسرا حصہ اس کے اوپر رکھ دیں کیچپ اور آلو کے چپس کے ساتھ پیش کریں۔

ہالہ سلیم...... کراچی

مٹر تہاری

اجزاء:

مٹر	آدھا کلو
چاول	ڈھائی کلو
نمک	حسب ذائقہ
ادرک لہسن پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
آلو	تین سے چار عدد
پیاز	دو عدد درمیانی

UUNOVELS.COM

ٹماٹر	دو عدد درمیانے
لال مرچ پسی ہوئی	ایک کھانے کا چمچ
پسا ہوا دھنیا	ایک چائے کا چمچ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
چکن پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
کوکنگ آئل	چار کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

مٹر کے دانوں کو دھو کر چھلنی میں رکھ لیں، پیاز اور ٹماٹر کو باریک کاٹ لیں آلوؤں کو چھیل کر دو ٹکڑے کر لیں، چاولوں کو دھو کر بیس منٹ کے لیے بھگو کر رکھ دیں۔ پین میں تیل ڈال کر پیاز کو سنہرا فرائی کریں پھر اس میں ادرک لہسن ڈال کر فرائی کر لیں۔ لال مرچ، دھنیا، ہلدی اور ٹماٹر ڈال کر اتنی دیر فرائی کریں کہ ٹماٹر اچھی طرح گل جائیں آلو ڈال کر ہلکا سا بھونیں اور آدھی پیالی پانی ڈال کر ہلکی آنچ پر گلنے رکھ دیں۔ آلو گل جائیں تو مٹر اور چاول ڈال کر بھونیں پھر تین پیالی گرم پانی میں چکن پاؤڈر ڈال کر اچھی طرح ملائیں اور اسے چاولوں پر ڈال دیں۔ ڈھک کر درمیانی آنچ پر پکائیں اور جب پانی خشک ہونے پر آ جائے تو چاولوں کو الٹ پلٹ کر کے ہلکی آنچ پر دم پر رکھ دیں۔ گرم گرم تیار ی کو ڈش میں نکال کر دوپہر کے کھانے پر اچار اور رائتے کے ساتھ پیش کریں۔

ام کلثوم......نواب شاہ

چھولے چاٹ

اجزاء:۔

چھولے (رات بھر بھگوئیں)	۲۵۰ گرام
سوڈا	آدھا چائے کا چمچ
ہرا دھنیا (چوپ کر لیں)	آدھا کپ
ہری مرچیں (چوپ کر لیں)	تین عدد
پیاز (کاٹ لیں)	ایک عدد
املی	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ (کٹی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
زیرہ (کٹا ہوا)	ایک کھانے کا چمچ
چاٹ مصالحہ	حسب پسند
چینی	ایک چائے کا چمچہ
ٹماٹر (چوکور ٹکڑے کاٹ لیں)	ایک کپ

ترکیب:۔

چھولوں میں سوڈا ڈال کر رات کو بھگوئیں۔ اس کے بعد چھولوں میں سے سوڈا کا پانی نکال کر دوسرا پانی اور نمک ڈال کر چھولوں کو ابال لیں۔ گل جائیں تو اس کا بچا ہوا پانی نتھار کر چھولوں میں املی کا پیسٹ، نمک، کٹی ہوئی لال مرچیں، زیرہ، چینی اچھی طرح مکس کر دیں۔ ٹماٹر، پیاز، ہرا دھنیا اور ہری مرچیں ڈال کر مکس کریں۔ ڈش میں چھولے نکال کر اوپر سے چاٹ مصالحہ چھڑک کر پیش کریں۔

صباء جاوید......کراچی

آلو کی چاٹ

اجزاء:۔

آلو	آدھا کلو
لال مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
زیرہ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
چاٹ مصالحہ	آدھا چائے کا چمچ
املی کا پیسٹ	آدھا کپ
پودینہ	آدھا کپ
ہری مرچیں (چوپ کر لیں)	تین چوپ
لیموں کا رس	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب:۔

آلو کو ابال کر چکور کاٹ لیں، اس کے بعد آلو میں نمک، لال مرچ، زیرہ پاؤڈر، چاٹ مصالحہ، املی کا پیسٹ، پودینہ، ہری مرچیں اور لیموں کا رس مکس کر دیں مزے دار آلو کی چاٹ تیار ہے۔

بینش چوہان......سرگودھا

UUNOVELS.COM

alam@naeyufaq.com

عالمی انتخاب

زینب احمد

اچھی لگتی ہو

تم مجھے اچھی لگتی ہو
بس تم مجھے اچھی لگتی ہو
تم اتنی سندر ہو کہ نہیں
تم کو ایک نظر جو دیکھے وہ
سدھ بدھ بھولے مدہوش رہے
بس تم مجھے اچھی لگتی ہو
تم ہنس دو تو موسم بدلیں
تم جاگو تو دنیا جاگے
جھلمل جھلمل منظر ہوں سب
اور نہ سوجھے کچھ آگے
بس تم کو دیکھیں دیکھتے جائیں
معلوم نہیں تم اتنی پیاری
اتنی سندر ہو کہ نہیں
بس تم مجھے اچھی لگتی ہو

شاعر: امجد اسلام امجد
انتخاب: پروین افضل شاہین۔۔۔۔۔بہاولنگر

غزل

تنگ آ چکے کشمکش زندگی سے ہم
ٹھکرا نہ دیں جہاں کو کہیں بے دلی سے ہم
مایوسی آل محبت نہ پوچھیے
اپنوں سے پیش آتے ہیں بیگانگی سے ہم
لو آج ہم نے توڑ دیا رشتہ امید
لو اب کبھی گلہ نہ کریں گے کسی سے ہم
ابھریں گے ایک بار پھر دل کے ولولے
گو دب گئے ہیں بار زندگی سے ہم
گر زندگی میں مل گئے پھر اتفاق سے
پوچھیں گے اپنا حال تیری بے بسی سے ہم
اللہ رے فریب مشیت کہ آج تک
دنیا کے ظلم سہتے رہے خامشی سے ہم

شاعر: ساحر لدھیانوی
انتخاب: فرخندہ رائیں۔۔۔۔۔لاہور

محبت

عالم محبت میں
اک کمال وحشت میں
بے سبب رفاقت میں
دکھ اٹھانا پڑتا ہے
تتلیاں پکڑنے کو
دور جانا پڑتا ہے

شاعرہ: نوشین گیلانی
انتخاب: نبالہ سلیم۔۔۔۔۔کراچی

غزل

سر راہ کچھ بھی نہیں کبھی اس کے گھر میں گیا نہیں
میں جنم جنم سے اسی کا ہوں اسے آج تک یہ پتا نہیں
اسے پاک نظروں سے چومنا بھی عبادتوں میں شمار ہے
کوئی پھول لاکھ قریب ہو کبھی میں نے اس کو چھوا نہیں
یہ خدا کی دین عجیب ہے کہ اسی کا نام نصیب ہے
جسے تو نے چاہا وہ مل گیا جسے میں نے چاہا ملا نہیں
اسی شہر میں کئی سال سے میرے کچھ قریبی عزیز ہیں
انہیں میری کوئی خبر نہیں مجھے ان کا کوئی پتا نہیں

شاعر: بشیر بدر
انتخاب: طلاعت نظامی۔۔۔۔۔کراچی

غزل

ذرا ٹھہر جاؤ میری حالت سنبھل جائے تو پھر جانا
دل بے تاب تھوڑا سا بہل جائے تو پھر جانا
ابھی تو رفاقتوں کے سحر سے نکلا نہیں ہوں میں
تمہارے وصل کا جادو یہ چل جائے تو پھر جانا
برا نہ لگے تو سامنے بیٹھے رہو یوں ہی
تیرا چہرہ جو بصارت میں ڈھل جائے تو پھر جانا
کئی صدیوں رہا ہوں کرب کے اس زرد موسم میں
سنو یہ درد کا موسم بدل جائے تو پھر جانا
جمی ہیں دھڑکنیں تو منجمد ہیں ساری سانسیں بھی
بدن میں تھوڑی زندگی مچل جائے تو پھر جانا
ابھی مت جاؤ کہ جکڑا ہے درد نے مجھ کو

UUNOVELS.COM

تمہارے درد کا لوہا پگھل جائے تو پھر جانا
مرے دل میں ابھی جینے کی پھر خواہش سی جاگی ہے
یہ ننھی سی تمنا پھول پھل جائے تو پھر جانا

شاعر: ڈاکٹر ندیم
انتخاب: ماہا بشیر حسین..... ڈنگہ

غزل

دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے
گور کس دل جلے کی ہے یہ فلک
شعلہ اک صبح یاں سے اٹھتا ہے
بیٹھنے کون دے ہے پھر اس کو
جو ترے آستاں سے اٹھتا ہے
یوں اٹھے آہ! اس گلی سے ہم
جیسے کوئی جہاں سے اٹھتا ہے
خانہ دل سے زینہار نہ جا
کوئی ایسے مکاں سے اٹھتا ہے
نالہ سر کھینچتا ہے جب میرا
شور اک آسماں سے اٹھتا ہے
عشق اک میر بھاری پتھر ہے
کب یہ تجھ ناتواں سے اٹھتا ہے

شاعر: میر تقی میر
انتخاب: زینب ملک..... چکوال

غزل

شوق، ہر رنگ رقیب سر و ساماں نکلا
قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا
زخم نے داد نہ دی تنگیٔ دل کی یا رب
تیر بھی سینہ بسمل سے پر افشاں نکلا
بوئے گل نالہ دل دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا
دل حسرت زدہ تھا مائدہ لذت درد
کام یاروں کا بہ قدر لب و دنداں نکلا
اے نو آموز فنا ہمت دشوار پسند
سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا
دل میں پھر گریے نے اک شور اٹھایا غالب
آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفاں نکلا

شاعر: مرزا غالب
انتخاب: عائشہ سلیم...... کراچی

غزل

دوڑو کہ سر جوش نگوں سار ہوا ہے
نقاش جہاں نقش بہ دیوار ہوا ہے
فریاد کہ خورشید کا ممدوح گرامی
ذروں کی ملامت کا سزا وار ہوا ہے
افسوس کہ اک ناقد سیار و ثوابت
خال و خد و افشاں میں گرفتار ہوا ہے
فریاد کہ خود وارث لقمان و مسیحا
اک نرگس شب رنگ کا بیمار ہوا ہے
ہیہات کہ اک مشتری سدرہ و طوبیٰ
جنس قد و گیسو کا خریدار ہوا ہے
صد حیف کہ اک دین تفکر کا پیمبر
آلودۂ کفر لب و رخسار ہوا ہے
اے وائے کہ دل کے افق عید پر اے جوش
پھر چاند محرم کا نمودار ہوا ہے

شاعر: جوش ملیح آبادی
انتخاب: کرن آفتاب...... لاہور

غزل

کون رکھے گا ہمیں یاد اس دور خود غرضی میں
حالات ایسے ہیں کہ لوگوں کو خدا یاد نہیں
ہم کون ہیں کیا ہیں بخدا یاد نہیں
اپنے اسلاف کی کوئی بھی ادا یاد نہیں
ہے اگر یاد تو کافر کے ترانے ہی بس
ہے اگر نہیں یاد تو مسجد کی صدا یاد نہیں
بنت حوا کو نچاتے ہیں سر عام محفل میں
کتنے سنگ دل ہیں کہ رسم حیا یاد نہیں
آج اپنی ذلت کا سبب یہی ہے شاید
سب کچھ ہے یاد مگر خدا یاد نہیں

شاعر: علامہ اقبال
انتخاب: تحریم سعد...... کراچی

غزل

زندگی خاک نہ تھی خاک اڑاتے گزری
تجھ سے کیا کہتے تیرے پاس جو آتے گزری

دن جو گزرا تو کسی یاد کی رو میں گزرا
شام آئی تو کوئی خواب دکھاتے گزری
اچھے وقتوں کی تمنا میں رہی عمر رواں
وقت ایسا تھا کہ بس ناز اٹھاتے گزری
زندگی نام ادھر ہے کسی سرشاری کا
اور ادھر دور سے اک آگ لگاتی گزری
بارہا چونک سی جاتی ہے مسافت دل کی
کس کی آواز تھی یہ کس کو بلاتے گزری

شاعر: نصیر ترابی

انتخاب: ارم صابرہ...... تلہ گنگ

غزل

ابھی اس طرف نہ نگاہ کر میں غزل کی پلکیں سنوار لوں
مرا لفظ لفظ ہو آئینہ تجھے آئینے میں اتار لوں
میں تمام دن کا تھکا ہوا تو تمام شب کا جگا ہوا
ذرا ٹھہر جا اسی موڑ پر ترے ساتھ شام گزار لوں
اگر آسماں کی نمائشوں میں مجھے بھی اذن قیام ہو
تو میں موتیوں کی دکان سے تری بالیاں ترے ہار لوں
کہیں اور بانٹ دے شہرتیں کہیں اور بخش دے عزتیں
مرے پاس ہے مرا آئینہ میں کبھی نہ گرد و غبار لوں
کئی اجنبی تری راہ میں مرے پاس سے یوں گزر گئے
جنہیں دیکھ کر یہ تڑپ ہوئی ترا نام لے کے پکار لوں

شاعر: ڈاکٹر بشیر بدر

انتخاب: جویریہ ضیاء...... کراچی

غزل

ہم زباں میرے تھے ان کے دل مگر اچھے نہ تھے
منزلیں اچھی تھیں، میرے ہم سفر اچھے نہ تھے
جو خبر پہنچی یہاں تک اصل صورت میں نہ تھی
تھی خبر اچھی مگر اہل خبر اچھے نہ تھے
بستیوں کی زندگی میں بے زری کا ظلم تھا
لوگ اچھے تھے وہاں کے اہل زر اچھے نہ تھے
ہم کو خوباں میں نظر آتی تھیں کتنی خوبیاں
جس قدر اچھے لگے تھے اس قدر اچھے نہ تھے
اس لیے آئی نہیں گھر میں محبت کی ہوا
اس محبت کی ہوا کے منتظر اچھے نہ تھے
اک خیال خام ہی مرشد تھا ان کا اے منیر
یعنی اپنے شہر میں اہل نظر اچھے نہ تھے

شاعر: منیر نیازی

انتخاب: نورین جاوید...... لاہور

غزل

میں نے پانی کو چھوا اور مرا رنگ اڑا
راز مٹی کا کھلا اور مرا رنگ اڑا
جس میں اک شام گل سرخ کا نظارا تھا
کل وہ آئینہ بجھا اور مرا رنگ اڑا
کہیں باغ سے جانے کا اشارہ تو نہیں
شاخ سے پھول گرا اور مرا رنگ اڑا
جس کے پڑھنے سے مجھے آگ نے روکا ہوا تھا
میں نے وہ اسم پڑھا اور مرا رنگ اڑا
اس سے پہلے کہ سکوت اجر عطا کرتا مجھے
مجھ سے اک لفظ ہوا اور مرا رنگ اڑا

شاعر: علی زریون

انتخاب: ہما حسن...... کراچی

غزل

رنگ باتیں کریں اور باتوں سے خوش بو آئے
زخم پھولوں کی طرح مہکے اگر تو آئے
بھیگ جاتی ہیں اس امید پر آنکھیں ہر رات
شاید اس رات وہ مہتاب لب جو آئے
ہم تری یاد سے کترا کے گزر جاتے مگر
راہ میں پھولوں کے لب سایوں کے گیسو آئے
وہی لب تشنگی اپنی وہی ترغیب سراب
دشت معلوم کی ہم آخری حد چھو آئے
سینے ویران ہوئے انجمن آباد رہے
کتنے گل چہرہ گئے کتنے پری رو آئے
آزمائش کی گھڑی سے گزر آئے تو ضیاء
جشن غم جاری ہوا آنکھ سے آنسو آئے

شاعر: ضیاء جالندھری

انتخاب: کنول حفیظ...... کھروڑ پکا

غزل

سب چلے جاؤ مجھ میں تاب نہیں
ہم کو بھی اب اضطراب نہیں
خون کردوں تیرے شباب کا میں

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

مجھ سے قاتل تیرا شباب نہیں
اک کتاب وجود ہے تو صحیح
شاید اس میں دعا کا باب نہیں
تو جو پڑھتا ہے بو علی کی کتاب
کیا یہ عالم کوئی کتاب نہیں
ہم کتابی سدا کے ہیں لیکن
حسب منشا کوئی کتاب نہیں
بھول جانا نہیں گناہ اسے
یاد کرنا اسے ثواب نہیں
پڑھ لیا اس کی یاد کا نسخہ
اس میں شہرت کا کوئی باب نہیں

شاعر: جون ایلیا

انتخاب: زہرہ احمد..... ڈگری، سندھ

غزل

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
جان سے ہوگئے بدن خالی
جس طرف تو نے آنکھ بھر کر دیکھا
نالۂ فریاد آہ اور زاری
آپ سے ہوسکا سو کر دیکھا
ان لبوں نے نہ کی مسیحائی
ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا
زور عاشق مزاج ہے کوئی
درد کو قصۂ مختصر دیکھا

شاعر: خواجہ میر درد

انتخاب: عنبرین فرقان..... کراچی

غزل

تو کہ نا واقف آداب غلامی ہے ابھی
رقص زنجیر پہن کر بھی کیا جاتا ہے
تجھ کو انکار کی جرأت جو ہوئی تو کیوں کر
سایۂ شاہ میں اس طرح جیا جاتا ہے
اہل ثروت کی یہ تجویز ہے سرکش لڑکی
تجھ کو دربار میں کوڑوں سے نچایا جائے
ناچتے ناچتے ہو جائے جو پائل خاموش
پھر نہ تا زیست تجھے ہوش میں لایا جائے
لوگ اس منظر جانکاہ کو جب دیکھیں گے
سر اٹھانے کا رعایا کو نہ آئے گا خیال
طبع شاہانہ پہ جو لوگ گراں ہوتے ہیں
ہاں انہیں زہر بھرا جام دیا جاتا ہے
تو کہ نا واقف آداب غلامی ہے ابھی
رقص زنجیر پہن کر بھی کیا جاتا ہے

شاعر: حبیب جالب

انتخاب: امبر رانی..... جہلم

غزل

قربتوں میں بھی جدائی کے زمانے مانگے
دل وہ بے مہر کہ رونے کے بہانے مانگے
ہم نہ ہوتے تو کسی اور کے چرچے ہوتے
خلقت شہر تو کہنے کو فسانے مانگے
یہی دل تھا کہ ترستا تھا مراسم کے لیے
اب یہی ترک تعلق کے بہانے مانگے
اپنا یہ حال کہ جی ہار چکے لٹ بھی چکے
اور محبت وہی انداز پرانے مانگے
زندگی ہم ترے داغوں سے رہے شرمندہ
اور تو ہے کہ سدا آئینہ خانے مانگے
دل کسی حال پہ قانع ہی نہیں جان فراز
مل گئے تم بھی تو کیا اور نہ جانے مانگے

شاعر: احمد فراز

انتخاب: تبسم چوہان..... گجرات

UUNOVELS.COM

shukhi@naeyufaq.com

شوخی تحریر

ہما ذوالفقار

اللہ کی شان

میں بھی کتنا "عجیب" ہوں۔
صحت یاب ہوں تو "اللہ پاک" کو بھول جاتا ہوں۔
مصروف ہوں تو "نماز" بھول جاتا ہوں۔
برائی کروں تو "انجام" بھول جاتا ہوں۔
دیکھوں تو "حیا" بھول جاتا ہوں۔
کھاتا ہوں تو "بسمہ اللہ" بھول جاتا ہوں۔
کھالوں تو "الحمدللہ" کہنا بھول جاتا ہوں۔
کسی سے ملوں تو "سلام" بھول جاتا ہوں۔
سونے لگوں تو "توبہ" بھول جاتا ہوں۔
غصے میں ہوں تو "برداشت" بھول جاتا ہوں۔
سفر پر جاؤں تو "دعا" بھول جاتا ہوں۔
کیا شان ہے میرے "اللہ پاک" کی وہ پھر بھی مجھے نوازتا ہے اور مجھے نہیں بھولتا۔ سبحان اللہ۔

اسلم حیات......لاہور

حضور ﷺ کی عظمت آئینہ عالم میں

ایک نامعلوم متعصب ذہنیت رکھنے والا مورخ یوں رقمطراز ہے:۔

"یہ بات مجھے ورطۂ حیرت میں ڈالتی ہے کہ چند ایک غریب اور مفلوک الحال مسلمان ایک ایسی مسجد میں بیٹھتے ہیں جس کی چھت کھجور کے پتوں سے ڈھکی ہے، حتیٰ کہ بارش ہو تو چھت ٹپکنے سے نیچے کیچڑ ہو جاتی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار جب سجدہ کرتے ہیں تو پیشانی کیچڑ سے لت پت ہو جاتی ہے۔

مگر یہ لوگ جب مسجد میں بیٹھ کر مشورے کرتے ہیں تو ایران و روم کی سلطنتوں کو تخت و تاراج کرتے اور آتش کدہ ایران کو ٹھنڈا کر کے خدائے واحد کی حکمرانی کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ چند ہی سالوں میں یہ ایسا کر دکھاتے ہیں۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا تو قائل نہیں ہوں مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اتنا بڑا انقلاب کیسے آ گیا۔"

(واصف علی واصف)

شبیر احمد......کراچی

آواز

☆ جب کسی ضرورت مند کی آواز تم تک پہنچے تو تم اللہ کا شکر ادا کرو کیونکہ اللہ نے اس کی مدد کے لیے تمہیں پسند کیا ہے ورنہ وہ اکیلا ہی کافی ہے سب کے لیے۔

صنوبر ملک......میاں چنوں

تاج محل کے بارے میں چند شخصیات کی رائے

□ میں نے آج تک اتنا حسین خواب نہیں دیکھا (شاہ حسین)

□ ہر عورت تاج محل کے مزار پر فخر کر سکتی ہے (فرح دیبہ، پہلوی)

□ اگر میرا خاوند مجھ سے وعدہ کرے کہ میری موت کے بعد ایسا ہی تاج محل بنوائے گا تو میں ابھی مرنے کو تیار ہوں (ملکہ الزبتھ دوم)

□ کاش میں وائٹ ہاؤس کی بجائے تاج محل بنوا سکتی (جیکولین کینیڈی)

□ خدا جانے فورڈ نے امریکہ میں تاج محل جیسی خوب صورت عمارت کیوں نہ بنوائی۔ (مسز ہنری فورڈ)

□ کاش تاج محل چرایا جا سکتا (ایوا کارٹر)

□ حیرت ہے کہ امریکہ کی مدد کے بغیر تاج محل کیسے تعمیر ہو گیا (ایل بی جانسن)

□ ہندوستان میں اور کیا ہے غربت اور تاج محل کے سوا (ماؤزے تنگ)

□ کاش کہ تاج محل دریائے ٹیمز کے کنارے منتقل ہو سکتا (چرچل)

UUNOVELS.COM

□ تاج محل کو چاندنی رات میں مت دیکھو اس سے ذہنی توازن بگڑنے کا خطرہ ہے (مارلن برانڈو)

بقول شاعر

اک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر
ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق

انتخاب: شاہ جاوید...... چیچہ وطنی

پیاری معلومات

+ میرے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں صرف ایک حج کیا' چار بار عمرہ کیا۔

+ آپ ﷺ 53 سال مکہ معظمہ میں رہے اور 10 سال مدینہ میں گزارے۔

+ آپ ﷺ کے 3 بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں بیٹوں کے نام محمد قاسمؓ محمد ابراہیمؓ محمد طاہرؓ تھا اور بیٹیوں کے نام حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ تھا۔

+ آپ ﷺ کے دانت مبارک جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔

+ جب آپ ﷺ بیمار تھے تو آپ ﷺ کے مصلے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔

+ آپ ﷺ نے جب اس دنیا سے پردہ فرمایا تو آپ ﷺ کو حضرت علیؓ نے غسل دیا۔ آپ ﷺ کی تدفین کے لیے حضرت ابوطلحہؓ نے لحد مبارک کھودی۔ (سبحان اللہ)

مہوش...... منڈی بہاؤالدین

زندگی کے رہنما اصول

❁ بدترین شخص وہ ہے جس کے ڈر سے لوگ اس کی عزت کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

❁ خونی رشتوں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

❁ اس شخص پر دوزخ حرام ہے جو نرم مزاج اور نرم خو ہو۔

❁ دولت مت جمع کرو کفن میں جیب نہیں ہوتی۔

❁ دنیا کے بازار میں زندگی کا سب سے قیمتی سکہ حوصلہ ہے۔

❁ بلند حوصلہ بلند مقاصد کی تکمیل ہے۔

❁ بھوکا سو یار ہنا مقروض ہو کر اٹھنے سے بہتر ہے۔

❁ ہم دولت سے ہم نشین حاصل کر سکتے ہیں دوست نہیں۔

❁ زندگی میں تین چیزیں نہایت سخت ہیں۔
خوف مرگ...... شدت مرض...... ذلت قرض

ماریہ کنول...... چک ورکاں

ضمیر

انسان کا ضمیر بھی عجیب شے ہے یہ اگر سو جائے تو انسان پستیوں میں جا گرتا ہے' اسے یہ احساس ہی نہیں رہتا کہ وہ اس کائنات کا مرکز ہے۔ وہ جو کچھ کرتا چلا جا رہا ہے وہ اس کے شایان شان نہیں' اسے یہ بھی احساس نہیں رہتا کہ وہ خود کیا ہے؟ اس کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ لیکن اگر یہ ہی ضمیر بیدار ہو تو انسان کو خود بخود ان راہوں پر لے جاتا ہے جہاں انسانیت کے اعلیٰ معیار ہیں۔ اسے شعور ہوتا ہے کہ کائنات اور اس کا تعلق کیا ہے اور وہ کس مقصد کے تحت اس کائنات میں موجود ہے۔ ضمیر کا یہ عمل بڑی حد تک لاشعوری ہوتا ہے' انسان کو پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ کس وقت کیا ہے؟

امجد جاوید کی عشق کا قاف سے اقتباس

ماروی ابوبکر...... جہلم

انمول موتی

☯ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس گھر میں بہت خیر و برکت ہوگی جہاں کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر کلی کرنے کی عادت ہو۔

☯ ہم خیال لوگ ہمسفر ہو جائیں تو منزل آسان ہو جاتی ہے۔

☯ مسکراہٹ ایک صدقہ ہے جو تم کسی کو کسی بھی وقت دے سکتے ہو۔

☯ سچی محبت ایک قابل قدر شے ہے لیکن سچی دوستی اس سے بھی نایاب ہے۔

☯ دنیا میں انسان تو بہت ہیں لیکن ان میں سے چند

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

ایک ہی خوشبوؤں میں مہکتے ہیں۔

تحسین انصاری ..... راولپنڈی

مہکتی کلیاں

❖ انسان ایک دکان ہے اور زبان اس کا تالا، تالا جب کھلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے دکان سونے کی ہے یا کوئلے کی۔

❖ انسان بزدل اتنا ہے کہ سوتے ہوئے خواب میں بھی ڈر جاتا ہے اور بے وقوف اتنا ہے کہ جاگتے ہوئے بھی اپنے رب سے نہیں ڈرتا۔

❖ دل ٹوٹنا کیا ہوتا ہے اس چڑیا سے پوچھ جس کا ایک تنکے سے بنا ہوا گھونسلا کسی سنگ دل نے اس کی آنکھوں کے سامنے توڑ دیا یا اس ماں سے پوچھو جس کا جوان بیٹا اس کی آنکھوں کے سامنے چل بسے۔

بتول زہرہ ..... میر پور خاص

حسن

۞ حسن سیاہ بالوں میں نہیں بلکہ اس پاکیزہ ہالہ میں ہے جو اُن بالوں کے گرد محیط ہے۔

۞ حسن بڑی بڑی آنکھوں میں نہیں بلکہ اس نور میں ہے جو اُن آنکھوں سے پھوٹتا ہے۔

۞ حسن گلابی ہونٹوں میں نہیں بلکہ اس شیرینی میں ہے جو اُن ہونٹوں سے ٹپکتی ہے۔

۞ حسن خم دار گردن میں نہیں بلکہ اس کیفیت میں ہے جو ذرا آگے کی طرف گردن جھکانے سے پیدا ہوتی ہے۔

۞ حسن جسم کی خوب صورتی میں نہیں بلکہ روح کی عظمت میں پوشیدہ ہے۔

۞ حسن سفید رنگت میں نہیں بلکہ دل کے آئینے کے اُجلے پن میں پنہاں ہے۔

نور شیخ ..... فیصل آباد

جمعہ کی سنتیں

اچھا لباس

غسل

خوشبو

مسواک

سرمہ

سورۃ کہف کی تلاوت

تانیہ الطاف ..... کراچی

ذرا سوچیے

بدلتے وقت کے ساتھ لوگ کتنا بدل گئے ہیں یا شاید وقت اتنی تیزی سے نہیں بدلا جتنی تیزی سے لوگ بدل گئے ہیں بہت ہی دکھ ہوتا ہے جب لوگوں کی بے حسی دیکھتا ہوں بہتر سے بہتر کی تلاش میں لگے لوگ خود کو بہتر کیے بغیر بہتر کو تلاش کر رہے ہیں۔ اگر اچھے کی تلاش میں لگنے کی بجائے بندہ خود اچھا بننے کی کوشش میں لگ جائے تو یہ معاشرہ حقیقتاً اچھا ہو جائے گا۔ سب سے بڑی خامی ہماری اور ہمارے معاشرہ کی یہ ہے کہ ہم اپنی اصلاح تو کرتے نہیں بلکہ اپنے سے اچھے کی تلاش میں لگے رہتے ہیں ہونا تو یہ چاہیے کہ ہر برائی کو اپنے سے نکال کر ہر اچھائی کو اپنے اندر جذب اور پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے آج ہم برے کی برائی کرتے نہیں تھکتے، تاریخ گواہ ہے برائی ہی کی وجہ سے کسی برے کو یاد کیا جاتا ہے اور اچھائی ہی کی وجہ سے کسی اچھے کی تعریف کی جاتی ہے۔ برا بندہ تو ختم ہو جاتا ہے پر اس کی برائی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور جب کوئی بندہ کبھی بھولے سے برے کو یاد کرلے تو لازماً وہ برے کو لعن طعن کرے گا اور دوسری طرف اچھے لوگوں کو دنیا ایسے یاد کرتی ہے اور ان کے لیے محبت رہتی ہے گویا وہ اچھے لوگ ان کے درمیان موجود ہوں اور یہ تو ناممکن ہے فرض کیجیے اگر کوئی بندہ اچھے کی تعریف نہ بھی کرے تو یہ یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس کی برائی بھی نہیں کرے گا۔

دانیہ اینڈ امبرین سہیل ..... سیالکوٹ

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

حسن خیال

husan@naeyufaq.com

جویریہ احمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ کے بابرکت نام سے ابتدا ہے جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس بار تبصروں میں سلسلے وار ناول پر تنقید کی گئی ہے۔ مصنفین بھی دل بڑا کر کے قارئین کی ان باتوں پر غور کریں۔ اب بڑھتے ہیں آپ کے تبصروں کی جانب۔

تبسم بشیر...... ڈنگہ۔ بہت پیاری جویریہ بہت بہت سلام۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گی؟ اللہ اپنے حفظ وامان میں رکھیں آمین اور سنائیے کیا ہو رہا ہے؟ اس دفعہ حجاب 8 کو ملا۔ ٹائٹل پر حیا خان سلیقے سے دوپٹا اوڑھے اچھی لگ رہی تھیں۔ "حجاب" پر ایسے ہی ٹائٹل ہونے چاہیے جس میں سر پر دوپٹا یا حجاب لازمی ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ حجاب ہے اور یہ میرا پسندیدہ نام اور ڈائجسٹ ہے۔ بات چیت میں قیصر آرا آنی کی شگفتہ شگفتہ گفتگو تھی۔ دل تو ہمارا بھی چاہتا ہے کہ قلم کو کھلا چھوڑ دیں کہ جو دل میں آئے وہ فوراً صفحہ قرطاس پر بکھر جائے پر کیا کریں آپ کی دل آزادی کا ڈر قلم کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ جہاں تک کچھ نیا آپ اگر شروع کرنا چاہیں تو میں اپنی ادنیٰ سی رائے پیش کر دیتی ہوں کہ ایک سلسلہ ماں کے لیے ہونا چاہیے جو اس دنیا کا سب سے خوب صورت رشتہ اور رب کا دوسرا روپ بھی ہے اور بزم سخن کو کچھ یوں ہونا چاہیے کہ جیسے ہم شعر ارسال کرتے ہیں تو وہ یوں ہو کہ یہ شعر ہم کس کے لیے لکھ رہے ہیں۔ میرا کام اپنی رائے دینا تھا آگے تم آپ بہتر جانتے ہیں، سلسلہ وار ناولز کا میں نے بائیکاٹ کر دیا ہے کیونکہ ایک تو مجھ سے انتظار نہیں ہوتا۔ دوسرا چار چار سلسلہ وار ہیں۔ دماغ الجھ سا جاتا ہے اب سلسلہ تب ہی پڑھوں گی جب ایک ہوگا۔ (سوری) "خوشیوں کے در" فرحین کافی عرصے بعد آئیں اور چھا گئی مزہ آ گیا مکمل کہانی پڑھ کر ویری گڈ۔ "تمہیں بہت چاہا ہے" ہم نے بھی بہت چاہا۔ کہانیاں ایسے ہی مکمل ہوں۔ شہناز صدیقی نے زبردست تحریر لکھی۔ افسانے دن بدن کم ہوتے جا رہے ہیں۔ کبھی حجاب میں افسانوں کی ایک لمبی لسٹ ہوا کرتی تھی۔ جس میں 12-14 افسانے تو ضرور ہوتے تھے لیکن خیر چھوڑیں فوزیہ سلیم کا "طلسماتی سبز آنکھیں" اور حنا بشریٰ کا "یوں ٹھوکر لگی" بیسٹ رہا۔ مستقل سلسلے میں بزم سخن سمیا آپی لگتا ہے مجھ سے ناراضگی ہے جو ہر دفعہ محفل میں آنے نہیں دیتی۔ حالانکہ اتنے خوب صورت اشعار ارسال کرتی ہوں، چلیے کبھی تو وہ میری محبت میں گرفتار ہو ہی جائے گی۔ جیسے جویریہ ہوئی ہیں کیوں جویریہ؟ اللہ آپ تو شرما گئی اور ماشاء اللہ شرماتے ہوئے کتنی حسین لگ رہی ہیں۔ ایک منٹ میں کالا ٹیکا لگا دوں۔ شبنم انجم، ہالہ سلیم، قرۃ العین پارس، طوبیٰ اسلم، امبر گل، ارم صابرہ، عائشہ سلیم، رانی اسلام، دلکش مریم، حنا، مریم، اقصیٰ زرگر، حافظہ راشدہ، مونا شاہ نے اچھا لکھا۔ "کچن کارنر" سے حنا اشرف (آج کل کہاں گم ہو؟) نزہت جبین، سدرہ شاہین نے اچھا لکھا۔ "عالم میں انتخاب" آج کل مجھ پہ مہربان ہیں دعا کریں مہربان ہی رہیں۔ نور چودھری، ماہ رخ، شبنم نور، طلعت نظامی، منزہ عالم اور ارم صابرہ نے خوب محفل جمائی۔ "شوخی تحریر" سے انار بی بی، پروین افضل، جویریہ وسی، ماریہ کنول، شبنم آرائیں نے خوب صورت تحریریں بھیجی۔ "حسن خیال" ارم آصف آپ کی آپی اور آپ کی دوست کو میری طرف سے سالگرہ مبارک ہو۔ جویریہ یار، شانت ہو جاؤ، اب کیا رلاؤ گی میری جویریہ کو؟ کوثر خالد کی باتیں سمجھنے کے لیے بندے کو عقل مند ہونا چاہیے اور میں ٹھہری بونگی، نور یار میں اور ماہا کہاں تمہارے مقابل؟ اب گرو اور چیلے میں فرق تو ہوتا ہے سمجھا کرو۔ فرخندہ آرائیں، آہ ہاہ، یہ آئی نا بہادر بچی واہ کس باریک

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

بنی سے مطالعہ کرتی ہو۔ یار اب ہر ماہ آنا ورنہ میں ناراض۔ کیا کڑک جائے جیسا تبصرہ کیا لاجواب اور جوہی یار یہ رائٹرز اتنے برے ہوتے ہیں؟ میری توبہ آئندہ کبھی کسی رائٹر کو کچھ نہیں کہنا۔ او کے جوہی اللہ حافظ اور فی امان اللہ ایک بات تو بتانا ہی بھول گئی میں نے سب سے پہلے ثنا فرحان کو ڈھونڈا۔ ثناء کہاں ہو تم، چلے آؤ۔

☆ ڈیئر تبسم! مکمل ناولز کی بھرمار ہوئی ہے اس لیے ہم زیادہ مکمل ناول شائع کر رہے اور ساتھ ساتھ افسانہ بھی شائع کر ہی رہے ہیں۔

ماہا بشیر حسین...... ڈنگہ۔ ٹائٹل ذرا بھی پسند نہیں آیا۔ پلیز پلیز اچھے اچھے ٹائٹل دیا کریں۔ ''بات چیت'' میں آنی نے صحیح فیصلہ کیا۔ واقعی سختی کرنے کی ضرورت ہے۔ ''حمد و نعت'' دونوں ہی خوب صورت تھی۔ ''انٹرویو'' میں اقرا جٹ کے جوابات سو سو تھے۔ مکمل ناول ''خوشبو کے در'' خاص پسند نہیں آئی۔ سلسلے وار ناول کے صفحات چٹکی برابر ہوتے ہیں۔ ''عشق نگر کے مسافر'' سو بورنگ نام سے بالکل الگ ہے کہانی ''عشق دی بازی'' ریحانہ آفتاب پتا نہیں کیا لکھ رہی ہیں؟ ویسے جب رائٹرز بڑے ہو جاتے ہیں نا تو کچھ بھی لکھنے لگتے ہیں۔ ''دل کو کس کا ملال تھا'' بھئی اس ناول کو ختم کریں نا دیہ ویسے ہی گھسیٹ رہی ہیں۔ ''میرے بن کر آؤ'' میں تو کہتی ہوں کہ بھئی چلے ہی جاؤ۔ ہر ماہ آئندہ ماہ؟ ''تمہیں چاہا ہے'' اس ماہ کی بیسٹ تحریر رہی، افسانے پانچ تھے۔ پانچوں ہی لاجواب تھے۔ وری گڈ، پیاری جوہی امید ہے کہ آپ کو یہ تبصرہ برا نہیں لگا ہوگا۔ بھئی آپ ہی تو کہتی ہیں کہ صاف صاف لکھیں سو لکھ دیا۔ فرخندہ آرائیں کہاں چھپی تھی۔ آپ جو باتیں ہم نے لحاظ میں نہیں لکھیں وہ سب آپ نے لکھ دیں سلوٹ ہے، اب ہر ماہ آنا۔

☆ ڈیئر ماہا! ہمیں بھلا کیوں برا لگے گا آپ سب کی آمد سے ہمیں تو خوشی ملتی ہے۔

عائشہ شکیل...... گوجرہ۔ میری پیاری کھٹی میٹھی حجاب فرینڈز کو مٹھائی جیسا سلام پیش ہے۔ وہ بھی دل کی اندرونی تہہ سے۔ کیا حال ہے جوہی آپی، ٹھنڈ جیسی نعمت کو غنیمت سمجھیے ورنہ ہم تو ہر سال برداشت کرتے ہیں (ہاہاہاہا) ٹھنڈ نہیں گرمی (ففففففف) ماہ بدولت پھر سے حاضر و ناظر ہے۔ جلدی سے حاضری لگائی جائے۔ اچھا اب بڑھتے ہیں اپنے حسین (آہم آہم) تبصرے کی جانب۔ سب سے پہلے ٹائٹل پر نگاہ دوڑائی جو آنکھوں کے اوپر سے گزر گیا۔ مطلب بالکل بھی پسند نہیں آیا۔ پلیز کوئی سندر کڑی ڈھونڈ لیں اس طرح کے ٹائٹل کے آگے ماہ بدولت کی خوب صورتی (آہم) بڑھ جاتی ہے۔ ''سرگوشیاں'' ادھوری ''بات چیت'' قیصر آنی اتنا بڑا ایٹمی دھماکہ۔ ویسے پرچے کا معیار بنانے کا فیصلہ درست ہے مگر ہم جیسے گمنام تو پھر بالکل ہی ہاں وہی جی، ''حمد و نعت'' ہمیشہ کی طرح بیسٹ رہیں۔ انٹرویو، نائس اقرا یار آپ نے تو کمال کر دیا۔ خوش رہیں، آمین۔ اب چلیں سلسلے وار ناول کی جانب۔ ''عشق دی بازی'' ریحانہ آپی بلاشبہ آپ کو دل جیتنے کا فن بھی آتا ہے، تب ہی تو اپنی تحریر میں سسپنس پھیلائے رکھتی ہیں (میرے حسین خیالات)۔ ہی ہی ہی ہی۔ شکر ہے ماورا کا نکاح ایشان سے ہو گیا۔ شاہ جی کبھی مجھے آپ پر ترس آتا ہے تو کبھی آپ کی اکڑ و منز پر۔ سمہان اور ایشال کو جدا مت کیجیے گا۔ ''دل کو کس کا ملال تھا'' میرے خیال میں شاید عائشہ اب دربار چلی جائے۔ اذان کا رویہ اور شرجیل کی نگاہیں یقیناً اثر کن ہیں۔ ''عشق نگر کے مسافر'' سجل کا راز اب فاش ہو جائے گا اور شاید اسے مار دیا جائے۔ ماریانہ اور گرینی کا تعلق آخر کس خاندان سے ہے؟ ''میرے بن کر آؤ'' سعد بن مصطفیٰ اب پتا نہیں کیا کریں گے بے چاری حمیدہ کے ساتھ۔ ''میرے آنگن کے پرندے'' واؤ سپر، سباس اپیا نے تو کمال ہی کر دیا۔ واقعی ہر پرندہ اپنے حصے کا رزق لے کر آتا ہے۔ نیشا کے بچکانہ رویے اور تکبر نے اس کا گھر اجاڑ دیا ہے۔ ''طلسماتی سبز آنکھیں'' واقعی انسان کو اتنا بااعتماد تو ہونا چاہیے کہ وہ سوسائٹی میں سروائیو کر سکے۔ عدیل مراد کا فیصلہ قابل فخر تھا۔ ''آگاہی آزار کی صورت میں'' ہر کسی کو اس کے جانے بغیر حقیر ماننا سخت گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔ ''تمہیں بہت چاہا ہے'' آمن ضیاء کی قوت برداشت۔ واقعی اس دنیا

UIUNOVELS.COM

میں تو سگے رشتوں کا اعتبار نہیں تو لوگ تو پھر لوگ ہیں۔ ''شاہدہ اور رضیہ خالہ'' بیسٹ تھا۔ ''بزم سخن'' میں نازیہ بتول، بشریٰ خاور، انجم ندیم، ہالہ سلیم، ماریہ انصاری، ارم صابرہ، رانی اسلام، نور سحر، شازیہ، فریحہ، طوبیٰ اسلم، امبر گل، سحرش خان بھٹو، پروین افضل، اقصیٰ زرگر کے اشعار لاجواب تھے۔ ''عالم میں انتخاب'' نور چودھری کا انتخاب سب سے اچھا تھا۔ ''شوخیٔ تحریر'' میں سب چھائے رہے۔ ''حسن خیال'' نور چودھری میں نے آرمی کیپٹن ہی بننا ہے۔ ایسا کرنا مجھ سے ہی شادی کرلینا (ہاہاہاہاہا) مذاق ہے۔ تبصرے سب کے اچھے تھے۔ میرے سمت (ہاہاہاہا) ''دوست کا پیغام آئے'' دوستو میری طبیعت کے بارے میں اتنا مت سوچا کریں ساتھ ساتھ چھینکیں بھی آنے لگتی ہیں۔ ہاہاہاہاہی ہی ہی۔ فی امان اللہ۔

ام ھانی ..... ڈگری۔ ڈیئر جوہی محبتوں بھرا اسلام قبول کیجیے ارے ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ میں ام ہانی ہی ہوں بس تھوڑی تمیز داری کا مظاہرہ کررہی ہوں، آخر تم میری خالہ جیسی ہو عزت دینا تو بنتا ہے۔ چلو چھوڑو اب ناراض مت ہوجانا۔ پورے ایک مہینے بعد تمہاری محفل میں آئی ہوں میں تھوڑی پریشان ہوں پچھلے مہینے اس لیے نہیں آسکی کیونکہ میری امی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ آپ سب بھی دعا کیجیے گا کہ وہ جلد صحت یاب ہوجائیں اب آتے ہیں حجاب کی طرف۔ ۹ تاریخ کو میرے ہاتھ میں آیا ٹائٹل کو آنکھیں رگڑ رگڑ کر دیکھا جیا طلحہ بوڑھی اماں کی شال اوڑھے ٹھیک ٹھاک لگی۔ ''بات چیت'' میں ہمیشہ کی طرح آنی قیصرآرا کے الفاظ کانوں میں رس گھول گئے۔ سو سوئٹ آنی۔ ''حمد و نعت'' ہمیشہ کی طرح بیسٹ تھی۔ ''آنگن کی چڑیا'' میں اقرا اجٹ سے ملاقات اچھی رہی۔ سلسلے وار کہانیوں میں ''عشق دی بازی'' بہت اچھی لگی۔ شنائیہ کی بھی عقل ٹھکانے لگ گئی۔ شاہ زرشمعون ویلڈن یہ ہوئی ناہیرو والی بات۔ ماورا پر بہت غصہ آیا۔ اتنی بھی کیا اکڑ ایشان جاہ شادی کرنا چاہتا ہے تو عزت سے مان جانا چاہیے۔ (بقول میرے) مجھے اس کہانی میں سب سے اچھا کردار شاہ زرشمعون کا لگتا ہے اور بھئی کیوں نہ لگے آخر کو وہ ہیرو بھی تو ہے ''دل کو کس کا ملال تھا'' نادیہ آپی کیا لکھتی ہیں آپ بندہ آپ کے لفظوں کے سحر میں ہی کھو جائے۔ (اولیس بندہ نہیں بندی) ہاہاہاہاہا۔ اذان کا رویہ عائشہ کے ساتھ بہت برا لگ رہا ہے۔ عائشہ کی مجبوری اور شرجیل کی کمینگی اف۔ اگلی قسط کا بے صبری سے انتظار رہے گا۔ ناولٹ میں ایک بھی کمپلیٹ نہیں ہوتا۔ سو سیڈ۔ افسانے سارے ہی بیسٹ تھے۔ ''طلسمی سبز آنکھیں'' بہت پسند آئی۔ ''عشق نگر کے مسافر'' بوریت کا شکار ہوگئی۔ ناول میں نے پڑھا نہیں۔ اب آتے ہیں مستقل سلسلوں کی طرف۔ ''بزم سخن'' میں فائزہ بھٹی، امبر گل، عائشہ سلیم، پروین افضل شاہین، عائشہ پرویز، دلکش مریم اور شیریں گل نے بیسٹ لکھا۔ ''کچن کارنر'' سے ہم بہت دور دور ہے۔ بھئی ابھی تو ہماری کھیلنے کودنے کی عمر ہے۔ ہاہاہاہا۔ خیر ساری ڈشز دیکھنے میں اچھی تھی۔ ''عالم میں انتخاب'' میں تبسم بشیر، اقرا وکیل، نورے ایمان چودھری، ماہ رخ، طلعت نظامی، نزہت جبین ضیاء اور ارم صابرہ چھائی رہی۔ ''حسن خیال'' میں ہم نے خود کو مس کیا ہاہاہاہا۔ جس جس نے میری نگارشات پسند فرمائی، ان سب کا دل سے شکریہ۔ رمشا آصف، ارم آصف، تبسم بشیر، ماہا بشیر، عائشہ شکیل، پروین آپی نور سب نے بہت زیادہ اچھا لکھا نور یہ تو تم نے ٹھیک کہا روز والی بات پر مجھے بھی بہت ہنسی آئی تھی۔ تمہاری برتھ ڈے فروری میں تھی جان کر بڑی خوشی ہوئی یہ لو میری طرف سے روز اور منی منی ہیپی ریٹرن آف دا ڈے۔ ہیپی برتھ ڈے نور گفٹ تو تمہیں بھیج نہیں سکتی کیونکہ ایڈریس نہیں معلوم لیکن میری طرف سے ڈھیر ساری دعائیں قبول کرلو۔ ''شوخیٔ تحریر'' ہمیشہ کی طرح لاجواب رہا۔ ماہا بشیر، تبسم بشیر، نورے ایمان، وقاص عمر، پروین آپی سب نے بہت اچھا لکھا۔ دوست کا پیغام آئے میں نور تمہارے لولی پوپ کا انتظار کر کرکے تھک گئی ہاہاہاہا۔ عائشہ دعاؤں میں یاد رکھا۔ میری تو آنکھیں چھلک پڑی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ہر مقام پر خوشیاں دے آمین۔ تبسم تم بتاؤ کیسی ہو اور آنٹی کیسی ہیں۔ ارم میں ٹھیک ٹھاک تم سناؤ کیسی ہو رمشا حمنہ، فضیلت میری بہن تو نہیں ہے لیکن حمنہ میری سسٹر کا نام ہے جو ڈائجسٹ میں نہیں لکھتی پروین آپی

UUNOVELS.COM

شکریہ کی کوئی بات نہیں۔ ہم تو دوست ہیں۔ نا آخر میں یہ کہنا چاہتی ہوں پتا نہیں اگلے مہینے سے میں شامل ہو پاؤں گی یا نہیں۔ شاید یہ میرا آخری تبصرہ آپ سب میری امی کے لیے دعا کیجیے گا۔ اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر ہانی! اللہ آپ کی والدہ کا کامل صحت سے نوازے اور ان کا سایہ تا دیر تک آپ کے سروں پر قائم رکھے آمین۔ آخر میں یہ کیا کہہ دیا یہ تو اچھی بات نہیں بلکل بھی۔

اقرا جٹ ...... منچن آباد۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ پیاری جو ہی پیارے پیارے قارئین، سب کیسے ہیں؟ کیسی گزر رہی ہے زندگی؟ بس لمحہ لمحہ گزرتا جارہا ہے کوشش یہ کریں کہ اگر کوئی نیکی نہ کرسکیں ہر لمحے تو گناہ سے بچیں۔ سردیاں گزر رہی ہیں، گرمیوں کی آمد ہو رہی ہے۔ موسم فی الحال اچھا ہے اور اچھا موسم دماغ کو بھی تر و تازہ کرتا ہے تر و تازہ رکھتا ہے تو جناب حجاب چار فروری کی شام ہمارے کومل ہاتھوں پر رکھ دیا گیا۔ ٹائٹل کیوٹ، ماشاء اللہ جی ساری پریاں مجھے دل و جان سے یاد کرتی ہیں تو لو جی میں حاضر ہوگئی ہوں، پیاری لگ رہی ہوں ناں؟ بس کرو اب کیا میٹھی میٹھی نظر لگاؤ گی۔ بس یہ اللہ پاک کا دیا ہوا حسن ہے (خوب صورتی کا راز) اپنی سوچ کو مثبت رکھیں خوش رہیں یقین کریں آپ خوب صورت نظر آئیں گے۔ جن گرلز کو چھائیوں کا مسئلہ ہے تو ڈونٹ وری آپ لوگ ورس کا پاؤڈر کسی بھی کریم یا بیسن یا لیمن وغیرہ میں ملا کر لگائیں، ان شاء اللہ چھائیاں کچھ دنوں میں ہی دم دبا کر بھاگ جائیں گی۔ ورس (پنساریوں سے ملے گا) کچھ علاقوں میں اسے ورچ بھی کہتے ہیں۔ "بات چیت" سنی آپی کی مدہم آواز میں۔ "حمد ونعت" سے روح کو سیراب کیا۔ "آنگن کی چڑیا" اقرا جٹ جوابات پڑھے پھر اپنی کیوٹ اسٹوری "عشق دی بازی" کو پکڑ لیا اسٹوری رواں دواں ہے کامیابی سے۔ دعا ہے اسی طرح مزید کامیابیاں سمیٹے۔ افسانوں کی فہرست دیکھی۔ سباس گل "میرے آنگن کے پرندے" حنا بشریٰ "یوں ٹھوکر لگی" فوزیہ سلیم "طلسماتی سبز آنکھیں" کرن نعمان "شاہدہ اور رضیہ خالہ" مشاعلی مسکان "آگاہی آزار کی صورت" تمام افسانے اچھے تھے سبق آموز تھے۔ "دل کو کس کا ملال تھا" نادیہ احمد ویلڈن اچھا لکھ رہی ہیں۔ "عشق نگر کے مسافر" ندا حسنین کیپ اٹ اپ۔ "تمہیں بہت چاہا ہے" شہناز صدیقی اچھا لکھا۔ "میرے بن کر آؤ" سیما بنت عاصم نیکسٹ ہی رائے دیں گے۔ جہاں تک پڑھا گڈ تھا۔ سمیرا راؤ لیاز انٹری دوا اچھی سی اسٹوری کے ساتھ۔ "بزم سخن" عمدہ سلسلہ ہے سب کے اشعار اے ون تھے۔ "کچن کارنر" کھوئی کھلا دے۔ "عالم میں انتخاب" (مجھے لگتا ہے کہ یہ سلسلہ ختم کر کے ذاتی شاعری والا کر دینا چاہیے آنچل کی طرح) "شوخی تحریر" بھی اچھا سلسلہ ہے۔ "حسن خیال" رمشا آصف، ارم آصف، تبسم بشیر، ماہ شیر، جویریہ وسمی، صبا خان (دوستی، کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ ہو گئے ہم دوست جنابہ) عائشہ شکیل (ڈھیروں دعائیں تمہارے لیے) امن ملک اللہ آپ کے بھانجے کو فوجی بنائے آمین۔ پروین آپی شکریہ۔ منیب احسن کی ہزاروں بار مبارک دے چکی مگر شائع ہی نہیں ہوتی آپی کوثر خالد (آپ بہت سادہ دل اور کیوٹ آپی ہیں لو یو) نورے ایمان (اللہ کرے تمہیں سولجر ہی ملے آمین) فرخندہ آرائیں سب نے مل کر محفل سجائی ہوئی تھی سب کے تبصرے اچھے تھے۔ "دوست کا پیغام" نورے ایمانی محبت کے ہم قائل ہیں۔ لو جی اعتکاف ختم اور حاضری دے دی۔ خوش رہو، ہمیشہ ارم آصف رمشا آصف وعلیکم السلام میں ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں۔ گزری ہوئی برتھ ڈے مبارک ہو۔ ڈاکٹر زارا تعبیر ڈیئر واپسی آجاؤ، اقرا امتیاز، شازیہ ہاشم، وقاص عمر بھائی، ریحانہ آفتاب آپی، فریدہ فری آپی کو سلام، اسی کے ساتھ دیں اجازت اللہ حافظ۔

جویریہ وسمی ...... ڈونگہ بونگہ۔ جو ہی آپ کے رونے کا خیال ہی سوہان روح محسوس ہوا تو آپ کے خلوص کے سامنے سر خم کیے ہم آپ کی پکار پر دوڑے چلے آئے۔ آپ سے ناراض تو ہے ہی نہیں۔ جان جگر، آپ میرے لیے قابل احترام اور نہایت عزیز ہستی ہیں۔ مختصر یہ کہ اللہ آپ کو دنیا و آخرت و مافیہا کے درپیش مسائل میں

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

فوزالعظیم سے ہمکنار فرمائے آمین۔ ٹائٹل کوئی خاص تاثر قائم نہ کرسکا۔ ”آنگن کی چڑیا“ اقرا جٹ سے ملاقات خوب رہی۔ ”خوشیوں کے در“ خونی رشتوں کی خودغرضی اور احساس کے رشتوں کی خوب صورتی نمایاں کرتی بہترین کاوش۔ واقعی یہ حقیقت ہے کبھی کبھی خون کے رشتوں سے زیادہ احساس کے رشتے عظیم ہوتے ہیں۔ نورالزماں صدف کے لیے وہ کرگئی جو شمیمہ ماں ہوکر بھی نہ کرپائی۔ ”میرے آنگن کے پرندے“ سباس گل نے قلم کے ذریعے تکبر کے انجام کو نہایت احسن طریقے سے بیان کیا۔ سباس جزاک اللہ خیرا۔ ”دل کو کس کا ملال تھا“ واقعی ہر صنف نازک غلط نہیں ہوتی مگر مجبوریاں ایسی بیڑیاں پاؤں میں ڈالتی ہیں کہ نسوانیت و وقار سب داؤ پر لگ جاتا ہے ناچاہتے ہوئے بھی۔ اف غربت کیسا امتحان ہے انسان کے لیے اور غربت کو کیش کرانے والے شرجیل جیسے کتنے مکروہ چہروں سے دنیا بھری پڑی ہے۔ ”عشق دی بازی“ سمہان کو کچھ ہونے والا ہے۔ خیر کہانی کو اختتامی مراحل کی طرف گامزن کردیں مہربانی ہوگی۔ ”طلسماتی سبز آنکھیں“ شاندار کہانی یونی کی کہانی مجھے ویسے بھی بے حد پسند ہیں۔ ”شاہدہ اور رضیہ خالہ“ خوب لکھا سچ بڑوں کی خدمت کا اجر دنیا و آخرت دونوں میں ملتا ہے۔ ”عشق نگر کے مسافر“ کچھ خاص نہیں۔ حماد اور شبنم کا کردار پھر بھی قابل توجہ ہے۔ شبنم کی بدلی سوچوں کی بدولت۔ ”آگاہی آزار کی صورت“ مشاعلی آپ نے انسانیت کا حق ادا کردیا۔ یہ خواجہ سرا بھی آخر کو انسان ہیں اور ان کی تخلیق بھی من جانب اللہ ہے تو پھر میں اور آپ کون ہوتے ہیں ان سے توہین آمیز رویہ رکھنے والے۔ کیا آخرت میں تم حقوق العباد کی بابت نہ پوچھے جاؤ گے؟ یہ کہانی لمحہ فکریہ ہے ہمارے لیے۔ ”میرے بن کرآؤ“ حمیدہ کی زندگی میں سعد ہی آئے گا۔ یہ سفید پوش گھروں کی بھی کیا زندگی ہوتی ہے۔ ان کو غربت کی چکی میں پستے ہوئے دیکھ کر دل خراب ہوتا ہے۔ کچھ کہانیاں حقیقت کا عکس ہوا کرتی ہیں یہ بھی انہی میں سے ایک ہے۔ ”تمہیں بہت چاہا ہے“ واقعی اپنے مفاد کی خاطر خونی رشتوں کو سفید ہوتے دیکھا ہے مگر عنادل کی غلطی یہ ہے کہ آمن سے پوچھ لیتی کیونکہ جو دلوں کے قریب ہوں ان سے اعتنائی جائز نہیں بلکہ بدظن ہونے کی بجائے تمام معاملات آمن کے سامنے رکھ کر عنادل کو اپنی غلط فہمی دور کرلینا چاہیے تھی۔ اس سے رشتوں کی خوب صورتی اور دلوں کا اطمینان دونوں برقرار رہتے ہیں۔ ”بزم سخن“ پروین افضل، نازیہ بتول، بشریٰ خاور نے اچھا لکھا۔ ”کچن کارنر“ میں نزہت جبین، سدرہ شاہین چھائی رہی کھانے کب آ رہیں یہ بھی بتادیں، آپ دونوں؟ ”عالم انتخاب“ جویریہ ضیاء، عائشہ شکیل نے بہترین لکھا ”شوخئ تحریر“ حسن اختر، عائشہ سلیم، عثمان عبداللہ، انار بی بی، تبسم بشیر، وقاص عمر، ثمرہ گلزار نے چار چاند لگادیے محفل میں۔ ”حسن خیال“ تبسم بشیر، صبا خان، عائشہ شکیل، کوثر خالد، پروین افضل، نورے ایمان، فرخندہ کے تبصرے شاندار رہے۔ ”دوست کے نام پیغام آئے“ نورے ایمان والسلام دعاؤں کے لیے شکریہ، پیاری بہنا۔ عائشہ ڈیئر میں ڈونگہ بونگہ ہوں کیسی ہو تم محبوب من۔ رمشا آصف والسلام، میں ٹھیک تم کیسی ہو، باربی ڈول؟ ثمرہ گلزار والسلام۔ آپ ٹھیک ہو شہزادی اب آپ سب سے اور جویہ سے اجازت چاہوں گی۔ ان الفاظ کو آپ کی نظر کرتے ہوئے فی امان اللہ۔

رہے صدا جگمگاتا آپ سب کا آفتاب قسمت
آپ سب کی صبح روشن کو کبھی شام زوال نہ آئے

☆جویریہ پیاری! دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

فرخندہ آرائین...... لاہور۔ تمام لکھنے پڑھنے اور ادارے والوں کا السلام علیکم! اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ آپ جہاں بھی رہیں اس پاک ذات کی حفاظت میں رہیں آمین۔ فروری کا حجاب ۴ تاریخ کو ملا دیکھ کر خوشی کا احساس ہوا۔ موسم کے مناسبت سے ماڈل کو شال اوڑھا رکھی تھی۔ ”بات چیت“ پڑھ کر ہم آپی کے ہم خیال ہیں ان کو ایسا ہی کرنا چاہیں تبھی ڈائجسٹوں کا معیار پہلے جیسا ہوجائے گا۔ سب سے پہلے ہم نے قسطوں کی طرف رخ کیا کیوں کہ یہی قسط وار

UUNOVELS.COM

ناول ہی تو ان ڈائجسٹوں کی جان ہوتے ہیں۔ اس بار بھی کئی ماہ کی طرح نادیہ احمد کی کہانی کے پیجز کم تھے پڑھنے کا بلکل بھی مزہ نہیں آیا اور جتنے پیجز پڑھے اس سے لگا کہ کہانی بوریت کا شکار ہوتی جارہی ہے اس کو تو تین ماہ پہلے ہی بعد ہو جانا چاہیے تھا اگر بغور پہلے کی قسطیں پڑھیں تو وہی ساری باتیں بار بار پڑھنے کو مل رہی ہیں کوئی نئی بات سامنے ہی نہیں آ رہی ہے اور اب تو لگتا ہے کہ عائشہ سے بھی گناہ ہو ہی جاتا ہے وہ شرجیل کے پھندے میں پھنس کر اپنا سب کچھ گنوا دے گی ہائے بیچاری عائشہ اور سامعہ۔ پلیز نادیہ اب اس کا اینڈ کر دیں تاکہ کہانی متاثر نا ہو سکے پلیز برا نا ملیے گا۔ ”عشق نگر کے مسافر“ معذرت کے ساتھ ندا آپ نے ایک اچھی کہانی کو کل کر دیا ہے اب تو کہانی کافی بوریت کا شکار نظر آ رہی ہے پلیز کہانی کو آگے بڑھائیں کچھ نئی اور انٹرسٹنگ چیز لائیں تاکہ پڑھنے کا مزا بھی آئے۔ ”عشق دی بازی“ پلیز ریحانہ آفتاب اس کو اب بند کر دیں کیا پنجابی فلموں کی طرح اس کہانی کو آگے بڑھا رہی ہیں جس طرح اسٹارٹ میں لکھا اس کا تاثر قائم کیا تھا آپ نے اب آ کر ختم کر دیا ہے کہانی کا چارم اب ختم ہوتا جا رہا ہے پلیز برا مت مانیے گا اس کو اب بند کر دیں۔ ”میرے بن کر آؤ“ سیما بنت عاصم بلکل ٹھیک طرح سے آپ ہماری کلاس کے بارے میں لکھ رہی ہیں کہ ہماری کلاس میں آج کل جہاں بھی دیکھو یہی سب چل رہا ہے۔ ویلڈن سیما بس آپ سے التجا ہے کہ اس کو زیادہ کھینچیے گا نہیں۔ اب ادارے نے یہ اچھا کام کیا ہے کہ زیادہ مکمل ناولز دے رہے ہیں۔ اس بار فرحین اظفر ”خوشیوں کے در“ کے ساتھ طویل عرصے کے بعد نظر آئی اور آتے ہیں چھا بھی گئی واہ واہ کیا لکھا ویری ویلڈن اب امید کرتی ہوں کہ جلدی جلدی آتی رہی ہیں اس طرح کے خوبصورت ناول کے ساتھ۔ دوسرا مکمل ناول شہناز صدیقی کا ”تمہیں بہت چاہ ہے“ ان کو پہلی بار پڑھا اور پڑھ کر ایسا لگا کہ آنے والے دور میں یہ اچھا لکھنے والوں میں نظر آ رہی ہوں گی گڈ شہناز۔ تمام افسانے بہت اچھے تھے سباس گل، حنا بشریٰ، فوزیہ سلیم، کرن نعمان اور مشاعلی مسکان۔ کرن نعمان کو پہلی بار افسانے میں پڑھا ان کے اکثر مکمل ناول شاندار ہوتے ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی جلد جلد نظر آتی رہی ہیں گی۔ تمام سلسلوں میں شرکت کرنے والوں کو مبارک باد سب نے ہی بہت اچھا لکھا، شاعری کا معیار کچھ ہلکا نظر آیا پلیز اس پر بھی توجہ دیں۔ میرا تو مشورہ یہی ہے کہ ”عالم میں انتخاب“ کو انتخاب سے نکال کر آنچل کی طرح ذاتی شاعری والا کر دیں تو زیادہ اچھا رہے اور آگے جیسا آپ کو ٹھیک لگے۔ آخر میں ادارے والوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے میرا پہلا تبصرہ کانٹ چھانٹ کر کے شائع کر دیا میں ان سب کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں جنہیں میرا تبصرہ پسند آیا۔ پچھلی بار مجھے صرف تبصرے میں یہ جگہ ملی باقی سب سلسلوں میں باہر رکھا وہ کیوں؟ خیر کوئی تو وجہ ہوگی۔ اب اجازت کافی دماغ کھا لیا اگلے ماہ تک کے لیے اجازت۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کی حفاظت کرے اور ہم سب کو ہر قسم کے مرض سے بچائے رکھے آمین۔

اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ رب العزت ہم سب کی پریشانیوں کو دور فرمائے اور ملک پاکستان کو رہتی دنیا تک قائم رکھے آمین۔

UUNOVELS.COM
UUNOVELS.COM

دوست کا پیغام آئے

ملیحہ احمد

بہار کی کلی کے نام

میں کیا لکھوں تمہارے لیے
تمہاری سالگرہ کے کارڈ پر
چلو یہ لکھ دیتی ہوں کہ
یہ دن ہر روز آئے جس
دن اس دنیا میں آپ آئے

کیسی ہو تبسم؟ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ آپ کے نام کیا لکھوں، اس خاص دن پر۔ ہاں تو میں نے سوچا کہ اس دن کو یادگار بنایا جائے اور وہ اس طرح کہ میں آپ کو حجاب کے ذریعے مبارک باد دوں، آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک آپ کو میری عمر بھی لگا دے۔ دس مارچ کا دن آپ کو بہت مبارک ہو اور آخر میں ایک بار پھر سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا کی ہر چیز اور خوشی دے۔ آمین ثم آمین۔

ماہا شیر حسین...... ڈنگہ

پیاری بہنا اور دوستوں کے نام

السلام علیکم! میری کیوٹ، سویٹ شونی بہنا آپ کے لیے مجھے الفاظ استعمال کرنے نہیں آتے یوں کہو آنکھوں سے جذبات بہتے ہیں۔ جانو مجھے آپ کی بہت یاد آتی ہے نور، میری کیوٹ چڑیل بہن کو منی سی پیپی برتھ ڈے، کیک تیار رکھو۔ آپ کے نام ادنیٰ سا شعر۔

تیری آنکھوں کی خوشی بتا رہی ہے
تجھے کامیابیاں راس آرہی ہیں
آنکھوں میں تیری اشک ٹھہرے ہیں
تیری یادیں مجھے بہت آرہی ہیں

نور چودھری آپ کے بتائے گئے وظیفے پر ضرور عمل ہوگا۔ ثمرہ گلزار میں ٹھیک ہوں۔ رمشا آصف آپ کی دعاؤں سے شاید اس خاکسار کو زندگی مل ہی جائے۔ ارم آصف آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ میری طبیعت کا تو مجھے خود ہی نہیں معلوم۔ نور جانی مجھے خود الجھن ہو جاتی ہے لکھتے ہوئے ویسے تو آپ میری پیاری سی بہنا ہی ہیں اور وہ بھی سویٹ سی۔ اچھا گوجرہ میں آپ کس کالج میں پیپر دینے آئیں گی ضرور بتانا اور آپ کا نمبر کہاں سے ملے گا بتائیں ناں۔ اچھا ملیحہ اپیا یہ پیغام ضرور لگا دیجیے گا۔ کیونکہ دو دل (آہم) مل رہے ہیں اوہ بھئی غلط مت سمجھو میرا اور نور کا۔ کیوں نور بتاؤ ناں۔ اچھا اب میں جارہی ہوں۔ فی امان اللہ۔

عائشہ شکیل...... گوجرہ

حجاب کی پریوں کے نام

السلام علیکم! میری پیاری فرینڈز اینڈ آل ریڈرز اور رائٹرز، نور تمہاری برتھ ڈے فروری میں تھی پیپی برتھ ڈے ٹو یو اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھیں، آمین۔ تبسم بشیر کیا حال چال ہے تمہارا کیا کررہی ہو آج کل، عائشہ شکیل میں بالکل ٹھیک تم سناؤ کیسی ہو، ارم آصف، رمشا آصف، آپ کیسی ہو، پروین آپی آپ بتائیں ہمارا بھانجا ٹھیک ہے۔ نجم انجم، نورین انجم، رقیہ ناز، تسنیم چشتی، ارم کمال، فریدہ فری، فائزہ بھٹی، ایس این شہزادی (جویریہ دکھی آپ کو اتنے عرصے بعد دیکھ کر خوشی ہوئی) کرن شہزادی عائشہ شکیل، رمشا آصف کو محبتوں بھرا اسلام۔

ام ہانی...... ڈگری

شہزادیوں کے نام

اس بار بھی میں اپنی لاڈلی نند فریدہ جاوید فری سے مخاطب ہوں۔ آپی جب بھی آپ سے فون پر بات ہوتی ہے ایک خوب صورت سا احساس ہوتا ہے۔ آپ کی اپنائیت اور محبت سے لبریز آواز سن کر خوشی سے سرشار ہو جاتی ہوں، آپ کے بھائی پرنس افضل شاہین بھی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں بہنیں تو بھائیوں کا مان ہوتی ہیں۔ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے، عائشہ شکیل، نیب الحسن ماشاء اللہ ٹھیک ہے رمشا آصف میں ٹھیک ہوں آپ سنائیں کیسی ہیں۔ اقرا جٹ، آنگن کی چڑیا، میں آپ کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا اگر اپنے پیارے شہر منچن آباد ضلع بہاولنگر کا ذکر بھی کر دیتی تو ہمیں بہت اچھا لگتا۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

UUNOVELS.COM